فہرست عنوانات

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	کتاب الطهارة	
	باب الوضوء	
	الفصل الأول فى فرائض الوضوء	
	(فرائضِ وضو کا بیان)	
۱	مقطوع الیدین کیسے وضو کرے؟	۴۰
۲	پالش ناخن پر لگی رہ جائے تو وضو کا حکم	۴۱
۳	وضو میں داڑھی، مونچھ اور بھوؤں کے نیچے کھال کا دھونا	۴۲
۴	وضو میں داڑھی کا دھونا اور خلال کرنا	۴۲
۵	کان اور رخسار کے درمیانی حصہ کا حکم	۴۳
۶	وضو میں مسح بھول جائے تو کیا کرے؟	۴۳

الفصل الثانی فی سنن الوضوء

(سننِ وضو کا بیان)

الفصل الثالث فی مستحبات الوضوء وآدابہ

(مستحباتِ وضو وآداب کا بیان)

الفصل الرابع فی مکروهات الوضوء

(مکروہاتِ وضوکا بیان)

الفصل الخامس فی نواقض الوضوء

(نواقضِ وضوکابیان)

الفصل السادس فی متفرقات الوضوء

باب الغسل

الفصل الأول فی فرائض الغسل

(فرائضِ غسل کا بیان)

الفصل الثانی فی مستحبات الغسل

(مستحبات غسل کا بیان)

الفصل الثالث فی آداب الغسل

(آداب غسل کا بیان)

الفصل الرابع فی موجبات الغسل

(موجباتِ غسل کا بیان)

الفصل الخامس فی أحکام الجنابة

(جنابت کے احکام کا بیان)

باب المیاہ

الفصل الأول فی الماء الطاهر والنجس

(پاک اور ناپاک پانی کا بیان)

الفصل الثانی فی البیر وغیرھا

(کنویں کے احکام)

الفصل الثالث فی الحوض

(حوض کے احکام کا بیان)

باب التیمم

(تیمم کے احکام کا بیان)

باب المسح علی الخفین والجوربین

(موزے اور جرابوں پر مسح کا بیان)

باب الحیض والنفاس وأحکام المعذور

الفصل الأول فی الحیض والنفاس والاستحاضة

(حیض ونفاس اور استحاضہ کا بیان)

الفصل الثانی فی أحکام المعذورین

(معذور کے احکام کا بیان)

باب الأنجاس

الفصل الأول فی الأنجاس وتطهيرها

(نجاست اور اس سے پاکی کا بیان)

الفصل الثانی فی تطہیر الثوب

(کپڑا پاک کرنے کا بیان)

الفصل الثالث فی نجاسة الأوانی وتطهیرها

(برتنوں کو پاک کرنے کا بیان)

الفصل الرابع فی تطهیر الأرض

(زمین پاک ہونے کا بیان)

باب الاستنجاء

(استنجا کا بیان)

کتاب الصلوۃ

باب المواقیت

الفصل الأول فی أوقات الصلوة

(اوقاتِ نماز کا بیان)

الفصل الثانی فی الأوقات المکروهة

(اوقاتِ مکروہہ کا بیان)

باب الأذان

الفصل الأول فی الأذان

(اذان کا بیان)

الفصل الثانی فی مایتعلق بکلمات الأذان

(کلمات اذان کا بیان)

الفصل الثالث فی إجابة الأذان

(اذان کے جواب کا بیان)

الفصل الرابع فی الدعاء بعد الأذان

(اذان کے بعد دعاء کا بیان)

الفصل الخامس فیما یکره فی الأذان

(مکروہاتِ اذان کا بیان)

الفصل السادس فی إعادۃ الأذان

(دوبارہ اذان دینے کا بیان)

الفصل السابع فی الأذان لقضاء الفوائت

(فوت شدہ نمازوں کے لئے اذان دینے کا بیان)

الفصل الثامن فی الأذان فی أُذن المولود

(بچہ کے کان میں اذان دینے کا بیان)

باب الإقامة والتثويب

الفصل الأول في الإقامة

(اقامت کا بیان)

الفصل الثانی فی التثویب

(تثویب کا بیان)

باب صفۃ الصلوٰۃ

الفصل الأول فی شروط الصلوۃ

(شروطِ صلوۃ کا بیان)

الفصل الثانی فی أرکان الصلوۃ

(ارکانِ نماز کا بیان)

الفصل الثالث فی واجبات الصلوۃ

(واجباتِ نماز کا بیان)

الفصل الرابع فی سنن الصلوة

(نماز کی سنتوں کا بیان)

الفصل الخامس فی آداب الصلوة

(نماز کے آداب کا بیان)

باب الذکر والدعاء بعد الصلوات

الفصل الأول فی الذکر

(نماز کے بعد ذکر کا بیان)

الفصل الثانی فی الدعاء بعد الصلوة

(نماز کے بعد دعاء کا بیان)

☆---☆---☆

کتاب الطهارة

باب الوضوء

الفصل الأول في فرائض الوضوء

(فرائضِ وضو کا بیان)

مقطوع الیدین کیسے وضو کرے؟

سوال [۲۷۶۰]: ایک شخص جس کے دونوں ہاتھ کہنیوں تک کٹے ہوئے ہیں تو وہ پیشاب، پاخانہ کرکے کس طرح پاکی حاصل کرے گا، کیا دوسرے کو یہ حق ہوگا کہ وہ اس کے مخرج کو اپنے ہاتھ سے پاک کرے، اگر نماز کا وقت ختم ہو رہا ہے تو وہ اس صورت میں کیا کرے گا؟ نیز اس کے وضو کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر وہ پانی استعمال نہیں کرسکتا تو جوازِ نماز کے لئے دوسرے سے مخرج دھلوانے پر شرعاً مجبور و مکلف نہیں، بغیر پانی استعمال کئے ہوئے اس کی نماز درست ہوگی، ایسی مجبوری کی حالت میں وضو کی جگہ صرف چہرہ کی جگہ دیوار وغیرہ پر کسی طرح مسح کرے کہ چہرہ کا تیمم ہو جائے، اس کی بھی قدرت نہ ہو تو ویسے ہی نماز پڑھ لے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۳/۹۳ھ۔

---

(۱) "ولو قطعت يده أو رجله فلم يبق من المرفق والكعب شيء، سقط الغسل، ولو بقي وجب". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۵، الفصل الأول في فرائض الوضوء، رشيديه)

"من قطعت يداه ورجلاه وبوجهه جراحة، يصلي بلا وضوء ولا تيمم ولا يعيد". (الدر المختار) =

جواب صحیح ہے: ہاں اس کی منکوحہ یہ خدمت کرنا چاہے تو کر سکتی ہے (۱) اور اس کو اس پر ثواب بھی ملے گا، اس کو ایسا کرنا افضل بھی ہے۔ بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

پالش ناخن پر لگی رہ جائے تو وضو کا حکم

سوال [۱۶۷۷]: جوتوں پر پالش کرنے کے بعد اگر پالش ناخن وغیرہ میں لگی رہے، اچھی طرح صاف نہ کیا جائے تو وضو وغیرہ میں کوئی حرج تو نہیں کہ اس میں موم کی آمیزش ہوتی ہے، موم پانی کو جذب نہیں کرتا؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر محض رنگ اور کسی قدر چکناہٹ باقی ہے تو اس سے وضو میں خلل نہیں آتا جیسے کہ اگر تیل لگا ہوا ہو اور اس پر پانی بہادیا جائے، اگر صرف رنگ اور چکناہٹ ہی نہیں بلکہ موم بھی باقی ہے جس سے پانی نہیں پہنچ سکتا تو نہ وضو درست ہے، نہ غسل (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۲/۸۷ھ۔

= "(قوله: وبوجهه جراحة) قيد به، لأنه لو كان سليماً، مسحه على الجدار لقصد التيمم".

(ردالمحتار، كتاب الطهارة: ۱/۸۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۱۳، دار المعرفة بيروت لبنان)

(۱) "(قوله: أصلاً سقط كمريض) في التاتارخانية: الرجل المريض إذا لم تكن له امرأة و لا أمة و له ابن وأخ و هو لا يقدر على الوضوء، قال: يوضئه ابنه أو أخوه غير الاستنجاء، فإنه لا يمس فرجه و يسقط عنه، والمرأة المريضة ــــــ و لا يخفى أن هذا التفصيل يجري فيمن شلت يداه؛ لأنه في حكم المريض". (رد المحتار: ۱/۳۴۱، فصل في الاستنجاء، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/۱۰۳، كتاب الطهارة، إدارة القرآن، كراچي)

(۲) "و يجب: أي يفرض غسل كل ما يمكن من البدن بلا حرج مرةً كأذن إلى آخره، ولا يمنع الطهارة ونيم: أي خرء ذباب و برغوث لم يصل الماء تحته، وحناء و لو جرمه –به يفتى– ودرن ووسخ، و كذا دهن ودسومة إلى آخره، و لا يمنع ما على ظفر صباغ و لا طعام بين أسنانه أو في سنه المجوف، به يفتى، وقيل: إن صلباً منع، و هو الأصح". (الدر المختار: ۱/۱۵۲، ۱۵۳، مطلب: أبحاث الغسل، سعيد) =

وضو میں بھویں، داڑھی اور مونچھ کے نیچے کھال کا دھونا

سوال [١٤٦٩]: بھویں یا داڑھی یا مونچھ اگر اس قدر گھنی ہیں کہ کھال نظر نہ آئے تو اس کھال کا دھونا جو اس سے چھپی ہے فرض ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فرض نہیں، شامی: ١/٦٦ (١)۔

وضو میں داڑھی کا دھونا اور خلال کرنا

سوال [١٤٧٠]: حد الوجہ فی الوضوء کی تحدید میں جو فقہاء نے "من مصاص شعر إلى أسفل ذقنه" لکھا ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ غایت داخل مغیا ہے یا نہیں، یعنی اسفل ذقن کا دھونا ضروری ہے یا نہیں، اور داڑھی ہونے کی صورت میں کیا حکم ہے؟ نیز یہ بھی تحریر فرمائیں کہ تخلیل لحیہ کے بارے میں مفتیٰ بہ قول کیا ہے؟ اگر اسفل ذقن داخل فی الغسل نہیں ہے تو تخلیل لحیہ کیوں مشروع ہے جیسا کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ سنت "إكمال الفرض" کو کہتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"وهو مشتق من المواجهة من مبدأ سطح جبهته إلى أسفل ذقنه: أي منبت أسنانه السفلى تفسير الذقن بالتحريك: أي إلى أسفل العظم الذي عليه الأسنان السفلى، وهو ما تحت الصفقة بعد". در مختار، شامی: ١/٨٩ (٢)۔

= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ١/٣، الفصل الأول في فرائض الوضوء، رشيديه)

(وكذا في مراقي الفلاح: ص٦٣، فصل في تمام أحكام الوضوء، قديمي)

(١) "لا غسل باطن العينين والأنف والفم وأصول شعر الحاجبين واللحية والشارب". (الدر المختار)
"يحمل هذا على ما إذا كانا كثيفين، أما إذا بدت البشرة فيجب، كما يأتي له قريباً عن البرهان، وكذا يقال في اللحية والشارب". (رد المحتار: ١/٩٧، أركان الوضوء أربعة، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ١/٣، الفصل الأول في فرائض الوضوء، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ١/٩٨، الوضوء، إدارة القرآن، كراتشي)

(٢) (الدر المختار مع رد المحتار: ١/٩٦، ٩٧، أركان الوضوء أربعة، سعيد)

اسفل ذقن کو تو منہ میں داخل کیا جائے گا، اسی وجہ سے جب اس پر بال ہوں اور وہ خفیف ہوں تو اس کا غسل ساقط نہیں ہوتا، البتہ اگر گھنی کثیر ہو تو حصہ ذقن مستور کا غسل ساقط ہو جاتا ہے:

"وغسل جميع اللحية فرض عملي أيضاً على المذهب الصحيح المفتى به المرجوع إليه، وما عدا هذه الرواية مرجوع عنه كما في البدائع، ثم لا خلاف أن المسترسل لا يجب غسله ولا مسحه بل يسن، وأن الخفيفة التي ترى بشرتها يجب غسل ما تحتها اهـ". درمختار۔ "قوله: (بل يسن) أي المسح اهـ". شامی(۱)۔

"والتخليل اللحية هو تفريق شعرها من أسفل إلى فوق، بحر، وهو سنة عند أبي يوسف، وأبو حنيفة ومحمد يفضلانه، ورجح في المبسوط قول أبي يوسف، كما في البرهان، شرنبلالية. وفي شرح المنية: والأدلة ترجحه، وهو الصحيح اهـ. قال في الحلية: والظاهر أن هذا كله في الكثة، وأما الخفيفة فيجب إيصال الماء إلى ما تحتها". شامی(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۱۰/محرم الحرام/۶۸ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، سہارنپور، ۱۳/محرم الحرام/۶۸ھ۔

کان اور رخسار کے درمیانی حصہ کا حکم

سوال[۱۰۷۷]: جو حصہ کان اور رخسار کے درمیان ہے اس کا وضو میں دھونا فرض ہے یا نہیں؟

---

(۱) (الدرالمختار مع رد المحتار: ۱/۱۰۰، ۱۰۱، سعید)

(۲) (الدرالمختار مع رد المحتار: ۱/۱۱۷، سعید)

قال ابن العلاء: "وفي السراجية: حد الوجه من قصاص الشعر إلى أسفل الذقن طولاً، ومن شحمة الأذن إلى شحمة الأذن اهـ. وفي شرح الطحاوي: وإن لم يكن له لحية فغسل الذقن فرض، وإيصال الماء إلى داخل العينين ساقط الخ". (التاتارخانية، كتاب الطهارة: ۱/۸۷، إدارة القرآن، كراچي)

"في الهداية: وتخليل اللحية سنة. وفي فتاوى الحجة: وهو الأصح، وقيل: هو سنة عند أبي يوسف، جائز عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله". (التاتارخانية: ۱/۱۰۹، كتاب الطهارة، الوضوء، إدارة القرآن، كراچي)

طرح کہ بال بال پانی بہہ جائے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۰/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۰/۸۸ھ۔

☆...☆...☆...☆...☆

(۱) "وفي أعضائه شقاق غسله إن قدر وإلا مسحه وإلا تركه، ولو بيده ولا يقدر على الماء تيمم، ولو قطع من المرفق غسل محل القطع". (الدر المختار: ۱/۱۰۲، مطلب في فرائض الوضوء، سعيد)

"وذكر شمس الأئمة الحلواني: إذا كان في أعضائه شقاق وقد عجز عن غسله، سقط عنه فرض الغسل، ويلزمه إمرار الماء عليه، فإن عجز عن إمرار الماء يكفيه المسح، فإن عجز عن المسح سقط عنه المسح أيضاً، فيغسل ما حوله ويترك ذلك الموضع، كذا في الذخيرة". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۵، الفصل الأول في فرائض الوضوء، رشيدية)

الفصل الثاني في سنن الوضوء

(سننِ وضو کا بیان)

مسواک کا حکم

سوال [۱۴۴۴]: مسواک کرنا سنت مؤکدہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسواک کرنا سنت مؤکدہ ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

مسواک کی مقدار کتنی ہونی چاہئے؟

سوال [۱۴۴۵]: مسواک اگر ایک بالشت سے زائد ہو تو حرج تو نہیں؟ ایک فقہ کی کتاب میں لکھا ہے کہ ایک بالشت سے زائد ہو تو شیطان بیٹھتا ہے اور اگر ایک بالشت سے کم ہو تا کہ جیب میں رکھ سکے، تو کیا یہ درست ہے؟ اور اس وقت تک استعمال کرے جب تک ممکن ہو خواہ کتنی ہی چھوٹی کیوں نہ ہو جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسواک ایک بالشت سے زائد نہ رکھی جائے، ابتداً ایک بالشت ہو تو بہتر ہے، کم میں بھی مضائقہ نہیں، پھر جس قدر چھوٹی ہو کر ستعمال کے قابل رہے استعمال کی جائے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "السواك سنة مؤكدة عند المضمضة، وقيل: قبلها، وهو للوضوء عندنا، إلا إذا نسيه فيندب للصلاة". (الدر المختار: ۱/۱۱۳، سنن الوضوء، سعيد)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۳۰۳، المبحث الثاني السواك، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۱/۴۲، الفصل الأول في الوضوء، غفاريه كوئٹه)

(۲) "وندب إمساكه بيمناه، وكونه لينا، مستويا، بلا عقد في غلظ الخنصر وطول شبر". (الدر المختار =

عورتوں کے لئے مسواک

سوال [۱۷۷۸]: عورتوں کے لئے مسواک کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

درست ہے اگر مسوڑھے برداشت کریں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

کھڑے ہوکر مسواک کرنا

سوال [۱۷۷۹]: چلتے پھرتے یا کھڑے ہونے کی حالت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسواک کرنا ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس وقت ذہن میں نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "وروی ابن ماجة عن أبي أمامة: "إني لأستاك حتی لقد خشيت أن أحفي مقادم فمي"۔ (الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۳۵۹، المبحث الثاني: السواك، رشيديه)

"أن العلك للمرأة يقوم مقام السواك؛ لأنها تخاف من السواك سقوط سنها؛ لأن سنها أضعف من سن الرجل وهو مما ينقي الأسنان". (حاشية الشلبي تبيين الحقائق على الزيلعي: ۱/۳۵، سنن الوضوء، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في رد المحتار: ۱/۱۱۵، مطلب في منافع السواك، سعيد)

(وكذا في الإمداد، ص: ۷۵، مطلب في السواك واستعماله، حقانيه)

(۲) صراحت کے ساتھ کوئی ثبوت تو نہیں ملا، البتہ مسواک کے لئے کوئی وقت متعین نہیں، بلکہ ہر وقت کر سکتے ہیں: "قال عليه السلام: "السواك مطهرة للفم، ومرضاة للرب"۔

"وهو يدل على مطلق شرعيته دون تخصيص بوقت معين، ولا بحالة مخصوصة، فهو مسنون في كل وقت"۔ (الفقه الإسلامي وأدلته، المبحث الثاني السواك: ۱/۳۵۳، رشيديه)

پیروں کی انگلیوں کے خلال کا طریقہ

سوال [۱۰۸۴]: پیروں کی انگلیوں کے خلال کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی کو، داہنے پیر کی چھوٹی انگلی اور اس کے برابر والی انگلی کے درمیان اس طرح داخل کریں کہ صرف دو انگلیوں کے درمیانی حصہ پر ہی نہ پہونچے بلکہ انگلیوں کے نیچے کے حصہ پر بھی پہونچ جائے، پھر اس کے برابر والی دو انگلیوں میں خلال کریں اس طرح پوری انگلیوں کا خلال کریں، بائیں پیر کے انگوٹھے اور اس کے پاس والی انگلی سے شروع کریں گے، چھوٹی تک خلال کریں گے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

کیا وضو کی سنت چھوٹنے سے نماز بھی مکروہ ہو جاتی ہے؟

سوال [۱۰۸۵]: جیسے وضو کرنے میں مسواک کا کرنا سنتِ مؤکدہ ہے اور سنت کے چھوٹ جانے سے عملِ وضو ناقص ہو جاتا ہے، دوسرے یہ کہ وضو کرنے میں دنیا کی باتیں کرنا مکروہ ہے تو یہ ناقص اور مکروہ صرف اس عمل کی حد تک رہتا ہے، یا اس کا ناقص اور مکروہ ہونا نماز میں شامل ہو جاتا ہے، جیسا کہ ایک صاحب نے بیان میں یوں کہا کہ جس کا وضو مکروہ اس کی نماز مکروہ ہے، یہ کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وضو کی سنتیں ترک ہونے سے نماز تو مکروہ نہیں، البتہ ثواب میں کمی ہوتی ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) "وتخليل أصابع اليدين بالتشبيك والرجلين بخنصر يده اليسرى بادئاً بخنصر رجله اليمنى، وهذا بعد دخول الماء خلالها، فلو منضمة فرض". (الدر المختار: ۱/۱۱۸، الوضوء، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۷، الفصل الثاني في سنن الوضوء، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۳۳، سنن الوضوء، امداديه)

(۲) "وحكمها ما يؤجر على فعله ويلام على تركه (وملام) أي يعاتب بالتاء لا يعاقب"

(الدر المختار: ۱/۱۰۳، مطلب في السنة وتعريفها، سعيد)

پاؤں دھونے کا مسنون طریقہ

سوال [۱۱۸۲]: وضو میں ہر عضو کو تین مرتبہ دھونا سنت ہے تو اس میں پیروں کو تین مرتبہ دھونے کا کیا طریقہ ہے، اگر حوض پر ہے تو کیا ہاتھ سے تین مرتبہ پانی ڈالا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ہاتھ سے پانی لے کر پیر دھونا ہے تو تین مرتبہ پانی لے کر پیر پر بہاوے، اگر حوض میں پیر ڈال کر دھونا ہے تو تین مرتبہ ڈبووے، کوئی حصہ خشک نہ رہ جائے، سنت ادا ہوگی(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

☆...☆ ☆...☆...☆

(وكذا في البحر الرائق: ١/٢٦، سنن الوضوء، رشيدية)

(وكذا في النهر الفائق: ١/٤٥، سنن الوضوء، امدادية)

(١) "ومنها تكرار الغسل ثلاثاً ... وتفسير السبوغ أن يصل الماء إلى العضو ويسيل ويتقاطر منه قطرات، وينبغي أن يغسل الأعضاء كل مرة غسلاً يصل الماء إلى جميع ما يجب غسله في الوضوء الخ". (الفتاوى العالمكيرية: ١/٧، الفصل الثاني في سنن الوضوء، رشيدية)

الفصل الثالث في مستحبات الوضوء وآدابه

(مستحباتِ وضو اور آداب کا بیان)

وضو کے لئے کتنا پانی چاہیے؟

سوال [۱۰۸۴]: وضو و غسل میں شرعاً کتنے سیر پانی استعمال کرنا چاہیے؟ اور اس سے زائد خرچ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وضو میں ڈیڑھ سیر، غسل میں چار سیر مستحب ہے، کذا فی فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۲۳۵ (۱)۔ اس سے زائد بلا ضرورت اسراف ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/۸/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/۸/۶۱ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۳/ شعبان/ ۶۱ھ۔

---

(۱) (فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۲۳۵، ادارہ اسلامیات، لاہور)

(۲) "ثم يفيض الماء على كل بدنه ثلاثاً مستوعباً من الماء المعهود في الشرع للوضوء والغسل، وهو ثمانية أرطال، وقيل: المقصود عدم الإسراف" (الدر المختار). "الأصوب حذف "قيل" لما في الحلية أنه نقل غير واحد إجماع المسلمين على أن ما يجزئ في الوضوء والغسل غير مقدر بمقدار، وما في ظاهر الرواية من أن أدنى ما يكفي في الغسل صاع وفي الوضوء مد للحديث المتفق عليه: "كان صلى الله تعالى عليه وسلم يتوضأ بالمد ويغتسل بالصاع إلى خمسة أمداد" ليس بتقدير لازم، بل هو بيان أدنى القدر المسنون اهـ". (رد المحتار: ۱/۱۵۸، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۸، مما يتصل بذلك مسائل، رشيدية)

وضو کے بعد آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دعا مانگنا

سوال [۱۶۸۸]: دعا مانگتے وقت آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا کیسا ہے؟ وضو کے بعد نگاہ اٹھا کر دعا مانگیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دعا کے وقت آسمان کی طرف نگاہ نہ اٹھائے (۱)، البتہ وضو کے بعد شہادت وغیرہ پڑھتے وقت آسمان کی طرف نگاہ اٹھائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

وضو علی الوضوء ونور علی نور کب کہا جائے گا؟

سوال [۱۶۸۹]: وضو ہوتے ہوئے پھر وضو کرنے سے یعنی وضو پر وضو کرنے کی فضیلت حاصل ہوگی یا نہیں؟ کیونکہ دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد وضو کرنے سے فضیلت حاصل ہوتی ہے، اسی طرح اگر نماز پڑھے

"ومكروهه لطم الوجه بالماء، والإسراف فيه، والزيادة على الثلاث فيه". (الدر المختار)

وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "(قوله: والإسراف فيه) بأن يستعمل منه فوق الحاجة الشرعية، لما أخرج ابن ماجة وغيره عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله تعالى عنه أن رسول الله مر بسعد وهو يتوضأ، فقال: "ما هذا السرف؟" فقال: أفي الوضوء إسراف؟ فقال: "نعم، وإن كنت على نهر جار" ". (رد المحتار: ۱/۱۳۲، مكروهات الوضوء، سعيد)

(۱) "ويكره أن يرفع بصره إلى السماء لما فيه من ترك الأدب". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۱۰۴، فصل في صفة الأذكار، قديمي)

عن عقبة بن عامر الجهني رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم نحوه، قال عند قوله: "فأحسن الوضوء، ثم رفع نظره إلى السماء". (سنن أبي داود، كتاب الطهارة، باب ما يقول الرجل إذا توضأ: ۱/۲۳، امدادیه)

(وكذا في الحصن الحصين، ص: ۵۹، مير محمد كتب خانه كراتشي)

(۲) "وزاد في المنية أيضاً أن يقول بعد فراغه: سبحانك اللهم وبحمدك، أشهد أن لا إله إلا أنت، أستغفرك وأتوب إليك، وأشهد أن محمداً عبدك ورسولك، ناظراً إلى السماء". (رد المحتار، مطلب في بيان ارتقاء الحديث الضعيف إلى مرتبة الحسن: ۱/۱۲۹، سعيد)

وضو کے بعد منہ پونچھنا

سوال [۱۷۰۲]: وضو کرنے کے بعد کسی رومال سے یا کپڑے سے منہ، ہاتھ وغیرہ کا پونچھنا افضل ہے یا نہ پونچھنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پونچھنے کے لئے کپڑا پیش کیا گیا آپ نے انکار فرمادیا، اور خود پونچھنا بھی ثابت ہے، اس لئے دونوں باتوں کا اختیار ہے، موسم ومزاج کے اعتبار سے دونوں باتیں درست ہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

لوٹے میں ہاتھ ڈال کر اس سے وضو کرنا

سوال [۱۷۰۳]: لوٹے میں ہاتھ ڈال کر وضو کرنا کیسا ہے جبکہ اس میں مستعمل پانی گرتا ہے، ایسے لوٹے جو نیچے اوپر سے برابر ہوتے ہیں جو آج کل مسجدوں میں پائے جاتے ہیں؟ وضاحت فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہاتھ ڈال کر وضو کرنا خلافِ احتیاط ہے (۲)۔ فقط۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

---

(۱) (تفصیل تحریر بعد تحت عنوان: "وضو کے پانی کو کپڑوں سے پونچھنا")

(۲) "وسنن الطهارة غسل اليدين في إدخالهما الإناء إذا استيقظ المتوضئ من نومه وفي الغاية: (إذا استيقظ المتوضئ) منقول عن شمس الأئمة الكردري أنه شرط حتى إذا لم يستيقظ لا يسن غسلهما، وقيل: هو شرط اتفاقي. خص المصنف غسلهما بالمستيقظ تبركاً بلفظ الحديث، والسنة تشمل المستيقظ وغيره، وعليه الأكثرون؛ لأن ما لا يتم الواجب إلا به فهو واجب، لكن ترك الوجوب إلى السنة في الغسل؛ لأنه صلى الله عليه وسلم علل بتوهم النجاسة، وتوهمها لا يوجب النجس الموجب للغسل، لكن يندب على الورع والاحتياط" (فتح القدير مع العناية: ۲۰/۱، كتاب الطهارات، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في البحر الرائق: ۴۸/۱، سنن الوضوء، رشيديه)

(وكذا في الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۶۰، فصل في سنن الوضوء، قديمي)

الفصل الرابع فی مکروهات الوضوء

(مکروہاتِ وضو کا بیان)

وضو کرتے ہوئے سلام کا جواب

سوال [۱۰۹۴]: وضو کرتے ہوئے سلام کا جواب دینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وضو کی دعاؤں میں مشغول ہو تو بہتر یہ ہے کہ نہ سلام کرے نہ جواب دے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

وضو کرتے وقت سلام یا بات کرنا

سوال [۱۰۹۵]: اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے کہ وضو کرتے وقت سلام یا بات چیت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وضو کرتے وقت نہ دنیا کی باتیں کریں، نہ سلام کریں بلکہ وضو کی دعائیں پڑھا کریں (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆......☆......☆......☆......☆

(۱) "التکلم بکلام الناس، والکراهة تنزيهية، لأنه يشغله عن الأدعية" (الفقه الإسلامي وأدلته: [illegible]، المطلب السادس: مكروهات الوضوء، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: [illegible]، آداب الوضوء، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۸، الفصل الثالث في المستحبات، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: [illegible]، الطهارة، رشيديه)

(۲) (راجع الحاشية المتقدمة)

الفصل الخامس في نواقض الوضوء

(نواقض وضو کا بیان)

وضو کرتے ہوئے حدث ہوجائے

سوال [۲۰۰۱]: اگر اثنائے وضو میں حدث پیش آ جائے تو اعادہ وضو ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ضروری ہے۔ "الحدث في خلال الوضوء ينقض ما مضى منه"(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

درمیان وضو نقض وضو کا تحقق ہونے سے وضو کا حکم

سوال [۲۰۰۲]: ایک شخص وضو کے دوران منہ چہرہ اور ہاتھ دھو چکا تھا، اس کے بعد خروج ریح یا خروج دم پیش آ گیا، ایسی صورت میں وہ شخص ازسرنو وضو کرے یا بقیہ اعضاء دھو کے وضو مکمل کرے؟ ایک فریق کہتا ہے کہ وضو مکمل نہیں ہوگا تو ٹوٹنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لہذا بقیہ اعضاء دھو کے وضو مکمل کرکے نماز پڑھ لے، نماز

---

(۱) "سئل عمن أحدث أثناء وضوئه هل يكفيه غسل ما بقي لذلك الوضوء أو يلزمه الاستئناف؟ فالجواب أنه يلزمه الاستئناف كما أفتى به شيخ الإسلام علي أفندي، والله أعلم". (الفتاوى الكاملية، ص: ۰۰، الطهارة، مكتبه حقانيه)

"لو غسل بعضه فقبل أن يمسح أحدث، لا يجوز المسح ... كما لو أحدث في الوضوء بعد غسل بعض الأعضاء، وبه قال الفقيه أبو شجاع". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۶، الفصل الأول، رشيديه)

(وكذا في فتاوى دار العلوم ديوبند: ۱/۱۳۳، امداديه ملتان)

(وكذا في غنية المستملي (الحلبي الكبير)، ص: ۱۵، سهيل اكيدمي لاهور)

(وكذا في الأشباه والنظائر: ۱/۱۰۲، ادارة القرآن، كراچي)

(وكذا في مراقي الفلاح، ص: ۴۰، كتاب الطهارة، قديمي)

درست ہو جائے گی۔ دوسرا فریق کہتا ہے کہ جب نواقض وضو کامل وضو کو توڑ سکتا ہے تو دو تین رکن کو بطریق اولیٰ توڑ سکتا ہے، نیز اگر عمل مکمل ہونے کے بعد ہی باطل وفاسد ہونے کا حکم صادر کیا جائے تو پھر درمیان صلوٰۃ وضو میں کوئی فساد کی صورت پیش آئے تو فاسد وباطل نہ ہونا چاہئے۔ نیز تیمم میں صرف چہرہ کا تیمم کیا ہے اور نواقض تیمم میں سے کوئی چیز پیش آ گئی اس کا حکم کیا ہوگا؟

ہر دو فریق قیاس سے کام لے رہے ہیں جواب باحوالہ عنایت فرمائیں تو احسان ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

وضو مکمل کرنے سے پہلے اگر ناقض وضو پیش آ جائے تو جن اجزائے وضو کو پہلے ادا کر چکا ہے ان کا بھی نقض ہو گیا، از سر نو وضو کرنا ضروری ہے۔ یہ مسئلہ صریحہ جزئیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح، شامی، الاشباہ والنظائر وغیرہ میں موجود ہے(۱)۔ قیاس کرنے کی ضرورت ہی نہیں، تتبع کی ضرورت ہے، ماشاء اللہ کتابیں آپ کے پاس موجود ہیں، تلاش کر لیں۔ یہی حکم تیمم کا ہے، تیمم کی الشرط السادس کے ذیل میں مراقی الفلاح میں جزئیہ دیکھیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱/۵/۱۳۹۶ھ۔

کھجلی کے دانوں کے پانی کا حکم

سوال [۱۷۹۸]: کھجلی کے دانوں سے بعض اوقات مسلسل پانی بہتا ہے وہ نجس ہے یا پاک؟ اور جس کپڑے پر وہ لگے وہ ناپاک قرار پائے گا یا نہ؟ اور اس پانی کے نکلنے سے جو چلتا پھرتا لگا کرتا ہے ناقض وضو ہے یا نہ؟

---

(۱) (راجع ص: ۲۰، رقم الحاشیة: ۱)

(۲) "حتی لو أحدث بعد الضرب أو إصابة التراب فمسحه ...... علی ما اختارہ شمس الأئمة، لا یجوز لجعله الضرب رکناً، کما لو أحدث بعد غسل عضو (علی ما اختارہ شمس الأئمة الحلوانی) وهو قول السید أبی شجاع، وصححه صاحب الخلاصة". (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۱۲۱، کتاب الطهارة، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ پانی اپنی جگہ سے بہہ جائے تو ناقض وضو بھی ہے(۱) اور جس کپڑے پر لگ جائے وہ بھی نجس ہو جائے گا(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

خروجِ ریح ناقضِ وضو کیوں ہے؟

سوال[۱۶۹۱]: مسئلہ یہ ہے کہ اگر وضو ہو چکا ہو ہوا خارج ہونے سے ٹوٹ جائے تو استنجے کے سوا وضو کرے، اس کی کیا وجہ ہے؟ جہاں سے گندی ہوا خارج ہوئی اگر تو وہ حصہ دھویا جائے اس کے علاوہ اور وضو کرلیا جائے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کی وجہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان نہیں فرمائی، صرف وضو کا حکم دیا ہے(۳)، کس کی

---

(۱) "بخلاف نحو الدم والقيح، ولذا اتفقوا في الخارج من غير السبيلين كالدم والقيح والصديد أنه ينقض الوضوء، ولم يشترطوا سوى التجاوز إلى موضع يلحقه حكم التطهير". (رد المحتار: ۱/۱۳۸، كتاب الطهارة، مطلب في ندب مراعاة الخلاف إذا لم يرتكب مكروه مذهبه، سعيد)

"والمعاني الناقضة للوضوء كل ما خرج من السبيلين والدم والقيح والصديد إذا خرج من البدن فتجاوز إلى موضع يلحقه حكم التطهير". (القدوري، ص: ۶، نواقض الوضوء، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۵۹، مكتبه رشيديه)

(وكذا في غنية المستملي (الحلبي الكبير)، ص: ۱۲۴، نواقض الوضوء، سهيل اكيدمي، لاهور)

(۲) "كل ما يخرج من بدن الإنسان مما يوجب خروجه الوضوء أو الغسل فهو مغلظ ... فإذا أصاب الثوب أكثر من قدر الدرهم، يمنع جواز الصلوة، كذا في المحيط". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۶، كتاب الطهارة، الباب السابع في النجاسة وأحكامها، رشيديه)

(۳) "عن علي بن طلق رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إذا فسا أحدكم فليتوضأ". الحديث (مشكوة المصابيح، ص: ۲۰، باب ما يوجب الوضوء، الفصل الثاني، قديمي)

(وسنن أبي داؤد: ۱/۲۸، باب فيمن يحدث في الصلوة، سعيد)

۷۔ پانچ صورتوں کا حکم تو معلوم ہو گیا ان کے علاوہ جو کچھ دریافت کرنا ہو ان کی صورت تحریر کریں۔

فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ناک کی ریزش سے وضو

سوال [۱۸۰۲]: ناک کی ریزش میں کوئی چیز منجمد آتی ہے جو پیپ کا سا رنگ رکھتی ہے تو کیا اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ریزش میں انجماد ہو گیا اور سڑ گئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر محض ریزش منجمد ہو گئی تو وہ ناقض وضو نہیں(۱) اگر پیپ ہے تو وہ ناقض وضو ہے، کسی طبیب حاذق سے تحقیق کر لی جائے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یوپی۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مظاہر علوم، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۹/ جمادی الثانیہ/ ۶۲ھ۔

کان سے نکلا ہوا گندہ پانی ناقض وضو ہے

سوال [۱۸۰۳]: زید کو تقریباً بیس سال کے عرصہ سے اب تک -جب کہ عمر تیس سال کی ہو چکی ہے- کان سے گندا پانی نکلتا ہے اور کبھی کبھی سال میں درد بھی ایک دو روز کے لئے ہو جاتا ہے لیکن پانی ہمیشہ نکلتا رہتا ہے تو اس سے اس کا وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟ اسے معذور قرار دیا جائے گا یا نہیں؟ کیونکہ وہ پنج وقتہ امامت بھی کرتا ہے تو اس کی امامت درست ہے یا نہیں؟ تراویح پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ وضو کرتے وقت کان کو اچھی طرح سے صاف کر لیتا ہے، تھوڑی دیر کے بعد روئی اُس کان میں نہیں رکھتا ہے تو کان سے گندا پانی نکل آتا ہے۔ اس کا کیا حکم ہے؟

---

(۱) "الرجل إذا استنثر فخرج من أنفه علق قدر العدسة، لا ينقض الوضوء، كذا في الخلاصة". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۱، نواقض الوضوء، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/۱۲۷، نواقض الوضوء، إدارة القرآن، كراچی)

(۲) "نعم إذا علم أنه صديد أو قيح من طريق غلبة الظن بإخبار الأطباء أو علامة تغلب على ظن المبتلى يجب". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۹۸، قديمي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو گندہ پانی کان سے نکلتا ہے اور درد بھی کان میں کبھی کبھی ہوتا ہے وہ ناقضِ وضو ہے، اگر وہ شرعاً معذور ہے تو اس کی امامت درست نہیں، اگر غیر معذور ہے یعنی اس کو اتنا وقت ملتا ہے کہ باوضو نماز شروع کرے اور بغیر پانی نکلے نماز ادا کرے تو نماز امام اور مقتدیوں کی سب کی درست ہوگی۔ کبیری (۱)، شامی (۲) اور عالمگیری (۳) میں تفصیل مذکور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۲/۹۳ھ۔

کیا شراب ناقضِ وضو ہے؟

سوال [۱۶۰۲]: ۱.... ایک شخص کا وضو ہے، وضو کی حالت میں اس نے شراب پی لی تو کیا شراب پینے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

۲.... اگر ایک شخص نے تھی شراب پی کہ نشہ ہوا اور وہ بے ہوش نہ ہوا تو کیا وہ ایسی حالت میں نماز پڑھ سکتا ہے؟

خواجہ عامر حسین عفی عنہ، محلہ شاہ ولایت سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱.... محض شراب پینے سے وضو نہیں ٹوٹتا جب تک نشہ نہ ہو (۴)، البتہ منہ ناپاک ہو جاتا ہے کہ شراب

---

(۱) "كل ما يخرج من علة من أي موضع كان كالأذن والثدي والسرة ونحوها، لأنه ناقض على الأصح، لأنه صديد". (الحلبي الكبير، ص: ۱۳۳، فصل في نواقض الوضوء، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۲) "لا ينقض لو خرج من أذنه و نحوها كعينه و ثديه قيح ونحوه كصديد و ماء سرة وعين لا بوجع، وإن خرج به، أي بوجع نقض؛ لأنه دليل الجرح الخ". (الدر المختار، كتاب الطهارة، مطلب في ندب مراعاة الخلاف: ۱/۱۴۷، سعيد)

(۳) "الدم والقيح والصديد وماء الجرح والنفطة والسرة والثدي والعين والأذن لعلة سواء على الأصح. كذا في الزاهدي. ولو صب دهناً في أذنه، فمكث في دماغه، ثم سال من أذنه ومن أنفه، لا ينقض الوضوء". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۱، كتاب الطهارة، نواقض الوضوء، رشيديه)

(۴) "(و) ينقضه (إغماء) ... (وسكر) هو حالة تعرض للإنسان من امتلاء دماغه من الأبخرة المتصاعدة

لئے شراب سے حد درجہ دور رہنا لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ جمادی الاولیٰ/ ۶۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

گالی دینا ناقض وضو نہیں

سوال [۱۸۰۵]: وضو کرنے کے بعد اگر کوئی شخص گالیاں وغیرہ دے دے تو پھر اس کے لئے وضو کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ یعنی اس کا سابقہ وضو ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

گالیاں دینے کا گناہ ہوگا مگر یہ ناقض وضو نہیں، البتہ وضو کر لینا مستحب ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۸/ ۸۹ھ۔

تاش ناقض وضو نہیں

سوال [۱۸۰۶]: ایک شخص خوب تاش کھیلتا ہے، اذان ہونے پر نماز میں شریک ہو جاتا ہے، وضو نہیں کرتا، کہتا ہے کہ میرا تو وضو قائم ہے۔ کیا تاش کھیلتے رہنے سے وضو رہ جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تاش کھیلنا منع ہے مگر یہ ناقض وضو نہیں جیسے کہ اور بہت سے گناہ ہیں، گناہ ہونے کی وجہ سے اس کا ترک کرنا ضروری ہے اگرچہ نماز ادا ہو جائے گی(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱/ ۹۰ھ۔

= (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۲/ ۲۳۹، مسند عبد الله بن عمر بن الخطاب رضي الله عنهما، دار إحياء التراث العربي)

(۱) "والقسم الثالث: وضوء مندوب ... بعد كلام غيبة و كذب و نميمة و بعد كل خطيئة و إنشاد شعر الخ". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۸۴، الوضوء على ثلاثة أقسام، قديمي)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۹، مستحبات الوضوء، رشيديه)

(۲) لیکن وضو کر لینا مستحب ہے۔ (كما تقدم تخريجه في الحاشية المتقدمة)

محض سوزش ناقضِ وضو ہے یا نہیں؟

سوال [۱۸۰۷]: احمد نامی ایک شخص کے تمام اعضاء کمزور ہیں اور مرضِ احتلام و جریان کا عرصہ سے شکار ہے، اکثر خیالاتِ فاسدہ آتے رہتے ہیں اور کسی بھی چیز کے دیکھنے پر شہوانی خیالات ابھر جاتے ہیں، جس کی وجہ سے عضوِ مخصوص میں تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے، بغیر پیشاب کے حاجت معلوم ہوتی ہے، عضو میں سوزش ہوتی ہے۔ کیا اس سے وضو ٹوٹ جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محض سوزش یا پیشاب کی حاجت محسوس ہونے سے وضو ساقط نہیں ہوگا جب تک کسی چیز کا خروج نہ ہو(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

انجکشن سے خون بہنا کیا ناقضِ وضو ہے؟

سوال [۱۸۰۸]: ناچیز نے عصر کے بعد وضو کیا تھا، اسی دوران ہسپتال میں ایک جواں طلب بیمار کو خون کی ضرورت پڑی، ناچیز نے اسے اپنا خون دیا، ہسپتال سے سیدھا واپس آکر نمازِ مغرب تیار تھی، باوضو ہونے کے خیال سے نماز میں امامت کے بعد میں نے ایک مولوی صاحب سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ نماز نہیں ہوئی، جب کہ دوسرے مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ خون ایک رگ سے بذریعہ سوئی اور نالی بوتل میں بھرا اور اسی صورت میں دوسرے بیمار کی رگ کے ذریعہ اس کے جسم میں منتقل کیا گیا ہے، ایک قطرہ بھی گرا نہیں، اس لئے خون بہنے کا مسئلہ نہیں، بالکل نماز ہوگئی۔

---

(۱) "في الخلاصة: ولو نزل البول إلى قصبة الذكر لا ينقض، لأنه من الباطن". (فتاوى خانية: ۱/۳۳، ادارة القرآن، كراچى)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۹، الفصل الخامس نواقض الوضوء، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۵۰، نواقض الوضوء، مكتبه امداديه ملتان)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۱/۱۷، الفصل الثالث في الوضوء، امجد اكيڈمى، لاهور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

خون اگرچہ زمین پر نہیں گرا، لیکن گرنے کی نوبت نہ ہوتی جس میں خون لیا گیا ہے بلکہ بذریعہ سوئی ایسے ہی نکالا جاتا تو ضرور بہہ کر زمین پر گر جاتا جیسے جونک لگادی جائے اور وہ خون چوس لے جو اس کے پیٹ میں چلا جائے، زمین پر ایک قطرہ بھی نہ گرے تو وہ فقہاء کے نزدیک ناقض وضو ہے، اسی طرح صورتِ مسئولہ میں بھی ناقض وضو ہے، اس نماز کا اعادہ لازم ہے۔ مراقی الفلاح ص: ۵۲ میں ہے:

"وینقضہ خروج نجاسۃ سائلۃ من غیرھما، أی السبیلین لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام: "الوضوء من کل دم سائل"۔

علامہ طحطاوی نے لکھا ہے: "والمراد أن تتجاوز ولو بالعصر، ومن شأنہ أن یتجاوز لولا المانع، کما لو مصت علقۃ فامتلأت بحیث لو شقت لسال من الدم، کذا فی حلبی" (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

پنڈلی، سینہ وغیرہ سے خون نکلنا

سوال [۱۸۰۹]: اعضائے وضو کے علاوہ بدن کے دیگر اعضاء مثلاً: پنڈلی، سینہ وغیرہ سے اگر خون یا پیپ نکل کر بہہ پڑے تو وضو ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اعضائے وضو کے علاوہ سینہ، پنڈلی وغیرہ سے خون یا پیپ نکل کر بہہ جائے تب بھی وضو ٹوٹ جائے گا (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۳/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۳/۹۳ھ۔

---

(۱) (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۷۸، فصل نواقض الوضوء، قدیمی)

"وکذا ینقضہ علقۃ مصت عضواً وامتلأت من الدم". (الدر المختار). "وقال: لأنہا لو شقت یخرج منہا دم سائل". (رد المحتار: ۱۳۹/۱، نواقض الوضوء، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۱۱/۱، الفصل الخامس فی نواقض الوضوء، رشیدیہ)

(۲) "بخلاف نحو الدم والقیح، ولذا أطلقوا فی الخارج من غیر السبیلین کالدم والقیح والصدید أنہ ینقض الوضوء، ولم یشترطوا سوی التجاوز إلی موضع یلحقہ حکم التطہیر". (رد المحتار: ۱۳۸/۱) =

سجدہ میں کونسی ہیئت نوم ناقض وضو ہے؟

سوال [۱۰۱۰]: سجدہ کی حالت میں کہنی زمین پر ہو یا گھٹنے پر ہو اور نیند آجائے تو وضو رہے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کہنی زمین پر ٹیک کر اور پیٹ کو رانوں سے لگا کر سونے سے وضو باقی نہیں رہے گا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱/۹۲ھ۔

جو پانی ناپاک سے نکلے وہ ناقض وضو ہے

سوال [۱۰۱۱]: مقعد کے آگے کی راہ سے رطوبت کی طرح پانی آتا ہے تو آیا وہ پانی پاک ہے یا ناپاک، اس سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟

= كتاب الطهارة، مطلب في ندب مراعاة الخلاف إذا لم يرتكب مكروه مذهبه، سعيد)

"والمعاني الناقضة للوضوء كل ما خرج من السبيلين والدم والقيح والصديد إذا خرج من البدن فتجاوز إلى موضع يلحقه حكم التطهير". (القدوري، ص: ۲، نواقض الوضوء، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۵۹، رشيدية)

(وكذا في غنية المستملي (الحلبي الكبير)، ص: ۱۲۷، نواقض الوضوء، سهيل اكيدمي لاهور)

(۱) "والهيئة المسنونة بأن يكون رافعاً بطنه عن فخذيه مجافياً عضديه عن جنبيه، كما في البحر. قال ط: والهيئة المسنونة في حق الرجل لا المرأة .... النقض في مسئلة الذخيرة لارتفاع المقعدة وزوال الممسكة، وإذا لصق في التربيع ... أشد تمسكاً، فالوجه الصحيح النقض ههنا، ثم أيده بما في الكفاية عن المبسوطين من أنه لو نام قاعداً ووقع إليه على عقبيه، وصار شبه المنكب على وجهه قال أبو يوسف: عليه الوضوء". (رد المحتار: ۱/۱۴۲، ۱۴۳، نواقض الوضوء، سعيد)

"فإنه يشترط أن يكون على الهيئة المسنونة له بأن يكون رافعاً بطنه عن فخذيه مجافياً عضديه عن جنبيه ... وإن سجد على غير هذه الهيئة انتقض وضوءه". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۲، الفصل الخامس في نواقض الوضوء، رشيدية)

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ پانی ناپاک ہے، ناقض وضو ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

عورت کی فرج سے رطوبت نکلے اور وہاں کپڑا رکھ لیا جائے

سوال [۱۸۱۴]: عورت کی پیشاب گاہ سے وقتاً فوقتاً کچھ رطوبت نکلتی رہتی ہے، بعض اوقات تو اتنی بھی مہلت نہیں ملتی کہ پوری نماز ادا کی جاسکے، اس صورت میں کپڑا اندر رکھ لیا جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کپڑا اندر رکھنے سے اگر نجاست وہیں رک گئی باہر نہیں نکلی تو وضو باقی ہے اور ایک وضو سے کئی نمازیں ادا کرنا درست ہے۔ مگر اندرونی حصہ (فرج داخل) میں وضو کی حالت میں کپڑا رکھ کر بالکل غائب کردیا تو وضو ٹوٹ جائے گا(۲) اور اگر اندر رہا اور کچھ باہر رہا بالکل غائب نہیں ہوا تو وضو نہیں ٹوٹے گا جب تک کہ رطوبت باہر کے حصہ تک نہ پہونچی ہو(۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/[illegible]ھ۔

---

(۱) "وينقضه خروج كل خارج نجس منه أي من المتوضئ الحي معتاداً أو لا، من السبيلين أو لا، إلى ما يطهر". (الدر المختار: ۱/۱۳۴، مطلب نواقض الوضوء، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۹، الفصل الخامس في نواقض الوضوء، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير: ۱/۳۷، فصل في نواقض الوضوء، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) "فإن غيبها أو أدخل إصبعه عند الاستنجاء، بطل الوضوء وصومه". (الدر المختار). قال الشامي: "(قوله: فإن غيبها) قال في شرح المنية: وكل شيء غيبه ثم أخرج بعضه وإن لم يكن عليه بلة، لأنه التحق بما في البطن، ولذا يفسد الصوم، بخلاف ما إذا كان طرفه خارجاً. وفي شرح الشيخ إسماعيل عن الينابيع: وكل شيء غيبه في دبره ثم أخرجه أو خرج بنفسه، ينقض الوضوء والصوم، وكل شيء أدخل بعضه وطرفه خارج لا ينقضها، انتهى". (رد المحتار: ۱/۱۳۹، كتاب الطهارة، مطلب في ندب مراعاة إذا لم يرتكب مكروه مذهبه، سعيد)

(۳) قال ابن نجيم: "وفي البدائع: ولو احتشت في الفرج الداخل، ونفذت البلة إلى الجانب الآخر، فإن كانت القطنة عالية أو محاذية لحرف الفرج، كان حدثاً لوجود الخروج، وإن كانت القطنة متسفلة عنه لا ينقض لعدم الخروج الخ". (البحر الرائق: ۱/۶۰، نواقض الوضوء، رشيديه)

نزلہ، زکام کے قطرات نجس نہیں

سوال [۱۸۱۳]: نزلہ کی شکایت مجھے عموماً رہتی ہے دورانِ موسمِ سرما میں خصوصاً رکوع و سجدہ کے دوران، عموماً ناک سے، کبھی آنکھوں سے بھی کپڑوں اور مسجد میں نزلہ زکام کا پانی گرتا رہتا ہے، اس بارے میں فتویٰ دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی حالت میں رومال یا تولیہ سامنے رکھ لیا جائے، تاکہ ناک سے جو نزلہ کے قطرات گریں وہ فرشِ مسجد پر نہ گریں اگرچہ نزلہ کے قطرات گرنے سے وضو یا نماز میں نقصان نہیں آتا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۶/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۶/۸۸ھ۔

قہقہہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے

سوال [۱۸۱۴]: رکوع، سجدہ والی نماز میں بالغ مرد کے قہقہہ لگا کر ہنسنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، حالانکہ نماز میں ہنسی کا واقعہ عملاً شاید ظہور پذیر ہوتا ہو، میرے علم میں تو ایسا واقعہ پیش نہیں آیا ہے۔ پھر یہ کہ اس صورت میں کسی چیز کا جسم سے اخراج بھی نہیں ہوتا ہے کہ وضو ٹوٹ جائے، اس طرح یہ ایک غیر عقلی بات ہے، اس لئے لامحالہ اس کے لئے کوئی نص ہونی چاہئے جب ہی یہ امر لائقِ اتباع ہو سکتا ہے۔

= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۰، الفصل الخامس في نواقض الوضوء، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۱/۱۳۹، نواقض الوضوء، سعيد)

(۱) "فأما الإنسان فإن ما يخرج منه على ثلاثة أقسام. قسم منه طاهر وبخروجه لا ينتقض الوضوء وإن أصاب شيئاً لا ينجسه، وهو عشرة أشياء: وسخ الأذن ودموع العين والمخاط والبزاق الخ". (الحلبي في الكبيري، ص: ۱۳۶، ما يخرج من الإنسان، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۹۳، قديمي)

(وكذا في البدائع ۱/۱۹۳، مطلب نجاسة مني، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في البحر الرائق ۱/۴۳، كتاب الطهارة، رشيديه)

الفصل السادس في متفرقات الوضوء

وضو کرتے وقت اور بیت الخلاء میں دخول کے وقت تعوذ کا حکم

سوال [۱۸۱۹]: تجوید مبتدی میں لکھا ہے کہ تعوذ قرآن مجید کے علاوہ کسی دوسری کتاب کے شروع کرنے سے پہلے پڑھنا مکروہ و منع ہے اور علامہ تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کسی سائل کو جواب دیتے ہوئے وضو کرتے وقت تعوذ اور بسم اللہ کو جمع کرکے پڑھنے کو افضل لکھا ہے۔ تو کیا وضو کرتے وقت بسم اللہ کے ساتھ تعوذ کو جمع کرکے پڑھنا جائز ہے؟ علامہ تھانوی کا جواب تجوید مبتدی کی عبارت کے خلاف پڑتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن پاک کے علاوہ کسی اور کتاب کو شروع کرتے وقت "اعوذ" نہ پڑھا جائے (۱) (قرآن پاک) پڑھنے کے علاوہ دوسرے بعض کام ایسے ہیں کہ ان کے شروع میں اعوذ پڑھا جاتا ہے جیسے وضو کرتے وقت (۲) اور بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے: "اللهم إني أعوذ بك من الخبث والخبائث" الدر المختار (۳) وغیرہ۔ دونوں عبارتوں میں کوئی تعارض نہیں (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "ولا يتعوذ التلميذ إذا قرأ على أستاذه، ذخيرة، أي لا يسن". (الدر المختار). "وكذا إذا تكلم بغير ما هو من القرآن فلا يسن بالأولى". (رد المحتار، آداب الصلوة: ۱/۴۸۹، سعید)

(۲) "وقيل: الأفضل "بسم الله الرحمن الرحيم" بعد التعوذ (أي عند الاستنجاء والوضوء) وفي المجتبى: يجمع بينهما الخ. وفي شرح الهداية للعيني: المروي عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم "باسم الله والحمد لله"، رواه الطبراني في الصغير عن أبي هريرة بإسناد حسن". (رد المحتار: ۱/۱۰۹، سنن الوضوء، سعید)

(وكذا في الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۶۷، سنن الوضوء، قدیمی)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۲۱، سنن الوضوء، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(۳) "عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا دخل الخلاء يقول: "اللهم إني أعوذ بك من الخبث والخبائث". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، ص: ۴۲، باب آداب الخلاء، قدیمی)

(۴) "الكلام الأخيرة في التعوذ قبل الكلام، لا في غيره من الأفعال، فلا ينافي سنته قبل الخلاء" =

وضو میں پیر کھڑے ہوکر دھونا

سوال [۱۸۱۷]: بیٹھے ہوئے وضو کرکے اور کھڑے ہوکر پیر دھونا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بیٹھ کر پاؤں دھونے میں وقت ہو یا کھڑا ہوکر ماء مستعمل سے حفاظت ہوتی ہو تو کھڑے ہوکر پاؤں دھونے میں مضائقہ نہیں، بلکہ ماء مستعمل سے تحفظ کے لئے کھڑے ہوکر پاؤں دھونا بہتر ہے:

آداب الوضوء: "الجلوس في مكان مرتفع تحرزاً عن الغسالة، المراد حفظ الثياب عن الماء المستعمل، كما ذكره بكمال: لا يتقيد الجلوس في مكان مرتفع اهـ". ص: ۹۴(۱)۔ فقط والله سبحانه تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

پیر کی انگلی اور انگوٹھے سے مسواک پکڑنا

سوال [۱۸۱۸]: وضو کے وقت مسواک کرنے کے بعد مسواک کو پیر کے انگوٹھے اور اس کے بعد کی انگلی کے درمیان دبا لینے کو مسنون کہتے ہیں۔ اس کی سند ہے یا نہیں، اگر ہے تو کہاں ہے؟

محمد عبد القدوس رومی، مدرسہ قرآنیہ حسن منزل، الہ آباد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

میں نے اس کا مسنون ہونا کہیں نہیں دیکھا جو لوگ مسنون کہتے ہیں ان سے ہی سند دریافت کی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۵/صفر المظفر/ ۱۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۷/صفر المظفر/ ۱۱ھ۔

= (رد المحتار، فصل: ۱/۱۲۹، سعید)

(۱) "والجلوس في مكان مرتفع تحرزاً عن الماء المستعمل، وعبارة الكمال: وحفظ ثيابه من التقاطر =

وضو کے بعد لوٹا سیدھا رکھا جائے یا اوندھا؟

سوال [۱۸۰۹]: وضو کرنے کے بعد لوٹا پلٹ کر رکھنے کا طریقہ انسب ہے یا سیدھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر گرد وغبار گرنے، یا کسی جانور کے بیٹ کرنے، یا کسی کتے وغیرہ کے منہ ڈال کر ناپاک کرنے کا اندیشہ ہو تو الٹ کر رکھ دینا چاہیے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۲/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۲/۹۱ھ۔

☆ ... ☆ ... ☆ ... ☆ ... ☆

= وهي أشمل". (الدر المختار: ۱۲۷/۱، آداب الوضوء، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۹/۱، الفصل الثالث في المستحبات، رشيديه)

(۱) "عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "أغلق بابك واذكر اسم الله، وخمر إناءك ولو بعود تعرضه عليه، واذكر اسم الله، وأوك سقاءك واذكر اسم الله". (سنن أبي داود: ۲۸/۲، في إيكاء الآنية، امدادية)

الجواب حامداً ومصلیاً:

کمی واقع نہیں ہوگی، غسل صحیح ہوجائے گا (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸۹/۱/۸ھ۔

ڈاڑھ میں چاندی بھرنا

سوال [۱۸۲۵]: ڈاڑھ میں کیڑا لگنے پر ڈاڑھ کھوکھلی ہوتی ہے اس میں چاندی بھر دیتے ہیں، اگر کھوکھلی رہنے دی جائے تو ڈاکٹروں کے قول کے مطابق تکلیف ہوتی ہے۔ ڈاڑھ میں چاندی بھروانے سے غسل میں کمی تو واقع ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کمی واقع نہیں ہوتی، غسل صحیح ہوجائے گا (۲)۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

دانت پر خول اور غسل کا حکم

سوال [۱۸۲۶]: منہ میں سامنے کے دانتوں میں سے ایک کی وجہ سے ڈاکٹر نے نکال دیا اور اس

---

(۱) "الأصل وجوب الغسل إلا أنه سقط للحرج" (رد المحتار: ۱۵۴/۱، أبحاث الغسل، سعید)

(وکذا في الفتاوی العالمکیریة: ۱۳/۱، فرائض الغسل، رشیدیة)

(وکذا في التاتارخانیة: ۱۵۷/۱، باب الغسل، إدارة القرآن، کراتشي)

(وکذا في الحلبي الکبیر، ص: ۴۹، باب الغسل، سهیل اکیدمی، لاهور)

(وکذا في حاشیة الطحطاوي علی مراقي الفلاح، ص: ۶۲، تمام أحکام الوضوء، قدیمي)

(۲) "ولا یمنع الطهارة ونیم أي خرء ذباب وبرغوث لم یصل الماء تحته وحناء ولو جرمه، به یفتی". (الدر المختار). "قال ابن عابدین رحمه الله تعالی: (قوله: وبه یفتی) صرح به في المنیة عن الذخیرة في مسئلة الحناء والطین والدرن معللاً بالضرورة. والأظهر التعلیل بالضرورة" (رد المحتار: ۱۵۴/۱، أبحاث الغسل، سعید)

(وکذا في الحلبي الکبیر، ص: ۴۹، باب الغسل، سهیل اکیدمی، لاهور)

(وکذا في الطحطاوي علی مراقي الفلاح، ص: ۶۳، فصل في تمام أحکام الوضوء، قدیمي)

کے بدلے میں نقلی دانت لگوانے کا ارادہ ہے۔ یہ دانت دو قسم کے ہوتے ہیں: ان میں ایک ایسا ہوتا ہے کہ بوقت ضرورت نکال اور لگایا جاسکتا ہے، مثال کے طور پر غسل کرتے وقت نکال کر غرارہ کرلیا جائے۔ اور دوسری قسم ایسی ہوتی ہے کہ دوسرے ساتھ والے دانت پر سونے یا دوسری دھات کا خول چڑھا دیا جاتا ہے اور اس خول کے سہارے دوسرا نقلی دانت فٹ کردیا جاتا ہے، اس کے ساتھ چھوٹے مصالحہ کا پلاسٹک وغیرہ کا دانت چسپاں رہتا ہے، بوقت ضرورت یہ نقلی دانت اور سونے وغیرہ کا خول جو حقیقی دانت پر چڑھا ہوتا ہے باہر نکالا نہیں جاسکتا ہے۔ ایسی حالت میں اگر غسل کیا جائے تو کیا غسل ہوجائے گا جب کہ ڈاکٹر موخر الذکر دانت کی قسم لگوانے کو بہتر بتاتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ اس کو نکالا نہیں جاسکتا تو اس مجبوری کی حالت میں غسل درست ہوجائے گا (۱)۔ اگر خول سونے کا نہ ہو تو بہتر ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ایضاً

سوال [۸۲۴]: زید اور عابد کے درمیان اس بات پر گفتگو کافی حد تک پہنچی ہوئی ہے، زید کا کہنا ہے: آدمی اپنے دانت پر خول چڑھائے، چاہے سونا ہو یا چاندی یا اسٹیل، ہر صورت میں حرام ہے، اس کی نماز اور غسل جنابت کچھ بھی ادا نہیں ہوتا، اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔ اور عابد کا کہنا ہے کہ اگر ٹوٹا ہوا دانت، چاہے پلاسٹک پر خول چڑھا کر دانت کو جمادے تو کوئی حرج نہیں ہے، سونے کا ہو یا چاندی کا یا اسٹیل کا، ہر صورت میں جائز ہے، غسل اور وضو میں کوئی فرق نہ پڑے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بغیر خول چڑھائے دانت کا قائم رہنا دشوار ہو تو چاندی کا چڑھا لینا درست ہے، غسل کے وقت اس خول کے نکالنے سے معذوری ہو تو بغیر اتارے بھی غسل درست ہوجائے گا، نماز بھی درست ہوجائے گی (۲)۔ سونے

(۱) تقدم تخریجہ تحت عنوان: "دانت میں چاندی بھرنا"۔

(۲) تقدم تخریجہ تحت عنوان: "دانت میں چاندی بھرنا"۔

کے قول میں اختلاف ہے، احتیاط یہ ہے کہ اس سے پرہیز کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۷/۹۱ھ۔

ڈاڑھی میں مسالہ بھرا ہو تو غسل کا حکم

سوال [۱۸۲۸]: ایک شخص ہے اس کی ڈاڑھ کھوکھلی ہے، ڈاکٹر مسالہ بھرتے ہیں تو کہتا ہے جس کے نیچے ظاہر ہے غسل کے وقت پانی نہیں پہونچ سکتا جب کہ کلی فرض ہے، ڈاڑھ کا کھوکھلا پن بڑھتا جا رہا ہے، تب کیا کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مسالہ بھرنا ضروری ہے اور بھرا ہوا اس کے نیچے پانی نہیں پہونچ سکتا تو بھی کلی کافی ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ڈلی دانت میں رہتے ہوئے غسل کا حکم

سوال [۱۸۲۹]: ڈلی کا ٹکڑا اگر دانتوں میں اٹک جائے تو غسلِ جنابت ہوگا یا نہیں؟ اور وضو اس صورت میں مکروہ تو نہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس ریزہ کے باوجود پانی پہونچ جاتا ہے تو غسلِ جنابت درست ہو جاتا ہے اور وضو میں بھی کراہت نہیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "یعنی یحل شد السن المتحرک بالفضة، ولا یحل بالذهب". (البحر الرائق: ۸/۳۵۰، کتاب الکراهیة، رشیدیه)

قال العلامة الحصکفی رحمه الله تعالیٰ: "(وله یشد سنه) المتحرک (بالذهب بل بالفضة)"
(الدر المختار: ۶/۳۶۱-۳۶۲، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی اللبس، سعید)

(۲) تفصیل تحریر بتحت عنوان: "ڈاڑھ کی جاندی کا بھرنا"

(۳) "بخلاف نحو عجین، ولا یمنع ما علی ظفر صباغ، ولا طعام بین أسنانه أو فی سنه المجوف، به یفتی، وقیل: إن صلباً منع، وهو الأصح". (الدر المختار)

=

غسلِ جنابت میں مصنوعی دانتوں کا حکم

سوال [۱۹۲۰]: زید نے اپنے جبڑے کے دانت بنوائے، ان مصنوعی دانتوں کے چڑھنے سے غسل وغیرہ کرنے میں کوئی شرعی قباحت تو نہیں؟ یعنی غسل کرنے سے پاکی حاصل ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق مفصل جواب سے مستفید فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مصنوعی دانتوں کو اتار کر غسلِ جنابت کے لئے کلی وغیرہ کی جائے، ہاں! اگر اسی طرح چڑھے ہوئے ہوں کہ ان کا اتارنا دشوار ہو تو بغیر اتارے بھی کافی ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۲/۱۳ھ۔

☆...☆...☆...☆...☆

= "(قوله: يمنع) أي كعجين وشمع وقشر سمك وخبز ممضوغ متلبد، جوهرة، لكن ذكر الخلاف في شرح المنية في العجين واستظهر المنع؛ لأن فيه لزوجة وصلابة تمنع نفوذ الماء، الخ". (رد المحتار: ۱/۱۵۴، سنن الغسل، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۴۹، فرائض الغسل، سهيل اكيدمي، لاهور)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۴، الباب الثاني في الغسل، رشيديه)

(۱) "ولو كان سنه مجوفاً فبقي فيه أو بين أسنانه طعام أو درن رطب في أنفه، تم غسله على الأصح، كذا في الزاهدي. والاحتياط أن يخرج الطعام عن تجويفه ويجري الماء عليه، كذا في فتح القدير". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۳، الباب الثاني في الغسل، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: ۱/۱۵۴، سنن الغسل، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۴۹، فرائض الغسل، سهيل اكيدمي، لاهور)

غسل کے لئے کتنا پانی چاہئے؟

سوال [۱۸۳۱]: وضو وغسل میں شرعاً کتنے سیر پانی استعمال کرنا چاہئے اور اس سے زائد خرچ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وضو میں ڈیڑھ سیر، غسل میں چھ سیر، فتاوی رشیدیہ، ص: ۸۶ (۱)۔ اس سے زائد بلا ضرورت اسراف ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۸/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۸/۵۶ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۲۰/ شعبان/ ۵۶ھ۔

"ولا يكره، كذا في المحيط، وهو الصحيح، كذا في الزاهدي". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۸، في الاستنجاء، رشيدية)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۴۳، فصل في الاستنجاء، قديمي)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۲۹، في آداب الوضوء، سهيل اكيدمي، لاهور)

(۱) قال الحصكفي: "ثم ينبغي الماء على كل مدة ثلاث مسوعا من الماء المعهود في الشرع للوضوء والغسل وهو ثمانية أرطال، وقيل: المقصود عدم الإسراف". (الدر المختار: ۱/۱۵۸، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۰، مما يتصل بذلك، رشيدية)

(۲) قال الحصكفي: "ومكروهه: لطم الوجه بالماء، والإسراف، ومنه الزيادة على الثلاث فيه". (الدر المختار)

"(قوله: والإسراف) بأن يستعمل منه فوق الحاجة الشرعية لما أخرج ابن ماجة وغيره عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مر بسعد وهو يتوضأ، فقال: "ما هذا السرف"؟ فقال: أفي الوضوء إسراف؟ فقال: "نعم وإن كنت على نهر جار". (رد المحتار: ۱/۱۳۲، مكروهات الوضوء، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۸۱، فصل في المكروهات، قديمي)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۱/۱۴۲، آداب الغسل، دار الكتب العلمية، بيروت)

الفصل الثالث في آداب الغسل

(آدابِ غسل کا بیان)

غسل خانہ میں برہنہ شخص دعائیں پڑھے یا نہیں؟

سوال [۱۸۲۵]: غسل خانہ میں غسل کرتے وقت دعاؤں کو پڑھنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

برہنگی کی حالت میں نہ پڑھے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

غسل کے وقت دعاء پڑھنا

سوال [۱۸۲۶]: مستورات کے بعد غسل کے وقت ناپاکی دور کرنے کے لئے کیا پڑھنا چاہئے،

کچھ دعا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کوئی دعاء نہ پڑھی جائے، چپ چاپ غسل کیا جائے(۱)، یستحب أن لا یتکلم بکلام معه

---

(۱) "وآدابه کآداب الوضوء سوى استقبال القبلة الخ" (الدر المختار)

قال ابن عابدين: "ويستحب أن لا يتكلم بكلام مطلقاً، أما كلام الناس فلكراهته حال الكشف، وأما الدعاء فلأنه في مصب الماء المستعمل ومحل الأقذار والأوحال" (رد المحتار: ۱/۱۵۶، مطلب سنن الغسل، سعيد)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۳۷۵، المطلب الخامس: مكروهات الغسل، رشيدية)

(وكذا في مراقي الفلاح، ص: ۱۰۴، فصل آداب الاغتسال، قديمي)

غسل خانے میں ننگے ہو کر غسل کرنا

سوال [۱۸۲۸]: الف: غسل خانے میں بالکل ننگے ہو کر غسل کرنا کیسا ہے؟

ب: اگر وہ مصر ہو تو پھر اس شخص کے متعلق کیا حکم ہے؟

مولوی عبدالشکور، دربھنگہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

الف: درست ہے(۱)۔

ب: کس بات پر مصر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۳/۱۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۳/۹۲ھ۔

برہنہ ہو کر غسل کرنا

سوال [۱۸۲۹]: حنفی مسلک کے لوگ ہمارے یہاں ننگے ہو کر غسل کرتے ہیں اور شیعہ لوگ آکر کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں کہیں نہیں لکھا ہے کہ غسل ننگے ہو کر ہو، اور غسل کرنے کے بعد ننگے ہونے کی حالت میں وضو کرنے سے وضو نہیں ہوتا اور نماز نہیں ہوتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تنہائی کی جگہ میں ننگے ہو کر نہانا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور یہ حدیث شریف بخاری ومسلم شریف میں ہے(۲)۔ غسل کے بعد مستقل وضو کی ضرورت نہیں

---

(۱) "ولا خلاف في أن الستر أفضل كما قاله، ويجوز الغسل عرياناً في الخلوة قال مالك والشافعي وجمهور العلماء". (عمدة القاري، كتاب الغسل، باب من اغتسل عرياناً وحده في الخلوة: ۳/۲۳۸، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في فتح الباري، باب من اغتسل عرياناً وحده: ۱/۵۰۸، قديمي)

(۲) قال الإمام البخاري: "حدثنا عبدان قال: أخبرنا عبد الله ... عن ميمونة قالت: سترت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وهو يغتسل من الجنابة، فغسل يديه، ثم صب بيمينه على شماله، فغسل فرجه =

برہنہ غسل کرنیوالے کا اسی غسل سے نماز پڑھنا

سوال [۱۸۴۲]: ایک شخص برہنہ یا نیکر پہن کر چوراہے پر غسل کرتا ہے اور پھر اسی غسل والے وضو سے نماز ادا کرتا ہے تو کیا اس شخص کا وضو وغسل ونماز درست ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح سب کے سامنے نیکر پہن کر یا برہنہ ہو کر غسل کرنا گناہ ہے (۱)، مگر فریضہ غسل ادا ہو جائے گا اور اس وضو وغسل سے نماز درست ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

برہنہ غسل پھر وہیں وضو

سوال [۱۸۴۳]: (الف) زید غسل خانہ میں برہنہ غسل کیا کرتا ہے اور برہنہ حالت میں غسل کرکے کپڑا بدل کر غسل کا وضو کرتا ہے، درست ہے کہ نہیں؟

(ب) جب کپڑے کیساتھ غسل کرتا ہے تو کپڑے کی ناپاکی صاف کر کے غسل کا وضو کیا کرتا ہے، غسل درست ہوگا کہ نہیں؟

= عوراً فلو كان متزراً فلا بأس به". (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۱۵۶، مطلب: سنن الغسل، سعيد)

(وكذا في شرح المنية، ص: ۵۱، سنن الغسل، سهيل اكيدمي، لاهور)

(وقد تقدم أيضاً تحت عنوان: "غسل خانہ میں برہنہ ہو کر غسل کرنا")

(۱) "أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رأى رجلاً يغتسل بالبراز، فصعد المنبر، فحمد الله، وأثنى عليه، ثم قال: "إن الله حيي ستير يحب الحياء والستر، فإذا اغتسل أحدكم فليستتر". ...... وفي رواية: قال "إن الله ستير، فإذا أراد أحدكم أن يغتسل فليتوار بشيء".

قال القاري: "(بشيء)" من الثوب أو الجدار أو الحجر أو الشجر. قال ابن حجر: وحاصل حكم من اغتسل عارياً أنه إذا كان بمحل خال لا يراه أحد ممن يحرم عليه نظر عورته، حل له ذلك، لكن الأفضل التستر حياءً من الله تعالى، وإن كان بحيث يراه أحد يحرم عليه نظر عورته، وجب عليه التستر منه إجماعاً". (مرقاة المفاتيح: ۲/۱۳۹، كتاب الطهارة، باب الغسل، رقم الحديث: ۴۴۷، رشيدية)

الجواب حامداً ومصلیاً:

(الف) غسل خانہ میں برہنہ غسل کرنا درست ہے(۱) اور اسی وقت وضو بھی کرلیا جائے، پھر کپڑے بدل کر وضو کی ضرورت نہیں (۲)۔

(ب) کپڑے پر ناپاکی لگی ہو تو اول اس کو پاک کرلے، پھر چاہے تو اس کو پہن کر وضو اور غسل کرلے، شبہ کی ضرورت نہیں اور چاہے تو کپڑے کو علیحدہ کرکے پاک کرلے اور پردہ کی جگہ برہنہ وضو غسل کرکے پھر کپڑے کو پہن لے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۱/۸۹ھ۔

غسل میں آنکھ کے اندر پانی پہنچانا

سوال [۸۲۴]: کیا غسل کے اندر آنکھ کے اندرونی حصہ میں بھی پانی آنکھیں کھول کر پہونچانا ضروری ہے، یا آنکھ بند کرکے بھی چہرہ دھو لیا جائے تو کافی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پانی پہونچانا ضروری نہیں (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "آداب الاغتسال هی آداب الوضوء، إلا أنه لا یستقبل القبلة حال اغتساله؛ لأنه تكون غالباً مع كشف العورة، ویستحب أن یغتسل بمكان لا یراه فیه أحد لا یحل له النظر لعورته، لاحتمال ظهورها فی حال الغسل أو لبس الثوب". (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۱۰۵، آداب الاغتسال، قدیمی)

(وكذا فی رد المحتار: ۱/۴۰۴، شروط الصلوة، فی ستر العورة، سعید)

(۲) "لو توضأ أولاً لا یأتی به ثانیاً؛ لأنه لا یستحب وضوءان للغسل اتفاقاً، أما لو توضأ بعد الغسل واختلف المجلس علی مذهبنا، أو فصل بینهما بصلاة تكون الثانیة مستحبة". (الدر المختار: ۱/۱۵۸، سنن الغسل، سعید)

(وكذا فی البحر الرائق: ۱/۹۴، سنن الغسل، رشیدیه)

(۳) "لا یجب غسل ما فیه حرج كعین وإن اكتحل بكحل نجس". (الدر المختار ...

الفصل الرابع في موجبات الغسل

(موجباتِ غسل کا بیان)

سوکر اٹھنے والا لیس دار مادہ دیکھے تو کیا غسل واجب ہے؟

سوال [۱۸۲۶]: ایک اردو کی کتاب میں ہے کہ ”سوکر اٹھنے پر اگر پیشاب کے مقام پر لیس دار مادہ معلوم ہو تو غسل واجب ہے“۔ اور دوسری کتاب میں ہے کہ ”شہوت کے خیال سے پیشاب کے شروع میں یا آخر میں لیس دار مادہ نکلنے سے غسل واجب ہے“۔ کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سوکر اٹھنے پر جب لیس دار مادہ دیکھے تو غسل کرلے (۱)، محض شہوت کے خیال یا جوش وغیرہ سے اگر ودی، مذی پیشاب سے پہلے یا بعد میں نکلے تو غسل واجب نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۲/۹۳ھ۔

منی کے کود کر نکلنے سے غسل واجب ہوجاتا ہے یا نہیں؟

سوال [۱۸۲۷]: ایک شخص ہے جب کبھی بیوی کے پاس جاتا ہے تو منی نکل جاتی ہے، کیا اس سے

---

(۱) "وأما إذا لم يتذكر الاحتلام وتيقن أنه مني، أو شك أنه مني أو مذي، فكذلك يجب عليه الغسل في هاتين الحالتين أيضاً إجماعاً للاحتياط الخ". (الحلبي الكبير، الطهارة الكبرى: ص ۴۲، سهيل اكيدمي لاهور)

(وكذا في الفتاوى العالمگيرية: ۱/۱۵، المعاني الموجبة للغسل، رشيدية)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۱/۱۳، الفصل الثاني في الغسل، امجد اكيدمي لاهور)

(۲) قال العلامة ابن عابدين: "(قوله: تقييد لقولهما) أي فيفيد أن عدم وجوب الغسل بخروجه بعد البول اتفاقاً، إذا لم يكن ذكره منتشراً". (رد المحتار: ۱/۱۵۹، فرائض الغسل، سعيد)

(وكذا في مراقي الفلاح، ص: ۹۷، موجب الاغتسال، قديمي)

غسل واجب ہے؟ ایک عورت ہے اس کو بھی دھات کی بیماری ہے(۱)، بغیر کسی مطلب کے اس کی بھی منی نکل جاتی ہے، کبھی زیادہ نکلتی ہے کبھی کم۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

منی شہوت کے ساتھ اچھل کر نکلتی ہے تو غسل واجب ہوگا ورنہ نہیں (۲)، عورت کو دھات آتی ہے اس سے غسل واجب نہیں ہوگا (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۶/۹۲ھ۔

عورت کی منی نکلنے سے غسل واجب ہوتا ہے یا نہیں؟

سوال [۱۸۴۸]: کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے اور اخراج منی ہوتی ہے؟ نیز اگر عورت مرد سے چمٹی رہتی ہے پھر جوش چڑھتا ہے، بغیر دخولِ ذکر کے طبیعت بھر جاتی ہے اور خواہش جاتی رہتی ہے، لیکن منی نکلتی نظر نہیں آتی ہے، تو ایسی حالت میں غسل فرض ہوگا یا نہیں اور عورت کی منی کا رنگ کیسا ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورت کو احتلام بھی ہوتا ہے، منی بھی خارج ہوتی ہے (۴)، اس کی منی کا رنگ زردی مائل

---

(۱) "دھات: پیشاب کے ساتھ منی نکلنا"۔ (فیروز اللغات، ص: ۶۴۰، فیروز سنز لاہور)

(۲) "سببها الجنابة، وهي تثبت بسببين: أحدهما خروج المني على وجه الدفق والشهوة من غير إيلاج باللمس أو النظر أو الاحتلام أو الاستمناء - كذا في محيط السرخسي - من الرجل والمرأة في النوم واليقظة. كذا في الهداية" (الفتاوى العالمكيرية: ١/١٤، المعاني الموجبة للغسل، رشيدية)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ٩٦، ما يوجب الاغتسال، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق: ١/٩٩، الطهارة، رشيدية)

(٣) "(ولا عند مذي) أي لا يفرض الغسل عند خروج مذي ... وهو في النساء ... وقيل: هو منهن يسمى القذى أو ودي، بل الوضوء منه ومن البول جميعاً على الظاهر" (رد المحتار: ١/١٦٥، مبحث الغسل، سعيد)

(وكذا في مراقي الفلاح، ص: ١٠٠، فصل: عشرة أشياء لا يغتسل، قديمي)

(٤) "عن أم سلمة - رضي الله تعالى عنها - قالت: جاءت أم سليم - رضي الله تعالى عنها - إلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فقالت: يا رسول الله! إن الله لا يستحيي من الحق، فهل على المرأة من غسل =

بدن دبوانے سے خروج مذی اور وجوبِ غسل

سوال [۱۸۵۰]: زیادتی کی وجہ سے بدن دبواتا ہے، اس حالت میں عضو تناسل منتشر ہوجاتا ہے اور پھر سفید گاڑھا پانی نکل آتا ہے، یا پیشاب کرجاوے تو اس وقت پیشاب سے پہلے نکلتا ہے تو کیا اس سے غسل واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شہوت وانتشار ہو کر منی نکل آتی ہے جس کی علامت یہ ہے کہ اس میں رقت ہوتا ہے اور اس کے بعد عضو منکسر اور شہوت ختم ہوجاتی ہے اور وہ بدبودار ہوتی ہے تو اس کے خروج سے غسل لازم ہوتا ہے، اگر منی نہیں نکلی تو غسل نہیں ہوتا (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: نظام الدین عفی عنہ، سید مہدی حسن غفرلہ، ۲/۳/۸۹ھ۔

غسلِ جنابت کے بعد فرجِ عورت سے منی نکلے تو کیا دوبارہ غسل واجب ہوگا؟

سوال [۱۸۵۱]: اگر مرد نے عورت سے خلوت کی، پھر عورت نے غسل کیا اور غسل کرنے کے بعد

---

(۱) (الدر المختار، کتاب الطهارة: ۱۶۲/۱، ۱۶۳، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب الثاني في الغسل، الفصل الثالث: ۱۴/۱، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة، فصل فيما يوجب الغسل ۴۲/۱، رشيدية)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الطهارة، فصل في أحكام الغسل: ۱/۱۴۸، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) "وفرض الغسل عند خروج مني من العضو ... منفصل عن مقره هو صلب الرجل وترائب المرأة ... بشهوة: أي لذة ولو حكماً كمحتلم، ولم يذكر الدفق ليشمل مني المرأة؛ لأن الدفق فيه غير ظاهر" (الدر المختار: ۱۵۹/۱، ۱۶۰، باب الغسل، سعيد)

(وكذا في مراقي الفلاح، ص: ۹۶، فصل، موجبات الغسل، قديمي)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۹۵/۱، موجبات الغسل، دار الكتب العلمية، بيروت)

عورت کی فرج سے مرد کی منی نکلی تو عورت کا غسل ہوا یا نہیں؟ اور فرج کو غسل میں کتنا دھونا فرض ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورت نے شوہر سے ہمبستری کے بعد جب غسل کرلیا پھر مرد کی منی اس کی فرج سے نکلی تو اس سے دوبارہ غسل واجب نہیں ہوگا: "اغتسلت، ثم خرج منها منی الزوج، لاتلزمها إعادة الغسل". کبیری (۱)۔

غسل میں فرج خارج کا دھونا ضروری ہے: "ویجب غسل فرج خارج لا داخل". الدر المختار مختصراً (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۲/۱۲/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱۲/۸۸ھ۔

عضو پر تری کا وجود موجب غسل ہے یا نہیں؟

سوال [۸۵۴]: زید نیند سے بیدار ہوا، ذکر پر تری دیکھی، نہ معلوم منی ہے یا مذی یا ودی، نہ خواب یاد ہے۔ تو کیا غسل واجب ہے؟ اگر واجب ہے دو صورت عدم انتشار قبل النوم کی حالت میں جیسا کہ عالمگیری صفحہ: ۱/۱۰ میں نقل کیا ہے تو زید کا اس پر یہ اشکال ہے کہ ایک تو یہ معلوم نہیں کہ منی ہی ہے یا نہیں؟

دوسرے اگر فرض کرلیا جائے کہ منی ہی ہے تو بھی دفق بالکل نہیں، چونکہ اگر دفق ہوتا تو دوسرے محل پر کچھ نہ کچھ ضرور لگتی اور پھر یہ کہ بعض اوقات کسی شخص کے محض انتشار سے جانب ذکر میں بلا دفق کے تری ذکر پر

---

(۱) (الحلبی الکبیر، ص: ۴۹، الطہارۃ الکبریٰ، سہیل اکیڈمی، لاہور)

"فلو اغتسلت فخرج منها منی، إن منيها، أعادت الغسل لا الصلاة، وإلا لا" (الدر المختار)۔

قال ابن عابدین: "(قوله: وإلا لا): أی وإن لم یکن منیها بل منی الرجل، لا تعید شیئاً، وعلیها الوضوء، اھ". (رد المحتار: ۱/۱۶۰، أبحاث الغسل، سعید)

(وکذا فی التاتارخانیة: ۱/۱۳۶، أسباب الغسل، إدارة القرآن، کراچی)

(۲) (الدر المختار: ۱/۱۵۲، فرائض الغسل، سعید)

(وکذا فی مراقی الفلاح، ص: ۱۰۳، فرائض الغسل، قدیمی)

آجاتی ہے۔ تو کیا غالب ظن سے یہ حکم نہیں لگ سکتا کہ یہ بھی موجب غسل نہیں؟ ویسے بھی زید کہتا ہے کہ رقیق کی شرط ظاہر الروایت کی ہے اور یہ مسئلہ نوادر کا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"ومنها وجود ماء رقيق بعد النوم ولم يتذكر احتلاماً اهـ" مراقي الفلاح. "وحاصل مسئلة النوم اثنا عشر وجهاً كما في البحر؛ لأنه إما أن يتيقن أنه مني أو مذي أو ودي، أو يشك في الأول مع الثاني، أو في الأول مع الثالث، أو في الثاني مع الثالث، فهذه ستة، وفي كل منها إما أن يتذكر احتلاماً أولا، فتمت الاثنا عشر.

يجب الغسل اتفاقاً فيما إذا تيقن أنه مني تذكر احتلاماً أولا، وكذا فيما إذا تيقن أنه مذي وتذكر الاحتلام، أو شك أنه مني أو مذي، أو شك أنه مني أو ودي، أو شك أنه مذي أو ودي، وتذكر الاحتلام في الكل. ولا يجب الغسل اتفاقاً فيما إذا تيقن أنه ودي مطلقاً تذكر الاحتلام أولا، أو شك أنه مذي أو ودي ولم يتذكر، أو تيقن أنه مذي ولم يتذكر.

ويجب الغسل عندهما لا عند أبي يوسف فيما إذا شك أنه مني أو مذي أو شك أنه مني أو ودي ولم يتذكر احتلاماً فيهما. والمراد بالتيقن هنا غلبة الظن؛ لأن حقيقة اليقين متعذرة مع النوم اهـ" طحطاوي ص ٥٤ (١).

صورت مسئولہ میں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غسل واجب نہیں، طرفین کے نزدیک غسل واجب ہے۔

طرفین کی دلیل:

"ولهما ما روي أنه صلى الله تعالى عليه وسلم سئل عن الرجل يجد البلل ولم يذكر احتلاماً قال: "يغتسل" ولأن النوم راحة تهيج الشهوة، وقد يرق المني لعارض، والاحتياط لازم في باب العبادات. وهذا إذا لم يكن ذكره منتشراً قبل النوم؛ لأن الانتشار سبب للمذي، فيحال

---

(١) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ٩٩، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق: ١٠٣/١، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ٤٢، سهيل اكيدمي، لاهور)

قدامہ اھ". مراقی الفلاح. "(قوله: فقد سرى) بحصول اللذة فتصير صورته كصورة الصدى اھ". طحطاوی (۱)۔

منی فرض کرنے کی صورت میں یہ خیال کہ "رقت نہیں ہے" بے محل ہے، اس لئے کہ نیند میں تو رقت کی حقیقۃً اطلاع نہیں ہوتی، خاص کر جب کہ احتلام یاد نہ ہو اور جب منی نکلی ہو اور رقت خفیف ہو تو اس کا کسی دوسری چیز کا علم ضروری نہیں۔ اگر حالت بیداری میں بغیر رقت کے کسی مرض کی وجہ سے جیسے بوجھ اٹھانے سے خروج منی ہو جائے تو وہ موجب غسل نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۳/۶۴ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۳/۳/۶۴ھ۔

احتلام کے بعد بغیر پیشاب کے غسل کرنا

سوال [۱۹۵۳]: احتلام ہو کر انزال کے بعد اگر کوئی شخص پیشاب نہ کرے اور صرف غسل کرے، پھر بعد غسل پیشاب کرے تو کیا دوبارہ غسل واجب ہوگا جب کہ پیشاب میں منی معلوم ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نہیں(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۳۰/۳/۸۸ھ۔

ران پر ذکر کو رگڑنے سے غسل واجب نہیں ہوتا

سوال [۱۹۵۴]: اگر کوئی شخص اپنے زانوؤں سے ذکر کو رگڑ کر شہوت کو زائل کرتا ہے لیکن اس کی

---

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۹۹، قديمي)

(۲) قال ابن عابدين: "وكذا لو خرج منه بقية المني بعد الغسل قبل النوم أو البول أو المشي الكثير، نهر: أي لا بعده؛ لأن النوم والبول والمشي يقطع مادة الزائل عن مكانه بشهوة، فيكون الثاني زائلاً عن مكانه بلا شهوة، فلا يجب الغسل اتفاقاً" (رد المحتار: ۱/۱۶۰، موجبات الغسل، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۴۵، الطهارة الكبرى، سهيل اكيدمي، لاهور)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/۱۴۶، باب الغسل، إدارة القرآن، كراچي)

صورت یہ ہے کہ منی کا خروج نہیں کرتا، اس قدر زور سے دباتا ہے، تو کیا اس پر احناف کے نزدیک غسل واجب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلا انزال کے اس صورت میں غسل واجب نہ ہوگا(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۲/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۲/۹۰ھ۔

ریزش اور خیزش بغیر لذت کے موجب غسل نہیں

سوال[۱۸۵۵]: بیماری کی وجہ سے اگر کسی شخص کو پیشاب کے بعد یا پہلے منی کا قطرہ آتا ہو اور عضو مخصوص میں ایستادگی بھی ہوتی ہو، لیکن لذت اور مزہ محسوس نہ ہو تو ایسی صورت میں اس شخص پر غسل فرض ہوگا یا نہیں؟ ایک مفتی صاحب کہتے ہیں کہ غسل فرض ہوگا کیونکہ ایستادگی اور لذت ایک ہی چیز ہے، عالمگیری میں ایسا ہی لکھا ہے۔ دوسرے مفتی صاحب کہتے ہیں کہ غسل بغیر لذت اور دفق کے فرض نہیں ہوگا، امداد الفتاویٰ اور شامی سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ خیزش اور ریزش موجب غسل نہیں جب کہ اس کے ساتھ لذت اور دفق نہ ہو(۲)، محض ایستادگی کی

(۱) "(قوله: بخلاف البهيمة وما دون الفرج) وبخلاف ما دون الفرج، وهو التفخيذ والتبطين، لأنه لا يجب فيه الغسل أيضاً لنقصان السببية إذا لم ينزل اهـ". (فتح القدير: ۱/۶۲، المعاني الموجبة للغسل، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/۵۳، بيان أسباب الغسل، إدارة القرآن، كراچی)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۹۶، كتاب الطهارة، رشيدية)

(۲) "وفرض الغسل عند خروج مني ... بشهوة: أي لذة ولو حكماً كمحتلم ... وفي الخانية: خرج مني بعد البول وذكره منتشر، لزمه الغسل. قال في البحر: ومحمله إن وجد شهوة، وهو تقييد قوليه بعدم الغسل بخروجه بعد البول". (الدر المختار)

"(قوله: ومحمله) أي محمل ما في الخانية. قال في البحر: ويدل عليه تعليله في المجتبى بأن في –

لذت اور شہوت کہنا صحیح نہیں اس لئے کہ وہ اتنے چھوٹے بچوں کو بھی ہوتی ہے جو کہ بالکل شہوت کے قابل نہیں، ایسے چھوٹے بچے اگر جماع کریں تو حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی "ولو جامع ابن أربع سنين زوجة أبيه لاتثبت الحرمة البحر" شامی(۱)۔ اور اگر لذت وایستادگی ایک چیز ہوتی تو ایسے چھوٹے بچے کے جماع سے بھی حرمت ثابت ہوجاتی۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

بلا ارادہ انزال ہوجانے سے غسل واجب ہوتا ہے یا نہیں؟

سوال[۱۸۵۶]: اگر کسی شخص کو بغیر کسی ارادہ کے چلتے پھرتے یا بیٹھے ہوئے خود بخود انزال ہوجائے تو غسل کرنا واجب ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شہوت سے انزال ہوگا تو غسل واجب ہوجائے گا(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

بغیر شہوت کے خروجِ منی سے غسل کا حکم

سوال[۱۸۵۷]: بیماری کی وجہ سے اگر کسی شخص کو پیشاب کے بعد یا پہلے منی کا قطرہ آتا ہو اور عضو

= حالة الانتشار وجد الخروج والانفصال جميعاً على رحم الدلق والشهوة". (الدر المختار، كتاب الطهارة: ۱/۱۶۰ - ۱۶۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب الثاني في الغسل، الفصل الثالث: ۱/۱۴، ۱۵، رشيديه)

(۱) (رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۳۵، سعيد)

(۲) "وفرض الغسل عند خروج المني منفصل عن مقره بشهوة وإن لم يخرج بها" (الدر المختار).

وقال ابن عابدين: "(قوله: بشهوة) متعلق بقوله: منفصل، احترز به عما لو انفصل بضرب أو حمل ثقيل على ظهره، فلا غسل عندنا الخ". (رد المحتار: ۱/۱۵۹، أبحاث الغسل، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۴، الفصل الثالث في المعاني الموجبة للغسل، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۴۹، الطهارة، رشيديه)

مخصوص میں ایستادگی ہوتی ہو لیکن لذت اور مزہ محسوس نہ ہو تو ایسی صورت میں اس شخص پر غسل فرض ہوگا یا نہیں؟ ایک مفتی صاحب کہتے ہیں کہ غسل فرض ہوگا، کیونکہ ایستادگی اور لذت ایک ہی چیز ہے، عالمگیری میں ایسا ہی لکھا ہے۔ دوسرے مفتی صاحب کہتے ہیں کہ غسل بغیر لذت اور دفق کے فرض نہیں ہوگا، ہدایہ اور شامی سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ خروش اور ریزش موجب غسل نہیں جب کہ اس کے ساتھ لذت اور دفق نہ ہو (۱)۔ محض ایستادگی کو لذت وشہوت کہنا صحیح نہیں، اس لئے کہ وہ تو اتنے چھوٹے بچوں کو بھی ہوتی ہے جو کہ بالکل شہوت کے قابل نہیں، ایسے چھوٹے بچے اگر جماع کرلیں تو حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی: "لو جامع ابن اربع سنین زوجة أبیه ولا تثبت الحرمة الخ" شامی نعمانیہ (۲)۔

اگر لذت اور ایستادگی ایک ہی چیز ہوتی تو ایسے چھوٹے بچے کے جماع سے بھی حرمت ثابت ہوجاتی۔

فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۳/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "خرج منی بعد البول و ذکرہ منتشر، لزمہ الغسل. قال فی البحر: و محملہ إن وجد الشهوة، و هو تقیید لقولهم بعدم الغسل بخروجه بعد البول". (الدر المختار). وقال ابن عابدین رحمه الله تعالی: "(قوله: ومحمله) قال فی البحر: و یدل علیه تعلیله فی التجنیس بأن فی حالة الانتشار وُجد الخروج والانفصال جمیعاً علی وجه الدفق والشهوة. . . لأن ذلک دلالة بخروجه عن الشهوة الخ"

(رد المحتار: ۱۶۲/۱، موجبات الغسل، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۱۴/۱، المعانی الموجبة للغسل، رشیدیه)

(وکذا فی التاتارخانیة: ۱۵۵/۱، باب الغسل، إدارة القرآن، کراچی)

(وکذا فی فتاوی قاضی خان علی هامش الفتاوی العالمکیریة: ۴۵/۱، ما یوجب الغسل، رشیدیه)

(۲) (رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳۵/۳، سعید)

جلق موجب غسل اور مفسد صوم ہے یا نہیں؟

سوال [۱۸۵۸]: جلق لگایا گیا اور منی کپڑے وغیرہ میں لگی تو اس صورت میں صرف عضو کے تناسل دھولینا کافی ہے یا غسل واجب ہے؟ اور مفسد صوم ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جلق سے اگر منی نہیں نکلی تو روزہ فاسد نہیں ہوا، اگر مذی نکلی ہے تو عضو کا دھونا اور وضو کر لینا کافی ہے، غسل واجب نہیں، نہ روزہ فاسد ہوا، اگر منی نکلی ہے تو روزہ بھی فاسد ہو گیا اور غسل بھی واجب ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

آبدست سے غسل واجب نہیں ہوتا

سوال [۱۸۵۹]: حاجت ضروریہ سے فراغت کے بعد اس مقام پر آب دست کرنے سے کیا غسل واجب ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حاجت ضروریہ سے فراغت کے بعد آبدست لینے سے غسل واجب نہیں ہوتا (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۱/۸۹ھ۔

منی نکلنے کے کچھ دیر بعد دوبارہ منی نکلے تو غسل واجب ہوگا یا نہیں؟

سوال [۱۸۶۰]: کوئی شخص خدانخواستہ منی گراتا ہو تو جب گرنے لگے تو اس کو دباد ے تو کیا غسل

---

(۱) "إذا استمنی بالکف، فلما انفصل المني عن مکانه عن شهوة، أخذ إحلیله حتی سکنت شهوته، ثم خرج المني، ففي قول أبي حنیفة ومحمد رحمهما الله وجب علیه الغسل، خلافاً لأبي یوسف". (التاتارخانیة: ۱/۱۵۶، باب الغسل، إدارة القرآن، کراچی)

"وکذا الاستمناء بالکف: أي في کونه لا یفسد، لکن هذا إذا لم ینزل، أما إذا أنزل فعلیه القضاء، کما سیصرح به، وهو المختار الخ". (رد المحتار: ۲/۳۹۹، في حکم الاستمناء بالکف، سعید)

(۲) "آب دست استنجاء طہارت با کسی کی تری پانی سے کیا جائے"۔ (فیروز اللغات، ص: ۳، فیروز سنز لاہور)

واجب ہوگا یا نہیں؟ اور اگر غسل واجب ہونے کے بعد وہ آدمی غسل کر کے فارغ ہو گیا پھر تھوڑی دیر بعد بغیر شہوت کے منی نکل گئی ہے تو کیا پھر غسل واجب ہوگا، یا پھر کسی نے کسی عورت کے ساتھ جماع کیا پھر جب غسل کرنے کا وقت آیا تو نکال کر خوب زور سے چاٹ لیا تو کیا اس طرح کرنے کے بعد بھی غسل واجب ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس پر بھی غسل واجب ہوگا اگرچہ شہوت کے ختم ہونے کے بعد منی خارج ہوئی ہو(۱)۔ عورت سے جماع کیا تو محض دخول سے غسل واجب ہو گیا، منی اندر ہی خارج ہوئی ہو یا خارج نہ ہوئی ہو(۲)۔ خروج منی کے بعد غسل کرلیا پھر بعد میں منی خارج ہو تو دوبارہ غسل واجب ہوگا(۳)۔ منی کا چاٹنا کسی حال میں بھی درست نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "وفرض الغسل عند خروج مني من العضو ...... منفصل عن مقره هو صلب الرجل وترائب المرأة ... بشهوة، أي لذة ولو حكماً كمحتلم، ولم يذكر الدفق ليشمل مني المرأة؛ لأن الدفق فيه غير ظاهر". (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۱۵۹، ۱۶۰، بحث الغسل، سعيد)

(وكذا في مراقي الفلاح، ص: ۹۲، فصل: موجبات الغسل، قديمي)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱/۶۵، موجبات الغسل، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) لما أخرج الإمام أبو عيسى الترمذي: "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: إذا جاوز الختان الختان، وجب الغسل، فعلته أنا ورسول الله صلى الله عليه وسلم فاغتسلنا". (جامع الترمذي: ۱/۳۰، باب ما جاء: إذا التقى الختان وجب الغسل، سعيد)

(وكذا في الدر المختار: ۱/۱۶۲، ۱۶۴، سنن الغسل، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۵، الفصل الثالث في المعاني الموجبة، رشيديه)

(۳) "لو اغتسل من الجنابة قبل أن يبول أو ينام وصلى، ثم خرج بقية المني، فعليه أن يغتسل عندهما، خلافاً لأبي يوسف، ولكن لا يعيد تلك الصلوة في قولهم جميعاً، كذا في الذخيرة". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۴، الفصل الثالث في المعاني الموجبة، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: ۱/۱۶۰، موجبات الغسل، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۱/۱۵۲، الغسل، إدارة القرآن، كراچي)

زنا کے بعد غسل کتنی مرتبہ واجب ہے؟

سوال [۱۸۰۱]: زید نے ہندہ سے زنا کیا ہے، کیا جنابت ظاہری ایک مرتبہ غسل کرنے سے دور ہو جائے گی یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ چالیس مرتبہ غسل کرنا ہوگا، یہ کہاں تک صحیح ہے؟

کمال احمد عبدالرحمن، احمد پیٹ، بمبئی نمبر ۳۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک مرتبہ غسل کرنے سے ہر قسم کی جنابت ختم ہو کر شرعی طہارت حاصل ہو جاتی ہے خواہ احتلام سے جنابت ہوئی ہو، خواہ وطی حلال سے، خواہ وطی حرام سے یا کسی اور طریق سے، یہ غلط ہے کہ زنا کے بعد چالیس مرتبہ غسل کرنے سے قبل طہارت حاصل نہیں ہوتی اور جنابت زائل نہیں ہوتی۔ اگرچہ زنا کا گناہ بہت شدید ہے اور اس کا تقاضہ ہے کہ جب تک صدق دل سے توبہ کرکے معاف نہ کرالے اس کو طہارت ہی حاصل نہ ہو، لیکن ظاہر شریعت نے اس کو بنیاد نہیں بنایا، بلکہ ایک دفعہ غسل کرنے سے طہارت کا حکم دیدیا، کما ہو فی کتب الفقہ (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۳/۸۹ھ۔

چوہڑن کی لڑکی سے صحبت کرکے کیا کبھی پاک نہیں ہو سکتا؟

سوال [۱۸۰۲]: میں نے ایک مسلم چوہڑی لڑکی سے صحبت کرلی، اب شرمندہ ہوں۔ سنا ہے کہ چوہڑی کی لڑکی سے صحبت کرنے والا کبھی پاک نہیں ہوتا، مرتے دم تک ناپاک رہتا ہے۔ کیا لوگوں کی بات درست ہے؟ آدمی پاک ہو سکتا ہے یا نہیں؟ دوبارہ پاکی حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

---

(۱) "وفرض الغسل عند خروج مني من العضو ... وعند إيلاج حشفة آدمي أو إيلاج قدرها من مقطوعها في أحد سبيلي آدمي حي يجامع مثله عليهما، أي الفاعل والمفعول لو كانا مكلفين، ولو أحدهما مكلفاً فعليه فقط دون المراهق الخ". (الدر المختار: ۱/۱۶۰، موجبات الغسل، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۵، الفصل الثالث في المعاني الموجبة، رشيدية)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۳۹، كتاب الطهارة، دار الكتب العلمية بيروت)

کفایت کرے تب بھی درست ہے (۱)، لیکن اپنے عضو کو پاک کرے، ناپاک عضو سے جماع نہ کرے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

شوہر یا بیوی کے برہنہ بدن کو دیکھنے سے غسل واجب نہیں ہوتا

سوال [۱۸۰۴]: بیوی کے سامنے برہنہ غسل کرے اس طرح پر کہ بیوی پہننے کے لئے کپڑے دے اور شوہر کی شرمگاہ کو بھی دیکھے اور کوئی شہوت وغیرہ بالکل نہ ہو، صرف کپڑے دیتے ہوئے بیوی کی نگاہ اس طرف چلی گئی یا بیوی اس طرح غسل کرے اور نگاہ اس طرح پڑ گئی، اس غسل سے نماز ادا کرے، کیا یہ نماز درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وضو یا غسل کے بعد اگر بیوی نے شوہر کی شرمگاہ کو دیکھ لیا، یا شوہر نے بیوی کی شرمگاہ کو دیکھ لیا تو اس کی وجہ سے اس کا وضو غسل نہیں ٹوٹتا (۳)، اس سے نماز درست ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

حیض کے ایام میں بیوی سے وطی کرنے کے بعد کیا دو غسل ضروری ہیں یا ایک ہی کافی ہے؟

سوال [۱۸۰۵]: (۱) جب مجھے حیض آیا تو تین چار دن گذرنے کے بعد غسل نہیں کر پائی تھی کہ میرے شوہر

---

(۱) "عن أنس أن النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یطوف علی نسائہ بغسل واحد". (الصحیح لمسلم: ۱۴۴/۱، قدیمی)

(وسنن أبي داود: ۳۲/۱، کتاب الطہارۃ، امدادیہ)

(۲) "ولا بأس للجنب أن ینام ویعاود أھلہ قبل أن یتوضأ، وإن توضأ فحسن". (الفتاوی العالمگیریۃ: ۱۶/۱، رشیدیہ)

(وکذا في الحلبي الکبیر، ص: ۵۹، مطلب: [illegible] في أربع سنۃ، سہیل اکیڈمی، لاہور)

"ولا معاودۃ أھلہ قبل اغتسالہ إلا إذا احتلم لم یأت أھلہ. قال الحلبي: ظاھر الأحادیث إنما یفید الندب، لا نفي الجواز المفاد من کلامہ الخ". (الدر المختار: ۱۷۴/۱، سعید)

(وکذا في بدائع الصنائع: ۳۸۴/۱، أحکام الجنابۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(۳) شرمگاہ دیکھنا نواقضِ غسل میں سے نہیں ہے۔

دو صحبت کرنے سے تین غسل واجب نہیں ہوں گے، ایک ہی غسل کافی ہوگا، جس نے دو یا تین دفعہ غسل کرنا بتایا ہے اس نے غلط بتایا۔ فقط۔

سفر میں غسلِ جنابت

سوال [۱۸۰۹]: بکر ریل میں سفر کر رہا ہے، راستے منزلِ مقصود پر پہنچنے کے لئے دو یا تین دن لگتے ہیں، اگر اس دوران سفر غسل کی حاجت ہو جائے تو وہ کس طرح پاکی حاصل کر کے نماز پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ریل میں پانی بھی ہوتا ہے اور غسل کی بھی جگہ ہوتی ہے، وہاں غسل کرلے۔ غسل خانہ نہ ہو تو پہلے بیت الخلاء میں پانی بہا دے، پھر غسل کرلے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

(۱) "(وسننه) كسنن الوضوء سوى الترتيب، وآدابه كآدابه" (الدر المختار: ۱/۱۵۹، مطلب سنن الغسل، سعيد)

"ومن آدابه ... والجلوس في مكان مرتفع تحرزاً عن الماء المستعمل، لوقوع العرف في مجمعه، ولأنه مستقذر". (رد المحتار: ۱/۱۲۴، آداب الوضوء، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۹، الفصل الثالث في المستحبات، رشيدية)

(وكذا في إمداد الفتاح شرح نور الإيضاح، ص: ۹۴، فصل في آداب الوضوء، حقانية)

الفصل الخامس في أحكام الجنابة

(جنابت کے احکام کا بیان)

حالتِ جنابت کا پسینہ

سوال [۱۸۲۷]: حالتِ جنابت کا پسینہ اگر کپڑوں کو لگ جاوے تو ان سے نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر بوسیے طریقے کے ساتھ ملوث ہو تو درست ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

قلام کوٹھی، جولائی/۱۵ ۔

بحالتِ جنابت مسجد میں داخل ہونا

سوال [۱۸۲۸]: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطے حالتِ جنابت میں مسجد میں داخل ہونا جائز تھا یا نہیں؟ اگر جائز تھا تو کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی، سب کے واسطے یہ حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مکان کا دروازہ مسجد میں تھا، لہٰذا بحالتِ جنابت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مروری اجازت تھی(۲)۔ ہر ایک کو مسجد میں بحالتِ جنابت داخل ہونا اس وقت بھی جائز نہ

---

(۱) "فسور آدمي مطلق ولو جنبا أو كافرا أو امرأة الخ. و مأكول اللحم طاهر لأنه طاهر و حكمه عرق كسوره الخ". (رد المحتار: ۱/۲۲۲، ۲۲۸، مطلب في السؤر، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۳، مسائل الآسار، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۲۲۱، رشيديه)

(۲) "عن أبي بكرة أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم دخل في صلاة الفجر، فأومأ بيده أن مكانكم، ثم جاء ورأسه يقطر، فصلى بهم". "وعن يزيد بن هارون قال: أخبرنا حماد بن سلمة بإسناده ومعناه، وقال:

تھا، اب بھی کسی سے جائز نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/رجب/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۹/رجب/۵۹ھ۔

غسلِ جنابت میں تاخیر کرنا اور کھانا پینا

سوال [۱۹۹۸]: ا… ہمارے یہاں کے امام صاحب نے فجر کے وقت غسلِ جنابت نہیں کیا اور فجر کی نماز قضا کی اور ظہر میں غسل کر کے نماز پڑھی، اس درمیان میں حقہ وروٹی وغیرہ کھاتے پیتے رہے، تو صحیح

---

(۱) في أوله: فكبر. وقال في آخره: فلما قضى الصلاة قال: "إنما أنا بشر، وإني كنت جنباً". (سنن أبي داود: ۱/۳۵، باب الجنب يصلي بالقوم وهو ناس، امداديه ملتان)

قال العلامة السهارنفوري تحت هذه الأحاديث: "أخرج الترمذي في سننه بسنده عن أبي سعيد قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لعلي: "يا علي! لا يحل لأحد أن يجنب في هذا المسجد غيري وغيرك" فإنما كان يحل لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم استطراق المسجد جنباً لا يستحق به لغيره، ولو لم يكن له حلالاً لم يكن الله ليدعه أن يدخل المسجد في حالة الجنابة وهو عليه حرام". (بذل المجهود في حل أبي داود: ۱/۱۳۲، باب في الجنب يصلي بالقوم وهو ناس، مكتبه امداديه، ملتان)

(وكذا في قوت المغتذي على جامع الترمذي: ۲/۲۱۴، أبواب المناقب، مناقب علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه، سعيد)

"عن جسرة بنت دجاجة قالت: سمعت عائشة رضي الله تعالى عنها تقول: جاء رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ووجوه بيوت أصحابه شارعة في المسجد، فقال صلى الله تعالى عليه وسلم: "وجهوا هذه البيوت عن المسجد" ثم دخل النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ولم يصنع القوم شيئاً رجاء أن تنزل فيهم رخصة، فخرج إليهم فقال: "وجهوا هذه البيوت عن المسجد، فإني لا أحل المسجد لحائض ولا جنب". (سنن أبي داود: ۱/۳۲، باب في الجنب يدخل المسجد، امداديه)

(و) (يحرم دخول المسجد بالحدث الأكبر لا مصلى عيد وجنازة) الخ (الدر المختار: ۱/۱۷۲، باب الغسل، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۱/۲۹۱، دار الكتب العلمية، بيروت)

ہے یا غلط، جبکہ ان کو اس حرکت پر ٹوکا گیا؟

جنبی کا جھوٹا کھانا پینا

سوال [۱۸۷۰]: ۲... ان ۲ جھوٹا حقہ پینے والوں پر غسل واجب ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱... نماز فجر کو قضا کر دینا اور ظہر تک بلا عذر شرعی کے مؤخر کرنا کبیرہ گناہ ہے، لیکن بلا غسل کے جو کچھ کھایا پیا وہ حرام نہیں (۱)۔

۲... جن لوگوں نے ان کے ساتھ ان کا بچا ہوا کھایا پیا، ان پر غسل واجب نہیں ہوا (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۱/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

بحالتِ جنابت ناخن اور بال ترشوانا

سوال [۱۸۷۱]: غسل واجب ہونے سے پہلے ناخن اور بال ترشوانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

بحالتِ جنابت ناخن اور بال ترشوانا مکروہ ہے (۳)، پاکی کے بعد ترشوائے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "لا قراءة قنوت (أي لا تكره)، و لا أكله و شربه بعد غسل يد و فم، ولا معاودة أهله قبل اغتساله".

(الدر المختار: ۱/۱۷۴، أبحاث الغسل، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۶، الفصل الثاني في المعاني الموجبة للغسل، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۵۶، الغسل في أربعة سنة، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) "سور الآدمي طاهر بالاتفاق سواء كان مسلماً أو كافراً أو جنباً أو حائضاً أو محدثاً الخ" (الحلبي الكبير، ص: ۱۲۲، فصل في الأسآر، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۱/۲۰۳، مطلب: سور الكلب والخنزير، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۳) "حلق الشعر حالة الجنابة مكروه، وكذا قص الأظافير، كذا في الغرائب". (الفتاوى العالمكيرية: —

بلا غسلِ عضو دوبارہ جماع کرنا

سوال [۱۸۶۲]: هل يجوز الوطي مرةً بعد أخرى بلا غسل ذكر أحدهما أو كليهما، وإنما قال الشامي: "و عندنا كذلك، يشعر منه أنه حرام عندنا كمذهب الشافعي". ويحرم من غيره بكره، ما الفتوى في هذا؟ و ما قال مشايخنا في هذا؟ بينوا بيانًا شافيًا و توجروا أجرًا جميلًا۔ فقط

شفیق الرحمن۔

الجواب حامداً ومصلياً:

لم يظهر ما أراد سائل مهنا السؤال، إن أراد أن المرأة جامع امرأته فهل يجوز له الجماع بعده من غير غسله ذكره و غسلها فرجها أم لا يجوز؟ وأين قال الشامي رحمه الله تعالى: إنه حرام عند الشافعي رحمه الله تعالى و عندنا كذلك؟ وأين قال غيره: إنه مكروه؟ فليحرر عبارات الشامي رحمه الله وغيره بتسمية الكتاب و بتعيين الباب والصفحة وتوضيح بألفاظها.

إن كان المراد بقول الشامي عبارته التي ذكرها في رد المحتار في كتاب الطهارة تحت "مطلب في حكم وطء المستحاضة ومن بذكره نجاسة" بعنوان [تنبيه]: "أفتى بعض الشافعية بحرمة جماع من تنجس ذكره قبل غسله، إلا إذا كان به سلس، فيحل كوطء المستحاضة مع الجريان، و يظهر أنه عندنا كذلك" (۱)۔ فالظاهر أن المراد بتنجس الذكر تنجسه بغير المني، والمني عند الشافعية طاهر۔

وإن كان مراد الشامي رحمه الله تعالى تنجسه بالمني على سبيل التنزل ولو كان بعيدًا جدًا، فهو رأيه واجتهاده، و هو ليس بمحرم، بل المحرم يكون بالنص القطعي و ما في معناه. وإن كان المراد بقول الشامي رحمه الله عبارة أخرى فيحرر.

—— ۵/۳۵۸، الباب التاسع عشر في الختان والخصاء وغيره وشبهه)

(وكذا في امداد الفتاوى: ۱/۲۸، باب الغسل، مكتبه دار العلوم كراچى)

(۱) (رد المحتار، باب الحيض، مطلب في حكم وطء المستحاضة الخ: ۱/۲۹۸، سعيد)

= اور فقہاء نے فرمایا ہے:

"اگر جنبی اپنی بیوی سے دوبارہ ملاقات کا ارادہ کرے تو مستحب یہ ہے کہ وضو کرلے پھر کوئی حرج نہیں"۔

یہی ظاہر ہے کہ ذکر کا دھونا بھی مستحب ہے۔

جوہرہ میں طہارۃ کے باب ثانی کے ذکر میں فرمایا ہے کہ "جنبی کے لئے وضو کرنے سے قبل سونے اور دوبارہ ملاقات کرنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر وضو کرلے تو بہتر ہے"۔

قنیہ میں ص ۵۳ میں اسی طرح در مختار کے ص ۲۳ میں بھی اسی طرح ہے اور اوجز میں فرمایا ہے:

"میں کہتا ہوں کہ ان کی (فقہاء کی) عبارات کا مقتضی یہ ہے کہ نائم کے لئے وضو آکل کی وضو سے زیادہ مؤکد ہے، جبکہ ان میں سے بعض مثلاً باقی (طحاوی وغیرہم) کا کلام آکل میں عدم استحباب کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہی ظاہر ہے کہ آکل کے بالمقابل نوم میں زیادہ تاکید ہے۔

الشیخ ابن تیمیہ نے منتقی الاخبار میں "استحباب الوضوء لمن اراد النوم" باب قائم کیا ہے پھر اس کے بعد "باب تاکید ذلک للجنب واستحباب الوضوء لاجل الاکل والشرب والمعاودة" قائم کیا ہے اور یہ اس میں نص ہے کہ نوم کیلئے وضو ان چیزوں کے مقابلہ میں زیادہ مؤکد ہے"۔

اور بدائع میں فرمایا ہے:

"جنبی کے لئے سونے اور بیوی سے دوبارہ ملاقات کرنے میں کوئی حرج نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کی بناء پر کہ "انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم میں سے کوئی جنبی ہونے کی حالت میں سوسکتا ہے؟" ارشاد فرمایا: "ہاں اور نماز کے وضو جیسا وضو کرلے"۔

اور جنبی کو وضو سے قبل بھی سونا جائز ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا گیا ہے کہ "انہوں نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جنبی ہونے کی حالت میں پانی چھوئے بغیر سوجاتے تھے الخ"۔

"پانی کو چھوئے بغیر" کے لفظ سے معلوم ہوگیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سوگئے پانی چھوئے بغیر، نہ وضو کے لئے چھوا نہ اس کے غیر کے لئے۔

اوجز المسالک میں ص ۲۳ میں ہے

"یحیی رحمہ اللہ نے بیان کیا امام مالک رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا اس شخص کے بارے میں جس کے لئے کئی بیویاں اور متعدد لونڈیاں ہیں، آیا وہ سب سے وطی کرسکتا ہے غسل کرنے سے قبل؟ فرمایا کوئی حرج نہیں یعنی بالاتفاق جائز ہے کہ کوئی شخص اپنی باندی یا باندیوں سے ملاقات کرے غسل کرنے سے قبل مگر وضو کرنا مستحب ہے اور اس کا اقل درجہ شرمگاہ کو دھولینا ہے دوبارہ ملاقات کرنے کے لئے، اور وضو نشاط کا بھی باعث ہے جیسا کہ وارد ہوا ہے" فقط واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

باب المیاہ

الفصل الأول في الماء الطاهر والنجس

(پاک اور ناپاک پانی کا بیان)

ماءِ مستعمل

سوال [۱۸۷۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں:

زید کہتا ہے کہ اگر لوٹے میں وضو کے لئے پانی رکھا گیا اور محدث کی انگلی یا کسی اور شخص کی جو کہ بے وضو ہو انگلی پڑ گئی تو وہ پانی ماءِ مستعمل ہو جاتا ہے اور پھر اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے۔ ماءِ مستعمل کب ہوتا ہے اور کتنے عضو کے پانی میں پڑنے سے پانی مستعمل ہو جاتا ہے؟

"وكذا إذا وقع الكوز في الحب فأدخل يده فيه إلى المرفق لإخراج الكوز لا يصير مستعملاً، بخلاف ما إذا أدخل يده في الإناء أو رجله للتبرد، فإنه يصير مستعملاً لعدم الضرورة، هكذا في الخلاصة. و يشترط إدخال عضو تام لصيرورة الماء مستعملاً في الرواية المعروفة عن أبي يوسف، كذا في المحيط. و بإدخال الإصبع والإصبعين لا يصير مستعملاً، كذا في الظهيرية" فتاوی عالمگیریہ ۱/۲۲۔ جواب مفصل ومدلل فرمائیں۔

نیز خط کشیدہ عبارت کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا، اس کا مطلب بھی سمجھا دیجئے کہ یہ قول معتبر ہے یا نہیں، اور نیز معترض یہ بھی وجہ بیان کرتا ہے کہ چونکہ حصہ انگلی یا انگلی ڈوب جانے سے اس حصہ کی نجاست حکمیہ زائل ہوگئی، لہذا وہ پانی مستعمل ہو گیا۔ کنویں سے گھڑا بھرا جاتا ہے اور اس کو ہاتھ سے پکڑ کر اٹھایا جاتا ہے جس سے اس میں اکثر انگلیاں ڈوب جاتی ہیں، لہذا زید کے کہنے کے مطابق اس سے وضو جائز نہیں اور ہم لوگوں کے یہاں یہی طریقہ پانی لانے میں ہے تو کیا ایسی صورت میں اس پانی سے وضو کی ہوئی نمازیں بھی

باطل ہوں گی۔ کیا یہ شبہ صحیح ہے؟

حافظ عبدالرحمن، قصبہ بھنگہ، ضلع بہرائچ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مائے مستعمل سے وضو جائز نہیں، لیکن اگر مائے مستعمل اور غیر مستعمل مخلوط ہوں اور غیر مستعمل زیادہ ہو تو وضو جائز ہے کیونکہ مفتیٰ بہ اور مختار قول کے مطابق مائے مستعمل طاہر غیر مطہر ہے۔ جب لوٹے میں ایک انگلی، یا کٹورے میں چند انگلیاں ڈوب جائیں تو اس سے وہ تمام یا اکثر مستعمل نہیں ہوتا، بلکہ جس قدر حصہ ماء سے انگلی ملاقی ہوئی ہے، اسی قدر حصہ مستعمل ہوگا اور وہ بہت ہی قلیل مقدار ہے:

"والمستعمل في المائع الذي لا وصف له كالماء المستعمل تكون بالوزن، وعلى هذا الاعتبار يجري في ماء ألقي الماء المستعمل في المطلق أو انغمس الرجل فيه على ما هو الحق. وأما ما في كثير من الكتب من أن الجنب إذا أدخل يده أو رجله في الماء فسد الماء فمبني على رواية نجاسة الماء المستعمل، وهي رواية شاذة، وأما على المختار للفتوى فلا.

قال في البحر: فإذا عرفت هذا فلا تتأخر عن الحكم بصحة الوضوء أي والغسل من الفساقي الصغار الكائنة في المدارس والبيوت؛ إذ لا فرق بين استعمال الماء خارجاً ثم صبه في الماء المطلق وبين ما إذا انغمس فيه، فإنه لا يستعمل منه إلا ما تساقط عن الأعضاء أو لاقى الجسد فقط، وهو بالنسبة لباقي الماء قليل، ويهون عليك هذا الكلام من يقول بعدم الجواز على القول الضعيف لا الصحيح. فالحاصل أنه يجوز الوضوء والغسل من الفساقي الصغار ما لم يغلب على ظنه أن الماء المستعمل أكثر أو مساو، ولو لم يغلب على ظنه وقوع نجاسة فيه، وتمامه فيه"(۱)۔

"واعلم أن حكم الماء المستعمل حكى بعضهم فيها اختلافاً على ثلاث روايات. وقال مشايخ العراق: لم يثبت في ذلك اختلاف أصلاً، بل هو طاهر غير طهور عند أصحابنا جميعاً. قال شيخ الإسلام في شرح الجامع الصغير: وهو المختار عندنا، وهو المذكور في عامة كتب

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۲۲، كتاب الطهارة، قديمي)

محمد عن أصحابنا، واختاره المحققون من مشايخ ما وراء النهر، وقال في المجتبى: وقد صحت الروايات عن الكل أنه طاهر غير طهور، إلا الحسن، فروايته شاذة غير مأخوذ بها، كما في مجمع الأنهر الخ". طحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۱۶، ۱۷(۱)۔

علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بحر میں اور شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے رد المحتار میں اس پر تفصیلی کلام کیا ہے۔

حاشیہ عبارت کا مطلب بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی ظرف میں اگر پورا ہاتھ دیا جائے اور وہ ظرف زیادہ کشادہ ہو تو اس پانی کا اکثر حصہ ہاتھ سے ملاقی ہو کر مستعمل ہو جائے گا، اگر صرف ایک دو انگلی اس میں داخل کرے تو اس سے وہ تمام پانی مستعمل نہ ہوگا، چونکہ اس طرح اکثر حصہ انگلی سے ملاقی نہ ہوگا بلکہ اقل ملاقی ہوگا اور غالب غیر مستعمل کو حاصل رہے گا، پس تمام پانی سے وضو کے جواز کا حکم دیا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/ جمادی الاولیٰ/ ۶۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۷/ جمادی الاولیٰ/ ۶۹ھ۔

ماءِ مستعمل کسے کہتے ہیں؟

سوال [۱۸۴۳]: زید و عمرو بکر کا باہم تنازع ماءِ مستعمل میں ہے۔ زید کا بیان ہے کہ ماءِ مستعمل وہ پانی کہلاتا ہے کہ غسل یا وضو کرتے ہوئے اعضاء سے جدا ہو کر زمین پر گرے، اسی ماءِ مستعمل کا یہ حکم بیان کیا جاتا ہے کہ وہ خود پاک ہے لیکن دوسری شئی کو پاک نہیں کر سکتا، خواہ نجاست حقیقی ہو یا حکمی دور کی جاتی، مگر چونکہ اس کو بقصد قربت استعمال کیا جاتا ہے اور نیز اس سے حدث کا ازالہ ہوتا ہے اس وجہ سے اس کا یہ حکم رکھا گیا ہے۔ بکر کا بیان ہے: زید نے مستعمل کی تعریف کرتے ہوئے یہ دعوی کرتا ہے کہ وضو کرتے ہوئے جو پانی مساجد کی نالیوں میں گرتا ہے وہ ماءِ مستعمل ہے، خود پاک ہوتا ہے لیکن دوسری شئی کو پاک نہیں کر سکتا، اور وہ پانی جو کہ بغیر وضو

(۱) حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الطهارة، ص: ۲۳، قديمي

(وكذا في رد المحتار: ۱/۱۹۸، مبحث الماء المستعمل، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۹۲، مبحث الماء المستعمل، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۳۰، المياه، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أفتي بغير علم، فإثمه على من أفتاه". رواه أبو داؤد". مشکوٰۃ شریف، ص: ۳۵(۱)۔

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کو بغیر علم کے فتویٰ دیا گیا تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہوگا"۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۱۲/ جمادی الثانیہ/۵۲ھ۔

صحیح: سعید احمد، مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

مائے مستعمل کے قطروں کا جسم یا کپڑوں پر گرنا

سوال [۱۸۷۵]: وضو کرنے کی حالت میں یا وضو کرنے کے بعد اگر وضو کا پانی جسم پر یا جسم کے کسی کپڑے پر گر جائے تو اس صورت میں کپڑا یا وہ حصہ جسم کا جس پر مائے مستعمل گر گیا ہے تو کیا وہ جگہ نجس ہو گیا یا وہ کپڑا ناپاک ہو گیا؟ براہ مہربانی مفصل مدلل مع ثبوت احادیث مستند وکتب فقہ تحریر فرمایئے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس پانی سے مفتیٰ بہ قول کے موافق نہ جسم ناپاک ہوتا ہے نہ کپڑا:

"والماء المستعمل لقربة أو رفع حدث إذا استقر في مكان طاهر لا مطهر". بحر: ۱/ ۹۰ (۲)۔ "وأما ما مسح بالمنديل أو تقاطر على الثوب فهو مستعمل، إلا أنه لا يمنع جواز الصلوٰة؛ لأن الماء المستعمل طاهر عند محمد، وهو المختار الخ". بحر: ۱/ ۹۸ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۵/۵۵ھ۔

صحیح: سعید احمد، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ صحیح: عبد اللطیف۔

---

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب العلم، قبیل الفصل الثالث، ص: ۳۵، قدیمی)

(۲) (البحر الرائق: ۱/ ۹۳، مبحث الماء المستعمل، رشیدیہ)

(۳) (البحر الرائق: ۱/ ۹۸، مبحث الماء المستعمل، رشیدیہ)

ماءِ مستعمل کا حکم

سوال [۱۸۲۷]: ۱... وضو کا مستعمل پانی جو نالی میں گرتا ہے وہ پاک ہے یا ناپاک؟ اگر وضو کرتے وقت جلدی میں ٹوپی نالی میں گر گئی اور بغیر دھوئے ہوئے پہن کر نماز پڑھ لی تو اس کی نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟

۲... ایسے ہی غسل خانہ میں کوئی نجاست نظر نہیں آتی، ایک شخص نے دیوار پر کپڑے رکھے، وہ ہوا سے غسل خانہ میں گر گئے اور اس نے بلا دھوئے نماز پڑھ لی تو اس کی نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱... ماءِ مستعمل مفتیٰ بہ قول پر پاک ہے، اگر وضو کی نالی میں کوئی نجاست نہیں تھی تو اس ٹوپی کو اوڑھ کر نماز پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوئی (۱)۔

۲... ان کپڑوں کا حکم بھی یہی ہے، تاہم ایسی ٹوپی کپڑوں کا دھو لینا احوط ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۳/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۳/۹۰ھ۔

جنبی اور حائضہ کے استعمال شدہ پانی کا حکم

سوال [۱۸۲۸]: جنبی اور حائضہ کا ماءِ مستعمل پاک ہے یا ناپاک؟ یعنی جنبی اور حائضہ کا ماءِ مستعمل ماءِ قلیل یا کنویں وغیرہ میں گر جائے تو وہ پاک رہے گا یا ناپاک؟ اسی طرح اگر کپڑے وغیرہ میں ایک

---

(۱) "اتفق أصحابنا رحمهم الله أن الماء المستعمل ليس بطهور حتى لا يجوز التوضؤ به. واختلفوا في طهارته، قال محمد رحمه الله تعالى: هو طاهر، وهو رواية عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى، وعليه الفتوى، كذا في المحيط". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۲، كتاب الطهارة، الفصل الثاني فيما لا يجوز به التوضؤ، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۴۰، المياه، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۲) "في النوازل: روى عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى أن الماء المستعمل [illegible] وعنه: إذا اجتمع في موضع، ثم أصاب الثوب، أما إذا تقاطر من أعضائه وأصاب الثوب، فإنه لا يفسد في قولهم جميعاً". (التاتارخانية: ۱/۱۳۴، الماء المستعمل، إدارة القرآن، كراچی)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۱۵۱، الماء المستعمل، سهيل اكيڈمی، لاهور)

درہم سے زیادہ لگ جائے تو اس کپڑے سے نماز درست ہوگی یا نہیں؟ اگر پانی مستعمل اس کا ناپاک ہے تو پھر ان عورتوں کا کھانا وغیرہ بنانا وغیرہ امور میں اشتباہ پیدا ہو جائے گا۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

جب حائض نفساء کے ہاتھ دھو دے تو وہ پانی نجس نہیں، جب کہ اس ہاتھ پر نجاست حقیقیہ نہ لگی ہو(۱) ایسا پانی اگر کنویں میں گر جائے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

عورت کے بچے ہوئے پانی سے مرد کا وضو کرنا

سوال [۸۰۸]: ایک لوٹے میں پانی لیکر عورت نے وضو کیا، حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس لوٹے کے بچے ہوئے پانی سے مرد کا وضو کرنا جائز ہے؟

نظام، برق ۹۲۵ھ۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

مجھے ان کے مذہب کی تحقیق نہیں(۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "وفي فتاوى قاضي خان: المحدث أو الجنب إذا أدخل يده في الإناء للاغتراف وليس عليه نجاسة، لا يفسد الماء، يعني لا ينجس ولا يصير مستعملاً الخ". (الحلبي الكبير، ص: ۱۵۲، الماء المستعمل، سهيل اكيدمي، لاهور)

(وكذا في فتح القدير: ۱/۸۵، لمنة المستعمل، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/۲۱۳، إدارة القرآن، كراچي)

(۲) "وإذا انتضح من غسالة الجنب في الإناء لا يفسد الماء، أما إن سال فيه سيلاناً فيه يفسده، وعلى هذا حوض الحمام، وعلى قول محمد رحمه الله تعالى وهو المختار: لا يفسده مالم يغلب عليه على ما تقدم الخ". (الحلبي الكبير، ص: ۱۵۲، الماء المستعمل، سهيل اكيدمي، لاهور)

(وكذا في المبسوط للسرخسي: ۱/۴۴، باب الوضوء والغسل، مكتبه حبيبه كوئته)

(۳) "ولا يجوز للرجل أن يتوضأ ويغتسل بفضل المرأة، ومفاده أنه يكره تحريماً، وعند الإمام أحمد إذا اختلت امرأة مكلفة بماء قليل كخلوة نكاح، وتطهرت به في خلوتها طهارة كاملة عن حدث —

ریل گاڑی کے بیت الخلاء کے پانی کا حکم

سوال [۱۸۷۹]: ریل گاڑی کے پاخانوں (بیت الخلاء) میں جو پانی ہوتا ہے وہ پاک سمجھا جائے گا یا ناپاک؟ اس میں پانی ہوتے ہوئے تیمم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ اس پانی سے وضو کرتے ہوئے طبیعت کو کراہت معلوم ہوتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ پانی پاک ہے، محض کراہت کی وجہ سے ترک نہ کیا جائے (۱)۔ ایسی حالت میں تیمم درست نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

ماہنامہ کانپور، اکتوبر ۵۹ء۔

بارش کا پانی پرنالہ میں روک کر اس سے وضو کرنا

سوال [۱۸۸۰]: کافی دنوں کے بعد جب بارش ہو تو ابتدائی چند منٹ کے بعد پرنالہ کا پانی کسی برتن وغیرہ میں روک کر اس پانی کو استعمال میں لانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

درست ہے جب کہ اس میں کوئی نجاست نہ ہو (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

لا يصح لمن خاف أو خشي أن يرتفع به حدثه، كما هو مسطور في متون مذهبه الخ» (رد المحتار: ۱/۱۳۲، مطلب الإسراف في الوضوء، سعيد)

(وكذا في الجامع الترمذي: ۱/۱۹، باب كراهية فضل طهور المرأة، سعيد)

(۱) «عند أبي يوسف لا بأس بالوضوء به إذا لم يغير أحد أوصافه. كذا في شرح الوقاية. وفي النصاب وعليه الفتوى. كذا في المضمرات» (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۱، الباب الثالث في المياه وشبهه)

(وكذا في الهداية: ۱/۳۳، الماء الذي يجوز به الوضوء، شركة علمية ملتان)

(وكذا في الحلبي الكبير: ص ۹۳، المياه، إدارة القرآن كراچی)

(۲) «من شك في إنائه أو ثوبه أو بدنه أصابته نجاسة أو لا، فهو طاهر ما لم يستيقن. وكذا الآبار والحياض والجباب الموضوعة في الطرقات، ويستقي منها الصغار والكبار، والمسلمون والكفار» الخ

دوا سے رنگ اور مزہ تبدیل ہونے والے پانی کا حکم

سوال [۱۸۸۱] : سرکاری طرف سے دفع ہیضہ وغیرہ امراض کے لئے کنویں میں جو دوا ڈالی جاتی ہے اور اس کی وجہ سے رنگ اور بو بدل جاتی ہے تو اس پانی کا حکم کیا ہے اور رنگ و بو نہیں بدلتی تو کیا حکم ہے؟ امید ہے جواب شافی اور کافی سے مطلع فرما کر شاد کام فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر کسی پاک جامد چیز کے ملنے سے پانی کے تمام اوصاف بغیر پکائے متغیر ہو جائیں لیکن پانی اپنی رقت اور سیلان پر باقی رہے اور اس کا نام بدل کر نیا نام پیدا ہو تو ایسے پانی سے وضو درست ہے:

"والغلبة تحصل في مخالطة الجامد من المائعات الطاهرات بإخراج الماء عن رقته، فلا ينعصر عن الثوب، أو إخراجه عن سيلانه فلا يسيل على الأعضاء سيلان الماء. وأما إذا بقي على رقته و سيلانه، فإنه لا يضر: أي لا يمنع جواز الوضوء به تغير أوصافه كلها بجامد خالطه بدون طبخ كزعفران وفاكهة وورق شجرة اهـ". مراقي الفلاح. "قوله: فالطاهرة إما الجامدة فتحصل الغلبة منه مطلقاً والأكثر إن ظهر أحد أوصافها اهـ". طحطاوي، ص: ۱۷، ۱۶(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/ذی قعدہ/۵۹ھ۔

جس پانی کے اوصاف بدل گئے ہوں اس سے وضو

سوال [۱۸۸۲] : ایک گاؤں میں ایک بہت بڑا گڑھا ہے اور اس میں پانی بھی بہت ہے مگر بوجہ آمد و رفت چوپایوں کے اس کے تین اوصاف میں سے ایک وصف بدل جاتا ہے اور صاحب قرآن کو بغیر اس کے

= (والدر المختار مع رد المحتار: ۱/۱۵۱، مطلب في نواقض الوضوء، سعید)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۱/۲۹۲، نوع آخر في مسائل الشك، إدارة القرآن، كراچي)

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۲۵، كتاب الطهارة، قديمي)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۹۰، باب المياه، سهيل اكيدمي، لاهور)

الجواب حامداً و مصلیاً:

ایسے پانی سے وضو اور غسل جائز ہے جب کہ وہ دہ در دہ سے بھی زیادہ ہے تو وہ ماء جاری کے حکم میں ہے، کسی وصف کے بدلنے سے اس کا حکم نہیں بدلے گا، لیکن اس پانی کے موجود ہوتے ہوئے تیمم جائز نہیں، البتہ اگر اس میں نجاست کا کوئی اثر نمایاں طور پر ظاہر ہو جائے مثلاً تمام پانی میں نجاست کا مزہ آجائے یا اس کا رنگ غالب ہو جائے تو اس سے وضو جائز نہیں۔

"الماء إذا كان عشراً في عشر بحوض مربع، أو ستة وثلاثين في مدور، وعمقه أن يكون بحال لا تنكشف أرضه بالغرف منه على الصحيح، وقيل: يقدر عمقه بذراع أو شبر، فلا ينجس إلا بظهور وصف النجاسة فيه حتى موضع الوقوع، وبه أخذ مشايخ بلخ توسعة على الناس. والتقدير بعشر في عشر هو المفتى به" اهـ. مراقي الفلاح على حاشية الطحطاوي، ص: ۱۷ (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبد اللطیف، ۱۲/محرم/۱۳۵۹ھ۔

دودھ، چھاچھ، شوربہ سے وضو

سوال [۱۸۸۴]: دودھ، چھاچھ، نل وغیرہ سے وضو درست ہے یا نہیں؟ جس پانی میں دودھ یا چھاچھ غالب ہو اور دودھ کے رنگ ہو اور تھوڑا سا صفت سیلان باقی ہے؟ اسی طریقے سے بادل پانی کے اندر ڈال کر غسل کرتے ہیں، فقہائے کرام یہ لکھتے ہیں کہ جب پاک شئی پانی کے اندر مل جائے جیسے صابون وغیرہ تو جب تک صفت سیلان باقی ہو اس سے وضو غسل درست ہے تو وہ شوربا جس کے اوپر روغن کا نام و نشان نہ ہو اس سے وضو کیا جا سکتا ہے یا نہیں کر سکتے؟

---

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۱۷، كتاب الطهارة، قديمي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۸، باب المياه، رشيدية)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۹۹، في أحكام الحياض، سهيل اكيدمي لاهور)

پوچھنا درست ہے: "لما دام على العضو لا يصير مستعملاً اھ". بحر: ۱/۹۳(۱)۔

تنبیہ: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غسالہ شریف پر دوسروں کے غسالہ کو قیاس نہ کیا جائے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰ھ۔

برکت کے لئے زمزم سے بدن اور کپڑے دھونا

سوال [۱۸۸۵]: خانہ کعبہ میں جو لوگ آب زمزم سے نہاتے ہیں اور کپڑے دھوتے ہیں ان کے لئے نہانا اور کپڑے دھونا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

برکت کے لئے بدن پر اور کپڑوں پر ڈالنا درست ہے، نجاست اس سے زائل نہ کی جائے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۳/۱۴۰۱ھ۔

---

(۱) (البحر الرائق: ۱/۹۸، الماء المستعمل، رشیدیہ)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۲۳، كتاب الطهارة، قديمي)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۴۳، الماء المستعمل، دار إحياء التراث، بيروت)

(۲) "ولقد صح أن أصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بادروا إلى وضوئه، فمسحوا به وجوههم، فلو كان نجساً لمنعهم كما منع أبا طيبة الحجام عن شرب دمه". (العناية شرح الهداية على هامش فتح القدير: ۱/۸۹، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(۳) "يجوز الاغتسال والتوضؤ بماء زمزم إن كان على طهارة للتبرك، فلا ينبغي أن يغتسل به جنب ولا محدث، ولا في مكان نجس، ولا يستنجى به، ولا يزال به نجاسة حقيقية، وعن بعض العلماء تحريم ذلك، وقيل: إن بعض الناس استنجى به فحصل له باسور". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۲۲، الطهارة، قديمي)

(وكذا في رد المحتار: ۲/۶۲۵، كتاب الحج، مطلب في كراهة الاستنجاء بماء زمزم، سعيد)

جس جگہ سے بال اکھڑے ہوں اس کا حکم اور ان بالوں کا حکم

سوال [۱۸۱۰]: ۱... آدمی کے بال اگر اکھڑ جائیں تو ان بالوں کا سرا پاک ہے بجز اس چکنائی کے جو اس میں لگی ہوتی ہے (شامی)۔ آپ پوچھنا یہ ہے کہ جو بال کنگھی کرتے وقت اکھڑتے ہیں اور ان کے ساتھ جو چکنائی ہوتی ہے ان بالوں کا سرا ناپاک ہے یا نہیں؟

۲... داڑھی کو برابر کرتے وقت جو بال اکھڑ جاتے ہیں اور ان کے ساتھ جو چکنائی ہوتی ہے وہ ناپاک ہے یا نہیں؟

۳... ایسے چکنائی والے بال اگر وضو کے بعد کوئی اکھڑ جائے یا اکھڑ جائے تو وضو ٹوٹے گا یا نہیں؟

۴... اگر یہ چکنائی والے بال کسی پانی وغیرہ کے برتن میں گریں تو وہ پانی پاک ہوگا یا ناپاک؟

۵... اگر سر دھوتے ہوئے بال اکھڑیں تو ہاتھ ناپاک ہوگا یا نہیں؟

۶... جس جگہ سے وہ بال اکھڑیں وہ جگہ پاک ہوتی ہے یا نہیں؟

۷... اگر وضو کے بعد وہ بال اکھڑیں یا اکھڑ جائیں تو وہ جگہ دوبارہ دھونی پڑے گی یا نہیں؟

۸... اگر کپڑے پر یا ہاتھ پر وہ بال گریں تو ناپاک ہوں گے یا نہیں؟

مولوی اسماعیل احمد بھولی، یوسف خان پورہ ضلع کھروچ گجرات۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... ناپاک ہے۔

۲... ناپاک ہے(۱)۔

۳... اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔

---

(۱) "(قوله: شعر الإنسان غير المنتوف) أما المنتوف فنجس، والمراد رؤوسه التي فيها الدسومة" (رد المحتار: ۱/۲۰۶، مطلب في أحكام الدباغة، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۱۹۱، الطهارة، رشيدية)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۸۶، كتاب الطهارة، قبيل، مكتبه امدادية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۴، الفصل الثاني فيما لا يجوز به التوضوء، رشيدية)

۴... مقدار ظفر ہو تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔

۵... ہاتھ پر چکنائی لگے تو ناپاک ہوگا ورنہ نہیں (۱)۔

۶... نہیں۔

۷... نہیں۔

۸... چکنائی لگ جائے تو ناپاک ہے ورنہ نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۳/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۳/۹۲ھ۔

☆ ..... ☆ ..... ☆ ..... ☆ ..... ☆

(۱) "أقول: و عليه فما يبقى بين أسنان المشط ينجس الماء القليل إذا بل فيه وقت التسريح، لكن يؤخذ من المسألة الآتية كما قال: إن ما خرج من الجلد مع الشعر إن لم يبلغ مقدار الظفر لا يفسد الماء. تأمل" (رد المحتار: ۱/۲۰۶، مطلب: أحكام الدباغة، سعيد)

ناپاک کنواں غیر مسلموں کے پانی نکالنے سے پاک ہوگا یا نہیں؟

سوال [۱۸۰۴]: ۱..... دو مرغ لڑ کر کنویں میں گر گئے ایک زندہ نکال لیا گیا، دوسرا مرگیا اور اسے دوسرے دن نکالا گیا، پانی نکالنا معلوم تھا، لیکن ایک غیر مسلم کے مکان میں آگ لگنے کی وجہ سے اس سے پانی پورا نہیں نکالا گیا، دوسرے ہندو لوگ مرغ نکالنے پر فوراً پانی بھرنا شروع کر دیا تھا، آیا غیر مسلم کے پانی نکالنے پر کنواں پاک ہوگا یا نہیں؟

۲..... کیا پانی نکالنے کے لئے نیت ضروری ہے؟ پانی نکالنا جبکہ واجب ہے، اگر غیر مسلم پانی نکال کر استعمال میں لے آئیں جتنا واجب تھا کنواں پاک ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱، ۲..... کنواں ناپاک ہونے پر جس قدر پانی نکالنا واجب ہے (کل یا جز) اتنا پانی مسلم یا غیر مسلم جس نیت سے بھی نکال دے کنواں پاک ہو جائے گا(۱) اور پھر مسلمان کے لئے استعمال کرنا درست ہو جائے گا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

بالٹی میں ناپاک کپڑا دھو کر بغیر پاک کئے کنویں میں بالٹی ڈال دی

سوال [۱۸۰۵]: میں نے ناپاک کپڑے کو پاک کرنے کی غرض سے کنویں سے بالٹی میں پانی نکال کر کپڑے کو اٹھایا کہ اتفاقاً دو چار قطرے پانی اس ناپاک کپڑے سے ٹپک کر بالٹی میں پڑ گیا، پانی تو میں نے اس بالٹی کا پھینک دیا مگر بے خیالی میں اس بالٹی کو تین مرتبہ دھوئے بغیر میں نے کنویں میں ڈال دیا۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا ایسی صورت میں کنواں پاک رہا یا ناپاک ہوگا؟ یہ کنواں مسجد کا ہے اس کی ایک الگنی (کپڑے لٹکانے کی رسی یا ڈوری) ہے جس پر پاک وناپاک ہر قسم کے کپڑے سکھائے جاتے ہیں، اس الگنی کا کیا حکم ہے؟ کیا ہم ایسے پاک کپڑے اس الگنی پر سوکھنے کے لئے ڈال سکتے ہیں؟

---

(۱) کتب فقہ میں پانی نکالنے اور کنواں پاک ہونے میں مسلم وغیر مسلم کا کوئی فرق نہیں بتایا گیا ہے، لہٰذا جو بھی مقدار واجب پانی نکال دے تو کنواں پاک ہو جائے گا اور اس کا استعمال درست ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ناپاک کپڑا پانی میں ڈال کر دھوکر نکالا اور بغیر پاک کیے پانی کنویں میں ڈال دیا تو کنواں ناپاک ہوگیا سب پانی نکالنا ضروری ہے(۱) اس سے پہلے اس کے پانی سے وضو کرکے جو نمازیں پڑھی گئی ہیں ان کا اعادہ کیا جائے(۲) اور جس کپڑے یا بدن کو ایسا پانی لگا ہے اس کو بھی پاک کیا جائے، مسجد کے فرش پر بھیگا پیر رکھا ہو پھر وہ فرش خشک ہوگیا تو اس کو پاک کرنے کی ضرورت نہیں(۳)۔

اس کی الگنی پر کپڑا سکھانے کی اجازت ہے، اگر اس پر ناپاک کپڑا ڈالا گیا تھا اور وہیں ناپاکی کا اثر الگنی پر نہیں تھا، نہ اس پاک کپڑے پر آیا جو سکھانے کے لئے ڈالا گیا تو پاک نہیں ہوا(۴)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۲/۱۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

گوبر لیپے ہوئے حصۂ زمین پر پانی کا مٹکا رکھا پھر اس کو کنویں میں ڈالا

سوال[۱۸۹۲]: گوبر کا لیپا ہوا زمین پر پانی سے بھرا ہوا مٹکا یا پانی وغیرہ رکھتے ہیں اور پھر وہ زمین بھیگ کر گیلی ہوجاتی ہے اور گوبرا لودہ پانی مٹکے کے نیچے چپکا رہ جاتا ہے پھر اس کو کنویں میں ڈالتے ہیں۔ کیا کنواں ناپاک ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر پانی میں گوبر لگا ہوا نہیں ہے، صرف پانی کی تری اس میں موجود ہے تو اس سے کنواں ناپاک نہ

---

(۱) "ولو وقعت في البئر خشبة نجسة أو قطعة ثوب نجس ... وجب منها نزح عشرين دلواً الخ". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۰، الثالث: ماء الآبار، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/۱۸۷، إدارة القرآن، كراچي)

(۲) "وإن علم وقت وقوعها يعيدون الوضوء والصلاة من ذلك الوقت بالإجماع". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۰، الثالث: ماء البئر، رشيديه)

(۳) "الأرض تطهر باليبس وذهاب الأثر للصلاة". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۴، باب الأنجاس، رشيديه)

(۴) "ويشارك الأرض في حكمها كل ما كان ثابتاً فيها كالحيطان والأشجار والكلأ والقصب ما دام قائماً عليها". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۴، باب الأنجاس، رشيديه)

بچہ کنویں میں گر گیا اور اس پر ناپاکی نہیں تھی

سوال [۱۸۹۹]: کنویں میں ایک نابالغ سمجھدار بچہ گر گیا اور زندہ نکل آیا، اس کے بدن پر کپڑے تھے، وہ نمازی نہیں اور نہ استنجا پاک کرتا ہے۔ کنویں کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

نابالغ مگر سمجھدار لڑکا کنویں میں گر کر زندہ نکل آیا اور اس کے کپڑوں اور بدن پر ناپاکی نہیں تھی تو کنواں ناپاک نہیں (۱)، تاہم احتیاطاً چالیس، پچاس ڈول پانی نکال دیا جائے تا کہ لوگوں کو وسوسہ نہ ہو۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۴/۱۳۹۵ھ۔

کیا کنویں میں غیر مسلم کے اترنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے؟

سوال [۱۹۰۰]: ایک ہندو آدمی کنویں میں دو چار غوطے لگائے تو کتنے ڈول پانی کنویں میں سے نکال دیئے جائیں تا کہ کنویں کا پانی پاک ہونے پر استعمال کرنے لگ جائیں؟ فقط۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر وہ خوب غسل کر کے کنویں میں داخل ہوا ہے تب تو پانی نکالنے کی ضرورت نہیں۔ اور اگر غسل کر کے وہ پاک ہو کر داخل نہیں ہوا ہے اور اس کے بدن پر کسی نجاست کا ہونا متعین نہیں تو احتیاطاً کنویں کا تمام پانی نکالا جائے اور اگر اس کے بدن پر نجاست تھی تو تمام پانی کا نکالنا واجب ہے: "عن أبي حنيفة أنه قال في الكافر: إذا وقع حتى لو تيقن بطهارته بأن اغتسل ثم وقع في البئر ساعته، لا ينزح منها شيء الخ". بدائع: ۱/۷۴ (۲)۔

قال الشامي: "أقول: ولعل نزحها للاحتياط الخ" (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۵/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/ جمادی الاولیٰ/ ۵۵ھ۔

---

(۱) "قيد بالموت: لأنه لو أخرج حياً وليس بنجس العين ولا به حدث أو جنب، لم ينزح شيء، إلا أن يدخل فمه الماء، فيعتبر بسؤره الخ". (الدر المختار، ۱/۲۱۳، فصل البئر، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۱۵۹، فصل في البئر، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(۲) "وروي عن أبي حنيفة أنه قال في الكافر إذا وقع في البئر، ينزح ماء البئر كله؛ لأن بدنه لا يخلو عن نجاسة حقيقية أو حكمية، حتى لو تيقن بطهارته بأن اغتسل ثم وقع في البئر من ساعته، لا ينزح منها شيء". (بدائع الصنائع: ۱/۲۱۴، مطلب في البئر، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۳) (رد المحتار: ۱/۲۱۳، فصل في البئر، سعيد)

کنویں میں جنبی شخص کے اترنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے یا نہیں؟

سوال [۱۰۰۱]: ایک شخص کو احتلام ہوا، جب وہ خواب سے بیدار ہوا تو بغیر استنجا پاک کئے غسل کرنے کے لئے کنویں میں اترا، یہ کنواں دہ در دہ نہیں تھا۔ اس صورت میں کیا وہ شخص طاہر ہو گیا یا نہیں؟ نیز کنویں کا پانی طاہر ومطہر رہے گا یا نہیں؟ نیز اگر وہ شخص استنجا اور بدن سے نجاست دور کرنے کے بعد غسلِ جنابت کے لئے کنویں میں اترے تو اس صورت میں کنویں اور شخص مذکور کا کیا حکم ہے؟ براہ کرم مفصل ومدلل جواب مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر پانی سے استنجا نہیں کیا بلکہ بدن پر نجاست حقیقیہ موجود تھی تو وہ طاہر نہیں ہوا اور تمام پانی نجس ہو گیا، اس پانی کی وجہ سے تمام بدن بھی نجاست میں ملوث ہو گیا۔ اگر پانی سے استنجا کر کے نجاست حقیقیہ کو زائل کر چکا تھا تو صحیح یہ ہے کہ وہ آدمی طاہر ہو گیا اور پانی مستعمل ہو گیا، لیکن صرف اس قدر پانی مستعمل ہوا جو کہ اس کے اعضاء کے ساتھ متصل ہو کر منفصل ہوا ہے، تمام پانی مستعمل نہیں ہوا، اور مستعمل پانی طاہر ہوتا ہے اگرچہ مطہر نہیں ہوتا، اور اختلاط کے وقت غلبہ کا اعتبار ہوتا ہے:

"واختلف في محدث انغمس في بئر لدلو وتبرد مستنجياً بالماء ولا نجس عليه، ولم ينو ولم يتدلك، والأصح أنه طاهر والماء مستعمل لاشتراط الانفصال للاستعمال، والمراد أن ما اتصل بأعضائه وانفصل عنه مستعمل لا كل الماء الخ". در مختار

"(قوله: في محدث): أي حدثاً أصغر أو أكبر. (قوله: في بئر): أي دون عشر في عشر وبدون نجاسة. (قوله: لدلو): أي لاستخراجه ونحوه؛ لأنه لو كان للاغتسال صار مستعملاً اتفاقاً. (قوله: مستنجياً بالماء) قيد به؛ لأنه لو كان بالأحجار تنجس كل الماء. (قوله: ولا نجس عليه) عطف عام على الخاص، فلو كان على بدنه أو ثوبه نجاسة تنجس الماء اتفاقاً. (قوله: والأصح)، قال في البحر: وعن أبي حنيفة: الرجل طاهر؛ لأن الماء لا يعطى له حكم الاستعمال قبل الانفصال عن العضو.

قال الزيلعي والهندي وغيرهما تبعاً لصاحب الهداية: وهذه الرواية أوفق الروايات. أهـ

المجتبى. وفي فتح القدير وشرح المجمع: أنها الرواية المصححة، ثم قال في البحر: فعلم أن المذهب المختار في هذه المسألة أن الرجل طاهر والماء طاهر غير طهور، أما كون الرجل طاهراً فقد علمت تصحيحه، أما كون الماء مستعملاً كذلك على الصحيح، فقد علمته أيضاً مما قدمناه إلخ". رد المحتار: ۲۰۷/۱(۱)۔

"والغلبة في مخالطة الماء الذي لا وصف له كالماء المستعمل وماء الورد المنقطع الرائحة تكون بالوزن، فإن اختلط رطلان مثلاً من الماء المستعمل برطل من الماء المطلق، لا يجوز به الوضوء، وبعكسه جاز إلخ". مراقي الفلاح۔

"(قوله: تكون الغلبة بالوزن) وهذا الاعتبار يجري فيما لو ألقي الماء المستعمل في المطلق، أو انغمس الرجل فيه على ما هو الحق، أما ما في كثير من الكتب من أن الجنب إذا أدخل يده أو رجله في البئر، فمبني على رواية نجاسة الماء المستعمل، وهي رواية شاذة، وأما على المختار للفتوى فلا.

قال في البحر: فإذا عرفت هذا فلا تأخر عن الحكم بصحة الوضوء أي الغسل من الفساقي الصغار الكائنة في المدارس والبيوت، إذ لا فرق بين استعمال الماء خارجاً ثم صبه في الماء المطلق وبين ما إذا انغمس فيه، فإنه لا يستعمل منه إلا ما تساقط من الأعضاء أولاقى المحدث فقط، وهو بالنسبة لباقي الماء قليل، ويتعين عليك حمل كلام من يقول بعدم الجواز على القول الضعيف لا الصحيح.

فالحاصل أنه يجوز الوضوء والغسل من الفساقي الصغار ما لم يغلب على ظنه أن الماء المستعمل أكثر أو مساوٍ، ولم يغلب على ظنه وقوع نجاسة فيه، وتمامه فيه. (قوله: جاز) ظاهره أنه يجوز بالكل، ويجعل المستعمل مستهلكاً لقلته إلخ". طحطاوي، ص: ۱۶(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۲۰۱/۱، ۲۰۲، ۲۰۳، مبحث الماء المستعمل، سعید)

(۲) حاشیة الطحطاوی مع مراقی الفلاح، ص: ۲۶، الطهارة، قدیمی)

سور (خنزیر) کنویں میں گرا، اس کے پانی کا حکم

سوال [۱۹۰۰]: زید کے کنویں کے اندر سور گرا، گرنے کے بعد تقریباً آٹھ گھنٹے کنویں کے اندر رہا، سور کے جسم میں چوٹ لگی اور خون نکل رہا تھا جو سب پانی میں مل جا رہا تھا۔ سور کی گردن میں رسی پھنسا کر زندہ نکالا گیا۔ کنویں کا پانی نکالنے کی مزدوری میں سور کو طے کیا گیا جو پانی نکالے گا اس کو یہ سور دیا جائے گا۔ ایک شخص تیار ہو گیا اور وہ سور لے گیا اور پھر اندازے سے آدھے کنویں کا پانی نکالا گیا اور بس پھر پانی نہیں نکالا گیا جبکہ پورا پانی نکالا جا سکتا تھا، لیکن زید نے نہیں نکلوایا اور استعمال شروع کر دیا۔ کوئی اس پر اعتراض کرتا ہے تو زید کہتا ہے کہ میرے لئے جائز ہے۔ عرض یہ ہے کہ زید کو اس پانی کا استعمال کرنا از روئے قرآن وحدیث جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی صورت میں تمام پانی نکالنا ضروری تھا، اگر تمام پانی نکالا جا سکتا ہے، ایسا نہیں کہ پانی برابر بڑھتا ہی رہے اور ختم ہی نہ ہو، اور پھر بھی آدھا پانی نکالا گیا تو کنواں پاک نہیں ہوا، ناپاک ہی رہا (۱)۔ اس پانی سے وضو اور غسل بھی ناجائز ہے، کپڑے اور برتن کا دھونا بھی ناجائز ہے، کھانے پینے میں بھی اس کا استعمال ناجائز ہے (۲)۔ مزدوری میں سور دینا بھی ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱۰/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "الحمار إذا خرج حیاً، فقد اختلفوا فیه. فالصحیح أنه إن لم یکن نجس العین ولم یکن فی بدنه نجاسة ولم یدخل فاه فی الماء، لم ینجس الماء. وإن أدخل فاه فی الماء، فیعتبر بسؤره، فإن کان طاهراً فالماء طاهر ... وإن کان نجس العین کالخنزیر، فإنه ینجس الماء وإن لم یدخل فاه" (تبیین الحقائق: ۱/۳۰، الطهارة، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۳۴، فصل فی مسائل الآبار، قدیمی)

(وکذا فی خلاصة الفتاوی: ۱/۱۰، جنس آخر فی مسائل الآبار، امجد اکیڈمی لاهور)

(۲) "ویحکم بنجاستها مغلظة من وقت الوقوع إن علم الخ، وما عجن به فیطعم للکلاب الخ" (الدر المختار)

وقال العلامة الشامی: "لأن ما تنجس بما یخالط النجاسة به والطهارة مغلوبة، لا یباح أکله الخ"

(رد المحتار: ۱/۲۱۸، فصل فی البئر، سعید)

(وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ۳۱، فصل فی مسائل الآبار، قدیمی)

چھپکلی کنویں میں گرجائے تو کیا حکم ہے؟

سوال [۱۱۰۵]: بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ بڑی چھپکلی اگر کنویں میں گرجائے تو کنواں ناپاک ہوجاتا ہے، بحوالہ ہدایہ(۱)۔ اور ''تعلیم الاسلام'' میں لکھا ہے کہ وہ جانور جس میں بہتا ہوا خون نہیں ہے جیسے مکھی، مچھر، بھڑ، چھپکلی، چیونٹی ان کے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا(۲)۔ خلاصہ یہ ہے کہ چھوٹی اور بڑی کی پہچان کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بڑی چھپکلی شہر میں نہیں ہوتی، وہ جنگل میں ہوتی ہے وہ بھی بعض علاقوں میں، اس میں خون ہوتا ہے اس سے کنواں ناپاک ہوجاتا ہے(۳)۔ جو چھپکلی عامۃً ہمارے دیار میں چھت پر ہوتی ہے وہ چھوٹی ہی ہے(۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۸/۸۹ھ۔

گرگٹ اور چھپکلی پانی میں گرجائے تو کیا حکم ہے؟

سوال [۱۱۰۶]: کنویں میں چھپکلی کے مرنے یا پھول کر پھٹنے یا سڑنے گلنے کے متعلق علمائے کرام کا تحقیقی فتویٰ کیا ہے؟ بعض کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ چھپکلی دَموی حیوان ہے اس لئے کنواں ناپاک ہے، بعض

---

(۱) (بہشتی زیور، حصہ اول، ص: ۷۷، دارالاشاعت)

(۲) (تعلیم الاسلام، حصہ دوم، پانی کا بیان، ص: ۲۹، مکتبہ الشیخ بہادر آباد)

(۳) "وكذا الوزغة إذا كانت كبيرة، أي بحيث يكون لها دم، فإنها تفسد الماء، لما تقدم في الضفدع". (الحلبي الكبير، ص: ۱۵۶، فصل في البئر، سهيل اکیڈمی، لاهور)

(وكذا في الهداية: ۱/۴۲، فصل في البئر، مكتبه شركة علميه، ملتان)

(وفتح القدير: ۱/۱۰۲، فصل في البئر، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(۴) "أما الذي ليس له دم سائل، فالذباب والعقرب والزنبور والسرطان ونحوها، وإنه ليس بنجس عندنا الخ". (بدائع الصنائع: ۱/۲۶۸، فصل: أما الطهارة الحقيقية، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۳۰، فصل في مسائل الآبار، قديمي)

کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ چھپکلی غیر دموی ہے لہٰذا اس کا پانی پاک ہے۔

بعض علماء نے چھپکلی کی دو قسمیں قرار دی ہیں: دم سائل والی اور غیر دموی اور دونوں کے احکام جدا گانہ ہیں۔ "شرح وقایہ" وغیرہ میں کوئی صراحت نہیں ملی، "منتقی الابحر" اور "ہدایہ" میں "سام ابرص" کا لفظ ملتا ہے، "منیۃ المصلی" اور "رد المحتار" میں "وزغ" کا لفظ مذکور ہے۔ اس سلسلہ میں چند امور دریافت طلب ہیں:

۱... کیا ہر چھپکلی میں بہتا ہوا خون ہوتا ہے؟

۲... کیا کسی چھپکلی میں بہتا ہوا خون نہیں ہوتا؟

۳... کیا چھپکلی کی دو قسمیں ہیں: دموی اور غیر دموی اور دونوں کے احکام جدا گانہ ہیں؟ اگر ایسا ہے تو شناخت کیا ہے جبکہ کنویں سے نکلی ہوئی نکلنے پر جب کہ اس کی ہیئت بدل جاتی ہے کیونکر پہچانی جائے کہ یہ دم سائل والی ہے یا غیر؟

۴... سام ابرص اور وزغہ کی کیا تشریح ہے؟

۵... عربی زبان میں چھپکلی کے لئے کون سا لفظ مستعمل ہے اور اس کا ذکر حدیث یا فقہ کی کسی معتبر کتاب میں صراحت کے ساتھ آیا ہے کہ نہیں؟ امیدوار ہوں کہ جواب سے جلد مطلع فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... ہر ایک میں نہیں ہوتا۔

۲... کسی میں تو ہوتا ہے۔

۳... اس کی دو قسمیں ہیں: دموی بڑی ہوتی ہے جو عموماً جنگل میں رہتی ہے، غیر دموی چھوٹی ہوتی ہے جو آبادی میں مکانوں میں دیوار، چھت وغیرہ میں رہتی ہے۔ جب گل ہوا نکلا جس کی ہیئت بدل چکی ہے، جثہ کے اعتبار سے پہچانی جا سکتی ہے کہ چھوٹی ہے یا بڑی۔

۴... "منتہی الارب" (۱) اور "غیاث اللغات" (۲) سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی نوع کے

---

(۱) "وزغة: گرگٹ، کیسا یا جانورے است شبیہ کرپاسہ تحریر بجائے ابرص گفتہ"۔ (منتہی الارب، باب الزاء، فصل الواو: ۴/۳۰۳، ادارہ اسلامیات، لاہور)

(۲) "وزغ بفتحتین وتشدید غین معجمہ جانورے است سرخ رنگ کہ آں را چھپکلی گویند، ومعنی غوک و شغاد ... اور بعض نوشتہ کہ وزغ چھپکلی است اور در صراح نوشتہ کہ مو بیت بجزں گرید"۔ (غیاث اللغات، فصل واو شان تبے ۵۴۳، سعید)

جانوریں اور تیجہ دونوں کے ترجمہ میں اہل لغت نے چھپکلی لکھا ہے۔

الفاظ فقہاء سے معلوم ہوتا ہے کہ "سام ابرص" وہ ہے جس کو گرگٹ آفتاب پرست کہتے ہیں، جس کی دم دراز ہوتی ہے اور رنگ بدلتا رہتا ہے، اور "وزغہ" چھپکلی کو کہتے ہیں۔ اول میں خون ہوتا ہے، ثانی کی ایک قسم میں خون ہوتا ہے جو بڑی ہوتی ہے، دوسری قسم میں نہیں ہوتا جو چھوٹی ہوتی ہے۔ اسی لئے سام ابرص کی موت سے نجاست ہی کا حکم دے کر مقدار نزح کو بیان کرتے ہیں، جیسے کہ متون "قدوری" (۱) وغیرہ میں ہے، اور وزغہ سے نجاست کا حکم ایک قید کے ساتھ دیتے ہیں:

"والوزغة إذا كانت كبيرة: أي بحيث يكون لها دم سائل فإنها تفسد... اھ" كبيري، ص: ١٦٤ (٢)۔

۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جس وقت نمرود نے آگ میں ڈالا اور تمام جانوروں نے آگ کو بجھانا چاہا، مگر ایک جانور نے اس کو بھڑکانا چاہا، اس جانور کے مارنے کی ترغیب احادیث شریف میں آئی ہے، صحیح بخاری وغیرہ میں مذکور ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ایک برچھی سے مارا کرتی تھیں، اس کی شروح میں دیکھئے (۳)۔

---

(۱) "وإن ماتت فيها فأرة أو عصفورة أو صعوة أو سودانية أو سام أبرص الخ". (مختصر القدوري، كتاب الطهارة، ص: ٩، مير محمد كتب خانه)

(۲) (الحلبي الكبير، ص: ١٦٢، فصل في البئر، سهيل اكيڈمي)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ١/١٠، فصل فيما يقع في البئر، رشيديه)

(۳) "وقد جاء عن عائشة رضي الله عنها من وجه آخر عند أحمد: أنه كان في بيتها رمح موضوع، فسئلت، فقالت: نقتل به الوزغ، فإن النبي صلى الله عليه وسلم أخبر أن إبراهيم - عليهم الصلاة والسلام - لما ألقي في النار لم يكن في الأرض دابة إلا أطفأت عنه النار إلا الوزغ، فإنها كانت تنفخ عليه النار، فأمر النبي صلى الله عليه وسلم بقتله". (عمدة القاري، كتاب بدء الخلق: ١٥/٢٧٤، دار الكتب العلمية بيروت)

"عن عروة يحدث عن عائشة أن النبي صلى الله عليه وسلم قال للوزغ: "الفويسق". ولم أسمعه أمر بقتله، وزعم سعد بن أبي وقاص أن النبي صلى الله عليه وسلم أمر بقتله".

"عن سعيد بن المسيب أن أم شريك أخبرته أن النبي صلى الله عليه وسلم أمر بقتل الأوزاغ"

(صحيح البخاري، كتاب بدء الخلق: ١/٤٦٦، قديمي)

حضرات نے تفصیل لکھی ہے، چھپکلی اور گرگٹ میں فرق بھی بیان کیا ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ رمضان/ ۶۰ھ۔

چچھوندر کے گرنے، مرنے اور کھال کے پھٹنے سے کنواں ناپاک ہوجاتا ہے

سوال [۱۰۰۷]: مسجد کے کنویں میں چچھوندر گر گئی تھی، تین پہر تک نہیں نکلی، اس صورت میں کنواں پاک ہے یا ناپاک؟ اگر ناپاک ہے تو پانی کس قدر نکالنا چاہیے؟ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

چچھوندر کنویں میں گر کر مرگئی اور کھال پھٹ گئی تو کنواں ناپاک ہوگیا، اس کا پورا پانی نکالنا ضروری ہے تب ہی پاک ہوگا (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱۰/۹۲ھ۔

حمام میں سے چوہا ملا

سوال [۱۰۰۸]: ایک حمام کے اندر ایک چوہا گرا تھا جس کے گرنے کا وقت معلوم نہیں اور

---

(۱) "قال الدكتور ماهر: الوزغ دابة لها قوائم تعدو في أصول الحشيش، قيل: إنها تأخذ ضرع الناقة وتشرب من لبنها، وقيل: كانت تنفخ في نار إبراهيم عليه الصلاة والسلام لتلتهب.

وقال الجوهري: الوزغة دويبة. وقال ابن الأثير: وهي التي يقال لها: سام أبرص. قلت: هذا هو الصحيح، وهي التي تكون على الجدران والسقوف، ولها صوت تصيح به. ... وعن عائشة رضي الله تعالى عنها أنها كانت تقتل الوزغ في بيت الله تعالى". (عمدة القاري، كتاب جزاء الصيد، باب ما يقتل المحرم من الدواب: ۱۰/۲۷۴، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وإرشاد الساري، كتاب الحج، باب ما يقتل المحرم من الدواب: ۴/۳۶۴، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وفتح الباري، كتاب بدء الخلق: ۶/۳۵۳، دار الفكر، بيروت)

(۲) "وإذا وقعت نجاسة في البئر دون القدر الكثير أو مات فيها حيوان دموي وانتفخ أو تمعط أو تفسخ، ينزح كل مائها بعد إخراجه" (الدر المختار: ۱/۲۱۱، فصل في البئر، سعيد) (وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۹، الفصل الثالث في ماء الآبار، رشيديه) (وكذا في بدائع الصنائع: ۱/۲۲۴، الطهارة، دار الكتب)

چچھوندر: ایک قسم کا چوہا جس کے جسم سے بو آتی ہے" (فیروز اللغات، ص: ۵۵۲، فیروز سنز، لاہور)

اس حمام کا پانی معمولی گرم بھی تھا اور جو ہاتھ منہ کو لگا۔ اس پانی سے جس نے وضو یا غسل کیا ہوگا، کیا یہ وضو اور غسل صحیح ہیں، اگر صحیح نہیں تو صحیح مذہب پر کتنے دن کی نماز و غسل کا اعادہ کیا جائے گا؟

۲..... وہ فارہ منگے پانی سے وضو کیا ہوا امام کی اقتدا کی کسی ایسے مقتدی نے جس نے اور کسی پانی سے وضو کیا تھا تو کیا اس مقتدی کی نماز میں فتور آیا یا نہیں؟ اگر ہوا ہے تو کتنے اوقات کا؟

۳..... سوال اول کا جواب اگر اعادۂ صلوٰۃ کا ہو تو یہ اگر چند اشخاص ہوں تو یہ اپنی نماز باجماعت پڑھیں گے یا انفرادی طریقہ سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... احتیاط یہ ہے کہ تین دن تین رات کی نماز کا اعادہ کیا جائے، ورنہ گنجائش اس کی بھی ہے کہ جس وقت سے معلوم ہوا ہے اس وقت سے اس کے ناپاک ہونے کا حکم لگایا جائے (۱)۔

۲..... اس کا بھی اعادہ ضروری ہے۔

۳..... جماعت بھی کرا سکتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/ذی الحجہ/۵۹ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ذی الحجہ/۵۹ھ۔

کنویں میں کسی جانور کے مر کر سڑ جانے سے پانی کے پاکی کا طریقہ

سوال [۱۹۰۹]: کنویں کے اندر کسی جانور کے مر کر سڑ جانے سے امام محمد رحمہ اللہ کے قول کے مطابق تین سو ڈول پانی نکالنے سے کنواں پاک ہو جاتا ہے۔ ہمارے شہر کے کنووں میں آٹھ سو ڈولوں کے قریب پانی ہوتا ہے تو ایسی حالت میں تین سو ڈول پانی نکالنا کافی ہو سکتا ہے، یا تمام پانی کا نکالنا ضروری ہے؟ جب کہ قوم میں سستی

---

(۱) "ومنذ ثلاثة أيام بلياليها إن انتفخ أو تفسخ استحساناً، وقالا: من وقت العلم، فلا يلزمهم شيء قبله".

(الدر المختار: ۱/۲۱۹، فصل في البئر، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۰، الثالث مسائل الآبار، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱/۱۰۲، الطهارة، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۱/۲۴۳، الطهارة، دار الكتب العلمية، بيروت)

کنویں میں گوبر ڈالا، پھر روزانہ اس کا پانی استعمال ہوتا رہا، کیا وہ پاک ہو گیا؟

سوال [١٩١١]: بازار جاتے ہوئے ایک کنواں راستے میں پڑتا ہے اور پیاسے لوگ پانی پیتے ہیں، یہ اندازہ ہے کہ ہفتہ میں دو دن جب بازار لگتا ہے تو اس کنویں سے سو سوا سو ڈول اور باقی دنوں میں پندرہ بیس ڈول پانی پینے میں خرچ ہو جاتا ہے۔ کچھ چرواہے لڑکوں نے کنویں کے اندر گوبر ڈال دیا، اور گوبر ڈالے ہوئے دو ماہ کا عرصہ ہو گیا، جس کو معلوم تھا اس نے پانی پینا چھوڑ دیا، مگر پھر بھی پانی پینے میں استعمال ہوتا رہا، جنگل کی وجہ سے پانی نکالا بھی نہیں جا سکتا، ایسی صورت میں کنویں کا پانی پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ اور اتنی مدت میں کنواں پاک ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس مدت میں وہ کنواں پاک ہو گیا(۱) اب کوئی شبہ نہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ٢٣/٣/٨٩ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ٢٥/٣/٨٩ھ۔

گیلا گوبر کنویں میں ڈالا گیا اس کا حکم

سوال [١٩١٢]: ا.. ایک کنویں میں ایک لڑکے نے گیلا گوبر پھینکا تو کتنا پانی نکالیں گے؟ چونکہ کنویں کا پانی اتنا گہرا ہے کہ پانی پینے کے لئے نکالنا دشوار ہے، دوسرے اگر نکال کر پھینکیں تو پانی ختم ہو جانے کا احتمال ہے کیونکہ اکثر گرمیوں میں سوکھ جاتا ہے، مگر امسال نہیں سوکھا اور پانی چونا یا گچ سے اندازے کے علاوہ

= المحاماة في المساجد" (تبيين الحقائق: ١/٩٥، الطهارة، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في بدائع الصنائع: ١/٢٢٦، الطهارة، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ١/٢٢٢، فصل في البئر، سعيد)

(١) "وينزح كل مائها الذي كان فيها وقت الوقوع بعد إخراجه إلا إذا تعذر كخشبة أو خرقة متنجسة".

(الدر المختار: ١/٢١٢، كتاب الطهارة، فصل في البئر، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ١/١٩، الثالث: ماء الآبار، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ١/٥٣، فصل تنزح البئر، دار الكتب العلمية، بيروت)

کنویں میں چپل، جوتا یا گیند گر جانے سے اس کے پانی کا حکم

سوال [۱۴۰۱]: کنویں میں اگر کوئی چپل یا جوتا یا ربڑ کی گیند گر جائے جس کی ناپاکی کا یقین نہ ہو تو اس سے کنواں ناپاک ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں کنویں کی ناپاکی کا حکم نہیں دیا جائے گا(۱)، احتیاطاً کچھ ڈول پانی نکال دیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

جوتا کنویں میں گر گیا

سوال [۱۴۰۲]: کنویں میں پاخانہ کا جوتا گر گیا اور تلاش بھی کرالیا ہے، غوطہ بھی لگایا مگر نہ نکل سکا، اب کنویں کا پانی پورا نکالا جائے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پاخانہ کا جوتا کنویں میں گر گیا اور تلاش کرنے پر بھی وہ دستیاب نہیں ہوا، اگر اس جوتے کا ناپاک ہونا معلوم نہیں تو کنویں کو ناپاک نہیں کہا جائے گا، احتیاطاً کچھ پانی نکال دیا جائے(۲)۔ اگر اس کا ناپاک ہونا معلوم ہو تو

---

(۱) قال العلامة ابن عابدين: "(قوله: ولو شك الخ) من شك في إنائه أو ثوبه أو بدنه أصابته نجاسة أولا، فهو طاهر ما لم يستيقن، وكذا الآبار والحياض والجباب الموضوعة في الطرقات الخ"

(رد المحتار: ۱/۱۵۱، فروع في الوضوء، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/۲۲۶، نوع آخر في مسائل الشك، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "(قوله: ولو شك الخ) في التاتارخانية: من شك في إنائه أو ثوبه أو بدنه أصابته نجاسة أو لا، فهو طاهر ما لم يستيقن، وكذا الآبار والحياض والجباب الموضوعة في الطرقات الخ" (رد المحتار: ۱/۱۵۱، فروع في الوضوء، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۲۰۹، فصل في البئر، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۱۰۳، فصل في أحكام الحياض، سهيل أكيدمي لاهور)

پورا پانی نکالا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۳/۹۵ھ۔

جس کنویں سے جوتا نکلا اس کے پانی کا حکم؟

سوال [۱۱۱۵]: ایک مسجد میں ایک کنواں ہے اس کا کیچڑ چھ سات سال میں نکالا، جو امسال بالکل خشک ہو گیا، لیکن اس کے درمیان میں گاہ بگاہ جب بھی ناپاک ہو جاتا تھا اس کا پانی توڑ دیتے تھے، اس میں سے ایک جوتا بالکل بوسیدہ ہوا ۲/۳ ٹکڑے نکلے۔ اب شرعاً شریف سے جو نمازیں پڑھی ہیں تو کسی قسم کا نقص تو نہیں آیا، یا مسجد کی کوئی ناپاکی وغیرہ کا حکم تو نہیں ہے؟ اگر ہو تو تحریر فرمائیں تاکہ اس کے موافق عمل کیا جاوے۔

از بیاور ضلع اجمیر راقم عبدالوہاب، ۱۰/محرم/۵۶ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جوتا اگر ناپاک تھا تو اس سے کنواں بھی ناپاک ہو گیا اور جس وقت جوتا کنویں میں دیکھا گیا ہے اسی وقت سے کنویں کو ناپاک کہا جائے گا، اس سے پہلے کی نماز، وضو اور غسل کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ مسجد لوٹا وغیرہ بھی ناپاک نہیں۔ اور اگر ناپاک جوتا گرنے کا وقت معلوم ہے تو اس وقت سے کنویں کو ناپاک سمجھنا چاہئے اور اس ناپاک پانی کو وضو، غسل برتن وغیرہ میں استعمال کیا ہو تو برتن وغیرہ کو پاک کرنا چاہئے۔

اس سے وضو کرکے جس قدر نمازیں پڑھی ہیں ان کا اعادہ کرنا چاہئے، غرض جس جس شئی کو وہ ناپاک پانی لگا ہے وہ تمام ناپاک ہے:

"ووجود حیوان میت فیها: أي تنجسها الخ". مراقي الفلاح۔ قال الطحطاوي:

"(قوله: وجود حیوان الخ) قید بالحیوان؛ لأن غیره من النجاسات لایأتي فیه التفصیل ولا الخلاف، بل ینجسها من وقت الوجدان فقط". طحطاوي، ص: ۲۹ (۲)۔

---

(۱) "بخلاف ما إذا كان على الحيوان خبث، أي نجاسة، وعلم بها، فإنه ينجس مطلقاً".

(ردالمحتار: ۱/۲۱۳، فصل في البئر، سعید)

(۲) (حاشية الطحطاوي، ص: ۳۱، فصل في مسائل الآبار، قدیمی)

(وكذا في الحلبي الكبير: ۱۶۰، فصل في البئر، سهیل اکیڈمی) .... =

تحقیق اگر جوتا کا ناپاک ہونا معلوم نہ ہو تو محض شک کی بناء پر کنویں کو ناپاک نہیں کہا جائے گا۔ "شك في وجود النجس، والأصل بقاء الطهارة الخ"۔ أشباه (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/۱/۶۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

گہرے کنویں میں غسل کرنے سے کنواں پاک ہے یا ناپاک؟

سوال [۱۹۱۶]: ہمارے گاؤں میں گرام پنچایت نے ایک کنواں تیار کیا ہے کہ دس فٹ چوڑا ہے اور تیس یا چالیس فٹ گہرا ہے، اس میں لوگ اتر کر نہاتے ہیں جس میں مسلمان بھی ہوتے ہیں اور ہندو بھی اور عیسائی بھی کیونکہ یہ مشترکہ کنواں ہے۔ یہاں کے چند مسلمانوں کا کہنا ہے کہ اس میں غسل کرنے والے کا غسل نہیں ہوتا اور اس کی نماز نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ پاک ہو سکتا ہے، کیونکہ کنویں کے اندر نہانے والے ہو سکتا ہے پیشاب پاخانہ کرتے ہوں یا اپنی نجاست کی لنگی پاک کرتے ہیں۔ کیا واقعی اتنے بڑے کنویں میں غسل کرنے سے مسلمان پاک نہیں ہو سکتا؟

اگر ڈول سے باہر پانی نکال کر باہر نہایا جائے تو غسل ہوگا یا پانی کو گھر پر لے جائے اور گرم کرنے کے بعد اس سے غسل کیا گیا تو غسل ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دس فٹ چوڑا کنواں یا تالاب، دہ در دہ جاری کے حکم میں نہیں آتے گا، اس میں اگر پاک لنگی پہن کر آدمی اترے گا، یا اس کے بدن پر نجاست لگی ہوگی تو کنواں ناپاک ہو جائے گا (۲)، نہ غسل صحیح ہوگا نہ اس کا پانی استعمال

= (وكذا في رد المحتار: ۱۵۲/۱، باب في البئر، سعيد)

(۱) (الأشباه والنظائر: ۱۸۸/۱، القاعدة الثالثة: اليقين لا يزول بالشك، إدارة القرآن، كراچی)

قال العلامة ابن عابدين: "(قوله ولو شك الخ) من شك في إنائه أو ثوبه أو بدنه أصابته نجاسة أولا، فهو طاهر ما لم يستيقن، وكذا الآبار والحياض والجباب الموضوعة الخ" (رد المحتار: ۱۵۱/۱، نواقض الوضوء، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۱۷۹/۱، المياه، إدارة القرآن، كراچی)

(۲) "إذا كان المحدث قد استنجى بالماء، أما إذا لم يستنج تنجس البئر ونزح جميع الماء" (الحلبي الكبير، ص: ۱۵۸، الطهارة، سهيل اكيڈمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک یہ تحقیق نہ ہو کہ نجاست (پیشاب، پاخانہ اور منی وغیرہ) اس پانی بھرنے اور نہانے کی وجہ سے کنویں میں گر رہی ہے اس سے کنویں کو نجس نہیں کہا جائے گا۔ جو لوگ غسل جنابت وہاں کرتے ہیں ان کو بتادیا جائے کہ وہ نجاست حقیقیہ پہلے علیحدہ پاک کرلیا کریں اور غسل ایسی طرح کریں کہ پانی کنویں میں نہ جائے، جب تک کنویں میں نہ جائے جب تک کنویں کو نجس قرار نہیں دیا جائے۔ اس کا پانی وضو وغیرہ میں استعمال کرنا درست ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کنویں کے قریب نجاست ہو تو اس کا اثر کتنی دور تک ہوتا ہے؟

سوال [۱۱۹۰]: مردار جانور (ایک کنویں کے قریب) پڑے ہوئے ہیں، اس کنویں یا گڑھے کے قریب دوسرا کنواں یا نل لگا ہوا ہے تو کیا اس کنویں یا نل کا پانی ناپاک ہے، اگر ناپاک ہے تو کتنے ہاتھ کے فاصلہ تک ناپاک سمجھا جائے گا اور کتنے پر پاک قرار دیا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نل، کنویں، گڑھے کی گہرائی اور زمین کی نرمی سختی کا اس میں زیادہ دخل ہے، اس لئے اہل تجربہ واہل بصیرت سے دریافت کرلینا بہتر ہے، فقہاء کی لکھی ہوئی تحدید ہر جگہ یکساں طور پر چسپاں نہیں، انہوں نے بھی اہل تجربہ واہل بصیرت کے قول پر اعتماد کیا ہے۔ نیز نل اگر زیادہ گہرا اتار دیا جائے اور اس کے قریب کوئی معمولی گڑھا ہو جو زیادہ گہرا نہ ہو تو وہاں بھی اس کا اثر نہیں پہونچے گا(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "جنب اغتسل فانتضح من غسله شيء في إنائه، لم يفسد عليه الماء. وكذا حوض الحمام. والماء المستعمل إذا وقع في البئر، لا يفسده، إلا إذا غلب، وهو الصحيح". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۳، الفصل الثاني فيما لا يجوز به، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۱/۱۲۰، الفصل الرابع في المياه الخ، غفاريه كوئٹه)

(۲) "(قوله: لبعد) اختلف في مقدار البعد المانع في وصول نجاسة البالوعة إلى البئر، ففي رواية:

شک سے کنواں ناپاک نہیں ہوگا

سوال [۱۹۲۰]: موضع دہری ڈنلا ضلع دہرہ دون میں ایک قدیمی کنواں ہے، اس کنویں سے ہندو مسلمان پانی پیتے رہے، عرصہ پندرہ بیس یوم سے ہندوؤں نے چماروں سے بھی اس کنویں سے پانی کھنچوانے کا ارادہ کرلیا ہے، حاکم ضلع نے بھی اس کی اجازت دے دی ہے، مسلمانوں نے حتی المقدور کوشش کی مگر ناکام رہے۔

کنواں ہندوؤں کی ملکیت ہے، مسلمان محض حیثیت کاشتکار ہیں، کنویں کے علاوہ اور کوئی انتظام پانی پینے کا نہیں۔ موضع کی آب وہوا خراب ہے، خصوصاً برسات میں بہت بدتر ہوجاتی ہے، دیہات میں جو پانی کول وغیرہ میں پہنچتا ہے وہ بے حد گندہ ہے۔ ہندوؤں کی دیگر اقوام مثلاً تیلی، بنیے، رودہ، لوہار وغیرہ بھی مردار خور ہیں۔

اگر چمار کنویں سے پانی بھرنے لگیں تو مسلمانوں کو اس کنویں سے پانی پینا چاہیے یا نجس چھوڑ دینا چاہیے؟

المرسل: حافظ عبدالعزیز، ۹/اگست/۱۹۴۳ء، پرچہ فروش، بازار دھامانوالہ ضلع دہرہ دون۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک یقین نہ ہوجائے یا ظنِ غالب سے کنویں میں نجاست گرنا معلوم نہ ہوجائے اس وقت تک کنویں کا پانی شرعاً پاک ہی رہے گا، محض شک کی وجہ سے ناپاک نہ ہوگا (۱)، لہٰذا اس کا پینا اور دیگر ضروریات میں

= خمسة أذرع، وفي رواية: سبعة. وقال الحلواني: المعتبر الطعم أو اللون أو الريح، فإن لم يتغير جاز، وإلا لا. والحاصل أنه يختلف بحسب رخاوة الأرض وصلابتها، ومن قدره اعتبر حال أرضه".

(رد المحتار على الدر المختار: ۱/۲۲۱، كتاب الطهارة، مطلب في الفرق بين الروث ... سعيد)

(۱) "لو شك في إنائه أو ثوبه أو بدنه: أصابته نجاسة أو لا، فهو طاهر ما لم يستيقن، وكذا الآبار والحياض والجباب الموضوعة في الطرقات، ويستقي منها الصغار والكبار والمسلمون والكفار الخ". (الفتاوى الخانية: ۱/۱۴، ... المياه، إدارة القرآن، كراچي)

(وكذا في رد المحتار: ۱/۱۵۱، نواقض الوضوء، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۹۰، فصل في البئر، رشيديه)

استعمال کرنا جائز ہوگا، البتہ جب یقین یا ظنِ غالب سے کنویں میں نجاست کا گرنا معلوم ہو جائے تو اس کا استعمال کرنا جب تک کنواں پاک نہ ہو جائے جائز نہ ہوگا: "شك في وجود النجس؛ فالأصل بقاء الطهارة". الأشباه (۱)۔ "إذا وقعت في البئر نجاسة نزحت". هدایه (۲)۔

اگر بلا شک کے پاک پانی ملے تو اس کا استعمال کرنا بہتر ہے: "دع ما يريبك إلى ما لا يريبك" (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۱/۵۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ عبد الرحمٰن غفرلہ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/ جمادی الاولیٰ/۱۳۵۲ھ۔

چاول وغیرہ پر ستش کردہ سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا

سوال [۱۰۰۱]: کنویں میں سے غیر مسلم کے پانچ سات گھر اپنی ضرورت کے لئے پانی لے جاتے ہیں اور اپنی خوشی کے موقع پر چراغ جلاتے ہیں اور کنویں میں ڈالتے ہیں، چاول، دال ڈالتے ہیں، اس کی اچھی طرح پرستش کرتے ہیں تو آیا۔ اس کا پانی مسلمانوں کو استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ کام غلط ہے، اس کے باوجود ان چیزوں کی وجہ سے کنواں ناپاک نہیں ہوا، اس کا پانی استعمال کرنا درست ہے (۴)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) (الأشباه والنظائر: ۱۸۴/۱، القاعدة الثالثة: اليقين لا يزول بالشك، إدارة القرآن، كراچی)

(۲) (الهداية: ۲۱/۱، فصل في البئر، مكتبه شركت علميه، ملتان)

(۳) (المقاصد الحسنة: ۲۱۳، دار الكتب العلمية، بيروت)

(ومشكوة المصابيح، باب الكسب وطلب الحلال، الفصل الثاني، ص: ۲۴۲، قديمی)

(۴) "قال العلامة الكاساني رحمه الله: ولو تغير الماء المطلق بالطين أو بالتراب أو بالجص أو بالنورة أو بوقوع الأوراق أو الثمار فيه أو بطول المكث، يجوز التوضؤ به ...... الخ". (بدائع الصنائع: ۱۶۵/۱، كتاب الطهارة، فصل: وأما شرائط أركان الوضوء، دار الكتب العلمية، بيروت)

دیوبند کے ایک فتویٰ کا حوالہ

سوال [۱۹۲۲]: موجودہ زمانہ میں کھیتوں کی آب پاشی کے لئے ٹیوب ویل استعمال کرتے ہیں جس میں انجنوں کے ذریعہ سے زمین سے یا کنویں وغیرہ سے پانی نکالا جاتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا اس پانی سے جنابت وغیرہ کا غسل کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ مجھ سے ایک شخص نے مسئلہ دریافت کیا تھا تو میں نے ظاہری صورت کے پیشِ نظر جواز کا فیصلہ کر دیا تھا، لیکن انہوں نے کہا کہ دیوبند سے عدمِ جواز کا فتویٰ نکلا ہے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

دیوبند کا وہ فتویٰ بھیجئے، اس کو دیکھ کر جواب دیا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کنویں کا پانی زیادہ ہونے کی ترکیب

سوال [۱۹۲۳]: کنویں کا پانی کبھی کم ہو جاتا ہے جس کی بنا پر لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے، دعاء کریں اللہ تعالیٰ اس تکلیف کو دور فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

حق تعالیٰ کنویں میں عمدہ پانی عطا فرمائے جس سے سب کی ضروریات آسانی سے پوری ہو جائے۔ آپ فجر کی سنت اور فرض کے درمیان سورہ فاتحہ مع بسم اللہ ۴۱/ بار، اول وآخر درود شریف گیارہ بار پابندی سے روزانہ پڑھا کریں، اللہ تعالیٰ روزی میں برکت دے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

زیرِ زمین ٹنکی کا حکم

سوال [۱۹۲۴]: راجستھان کے اکثر مقامات پر پانی جمع کرنے کے لئے لوگ زمین میں پانی کا ظرف بناتے ہیں، زمین کے اندر چار پانچ ہاتھ گڑھا کھودتے ہیں، پھر اس میں سیمنٹ سے پلاستر کر دیتے ہیں اور اوپر سے پتھر کی پٹیاں ڈال کر بند کر دیتے ہیں۔ یہ ظرف عموماً دہ دردہ سے کم ہوتا ہے۔

جواب طلب امر یہ ہے کہ اگر اس ظرف میں نجاست گر جائے اور بارش کے پانی یا دوسرے ذرائع سے

اس کو بھر دیا جائے یہاں تک کہ وہ پانی ظرف کے اوپر سے ہوکر گزر گیا، اب یہ ظرف پاک ہوگیا یا نہیں؟ اگر نہیں تو پورا پانی نکال دیا جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

البحرالرائق میں ۱/۸۷ کی عبارت یہ ہے: "لو تنجس الحوض الصغير ثم دخل فيه ماء آخر، وخرج حال دخوله، طهر وإن قل. وقيل: لا، حتى يخرج قدر ما فيه. وقيل: حتى يخرج ثلاثة أمثاله، وصحح الأول في المحيط وغيره. وقال السراج الهندي: وكذا البئر.

واعلم أن عبارة كثير منهم في هذه المسئلة تفيد أن الحكم بطهارة الحوض إنما هو إذا كان الخروج حالة الدخول، وهو كذلك فيما يظهر؛ لأنه حينئذ يكون في المعنى جارياً، لكن إياك وظن أنه لو كان الحوض غير ملآن فلم يخرج منه شيء في أول الأمر ثم لما امتلأ خرج منه بعضه لاتصال الماء الجاري به أنه لا يكون طاهراً حينئذ؛ إذ غايته أنه عند امتلائه قبل خروج الماء منه نجس، فيطهر بخروج القدر المتحقق به الطهارة إذا اتصل به الماء الجاري الطهور، كما لو كان ممتلئاً ابتداء ماء نجساً، ثم خرج منه ذلك القدر لاتصال الماء الجاري به. ثم كلامهم تشير إلى أن الخارج منه نجس قبل الحكم على الحوض بالطهارة، وهو كذلك كما هو ظاهر، كذا في شرح منية المصلي"(۱)۔

اب اس عبارت پر اپنے مسئلہ کو منطبق کرکے دیکھ لیجئے (۲)۔

☆ ☆.....☆.....☆.....☆

---

(۱) (البحر الرائق: ۱/۱۳۲، في المياه، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار ۱/۱۹۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية ۱/۱۷، الباب الثالث في المياه، رشيدية)

(۲) خلاصۂ عبارت یہ ہے کہ اگر مذکورہ گڑھا بھرا ہوا نجس ہوجائے تو بارش وغیرہ کے داخل ہوتے ہوئے وہاں نکل جانے سے (ماءِ جاری ہوکر) پاک ہوجائے گا۔ اور اگر پہلے سے بھرا ہوا نہ ہو بلکہ کم ہو تو جب تک موجود پانی کے بقدر بہہ جائے تو پاک ہوجائے گا، اگر اتنی مقدار میں بہہ جائے تو پاک نہ ہوگا۔

الفصل الثالث في الحوض

(حوض کے احکام کا بیان)

حوض کی گہرائی و چوڑائی

سوال [۱۱۲۵]: مسجد میں عام طور پر جو حوض ہوتے ہیں ان کا گہرا ہونا کتنا ضروری ہے، مثلاً لمبائی اور چوڑائی تو کم از کم دہ دردہ ہو اور گہرا کتنا ہو؟ مثلاً ایک حوض دو یا تین گز گہرا ہے، اتفاقاً پانی آنا اس میں بند ہو گیا اور وہ پانی کم ہوتے ہوتے صرف ایک فٹ یا اس سے کم رہ گیا ہے تو کیا اس حوض کے پانی سے وضو درست ہے؟ حوض کی گہرائی کتنی ہونی چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پانچ انگل گہرا بھی کافی ہے، کذا في رد المحتار: ۱/۱۳۲(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۹/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۹/۹/۹۲ھ۔

حوض کی گہرائی اور چوڑائی

سوال [۱۱۲۶]: وہ حوض جس کی لمبائی کافی ہے اور چوڑائی صرف دو ہاتھ ہے، گہرائی بھی دو ہاتھ

---

(۱) "وحينئذ فيعتبر حوض أصابع تقريباً ثلاثة آلاف وثلاثمائة واثنا عشر مثالاً من الماء الصافي"

(الدر المختار: ۱/۱۹۴، مطلب في مقدار الذراع وتعيينه، سعيد)

گہرائی کی کوئی مقدار مقرر نہیں، وعلیہ الفتویٰ۔

"واختلفوا في قدر عمقه، قال بعضهم: إن كان بحال لو رفع الماء بكفه لا ينحسر ما تحته من الأرض فهو عميق، رواه أبو يوسف عن أبي حنيفة الخ" (الفتاوى قاضي خان: ۱/۵، الطهارة، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير: ۱/۸۰، باب الماء الذي يجوز به الوضوء الخ، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

فهو أربع وعشرون أصبعاً بعدد حروف: "لا إله إلا الله، محمد رسول الله" صلى الله تعالى عليه وسلم"، والمراد بالأصبع القائمة ارتفاع الإبهام، كما في غاية البيان الخ. والمراد بالقبضة أربع أصابع مضمومة الخ". شامي: ۱/ ۲۰۳ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/ ۷/ ۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ ۶/ ۵۹ھ۔

حوض کی پیمائش

سوال [۱۹۲۹]: مسجدوں میں جو حوض بنائے جاتے ہیں اس حوض کی گہرائی ولمبائی وچوڑائی شرعی گز اور مروجہ گز کے حساب سے کتنی ہونی چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دس گز لمبائی، دس گز چوڑائی کافی ہے اور یہاں شرعی گز مراد ہے جس کو عربی میں ذراع کہتے ہیں (۲)۔ سرکاری ایک گز عربی دو ذراع کا ہوتا ہے، یعنی سرکاری پانچ گز لمبائی اور اتنی ہی چوڑائی ہوگی، گہرائی کی کوئی خاص مقدار متعین نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/ ۳/ ۸۹ھ۔

---

(۱) (رد المحتار: ۱/ ۱۹۶: مطلب في مقدار الذراع وتعيينه، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/ ۱۴۰، المياه، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير: ۱/ ۷۹، فصل في المياه، المصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) "ولا بماء راكد وقع فيه نجس، إلا إذا كان عشرة أذرع في عشرة أذرع، ولا ينحسر أرضه بالغرف، فحكمه حكم الجاري الخ، وإنما قدر به بناءً على قوله عليه السلام: "من حفر بئراً فله حولها أربعون ذراعاً". فيكون لها حريمها من كل جانب عشرة الخ". (شرح الوقاية: ۱/ ۸۰، كتاب الطهارة، سعيد)

(وكذا في الدر المختار: ۱/ ۱۹۲، باب المياه، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/ ۷۳، المياه، مكتبه إمداديه)

دس بیگھہ کے تالاب میں غسل وغیرہ

سوال[۱۹۳۰]: ہمارے یہاں ہر ایک تالاب دس بیگھہ کے قریب ہے(۱)، پانی کی گہرائی دس ہاتھ ہے، مگر ۲۷ء سے پہلے تو صرف ایک دو ہندو اور باقی سب مسلمان کپڑا دھوتے تھے اور غسل کرتے تھے، مگر اب سب ہندو غسل کرتے ہیں اور کپڑا دھوتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس کے اندر غسل ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور کپڑے پاک کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس تالاب میں غسل کرنا، کپڑے دھونا درست ہے(۲)، کوئی شبہ نہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

ہندوستانی مسجد کے حوض سے وضو

سوال[۱۹۳۱]: ہندوستانی مسجد بھیونڈی کا حوض جو کہ دہ در دہ ہے، اس کے اندرونی حصہ میں دو فٹ کے فاصلے سے جالی لگی ہوئی ہے، جالی کے اوپر ایک فٹ چوڑی پھولوں کی کیاری ہے، اس کی سطح پانی کے اندر چار انچ ڈوبی ہوئی ہے۔ ایک صاحب کہتے ہیں کہ پانی چلتا نہیں اس لئے اس میں وضو نہیں کرنا چاہئے۔ قائل کا قول صحیح ہے یا غلط؟

کیاری کی سطح جو ڈوبی ہوئی ہے اس سے تڑوا دیں یا باقی رکھیں؟ آپ اور دیگر علمائے دیوبند معائنہ کے وقت دیکھ چکے ہیں۔ لہٰذا مفصل جواب سے نوازیں۔

---

(۱) "بیگھہ: زمین کی ایک مقدار، چار کنال یا ۲۰ مرلے"۔ (فیروز اللغات ص ۲۵۹، فیروز سنز لاہور)

(۲) "والغدیر العظیم الذی لایتحرک أحد طرفیہ بتحریک الطرف الآخر إذا وقعت نجاسۃ فی أحد طرفیہ، جاز الوضوء من الجانب الآخر اھ"۔ (الہدایۃ، کتاب الطہارات: ۱/ ۳۴، إمدادیہ، ملتان)

"یجوز التوضی والاغتسال فی الحوض الکبیر ... وعامۃ المشایخ قالوا: إن کان عشراً فی عشر فہو کبیر اھ"۔ (الفتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ العالمکیریۃ، کتاب الطہارات، فصل فی الماء الراکد: ۱/ ۵، رشیدیہ)

حوض میں پیر ڈال کر دھونا

سوال [۱۹۳۳]: ایک شاہی جامع مسجد کے امام صاحب جب حوض میں وضو کرتے ہیں تو پاؤں حوض میں ڈال کر دھوتے ہیں، جھوٹا پانی اس میں ڈال دیتے ہیں۔ کیا اس طرح حوض کے پانی کو نقص یا خرابی پیدا نہیں ہوتی؟ کیا یہ پانی پاک ہی رہتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر حوض بڑا (دہ در دہ) ہے تو پانی ناپاک نہیں ہوا، اگرچہ نظافت کی بات یہ ہے کہ ایسا نہ کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کتا حوض میں گر گیا تو کیا حوض ناپاک ہو گیا؟

سوال [۱۹۳۴]: مسجد کے حوض میں اگر کتا گر جائے اور گرتے ہی فوراً زندہ نکل آئے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اسی طرح اس حوض کے پانی پینے کا کیا حکم ہے؟ عوام کو سمجھانے کے بعد بھی استفتاء لکھنے پر مجبور کرتے ہیں، چنانچہ روشنی ڈالیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس حوض کی لمبائی دس گز، چوڑائی دس گز کے مطابق ہو اس میں اگر کتا گر جائے تو اس پر ناپاکی کا حکم نہیں لگایا جائے گا، لیکن عوام میں چہ میگوئیاں ہوتی ہی ہیں اس لئے حوض کو خالی کر کے صاف کر دیا جائے تو پھر سکون ہو جائے گا (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) الجنب إذا أدخل رجله في البئر لم يفسده، كذا روي عن أبي يوسف رحمه الله، بخلاف الإناء فإنه لو أدخل رجله في الإناء يفسده. (خلاصة الفتاوى ۱/۸، وما يتصل بهذا الجنس والأواني، امجد اكيڈمي لاهور)

وكذا في الدر المختار: ۱/۲۰۳، المياه، سعيد)

(۲) قيد بالموت، لأنه لو أخرج حياً وليس بنجس العين ولا به حدث أو خبث، لم ينزح شيء إلا أن يدخل فمه الماء، فيعتبر بسؤره. (الدر المختار ۱/۲۰۲، فصل في البئر، سعيد)

حوض کا پانی بذریعہ نل بیت الخلاء کے لئے

سوال [۱۹۲۵]: ہمارے مدرسہ میں فلش سسٹم سنڈاس بنے ہوئے ہیں(۱)، ان کے لئے پانی پہلے کی ٹنکی سے آتا ہے، اس کا تعلق مسجد کے حوض سے ہوگیا ہے اور حوض کا پانی اس میں استعمال ہوتا ہے، اس کے استعمال سے طبیعت پر ایک قسم کا تکدر محسوس ہوتا ہے، بظاہر اس کے استعمال میں شرعی قباحت معلوم نہیں ہوتی، اگر حضرت والا کی نظر میں کوئی فقہی جزئیہ ہو تو مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ تکدر ہے، طبعی ماءِ کثیر کے استعمال میں کیا اشکال ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کیا استنجا کئے بغیر گڑھے میں داخل ہونے سے پانی ناپاک ہوگا؟

سوال [۱۹۲۶]: اگر کوئی شخص میدان میں قضائے حاجت کے بعد بغیر ڈھیلے سے استنجا کئے کسی ایسے گڑھے میں گھس کر پانی لے لے جو یقیناً دہ در دہ تک ہے تو اس شخص کے بعد وہ پانی پاک رہے گا یا ناپاک ہوجائے گا؟ اور دہ در دہ مقدار سے کم گڈھے میں کتنی مقدار نجاست گرنے سے پانی ناپاک ہوجائے گا؟ اور نجاست غلیظہ وخفیفہ، اسی طرح نجاست مرئیات تمام قسموں کی نجاست میں اس گڈھے کے پانی کو ناپاک کرنے کی مقدار بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو گڑھا چھوٹا ہو (دہ در دہ سے کم ہو) ہر قسم کی نجاست سے نجس ہوجائے گا، خواہ کتنی ہی مقدار نجاست

= (وكذا في النهر الفائق: ۱/۸۷، فصل في الآبار، مكتبه إمداديه، ملتان)

(وكذا في إمداد الفتاح شرح نور الإيضاح، ص: ۱۵۰، فصل في حكم الآبار وطرق تطهيرها ... الخ، مكتبه صفائيه، پشاور)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۱/۱۱۰، الفصل الرابع في المياه الخ، غفاريه كوئٹه)

(۱) "سنڈاس: پاخانہ، بیت الخلاء، وہ پاخانہ جس کے صاف کرنے کا منہ گھر کے باہر دیوار میں ہو"۔ (فیروز اللغات، ص: ۷۰۲، فیروز سنز لاہور)

اس میں گرے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جوہڑ کے پانی کا حکم

سوال[۱۹۳۴]: ایک جوہڑ ہے(۲)، اس میں بدبودار پانی ہے اور اس جوہڑ کے پاس ایک نل ہے، اس نل کے پانی میں جوہڑ کی وجہ سے معمولی بدبو آتی ہے، وہ پانی پاک ہے یا ناپاک؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر پانی میں برسات یا گرمی کی وجہ سے بدبو پیدا ہوگئی اور وہی اثر نل میں آگیا تو وہ پانی ناپاک نہیں(۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆...☆ ☆...☆...☆

---

(۱) "إذا وقعت نجاسة ليست بحيوان ولو مخففة أو قطرة بول أو دم أو ذنب فأرة، لم يشمع، في بئر دون القدر الكثير على ما مر". (الدر المختار)

وقال ابن عابدين: "أي من المعتبر فيه أكبر رأي المبتلى به أو ما كان عشراً في عشر"

(رد المحتار: ۱/۲۱۱، باب المياه، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۷۳، الطهارة، امداديه)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۱/۱۰۸، نوع آخر في ماء الآبار، غفاريه)

(۲) "جوہڑ: پانی کا تالاب، کچا تالاب، جھیل"۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۹۱، فیروز سنز لاہور)

(۳) "فإن تغيرت أوصافه الثلاثة بوقوع أوراق الأشجار فيه وقت الخريف، فإنه يجوز به الوضوء ... ولو تغير الماء المطلق بالطين أو بالتراب أو بالجص أو بالنورة أو بطول المكث، يجوز التوضؤ به، كذا في البدائع". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۱، الباب الثالث في المياه، الفصل الثاني فيما لا يجوز به التوضؤ، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۱/۲۱۵، فصل: وأما شرائط أركان الوضوء، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱/۷۵، المياه، دار الكتب العلمية، بيروت)

باب التیمّم

(تیمم کے احکام)

مرض کی وجہ سے تیمم

سوال [۱۹۳۸]: ایک طبیب مسلمان بعض مخصوص مرض کے متعلق اپنے آپ کو حاذق کہتا ہے اور بعض لوگ بھی کہتے ہیں کہ فلاں فلاں مرض کی دوا اس کے پاس بہ نسبت دوسروں کے اچھی ہے۔ وہ دوا کے استعمال کے بعد غسل کے بجائے تیمم کا حکم لگاتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر غسل فرض ہو تب بھی تیمم کرو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر حاذق دیندار طبیب یہ کہتا ہے کہ غسل کرنے سے مرض میں ترقی ہو جاوے گی، یا دیر میں اچھا ہوگا تو تیمم درست ہے:

"تیمم لبعده میلاً عن ماء أو لمرض". کنز (۱)۔

قال الزیلعي: "وأما المرض، فمنصوص علیه، سواء خاف زیادة المرض أو طوله باستعمال الماء الخ" (۲)۔

وقال العلامة الحصکفي: "أو لمرض یشتد أو یمتد بغلبة ظن أو قول حاذق مسلم". (الدر المختار). قال الشامي: "أي إخبار طبیب حاذق مسلم غیر ظاهر الفسق، وقیل: عدالته شرط" (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) (کنز الدقائق: ۱/ ۹، باب التیمم، کتب خانه رحیمیه، دهلي)

(۲) (تبیین الحقائق: ۱/ ۱۰۸، کتاب الطهارة، باب التیمم، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(۳) (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۲۳۳، باب التیمم، سعید)

(وکذا في الفتاوی العالمکیریة: ۱/ ۲۸، باب التیمم، رشیدیه)

(وکذا في التاتارخانیة: ۱/ ۲۳۲، باب التیمم، إدارة القرآن، کراچي)

ہمت نہیں، کیونکہ بعض اوقات طبیعت بھی خراب ہوجاتی ہے، مگر وجوہات وہی ہیں جو اوپر گذریں۔

اور جن اوقات میں وضو اور غسل کرنے سے طبیعت خراب ہونے کا اندیشہ ہے، یا کسل وکم ہمتی، یا پانی زیادہ ٹھنڈا رہتا ہے تو ان اوقات کے علاوہ جن میں یہ وجوہات رفع ہوجائیں اور ان میں بھی وضو وغسل نہ کیا جائے اور پھر وہی اوقات آجائیں جن میں یہ باتیں پیدا ہوجائیں جو اوپر مذکور ہوئی اور پھر بیچ میں کوئی نماز نہیں آئی، یا آئی لیکن کوئی عذر پیدا ہوگیا، مثلاً کھانا کھالیا اور اب دو گھنٹے کے بعد نہانا چاہئے اور نماز پڑھ لی، یا پڑھا دی اور دو گھنٹے کے بعد پھر وہی اوقات آگئے جن میں مذکورہ بالا وجوہات پیدا ہوگئیں تو ان صورتوں میں نماز ہوگی یا نہیں؟

وہ حضرات جو ان کے درمیان میں جو وضو وغسل نہیں کیا ہے، جس میں کوئی عذر نہیں تھا اس کا کیا ہوگا؟ نیز ان سب صورتوں میں کیا حکم ہے؟

محمد انس، نینی تال، نینی تال۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

محض کم ہمتی، سستی، وہم کوئی چیز نہیں ہے، ہاں اگر بار بار کا تجربہ ہو کہ غسل یا وضو کرنے سے بیماری ہوجاتی ہے، یا بیماری میں اضافہ ہوجاتا ہے تو تیمم کی اجازت ہے، پھر جب یہ عذر باقی نہیں رہا تو غسل کرلینا لازم ہے تاکہ دوسری نماز باغسل ادا ہو، لیکن اگر عذر ایسے وقت ختم ہوا کہ کسی نماز کا وقت نہیں تھا اس وقت غسل نہیں کیا، پھر جب دوسری نماز کا وقت آیا تو وہی عذر غسل سے مانع پھر پیش آگیا، تو اب پھر تیمم کرکے نماز ادا کرنا درست ہوگا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۷/۹۳ھ۔

---

(۱) "الثاني العذر المبيح للتيمم ...... ومن العذر حصول مرض يخاف منه اشتداد المرض أو بطء البرء أو تحركه كالمحموم والمبطون، ومن الأعذار برد يخاف منه بغلبة الظن التلف لبعض الأعضاء أو المرض إذا كان خارج المصر بعني العمران ولو القرى التي يوجد بها الماء المسخن الخ". (مراقي الفلاح، ص: ۱۱۳، باب التيمم، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق: ۲۲۶/۱، باب التيمم، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۶۵، فصل في التيمم، سهيل اكيڈمي، لاهور)

غسل مضر ہو، وضو مضر نہ ہو تو تیمم کا حکم

سوال [۱۹۲۱]: آیا اس صورت کہ "مرض کی وجہ سے تیمم کے لئے کوئی طبیب حاذق مرض کے اشتداد یا دیر سے اچھا ہونے کا کہتا ہے، تو اس میں غسل کے بجائے تیمم کرے یا نہیں؟ نیز وضو کے متعلق کہتا ہے کہ کرلیا کرو تو غسل کا ہی تیمم کافی ہے یا وضو کرنا چاہیے؟ آپ فرمائیں کہ صورت مذکورہ میں قول طبیب معتبر ہے یا نہیں اور حتی الامکان نمازوں کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمود احمد، افضل گڑھی، سہارنپور۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر رفع جنابت کے لئے تیمم کیا ہے تو یہ کافی ہے، اس کے بعد وضو کی ضرورت نہیں، ہاں! اگر بعد میں کوئی شی ناقض وضو پیش آجائے تو اس کے لئے وضو کرنا چاہیے:

"إن تیمم عن جنابة ثم بال مثلاً، فهذا ناقض للوضوء، لا ینتقض به تیمم الغسل، بل ینتقض طهارة الوضوء". شامی (۱)۔

ایسی حالت میں جتنی نمازیں پڑھی ہیں ان کا اعادہ فرض نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/۱۲/۵۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/ ذی الحجہ/۵۳ھ۔

سردی کی وجہ سے بجائے غسل کے تیمم کرنا

سوال [۱۹۲۲]: زید کہتا ہے کہ مجھ سے ایک شخص نے پوچھا کہ میں بہت کمزور ہوں اور میں اپنی بیوی کے پاس گیا، سردی کا موسم ہے، نہانے سے بیمار ہوجانے کا ڈر ہے اور فجر کی نماز کا وقت تنگ ہے، اگر

---

(۱) (رد المحتار: ۱/۲۵۳، باب التیمم، سعید)

"فلو تیمم للجنابة ثم أحدث، صار محدثاً لا جنباً، فيتوضأ الخ". (رد المحتار: ۱/۲۵۵، باب التیمم، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۹، الفصل الثاني فيما ينقض التيمم، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۱۰۷، باب التيمم، مكتبه امداديه ملتان)

پانی گرم کر کے نہاتا ہوں تو فجر کی نماز قضا ہوجاتی ہے۔ ایسی حالت میں تیمم کر کے نماز ادا کرسکتا ہوں یا قضا نماز پڑھوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پانی گرم کرنے کا اگر انتظام موجود ہے تو سویرے سے پانی گرم کرلیا جائے، ایسی حالت میں تیمم نہ کرے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۱/۹۰ھ۔

سخت سردی میں بجائے غسل کے تیمم کا حکم

سوال [۱۹۳۳]: جہاں پر میں ہوں وہاں پر برف پڑتی ہے، پانی کی ٹونٹی برف کے نیچے ملتا ہے، شدید سردی پڑتی ہے، اگر رمضان کے مہینہ میں کسی کو احتلام ہوجائے اور سردی کی شدت کی وجہ سے وہ غسل نہ کرسکے تو اس کا کیا مسئلہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر پانی گرم کرنے کا کوئی انتظام نہیں اور ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے سے بیمار ہوجانے کا قوی اندیشہ ہو تو اس وقت تیمم کرلے اور نماز پڑھ لے، پھر پانی گرم کر کے غسل کرے گا، اس سے روزہ میں کچھ

---

(۱) "وكذا إذا خاف فوت الوقت لو توضأ، لم يتيمم ويتوضأ ويقضي ما فاته، لأن الفوات إلى الخلف، وهو القضاء" (الهداية: ۱/۵۵، باب التيمم، مكتبه شركة علميه)

(وكذا في الدر المختار: ۱/۲۴۶، باب التيمم، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۸۳، باب التيمم، سهيل اكيدمي، لاهور)

(۲) "الثاني من العذر المبيح للتيمم ... ومن الأعذار برد يخاف منه بغلبة الظن التلف لبعض الأعضاء، أو المرض إذا كان خارج المصر بعيداً عن العمران، ولو القرى التي يوجد فيها الماء المسخن أو ما يسخن به، سواء كان جنباً أو محدثاً. وإذا عدم الماء المسخن أو ما يسخن به في المصر كالبرية جاز ... ما جعل عليكم في الدين من حرج" (مراقي الفلاح، ص: ۱۱۴-۱۱۶، باب التيمم، قديمي)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۶۹، باب التيمم، سهيل اكيدمي)

غسل نہیں آئے گا (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

جواب صحیح ہے، اور گرم پانی بھی نقصان کرتا ہو، یا نقصان کرنے کا تجربہ ہو، قوی اندیشہ ہو تو گرم پانی سے بھی جب تک نقصان نہ کرنے کا گمان نہ ہو جائے غسل کرنا ضروری نہیں ہوگا، تیمم بھی کافی رہے گا۔

تیمم ایسی حالت میں کہ پانی ٹھنڈا یا گرم نقصان دے

سوال [۱۴۴]: جو شخص ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے کا عادی ہو اور اس کو یہ اندازہ اور تجربہ ہو کہ خلاف فلاں وقت مائے بارد سے غسل کرنے میں طبیعت خراب ہو جاتی ہے، یا طبیعت خراب ہونے کا اندیشہ ہے اور ہو بھی جاتی ہے، اور گرم پانی سے جلد طبیعت خراب ہوتی، کیونکہ وہ مائے بارد کا عادی ہے۔ تو اس صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بار بار کا تجربہ ہے کہ غسل کرنے سے تکلیف ہوجاتی ہے تو ایسے وقت میں تیمم مشروع ہے، مائے بارد سے اگر تکلیف ہو تو گرم پانی سے کرے، گرم سے تکلیف ہو تو بارد سے غسل کرے، دونوں قسم کے پانی سے تکلیف ہو تو تیمم کرے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

مسجد سے نکلنے کے لئے تیمم

سوال [۱۴۵]: زید مسجد میں سو رہا تھا، اس کو احتلام ہو گیا، نکلتے وقت اس کو تیمم کرنا ضروری

---

(۱) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: "سردی کی وجہ سے بجائے غسل کے تیمم کرنا")

(۲) "من عجز عن استعمال الماء لبعده میلاً أو لمرض یشتد أو یمتد بغلبة الظن أو قول حاذق مسلم أو بتحرک ... تیمم لهذه الأعذار کلها". (الدر المختار: ۱/ ۲۳۳، باب التیمم، سعید)

(وکذا فی بدائع الصنائع: ۱/ ۳۲۲، فصل فی بیان شرائط الرکن، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق: ۱/ ۲۴۵، باب التیمم، رشیدیه)

ہے یا نہیں؟

عبدالرزاق جالندھری متعلم مجرہ مدرسہ

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسجد سے نکلنے کے لئے تیمم ضروری نہیں، البتہ اگر کسی عارض کی وجہ سے اس وقت نکلنا دشوار ہو تو تیمم ضروری ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۹/۱۱/۵۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۲۱/ذیقعدہ/۵۳ھ۔

تنگیٔ وقت کی وجہ سے کیا تیمم درست ہے؟

سوال[۱۰۳۱]: اگر غسل کی حالت ہو اور نماز کا وقت تنگ ہو تو کیا تیمم کر کے نماز ادا کی جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نہیں، بلکہ غسل کیا جاوے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "ولو احتلم فيه (المسجد) إن خرج مسرعاً تيمم ندباً، وإن مكث لخوف فوجوباً، ولا يصلي ولا يقرأ". (الدر المختار [illegible]، قبيل الفصل، سعيد)

"قوله: (والظاهر أن هذا في الخروج، أما في الدخول فيجب كما يفيده ما نقلناه آنفاً عن العناية، ويحمل عليه الخ ..... ولو أصابته جنابة في المسجد، قيل: لا يباح له الخروج من غير تيمم اعتباراً بالدخول، وقيل: يباح الخ ..... فجعل الخلاف في الخروج دون الدخول، ولا وجه له ظاهر لا يخفى على الماهر الخ". (رد المحتار [illegible]، قبيل الفصل، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية [illegible]، الفصل الأول فيما لا بد منها للتيمم، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية [illegible]، الفصل، إدارة القرآن، كراچي)

(۲) "ولا يتيمم لفوت جمعة ووقت ولو وتراً لفوتها إلى بدل الخ". (الدر المختار [illegible]، باب التيمم، سعيد)

"الأصل أن كل موضع يفوت فيه الأداء لا إلى الخلف، فإنه يجوز له التيمم، وما يفوت إلى –

تنگیٔ وقت کی وجہ سے تیمم کرنا

سوال [۱۵۲۴]: ۱... زید تندرست ہے مگر وقت تنگ ہے کہ بعد غسل نماز کا وقت نہیں رہتا تو ایسی حالت میں تیمم کرکے نماز پڑھ سکتے ہیں کہ نہیں؟

۲... تنگیٔ وقت کی بناء پر جو نماز تیمم کرکے پڑھی گئی بعد غسل احتیاطاً دوہرانا ضروری ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... تنگیٔ وقت کی وجہ سے غسل کی جگہ تیمم کرنا جائز نہیں (۱)۔

۲... وہ نماز صحیح نہیں ہوئی، اس کو دوبارہ پڑھنا فرض ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، ۱۸/۶/۸۷ھ۔

---

(۱) "لا يجوز له التيمم كالجمعة، كما في الجوهرة النيرة". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۰، الفصل الثالث في المتفرقات، رشيديه)

"التقدير بالميل هو المختار في حق المسافر. قال الفقيه أبو جعفر: أجمع أصحابنا على أنه يجوز للمسافر أن يتيمم إذا كان بينه وبين الماء ميل، وإن كان أقل من ذلك لا يجوز وإن خاف خروج الوقت". (الحلبي الكبير، ص: ٦٧، فصل في التيمم، سهيل اكيدمي، لاهور)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/۲۳۸، باب التيمم، إدارة القرآن، كراچي)

(۲) "ولو خاف خروج الوقت لو اشتغل بالوضوء في سائر الصلوات ما عدا صلاة الجنازة والعيد لا يتيمم عندنا، بل يتوضأ ويقضي الصلوة وإن خرج الوقت". (الحلبي الكبير، ص: ٨٣، فصل في التيمم، سهيل اكيدمي، لاهور)

(وكذا في الدر المختار: ۱/۲۴۶، باب التيمم، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۰، الفصل الثالث في المتفرقات، رشيديه)

(۲) "قال في شرح الطحاوي: لا يجوز التيمم في المصر إلا لخوف فوت جنازة أو صلاة عيد ... وبعضا قولنا عند عدم الماء في المصر المسافة دون خوف فوت الوقت". (البحر الرائق، باب التيمم: ۱/۲۶۴، رشيديه) =

کیا تیمم میں استیعاب فرض ہے؟

سوال [۱۹۵۰]: تیمم میں استیعاب فرض ہے یا کہ نہیں، اگر شق اول ہے تو اکمال فرض محال ہے، کیونکہ اول تو دو ضرب رکھا گیا ہے تو ظاہر ہے کہ ظاہر کف اور انگلیوں کے درمیان میں مسح نہیں ہوا، دوسرے یہ کہ ایک مرتبہ ہاتھ پھیرنے سے ہر ہر گوشہ تک ہاتھ پہنچانا ناقص خیال میں محال ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

استیعاب ضروری ہے: قال حسن بن عمار الشرنبلالي رحمه الله تعالى: "والرابع من الشروط: استيعاب المحل، وهو الوجه واليدان إلى المرفقين بالمسح في ظاهر الرواية، وهو الصحيح المفتى به، فينزع الخاتم ويخلل الأصابع ويمسح جميع بشرة الوجه والشعر على الصحيح وما بين العذار والأذن لحاقاته بأصله". مراقي الفلاح(۱)۔

محال کو ضروری قرار دینا خلاف نص ہے: ﴿لا يكلف الله نفساً إلا وسعها﴾ (الآية) (۲) اور

= "(ولو خاف خروج الوقت) لو اشتغل بالوضوء (في سائر الصلوات) ماعدا صلاة الجنازة والعيد، لايتيمم عندنا، بل (يتوضأ، ويقضي) الصلاة إن خرج الوقت". (الحلبي الكبير، ص: ۸۳، فصل في التيمم، سهيل اكيڈمي لاهور)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الطهارة، باب التيمم، ص: ۱۱۸، قديمي)

"وكذا إذا خاف فوت الوقت لو توضأ، لم يتيمم، ويتوضأ ويقضي مافاته؛ لأن الفوات إلى خلف، وهو القضاء". (الهداية، باب التيمم: ۱/۵۵، مكتبه شركة علمية، ملتان)

(۱) (مراقي الفلاح، ص: ۱۲۰، باب التيمم، قديمي)

"فأما في ظاهر الرواية: الاستيعاب في التيمم فرض كما في الوضوء". (المبسوط للسرخسي: ۱/۲۳۳، باب التيمم، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۶، الفصل الأول: لا بد منها للتيمم، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۱/۳۵، جنس آخر في كيفية التيمم، امجد اكيڈمي لاهور)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۶۳، فصل في التيمم، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۲) (البقرة: ۲۸۶)

ضروری کوحال سمجھنا خیال ناقص ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

تیمم میں ہاتھوں پر مسح کرنے کا طریقہ

سوال [۱۴۵۱]: تیمم میں بائیں ہاتھ کی تین انگلیوں یا چار انگلیوں کو داہنے ہاتھ کی انگلیوں کے نیچے رکھ کر پھیرنا چاہئے، ایک صاحب تین انگلیوں سے بتاتے ہیں اور تعلیم الاسلام میں چاروں انگلیوں سے لکھا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تعلیم الاسلام میں صحیح لکھا ہے(۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

پانی کتنا دور ہو تب تیمم درست ہوگا؟

سوال [۱۴۵۲]: ایک شخص راجستھان میں وہاں کے باشندوں سے کہتا ہے کہ ایک سو دس قدم دور پانی ہو تو وہاں تیمم کرکے نماز پڑھنا جائز ہے۔ اور حال وہاں کا یہ ہے کہ وہ جنگل میں گھر بنا کر رہتے ہیں اور ساتھ میں کافی مویشی رکھتے ہیں اور ان مویشیوں کو پانی دور دور سے لا کر پلاتے ہیں اور خود اس پانی سے نہاتے اور کپڑے دھوتے ہیں اور بعض لوگوں کے گھر ٹنکی بنی ہوئی ہے جس میں تمنا سے چالیس مٹکے پانی آتا ہے اور گھروں میں بھی کسی کسی کے گھر تمنا تیس مٹکے پانی موجود ہوتا ہے اور مسجد میں پانچ دس مٹکے پانی موجود ہوتا ہے، پھر بھی تیمم کرتے ہیں۔

جانوروں کو پلانے کے لئے پانی لاتے ہیں اور پلاتے ہیں اور نہانے دھونے کے لئے پانی استعمال کرتے ہیں اور نماز تیمم سے پڑھتے ہیں اور بعض لوگ تو اپنی بستی سے ایک سو دس قدم دور چلے جاتے ہیں (جنگل

---

(۱) "ویشترط المسح بجمیع الید أو بأکثرها حتی لو مسح بإصبع واحدة أو إصبعین، لا یجوز" (البحر الرائق: ۱/۲۵۲، باب التیمم، رشیدیہ)

(وکذا فی رد المحتار: ۱/۲۳۰، باب التیمم، سعید)

(وکذا فی خلاصة الفتاوی: ۱/۳۵، باب التیمم، امجد اکیڈمی لاہور)

ہیں) اور وہاں پانی کا یہی حال ہوتا ہے، پھر بھی وہ تیمم سے نماز ادا کرتے ہیں۔ تو کیا اس طرح تیمم کر کے نماز پڑھنا جائز ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اس حالت میں تیمم کی اجازت نہیں، لقوله تعالى: ﴿فلم تجدوا ماءً فتيمموا صعيداً طيباً﴾ الآية (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۲/۹۵ھ۔

پانی نہ ہو یا نا کافی ہو تو جنب کیا کرے؟

سوال [۱۹۵۳]: ایک آدمی جنبی ہے اور غسل کے لئے پانی کافی نہیں اور وضو کے لئے پانی کافی ہے تو وضو کر کے تیمم کرے یا وضو کی ضرورت نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اس حالت میں اس کے ذمہ وضو واجب نہیں، تیمم کافی ہے، کذا فی الدر المختار (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۱۹/۱۲/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۲/ ذی الحجہ/۵۷ھ۔

---

(۱) (سورة المائدة: ۶)

(۲) "ومن عجز عن استعمال الماء لبعده -ولو مقيماً في المصر- ميلاً، أربعة آلاف ذراع، وهو أربع وعشرون اصبعاً الخ". (الدر المختار: ۱/۲۳۲، باب التيمم، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۴۰، باب التيمم، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۹۷، باب التيمم، رشيديه)

(۲) "وفي القهستاني: إذا كان للجنب ما يكفي لبعض أعضائه أو للوضوء، تيمم، ولم يجب عليه صرفه إليه". (رد المحتار: ۱/۲۳۲، باب التيمم، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۰، الفصل الثالث في المتفرقات، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۷۲، باب التيمم، سهيل اكيڈمي، لاهور)

تہجد کے وقت بجائے تیمم کے گرم پانی سے وضو کرکے نماز فرض ادا کرے

سوال [۱۵۴]: ضعف اور ٹھنڈک کی وجہ سے اگر تہجد کے وقت تیمم سے نماز پڑھی جائے اور صرف فجر کی فرض نماز کے لئے گرم پانی سے وضو کیا جائے تو نماز درست ہوگی یا نہیں، ایسی شکل میں تہجد چھوڑ دینا اولیٰ ہے یا تیمم سے نماز تہجد پڑھنا اولیٰ ہے۔ ایک ہی تیمم سے نماز تہجد اور فجر دونوں پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پانی گرم کرنے کا انتظام ہے اور فجر کے وقت گرم کرکے اس سے وضو کرکے نماز فجر ادا کی جاتی ہے اور اتنی وقت میں گنجائش بھی ہے کہ تہجد کے وقت تیمم کرکے اس سے فجر پڑھ سکتے ہیں تو تہجد ہی کے وقت پانی گرم کرلیا جائے، اسی سے وضو کرکے تہجد بھی پڑھیں اور اسی سے نماز فجر بھی ادا کریں۔ جس طرح فرض نماز کے لئے وضو و تیمم ہے اسی طرح نماز نفل کے لئے بھی حکم ہے، جس حالت میں فرض کے لئے تیمم جائز نہیں، نفل کے لئے بھی جائز نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

کیا تیمم کے لئے بھی کپڑے سے نجاست دور کرنا ضروری ہے؟

سوال [۱۵۵]: زید کے پاس ایک ہی کپڑا پاک تھا وہ بھی ناپاک ہوگیا۔ تو کیا تیمم کے بعد وہ اس ناپاک کپڑے کو جس قدر نجاست لگی ہے، دھوکر پہن کر نماز پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ناپاک کپڑے کو جس قدر نجاست لگی ہو اس کا دھونا ضروری ہے، چاہے غسل سے نماز پڑھی جائے یا تیمم سے، تیمم کی وجہ سے اس کے حکم میں فرق نہیں آتا (۲)۔

---

(۱) "أو برد يهلك الجنب أو يمرضه ولو في المصر إذا لم تكن له أجرة حمام ولا ما يدفئه، وما قيل: إنه في زماننا يتحيل بالعدة فمما لم يأذن به الشرع، نعم! إن كان له مال غائب، يلزمه الشراء نسيئة، وإلا لا".

(الدر المختار: ۱/۲۳۳، باب التيمم، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۱۱۵، الطهارات، قديمي)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۱/۳۲۰، فصل في بيان شرائط الركن، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) "تطهير النجاسة واجب من بدن المصلي وثوبه ... ويجوز تطهيرها بالماء وبكل مائع طاهر" —

زیادتیٔ مرض کی وجہ سے اور مسجد کی دیوار سے تیمم

سوال [۱۴۵۸]: ایک آدمی جس کی عمر ۶۵/سال ہے، عرصہ ۱۷ سال سے مرض درد (گٹھیا) ہے، ٹھنڈے پانی سے وضو کرنے پر مرض میں اضافہ ہوجاتا ہے، اکثر اسی وجہ سے تیمم کرتا ہے، لیکن بعض حضرات معترض ہیں کہ ہمیشہ تیمم نہ کیا جائے۔

کاروباری آدمی ہے، گرم پانی کا ہر وقت انتظام نہیں کرسکتا، ہمارے یہاں کی مساجد میں گرم پانی کا نظم نہیں رہتا ہے۔ وہ تیمم کے لئے مٹی بارش کی وجہ سے نرم رہتی ہے، اس لئے مسجد کے اندر تیمم کرلیتے ہیں، اس پر بھی بعض حضرات کا کہنا ہے کہ مسجد کے اندر تیمم نہیں کرنا چاہئے، براہ کرم حکم شرعی سے مطلع فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ وضو کرنے سے مرض میں اضافہ ہوتا ہے تو تیمم آپ کے لئے درست ہے (۱)۔ تیمم کے لئے ایک ڈھیلا یا اینٹ مستقل علیحدہ محفوظ رکھیں، بارش کا زمانہ ہو تو پختہ دیوار اور پتھر سے بھی تیمم درست ہے (۲)۔

مرد لأنها هي قوله تعالى: ﴿وإن كنتم مرضى﴾ يدل بعبارته على أن المرض شرط، وبدلالته على بقية الأعذار، فإنه إنما شرع لوقوع في حرج المطلوب نفيه كما أشار إليه بقوله تعالى: ﴿ما يريد الله ليجعل عليكم من حرج﴾، (ومنها المرض إذا خاف زيادة المرض) بسبب الوضوء أو بالتحرك أو باستعمال الماء (أو) خاف (إبطاء البرء) من المرض بسبب ذلك (جاز له التيمم)، ويعرف ذلك إما بغلبة الظن عن أمارة أو تجربة أو بإخبار طبيب حاذق مسلم غير ظاهر الفسق". (الحلبي الكبير، ص: ۶۵، كتاب الطهارة، فصل في التيمم، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۱) "من عجز عن استعمال الماء لبعده ميلاً أو لمرض يشتد أو يمتد بغلبة الظن أو قول حاذق مسلم ولو بتحرك ... تيمم لهذه الأعذار كلها". (الدر المختار: ۱/۲۳۳، باب التيمم، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۸، الباب الرابع في التيمم، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۹۸، باب التيمم، إمداديه)

(۲) "(يتيمم) لهذه الأعذار كلها ... (بمطهر من جنس الأرض) وإن لم يكن عليه نقع" أي غبار". (الدر المختار: ۱/۲۳۸-۲۳۹، باب التيمم، سعيد)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۱/۱۵۷، الفصل الخامس في التيمم، غفاريه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۱/۳۵، جنس آخر فيما يجوز به التيمم، امجد اكيڈمي لاهور)

مسجد کی دیوار سے تیمم نہ کریں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱/۱۴۰۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند۔

مسجد کی دیوار سے تیمم

سوال [۱۹۵۹]: مسجد کی دیوار پر تیمم جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسجد کی دیوار کو تیمم کے لئے استعمال نہ کیا جائے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۴/۹۲ھ۔

ڈھیلے کا اثر تھوڑا رہ جائے تب بھی تیمم درست

سوال [۱۹۶۰]: اگر تیمم کا ڈھیلا ایسا ہو جاتا ہے جس کے بڑے بڑے ٹکڑے ہیں اور ہاتھ کو مٹی سے آلودہ کر دیں، گر مٹی کا اثر ہاتھ پر نہ ہو تو وضو کا بدل تیمم ہو جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مٹی کے ڈھیلے کا ہاتھ پر کچھ اثر رہ جائے تب بھی تیمم درست ہو جائے گا (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "ویکرہ مسح الرجل من طین الردغة بأسطوانة المسجد أو بحائطه" (فتاوی قاضی خان: ۱/۲۵، کتاب الطهارة، فصل فی المسجد، رشیدیہ)

(۲) راجع الحاشیة المتقدمة آنفاً

(۳) "التیمم ... المطهر من جنس الأرض وإن لم یبق علیه شيء" (الدر المختار: ۱/۲۳۹-۲۴۹، باب التیمم، سعید)

"وبالصخر علیه غبار أو لم یکن، سواء کان مغسولاً أو لم یکن، مدقوقاً أو غیر مدقوق" (الفتاوی العالمگیریة: ۱/۲۶، الباب الرابع فی التیمم، رشیدیہ)

(وکذا فی فتاوی قاضی خان: ۱/۲۰، فصل فیما یجوز به التیمم، رشیدیہ)

باب المسح علی الخفین والجوربین

(موزے اور جرابوں پر مسح کا بیان)

اونی، سوتی، منعل جرابوں پر مسح

سوال [۱۹۱۱]: اونی، سوتی، جرابوں کو منعلین کرلیا جائے تو اس پر مسح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز ہے، کذا فی رد المحتار: ۱/۲۷۸(۱) مگر "شرح منیہ" میں سوتی جرابوں پر تو باوجود منعل ہونے کے منع لکھا ہے(۲) اس لئے اس کے خلاف سے بچنا احوط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۱۲/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) "أما المسح على جوارب، فلا يخلو. إما أن يكون الجورب رقيقاً وإما إن كان ثخيناً منعلاً، ففي هذا الوجه يجوز المسح بلا خلاف إلخ". (التاتارخانية: ۱/۲۷۴، المسح على الخفين، إدارة القرآن، كراچی)

(وكذا في الحلبي الكبير-۱۲۱، المسح على الخفين، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(وكذا في رد المحتار: ۱/۲۷۰، المسح على الخفين، سعيد)

(وكذا في الهداية: ۱/۶۱، المسح على الخفين، شركة علمية)

(۲) "ثم بين المشايخ اختلاف في مقدار النعل الذي يكفي بجواز المسح، قال بعضهم: إذا كان في باطن الكف أديم، وهو ما يلي باطن كف القدم، جاز المسح. وقال بعضهم: لا يجوز المسح حتى يكون الأديم إلى الساق: ليكون ظاهر قدميه وكعباه مستورين. فلا يخفى أن هذا القول الأخير مخالف لسائر الكتب المعتمدة في تفسير المنعل، ومخالف لجميع الروايات في اشتراطه". (شرح المنية للحلبي الكبير، كتاب الطهارة، آخر فصل في المسح على الخفين، ص: ۱۲۳، سهيل اكيڈمی، لاهور)

موزوں پر مسح کرنا

سوال [۱۹۲۲]: ایک شخص نے وضو کرکے چمڑے کے موزے پہن لئے، اس کا وضو خفین پہننے کے بعد مثلاً قبل عشاء ٹوٹ گیا، اس کو یہ یاد نہیں رہا کہ آٹھ بجے وضو ٹوٹا تھا یا ساڑھے سات بجے، اب اس کی مدت دوسرے دن کس وقت جاکر ختم ہوتی ہے، دوسرے دن اس نے عشاء کا وضو کیا تو خفین پر مسح کرلیا اور عشاء کی نماز سے قبل وضو ٹوٹ گیا تھا۔ یہ مسح چوبیس گھنٹے گزرنے کے بعد کیا ہو یہ یاد نہیں آیا کہ کس وقت وضو ٹوٹا تھا، غالب گمان ہے کہ ساڑھے سات بجے وضو ٹوٹا ہوگا، دوسرے دن ساڑھے سات بجے کے بعد وضو کیا اور مسح کیا تو اس طرح ۲۴/ گھنٹے سے کچھ زیادہ گذرنے پر یہ مسح صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور اس طرح مسح کرکے جو نماز پڑھی ادا ہوئی یا اس کو دوبارہ پڑھنا ضروری ہے؟ مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۲۴/ گھنٹے پورے ہونے پر مدت مسح ختم ہوگئی، ضروری ہے کہ خفین اتار کر پیر دھوئے، اگر اس وقت وضو نہ ہو تو وضو کرکے خفین پہن کر از سرِ نو مدت کا اعتبار ہوگا (۱)، لہٰذا اس نماز کا اعادہ لازمی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱۲/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۲/۸۸ھ۔

---

(۱) "(وهو) أي المسح (جائز بسنة مشهورة) ... (لمحدث) ... (على طاهر خفيه) ... (أو جرموقيه) ... (الخفين) ... (ملبوسين على طهر تام) ... (عند الحدث) ... ثم أحدث، جاز أن يمسح يوماً وليلة لمقيم". (الدر المختار مع تنوير الأبصار)

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله: "(قوله: ومعذور إنه الخ) ... وفي الثلاثة الباقية يمسح في الوقت فقط، فإذا خرج (الوقت) نزع وغسل، كما في البحر ... اهـ". (رد المحتار: ۱/۲۶۲، باب المسح على الخفين، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۲۹۵، باب المسح على الخفين، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۷۴، المسح على الخفين، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۲۱، باب المسح على الخفين، رشيديه)

نائلون کے موزے پر مسح کا حکم

سوال [۱۹۹۳]: ہمارے یہاں کشمیر میں بہت زیادہ سردی ہوتی ہے، رات میں درجۂ حرارت زیرو ڈگری ہوجاتا ہے، کیا ایسی حالت میں نائلون کے موزے پر مسح جائز ہے؟ "تعلیم الاسلام" میں صرف موٹے اونی، سوتی موزے کا ذکر ہے جن کو پہن کر تین میل چلا جاسکتا ہو۔ نائلون کا موزہ اس شرط کو پورا کرتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو موزہ چمڑے کا نہ ہو لیکن ایسا دبیز ہو کہ اس میں پانی نہ چھنتا ہو اور اس کو پہن کر میل بھر پیدل چلنا بھی دشوار نہ ہو تو ایسے موزے پر بھی مقیم کو ایک دن ایک رات اور مسافر کو تین دن تین رات مسح کرنے کی شرعاً اجازت ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱۰/۹۳ھ۔

نائلون کے موزوں پر مسح کا حکم

سوال [۱۹۹۴]: موجودہ دور میں نائلون کے موزے ہر فرد پہنتا ہے، کیا یہ خفین کا درجہ رکھتے ہیں؟ ایک ان میں اعلیٰ قسم کا ہے جن میں قطرۂ آب تو جذب ہوجاتا ہے مگر تری اندر نہیں جاتی۔ بہرحال اس پر مسح کا کیا حکم ہے؟

---

(۱) "(أو جوربيه) ولو من غزل أو شعر (الثخينين) بحيث يمشي فرسخاً، ويثبت على الساق بنفسه، ولا يرى ما تحته ولا يشف إلا أن ينفذ إلى الخف قدر الغرض". (الدر المختار).

قال ابن عابدين رحمه الله: "(قوله: ولو من غزل أو شعر) قال: يخرج عنه ما كان من كرباس: وهو الثوب من القطن الأبيض، ويلحق بالكرباس كل ما كان من نوع الخيط كالكتان والإبريسم ونحوهما . أقول: الظاهر أنه إذا وجدت فيه الشروط يجوز، وأنهم أخرجوه لعدم تأتي الشروط فيه غالباً الخ" (رد المحتار: ۱/۲۶۹، باب المسح على الخفين، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير: ۱۲۱، باب المسح على الخفين، سهيل اكيڈمي لاهور)

(وكذا في فتاوى حقانية: ۲/۵۹۹، نائلون كى جرابوں پر مسح كرنے كا حكم، دار العلوم حقانية اكوڑه خٹک)

(وكذا في كفاية المفتي: ۲/۳۲۱، دار الاشاعت، كراچی)

کے مطابق چار میل چلنے میں نہ پھٹیں، ان پر مسح کی اجازت ہے(۱)، مقیم کے لئے ایک دن ایک رات، مسافر کے لئے تین دن تین رات (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "أما المسح على الجوارب، فلا يخلو: إما أن يكون الجورب رقيقاً... وإما إن كان ثخيناً منعلاً، ففي هذا الوجه يجوز المسح بلا خلاف الخ". (الفتاوى التاتارخانية: ۱/۲۹۰، المسح على الخفين، إدارة القرآن، كراچي)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۱۲۰، المسح على الخفين، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(۲) "فلو تخفف المحدث، ثم خاض الماء فابتل قدماه، ثم تمم وضوءه، ثم أحدث، جاز أن يمسح يوماً وليلةً لمقيم، وثلاثة أيام وليالیها لمسافر". (الدر المختار: ۱/۲۷۱، باب المسح على الخفين، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۳، الباب الخامس في المسح على الخفين، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۲۹۸، باب المسح على الخفين، رشيديه)

باب الحیض والنفاس وأحکام المعذور

الفصل الأول في الحیض والنفاس والاستحاضة

(حیض ونفاس اور استحاضہ کا بیان)

حیض کی اقل مدت

سوال[۱۰۰۱]: حیض کی کم سے کم مدت تین دن ہے، اس سے کم حیض نہیں آتا ہے، لیکن اگر کسی عورت کو حیض میں صرف تین رات اور نصف روز یعنی ڈھائی دن آتا ہے، اس کا کیا حکم ہے، وہ حیض شمار ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ حیض نہیں، استحاضہ ہے، ایسی عورت معذور الطہر ہے:

"أقل الحيض ثلاثة أيام ولياليها، وما نقص من ذلك فهو استحاضة اهـ". هدایہ ۱/۶۲(۱)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۵/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۵/۹۳ھ۔

---

(۱) (الهداية: ۱/۶۲، باب الحيض والاستحاضة، مكتبه شركت علميه)

"وأقله ثلاثة أيام، وأكثره عشرة، فما نقص أو زاد استحاضة". (البحر الرائق: ۱/۲۰۱، باب الحيض، رشيديه ملتان)

(وكذا في الدر المختار: ۱/۲۸۴، باب الحيض، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۷۸، باب الحيض، دار الكتب العلمية بيروت)

کی خلقت ظاہر نہیں ہوئی اور (سقط کے ساتھ) کم از کم تین یوم خون آیا اور اس سے قبل طہر تام تھا تو اس خون کو حیض کہا جائے گا ورنہ استحاضہ:

"فإن لم يظهر له شيء فليس بشيء، والمرئي حيض إن دام ثلاثاً وتقدمه طهر تام وإلا استحاضة اهـ" در مختار۔ "(قوله: والمرئي): أي الدم المرئي مع السقط الذي لم يظهر من خلقه شيء اهـ" شامی: ۱/۲۷۹(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

عورت کے حق میں ایک دن چوبیس گھنٹے کا ہے

سوال [۱۰۹۱]: کسی عورت کو کبھی دو دن، کبھی تین دن لگاتار حیض آتا ہے اور پھر بالکل ختم ہوجاتا ہے، ایک دو دن کے بعد پھر آتا ہے، کبھی دو تین وقت ہوکر، کبھی گھنٹہ دو گھنٹہ رہ کر رک جاتا ہے، پھر ایک دو دن کے بعد ایک آدھ مرتبہ آکر بند ہوجاتا ہے، یہ مجموعہ سات دن کا ہوا۔ اسی طرح ہمیشہ ہوتا ہے اور کم از کم چار دن اور زیادہ سے زیادہ سات دن رہتا ہے۔ ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے، اللہ ورسول کا حکم کیا ہے؟ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ چھ دن پورا کرکے غسل کرکے نماز پڑھتی ہے پھر خون آجاتا ہے، اس کیفیت سے سات دن پورے ہوتے ہیں۔ نیز ایک شمسی دن سے کتنے مراد ہے، کیا ۲۴ گھنٹے مراد ہیں؟ مثلاً کسی عورت کو بعد از ۸ بجے سے حیض شروع ہوئے تو دوسرے روز جب گیارہ بجے تک آنے کو تب پورے تین دن ہوں گے، اگر صبح دس بجے تک آئے تو پورے تین دن سمجھے جائیں گے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ عورت سات روز تک حائضہ شمار ہوگی، اس کے بعد غسل کرکے نماز پڑھے گی۔ ۲۴ گھنٹہ کا ایک دن

---

(۱) (الدر المختار: ۱/۳۰۲، باب الحیض، مطلب في أحوال السقط وأحكامه، سعید)

"وإن لم يظهر شيء من خلقه فلا نفاس لها، فإن أمكن جعل المرئي حيضاً يجعل حيضاً، وإلا فهو استحاضة" (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷، الفصل الثاني في النفاس، رشيدية)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/۳۹۷، باب النفاس، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۱۴۰، باب الحيض، مكتبه امداديه ملتان)

حائضہ سے انتفاع کی صورت

سوال[۱۱۶۲]: اگر مرد اپنی حائضہ بیوی کے ما بین السرۃ والرکبۃ کوجبکہ اس پر کپڑا ہو، اپنے عضو سے کپڑا لپیٹ کر مس کرے فرج داخل چھوڑ کر اور اس کوانزال ہوجائے تو یہ فعل عند الشرع کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کپڑا درمیان میں حائل ہے تو یہ صورت ممنوع نہیں "فيجوز الاستمتاع بالسرة وما فوقها والركبة وما تحتها ولو بلا حائل، وكذا بما بينهما بحائل بغير الوطئ ولو تلطخ دماً". شامی: ۱/۲۹۴ (۱)۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

حائضہ کے ساتھ مضاجعت

سوال[۱۱۶۳]: حیض ونفاس کی حالت میں مرد اپنی عورت کے پاس سو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سو سکتا ہے، قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: "يجوز مباشرة الحائض فوق الإزار وإن لزم منه التلطخ بالدم اهـ". شامی: ۱/۲۰۷ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، مظاہر علوم سہارنپور، ۸/۲/۶۱ھ۔

= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۹، الفصل الرابع في أحكام الحيض الخ، رشيديه)

(وكذا في مراقي الفلاح، ص: ۱۴۵، باب الحيض والنفاس، قديمي)

(۱) (رد المحتار: ۱/۲۹۲، باب الحيض، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۹، الفصل الرابع في أحكام الحيض، الباب السادس، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي، ص: ۱۴۵، باب الحيض والنفاس، قديمي)

(۲) (رد المحتار: ۱/۲۹۲، باب الحيض، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۹، الفصل الرابع في أحكام الحيض، الباب السادس، رشيديه)

(وتبيين الحقائق: ۱/۱۴۳، باب الحيض، دار الكتب العلمية، بيروت)

بوقتِ ضرورت مباشرتِ حائضہ اور غلبۂ شہوت میں استمناء

سوال[۲۹۵۷]: ۱…جماع کی سخت ضرورت ہو اور منکوحہ حیض میں ہو تو سرین یا مقام زیرِ ناف کے اوپر رگڑ کر منی اخراج کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ جبکہ اپنے اوپر کامل اعتماد ہو کہ مقامِ ممنوع میں داخل نہ کریں گے، یا کوئی اور صورت ہو؟

۲…اگر بیوی پاس میں نہ ہو، ڈیوٹی میں باہر رہتا ہے یا نکاح نہیں ہوا ہے اور شہوت سے عورتوں پر نظریں پڑتی ہیں، ذہن و دماغ پریشان رہتا ہے، نماز وغیرہ میں بھی خیال منتشر ہوتا ہے۔ اس عمل (استمناء) کو معمول نہ بنائے بلکہ کبھی کبھی زیادہ پریشان ہو تو سکون حاصل کرنے کے لئے ایسا کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱…یہ صورت ناجائز ہے، البتہ پنڈلی، پیٹ، ہاتھ وغیرہ پر رگڑ کر انزال کرنے سے تسکین ہو جائے، معصیت سے بچ جائے تو درست ہے(۱)۔

۲…اگر بغیر اس کے زنا میں مبتلا ہو جانے کا ظنِ غالب ہو تو زنا سے تحفظ کے لئے ایسا کر لینے سے امید ہے کہ عذاب نہ ہوگا(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "(قوله: يعني ما بين السرة والركبة) فيجوز الاستمتاع بالسرة وما فوقها والركبة وما تحتها ولو بلا حائل، وكذا بما بينهما بحائل بغير الوطء ولو تلطخ دماً" (رد المحتار: ۱/۲۹۲، باب الحيض، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۹، الفصل الرابع في أحكام الحيض، الباب السادس، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي، ص: ۱۳۵، باب الحيض والنفاس، قديمي)

(۲) "وكذا الاستمناء بالكف وإن كره تحريماً لحديث "ناكح اليد ملعون" ولو خاف الزنى يرجى أن لا وبال عليه". (الدر المختار). قال ابن عابدين: "(قوله: ولو خاف الزنى) الظاهر أنه غير قيد، بل لو تعين الخلاص من الزنى به وجب؛ لأنه أخف. وعبارة الفتح: فإن غلبته الشهوة ففعل إرادة تسكينها به، فالرجاء أن لا يعاقب اهـ" (رد المحتار: ۲/۳۹۹، مطلب في حكم الاستمناء بالكف، سعيد)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۱/۲۶۰، جنس آخر في المجامعة وما في معناها، كتاب الصوم، امجد اكيڈمي)

(وكذا في الدر المنتقى: ۱/۳۶۲، باب موجب الفساد، دار الكتب العلمية بيروت)

مباشرتِ حائضہ

سوال[۱۰۷۵]: جماع اور مباشرت میں کیا فرق ہے؟ "بخاری" کے باب مباشرۃ الحائض، ص: ۲۰۷ میں جو احادیث بیان کی گئی ہیں انھیں دیکھ کر بعض مرشدین نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ جو انسان اپنے نفس پر قابو نہیں پاسکتا وہ حائضہ کی شرمگاہ پر کپڑا رکھ کر خواہش پوری کر سکتا ہے، لیکن حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے "بہشتی زیور" میں بحوالہ "درمختار: ۱/۱۹۴" لکھا ہے کہ "حیض کے زمانہ میں مرد کے پاس رہنا یعنی صحبت کرنا درست نہیں اور صحبت کے سوا اور سب باتیں درست ہیں یعنی ساتھ کھانا پینا لیٹنا درست ہے"(۱)۔

علامہ شرنبلالی نے نور الایضاح "باب الحیض والنفاس والاستحاضۃ" میں لکھا ہے کہ:

"حالتِ حیض میں عورت کی ناف کے نیچے سے گھٹنے تک کسی حصہ سے تمتع حاصل کرنا یعنی لذت لینا حرام ہے"۔

لہٰذا مباشرت اور جماع کے معنی کی تشریح فرمائیں اور مسئلہ کی وضاحت بھی فرمائیے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جماع کو تو سب ہی جانتے ہیں اس میں تو کوئی خفا نہیں، مباشرت کے معنی ہیں: "کھال سے کھال ملانا" اور کبھی اس سے مراد لیتے ہیں: "مرد کے عضوِ خاص کا عورت کے عضوِ مخصوص سے بحالتِ شہوت بغیر کسی حائل کے ملانا" جس کو "مباشرتِ فاحشہ" بھی کہتے ہیں جیسا کہ مراقی الفلاح میں لکھا ہے(۲)۔

حائضہ سے مباشرت کی تین صورتیں ہیں: ایک حرام ہے وہ یہ کہ اس سے جماع یعنی ادخال کیا جائے۔ دوسری صورت جائز ہے وہ یہ کہ ناف سے اوپر اور گھٹنوں سے نیچے کے حصہ جسم سے استمتاع کیا جائے۔ تیسری صورت میں اختلاف ہے وہ یہ کہ جماع تو نہ کیا جائے لیکن ناف سے گھٹنوں تک کے حصہ جسم سے استمتاع

---

(۱) (بہشتی زیور، باب وحصہ دوم، حیض کے احکام کا بیان، مسئلہ: ۳، ص: ۱۶۸، دار الاشاعت)

(۲) "مباشرۃ فاحشۃ وهي مس فرج أو دبر بذكر منتصب بلا حائل يمنع حرارة الجسد". (مراقي الفلاح، ص: ۹۲، نواقض الوضوء، قديمي)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۱/۱۵، الفصل الثالث في الوضوء، امجد اكيڈمي، لاهور)

ذکر کیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر حالتِ حیض میں مرد نے عدمِ علم کی بناء پر جماع کیا اور عورت کو معلوم ہے تو عورت گناہِ کبیرہ کی مرتکب ہوگی، نیز اگر عورت حالتِ حیض میں بوجہ غلبۂ شہوت کے مرد کو وطی پر مجبور کرے تو مرد کو وطی کرنا اس حالت میں بالکل درست نہیں ہے:

"ووطؤها في الحيض حالة كونه عالماً بالحرمة عامداً مختاراً كبيرة لا جاهلاً ولا ناسياً ولا مكرهاً" كذا في البحر الرائق: ۱/۲۰۸(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

حالتِ حمل میں وطی

سوال [۱۹۷۷]: حاملہ بیوی سے وطی کرنا کیسا ہے؟ اگر جائز ہے تو وضعِ حمل سے کتنے دن پہلے چھوڑ دینا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شوہر کو حاملہ سے وطی کرنا درست ہے، علاوہ ان ایام کے جبکہ وطی بچے کو مضر ہو، اور اس سلسلے میں حکیم حاذق سے معلوم کرلیا جاوے کہ کب وطی بچے کو مضر ہوتی ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حالتِ حیض میں استمتاع

سوال [۱۹۷۸]: زید کی بیوی ایامِ حیض کے اندر بے انتہا قوتِ شہوت کی بناء پر ہمکاری کا قصد

---

(۱) البحر الرائق: ۱/۳۳۲، باب الحیض، رشیدیہ

(وکذا في رد المحتار: ۱/۲۹۷، باب الحیض، سعید)

(وکذا في الفتاوی العالمکیریة: ۱/۳۹، الفصل الرابع في أحکام الحیض الخ، رشیدیہ)

(۲) حکیم الامت مجدد الملت اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں: "(حاملہ عورت) میاں کے پاس نہ جائیں تو اچھا ہے جیسے ہی پہلے اور سات ماہ کے بعد تو بہت ہی نقصان ہے"۔ (بہشتی زیور، حصہ نہم، حمل کی تدبیروں اور حفاظت کا بیان، ص: ۲۰، دارالاشاعت، کراچی)

کرنے پر مجبور ہے، ایسی صورت میں زید اپنی بیوی سے ایام حیض میں مباشرت کرسکتا ہے یا نہیں؟ اس کے علاوہ اگر کوئی اور صورت ہو تو تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حالت حیض میں بیوی سے صحبت کرنا حرام ہے، حرام کاری تو حرام ہے ہی اس کا کیا پوچھنا۔ ناف سے گھٹنے تک کے علاوہ بقیہ جسم سے استمتاع کی گنجائش ہے(۱)۔ زید کو چاہیئے کہ ایام حیض میں صبر کرے، یا روزہ رکھے، یا پھر دوسری شادی بھی کرلے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۷/۸۶ھ۔

حائضہ عورت کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا کیسا ہے؟

سوال [۱۹۷۹]: حائضہ عورت کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حائضہ عورت کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھانا شرعاً درست ہے(۲) جب کہ وہ پاکی کا اہتمام کرتی ہو۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/۱۱/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/ذی قعدہ/۵۷ھ۔

حائضہ ونفساء کا بستر سے الگ رہنا اور رکوع کی حالت میں پاخانہ پیشاب کرنا

سوال [۱۹۸۰]: رکوع کی حالت بنا کر عورتوں کا پاخانہ پیشاب کرنا اور حائضہ عورت کا ناپاکی ...

---

(۱) "فيجوز الاستمتاع بسرة وما فوقها والركبة وما تحتها ولو بلا حائل، وكذا بما بينهما بحائل بغير الوطء ولو تلطخ دماً" (رد المحتار: ۱/۲۹۲، باب الحيض، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱/۱۶۳، باب الحيض، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) "ولا بأس بأكلها ومضاجعتها، ولا يكره طبخها ولا استعمال ما مسته من عجين أو ماء أو غيرهما، إلا إذا توضأت بقصد القربة" (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۱۴۵، قديمي)

(وكذا في رد المحتار: ۱/۲۹۲، باب الحيض، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار: ۱/۱۴۹، باب الحيض، دار المعرفة، بيروت)

حالت میں بستر سے علیحدہ رہنا، بے غسل کھانا نہ پکانا، نجاست کے خیال سے جو چھوئے اس پر بھی غسل ضروری ہونا، ناپاکی کی حالت میں کپڑے برتن وغیرہ دھونا ضروری کہنا، بے دھوئے چولہا گناہ کہنا کیسا ہے؟ اس طرح نفساء کو بھی بلکہ اس کے ہاتھ کا پکایا ہوا حرام پاک ہونے تک سمجھا گیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

رکوع کی حالت بنا کر پیشاب پاخانہ کرنا تو انسان کے علاوہ دوسرے جانوروں کا طریقہ ہے، انسان کا طریقہ نہیں۔ حائضہ اور نفساء سے اتنا پرہیز کرنا اور اس کے پکائے ہوئے کھانے اور چھوئے ہوئے کپڑے برتن وغیرہ سے احتراز کرنا اور اس کا بستر علیحدہ کرنا یہ یہود کا طریقہ ہے، اسلام نے اس سے منع کیا ہے، البتہ صحبت وغیرہ جو امور ناجائز ہیں ان سے بچنا ضروری ہے۔

"وتمنع الحائض قربان زوجها ما تحت إزارها يعني ما بين سرة وركبة فيجوز الاستمتاع بالسرة وما فوقها والركبة وما تحتها ولو بلا حائل، وكذا بما بينهما بحائل بغير الوطء ولو تلطخ، ولا يكره طبخها ولا استعمال ما مسته من عجين أو ماء أو نحوهما إلا إذا توضأت بقصد القربة كما هو المستحب فإنه يصير مستعملاً. وفي الولوالجية: ولا ينبغي أن يعزل عن فراشها؛ لأن ذلك يشبه فعل اليهود". (رد المحتار: ۱/۲۹۲)(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۸/صفر/۱۳۵۹ھ۔

ایام حیض میں مناجات مقبول کا پڑھنا

سوال [۱۱۸۰]: مستورات ایام حیض میں "مناجات مقبول" پڑھ سکتی ہیں یا نہیں؟ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ مناجات مقبول میں عربی والی دعاء میں قرآن کی آیت بھی ہوتی ہے، صرف اردو والی منظوم دعائیں

---

(۱) (رد المحتار: ۱/۲۹۲، باب الحيض، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۱۴۳، باب الحيض، قديمي)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار: ۱/۱۴۹، باب الحيض، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۳۴۴، باب الحيض، رشيدية)

الگ مجلد کر کے پڑھنی چاہیے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کپڑے یا رومال وغیرہ سے پکڑ کر اوراد و دعائیں پڑھنا درست ہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

بچہ کی ولادت پر نفاس نہیں آیا، کیا پھر بھی غسل واجب ہے؟

سوال [۱۹۸۵]: عورت کے بچہ پیدا ہونے کے بعد نفاس نہیں آیا تو اس پر غسل واجب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قول مفتی بہ یہ ہے کہ غسل واجب ہے، کذا فی رد المحتار (۱/۱۶۵) (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹۱/۱۰/۱۵ھ۔

استحاضہ میں مہینے کے کن دنوں کو حیض شمار کرے اور کن کو طہر؟

سوال [۱۹۸۶]: ایک عورت استحاضہ کے مرض میں عرصہ سے مبتلا ہے، خون برابر جاری

---

(۱) "مناجات مقبول کی طرح ادعیہ ماثورہ جن میں متعدد آیات قرآنیہ ہوں نیت دعا سے پڑھنا بلا کراہت جائز ہے، البتہ تلاوت کی نیت سے ناجائز ہے": "(قوله: قراءة القرآن) بقصده، فلو قرأت الفاتحة على وجه الدعاء أو شيئاً من الآيات التي فيها معنى الدعاء ولم ترد القراءة لا بأس به" (رد المحتار: ۱/۲۹۳، باب الحيض، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار: ۱/۱۵۰، باب الحيض، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۵۸، مطلب: الغسل في أربعة سنن، سهيل اكيدمي لاهور)

(۲) "ولو ولدت ولم ترد دماً لا يجب الغسل عند أبي يوسف رحمه الله تعالى، لكن يجب عليها الوضوء، وعند أبي حنيفة رحمه الله تعالى يجب الغسل، وأكثر المشايخ أخذوا بقوله، وبه كان يفتي الصدر الشهيد، هكذا في المحيط، وقال أبو علي الدقاق: وبه نأخذ الخ" (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۴، الفصل الثالث في المعاني الموجبة للغسل، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار: ۱/۱۶۵، باب الحيض، سعيد)

(وكذا في الدر المنتقى على هامش مجمع الأنهر: ۱/۸۴، باب الحيض، دار الكتب العلمية بيروت)

حیض کا بے وقت آنا

سوال[۱۹۸۴]: اگر کسی خاتون کو ایامِ حیض اس طرح شروع ہوں کہ اول خون کے چند قطرات نمودار ہوں اور پھر اس کے بعد دس دن تک خون بالکل نظر نہ آئے، لیکن دس دن کے بعد پھر حیض کی آمد کثرت سے شروع ہو اور یہ سلسلہ تقریباً پانچ چھ دن تک جاری رہے تو ایامِ حیض، پاکی اور نماز وغیرہ کے لئے کب سے شمار کئے جائیں گے، مثلاً اگر ۱۰/ جولائی سے قطراتِ حیض برائے نام نمودار ہوں اور پھر ۳۱/ جولائی سے سیلان بکثرت ہو اور ۴/ اگست تک جاری رہے تو ایامِ حیض کس تاریخ سے کس تاریخ تک شمار کئے جائیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب اول قطرات نمودار ہوئے پھر دس دن تک کوئی اثر معلوم نہیں ہوا تو یہ چند قطرات حیض میں شمار نہیں ہوں گے، بلکہ یہ دس روز مسلسل پاکی کے شمار ہوں گے، اس کے بعد جب بکثرت سیلان ہو اور مسلسل پانچ روز تک رہا تو ان پانچ دن کو ایامِ حیض میں شمار کریں گے۔ صورتِ مسئولہ میں ۲۱/ جولائی سے ۳۰/ جولائی تک حیض نہیں، ۳۱/ جولائی سے ۴/ اگست تک ایامِ حیض ہوں گے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

(۱) "هو دم من رحم لا لولادة، وأقله ثلاثة أيام بلياليها الثلاث، وأكثره عشرة بعشرة ليال. والناقص عن أقله والزائد على أكثره الخ". (الدر المختار: ۱/۲۸۴، باب الحيض، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۱۲۹، باب الحيض، إمداديه)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۶۱۵، المطلب الثاني، مدة الحيض والطهر، رشيديه)

وجہ سے دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں (۱) اس کا خیال رکھنا لازم ہے (۲)۔ مسجد میں پیشاب نکلنے کا اندیشہ ہو تو مسجد میں نہ جائیں، مکان پر ہی ادا کرلیا کریں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۷/۱۴۰۱ھ۔

پیشاب کے بعد جس کو قطرہ آتا رہتا ہو وہ کب معذور ہوگا؟

سوال[۱۹۸۸]: بعض اوقات روانی نہیں رکھ پاتا ہوں تو کیا میں معذور نہیں ہوں، مجھے تیس چالیس منٹ تک بہ مبالغہ پیشاب میں لگتے ہیں۔ کھڑے ہوکر، بیٹھ کر، چل کر ہر طرح قطرہ پیشاب نکالتا ہوں، بعض دفعہ پینتالیس منٹ بھی لگ جاتے ہیں، ایسا کم ہی ہوتا ہے کہ ۱۵/۲۰ منٹ میں فرصت مل جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

محض اتنی بات سے آپ معذور نہیں، البتہ اگر کسی نماز کا پورا وقت اس حالت میں گزر جائے کہ برابر قطرہ آتا رہے اور اتنی مہلت نہ مل سکے کہ آپ وضو کرکے نماز پڑھ لیں تو آپ معذور ہو جائیں گے، لیکن جب ایسا نہیں، بلکہ تیس چالیس منٹ کے بعد آپ مطمئن ہو جاتے ہیں اور قطرہ نہیں آتا تو آپ معذور نہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "صاحب عذر من به سلسل بول أو استطلاق بطن أو انفلات ريح أو استحاضة ... إن استوعب عذره تمام وقت صلاة مفروضة ولو حكماً ... وحكمه الوضوء لكل فرض، ثم يصلي به فيه فرضاً ونفلاً، فإذا خرج الوقت بطل". (الدر المختار: ۱/۳۰۵، مطلب أحكام المعذور، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي، ص: ۱۴۸، باب الحيض والنفاس والاستحاضة، قديمي)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۳۲۳، المطلب الثامن: وضوء المعذور، رشيدية)

(۲) "وإن سال على ثوبه فوق الدرهم جاز له أن لا يغسله إن كان لو غسله تنجس قبل الفراغ منها أي الصلاة". (الدر المختار: ۱/۳۰۶، مطلب أحكام المعذور، سعيد)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۱/۱۶، الفصل الثالث في الوضوء، امجد اكيڈمي، لاهور)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۱/۲۳۵، مسائل الأصل الثالث، غفاريه)

(۳) "إن استوعب عذره تمام وقت صلاة مفروضة، بأن لا يجد في جميع وقتها زمناً يتوضأ ويصلي فيه

جس کی منی برابر نکلتی رہتی ہو اس کا حکم

سوال[۱۰۸۹]: زید کو ہر وقت منی آتی رہتی ہے، شروع شروع میں تمام نمازوں کے اوقات میں نہیں آتی تھی، لیکن اب تقریباً تمام نمازوں کے اوقات میں آتی رہتی ہے، لیکن نماز کے پورے وقت میں نہیں آتی بلکہ وقت کے کسی حصہ میں آگئی اور کسی حصہ میں رک گئی اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک دو وقت خالی بھی چھا جاتا ہے، لیکن دو وقت بھی مشتبہ رہتا ہے، لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ ایک دو وقت خالی گذرے۔ ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ ایسے شخص کو معذور شرعی کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور ایسا شخص اسی حالت میں نماز پڑھ سکتا ہے، کئی کئی مرتبہ وضو کرنا پڑتا ہے؟ جو صورت ہو تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان حالات میں یہ شخص شرعاً معذور نہیں، ہر مرتبہ خروج منی اس کے حق میں ناقض وضو ہے، بدن کو پاک صاف کر کے روئی اندر رکھ لے اس طرح نماز پڑھ لے، جب روئی پر تری ظاہر ہوگی تب وضو ٹوٹے گا اور حکم لگایا جائے گا ناقض وضو ہونے کا(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

پیشاب کے بعد قطرہ کا آنا

سوال[۱۰۹۰]: ایک شخص ہیں جنہیں پیشاب کی بیماری ہے کہ استنجا کرنے کے بعد کچھ دیر تک

= خالیاً عن الحدث" (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۳۰۵، مطلب في أحكام المعذور، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۰، مما يتصل بذلك أحكام المعذور، رشيدية)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۸۴، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في مراقي الفلاح، ص: ۱۴۹، باب الحيض والنفاس، قديمي)

(۱) "ينقض لو حشا إحليله بقطنة وابتل الطرف الظاهر، هذا لو القطنة عالية أو محاذية، وإن متسفلة عنه لا ينقض". (الدر المختار: ۱/۱۴۹، نواقض الوضوء، سعيد)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۱/۵۲، مسائل الأصل الثالث، غفارية)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۱/۱۲، الفصل الثالث، امجد اكيڈمي، لاهور)

قطرہ نکل آئے گا تو وضو باقی نہیں رہے گا دوبارہ وضو کی ضرورت پیش آئے گی، وضو کے بعد جب قطرے نہ آئیں تو اس وضو سے متعدد نمازیں پڑھ سکتے ہیں۔ وقت سے پہلے بھی وضو کر سکتے ہیں، قطرے سے تحفظ کے لئے ڈھیلا، کپڑا بھی استعمال کر سکتے ہیں(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۳/۹۶ھ۔

تقاطر بول کا حکم

سوال[۱۰۰۲]: بندہ کو مسلسل چھ سال سے تقاطر بول کی شکایت ہے، اکثر تو پیشاب کرنے کے فوراً بعد یا کچھ دیر بعد، یا کبھی نماز کے اندر، یا وضو کرنے کے وقت پیشاب کے قطرے نکل آتے ہیں، اب جب نماز میں یہ حالت پیش آتی ہے تو بندہ وضو کے لئے جائے گا تو ادھر جماعت ختم ہو جاتی ہے تو اس صورت میں بندہ کیا کرے؟ کبھی پیشاب کی تعداد اتنی زیادہ ہو جاتی ہے کہ درہم کی تعداد سے زیادہ ہے۔ بندہ کو کبھی عین درس کی حالت میں یہ بیماری پیش آتی ہے اور درس کے وقت میں وضو کا ہونا ضروری ہے، اگر بندہ وضو کے لئے جائے گا تو سبق فوت ہو جائے گا۔ بندہ اس صورت میں کیا کرے؟

بندہ فی الحال ایک کپڑا استعمال کرتا ہے اور ہر نماز سے پہلے کپڑے کو دھو لیتا ہے، پیشاب کر کے وضو کرتا ہوں، پیشاب کے قطرے نکلے یا نہیں، تو کیا میری نماز صحیح ہوئی یا نہیں، یا بندہ سب کی قضا کرے، کیا بندہ صاحب عذر نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب آپ صاحب عذر (شرعی معذور) نہیں ہیں تو جو نمازیں قطرے آنے کی حالت میں یا قطرے

---

(۱) "شرط ثبوت العذر ابتداءً أن يستوعب استمراره وقت الصلاة كاملاً، وهو الأظهر، كالانقطاع لايثبت مالم يستوعب الوقت كله حتى لو سال دمها في بعض وقت صلاة، فتوضأت وصلت ثم خرج الوقت ودخل وقت صلاة أخرى وانقطع دمها فيه، أعادت تلك الصلاة لعدم الاستيعاب . وشرط بقائه أن لا يمضي عليه وقت فرض إلا والحدث الذي ابتلي به يوجد فيه الخ". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۰، الفصل الرابع في أحكام الحيض الخ، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۱/۳۰۵، أحكام المعذور، سعيد)

(وكذا في إمداد الفتاح، ص: ۱۵۳، ما يبطل به وضوء المعذور، حقانيه)

آنے کے بعد بغیر وضو کئے ناپاک کپڑے سے (جبکہ مقدار عفو سے زائد ہو) پڑھی ہوں، ان سب کا اعادہ ضروری ہے(۱)۔ قطرہ آنا آپ کے حق میں ناقض وضو ہے، قطرہ کے لئے مستقل کپڑا رکھیں، نماز کے وقت اس کو الگ کردیا کریں یا نماز کے لئے مستقل لنگی رکھیں، اگر اتفاقاً وہ ناپاک ہوجائے تو پاک کرلیں۔

سبق کے لئے پاک رہنا ضروری نہیں، قرآن کریم کو بلاوضو ہاتھ نہ لگائیں اور ضرورت پیش آئے تو رومال سے پکڑلیں، کتاب میں گنجائش ہے، احتیاط کرنا چاہیں تو کتاب کو بھی رومال سے پکڑلیا کریں، وضو میں سبق کے وقت زحمت ہو اور بغیر وضو کتاب کھولنے میں نہ آئے تو تیمم کی گنجائش ہے، زیادہ تشویش میں نہ پڑیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

قطرہ خارج ہونے کا شبہ ہو تو وضو برقرار رہے گا یا نہیں؟

سوال[۱۱۹۳]: اگر کسی کو نماز کے اندر یا نماز سے پہلے پیشاب کے قطرہ آجانے کا شبہ ہو تو ہر وہ صورت میں کیا عمل کرنا چاہیے؟ آیا وضو باقی رہے گا یا نماز دوبارہ پڑھے گا؟ قطرہ کا آنا تحقیق معلوم نہیں ہوا کہ آیا یا نہیں اور اس وقت دیکھ بھی نہیں سکتا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر یہ شخص شرعاً معذور نہیں تو قطرہ آنے سے وضو اور نماز دونوں فوت ہوجائیں گے، جب قطرہ آئے فوراً نیت توڑ دے اور یہ اس وقت ہے کہ قطرہ کا آنا یقین سے معلوم ہوجائے اور محض شبہ سے کچھ نہیں ہوتا، نہ نماز ٹوٹتی ہے نہ وضو۔ وسوسہ و شبہ کا علاج یہ ہے کہ وضو کے بعد رومالی پر پانی کا چھینٹا دے لیا کرے، لیکن اتنا خیال رہے کہ اگر قطرہ آئے تو نماز اور وضو ٹوٹنے کے علاوہ رومالی بھی ناپاک ہوجائے گی۔

شرعاً معذور وہ شخص ہے جس کو کوئی ایسا عذر لاحق ہو کہ جس سے وہ باوضو نہ رہ سکتا ہو، اگر ایک مرتبہ کسی نماز کا کامل وقت ایسا گزر گیا کہ وہ وضو کرکے نماز پڑھنے پر قادر نہیں ہوا بلکہ مسلسل پورے وقت میں اس کو یہ عذر

(۱) "ولو صلی مع هذا الثوب صلوات ثم ظهر أن النجاسة في الطرف الآخر، يجب عليه إعادة الصلوات التي صلى مع هذا الثوب الخ". (خلاصة الفتاوى: ۱/۴۷، الفصل السادس في غسل الثوب والدهن وغيره، امجد اکیڈمی، لاہور)

وكذا في البحر الرائق: ۱/۲۳۴، باب الأنجاس، (امدادیہ)

لاحق رہا تو وہ شرعاً معذور ہے، اس کے بعد ہر نماز کے وقت میں ایک دو مرتبہ اس کا پایا جانا ضروری ہے، اگر پورے وقت میں ایک دو مرتبہ بھی یہ عذر نہیں پایا گیا تو وہ معذور نہیں۔ اور معذور کا حکم یہ ہے کہ اس کو ہر وقت کے لئے مستقل وضو کرنا چاہئے، ایک وضو سے دو وقت کی نماز جائز نہیں اور اس قدر سے وضو میں نقصان نہیں آنے کا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۳/۵۵ھ۔

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۹/۳/۵۵ھ۔

کبھی قطرے آجائیں اور کبھی نہیں تو کیا کیا جائے؟

سوال [۱۹۹۴]: مجھے عارضہ قطرہ کا ہے، کبھی دو دو دن برابر آتا رہتا ہے، کبھی دو دو تین تین دن نہیں آتا، بعض اوقات اچھی طرح وضو کرکے نماز پڑھتا ہوں، قطرہ کا گمان بھی نہیں ہوتا، لیکن نماز پڑھتے ہوئے قطرہ نکل جاتا ہے۔ ایسی حالت میں کیا صورت اختیار کرنی چاہیے؟ نیت توڑ کر وضو کرکے جماعت میں شامل ہوں یا ویسے ہی پڑھتا رہوں اور بعد نماز کپڑے پاک کرنا چاہیے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر آپ شرعاً معذور نہیں تو قطرہ آنے سے نماز فوت ہوجانے کی، فوراً نیت توڑ کر وضو کرنا چاہیے، اور کپڑا بھی پاک کرنا چاہیے، اگر شرعاً معذور ہیں تو نماز نہیں ٹوٹی (۲)۔ "بہشتی زیور" حصہ اول میں معذور کی تعریف اور حکم دیکھئے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۳/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/ربیع الاول/۵۵ھ۔

اگر قطرہ آنے کا احتمال ہو تو کیا کرے

سوال [۱۹۹۵]: ایک شخص کو نماز میں کبھی کبھی محسوس ہوتا ہے کہ شاید پیشاب کا قطرہ نکل رہا

---

(۱) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: "معذور کی تعریف اور اس کا حکم")۔

(۲) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: "معذور کی تعریف اور اس کا حکم")۔

(۳) (بہشتی زیور، ص: ۴۲، کتاب الطہارۃ، معذور کے احکام، مکتبہ مدنیہ لاہور)

باوجود اس کے دھوکر ... وضو کرکے نماز پڑھ لے؟ کیونکہ جب دھوتا ہے تو پھر قطرہ آنے لگتا ہے اور اگر نہیں دھوتا ہے تو قطرہ نجس لگا رہتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ پانی سے پاک کرنا اچھی بات ہے جب کہ وہ قطرہ اس (کے) بدن پر لگا ہو، اگر لگ گیا ہو تو پانی سے پاک کرنے کی تاکید ہے(۱)۔

۲۔ ایسا آدمی اب پانی سے نہ دھوئے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جس عورت کو سیلان الرحم ہو اس کے وضو کی صورت

سوال[۲۲۶۷]: اگر کسی عورت کو لیکوریا کی بیماری ہو تھوڑے تھوڑے وقفہ سے سفید چپ دار پانی نکلتا رہتا ہو تو کیا اس صورت میں اس کا وضو باقی رہے گا اور کیا وہ اس سے نماز یا قرآن شریف کی تلاوت کرسکتی ہے اور یہ کہ نماز میں مادہ نکل آئے تو کیا اس کو دوبارہ لوٹانا پڑے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی عورت ایک دفعہ اندازہ کرلے کہ اگر ایک نماز کا پورا وقت اس کو اس مادہ کے جاری ہونے کی حالت میں گزر جائے اور نماز ادا کرنے کی فراغت نہ ملے تو وہ شرعاً معذور ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ نماز کا وقت شروع ہونے کے بعد وضو کرے، پھر اس وضو سے فرض، سنت، نفل سب کچھ وقت کے اندر پڑھ سکتی ہے، اس مادہ کی وجہ سے وضو ٹوٹنے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ جب وقت ختم ہوکر دوسرا وقت شروع ہوجائے تو دوبارہ وضو کرے۔

”والمستحاضة ومن به سلس بول أو استطلاق بطن أو انفلات ريح أو رعاف وجرح لا يرقأ لوقت كل فرض ويصلون به ما شاؤوا من الفرائض والنوافل ويبطل وضوء

---

(۱) ”ويطهر بدن المصلي وثوبه من النجس الحقيقي بالماء وبكل مائع طاهر مزيل الخ“ (مجمع الأنهر: ۸۴/۱، باب الأنجاس، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الهداية: ۷۱/۱، باب الأنجاس وتطهيرها، مكتبه شركة علمية ملتان)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۲۳۰/۱، المبحث الثاني شروط وجوب الطهارة، رشيدية)

کیا کثیر الاحتلام معذور ہے؟

سوال [۱۰۰۱]: زید احتلام شدید کے مرض میں مبتلا ہے، تقریباً ہر روز ہی احتلام ہوتا ہے، بدن کے اعتبار سے کمزور اور لاغر ہے، ہر روز سردی کے موسم میں غسل کرنا بہت دشوار ہے، اگر غسل نہ کرے اور نماز پڑھے تو طبعی کراہت محسوس ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں شرعی معذور کا حکم ہوگا یا نہیں؟

"کتب الخلاصہ ترجمہ مالا بد منہ" میں ہے کہ:

"اگر کسی نمازی کا سارا بدن اور کپڑا ناپاک ہے اور وہ بے چارہ پانی کے استعمال پر قدرت نہیں رکھتا تو اس کو اس ناپاکی کی حالت میں نماز پڑھنی جائز ہے بشرطیکہ ستر ڈھانکنے کے بقدر کپڑا میسر نہ ہو"۔

ص: ۹۱، (مالابد منہ، ص: ۲۸، کتاب الطہارۃ، فصل در تیمم، میر محمد کتب خانہ، کراچی)

"مسئلہ: اگر بدن مصلی یا پارچہ او نجس باشد و بر استعمال آب قادر نباشد، او را نماز با نجاست جائز است، اگر بر پارچہ پاک بصلی بقدر ستر عورت قادر نباشد"

اس عبارت کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مالابد منہ کے مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص بیمار ہے، مثلاً دستوں کا مرض ہے، یا اس کو کوئی زخم ہے جس سے ہر وقت رطوبت جاری رہتی ہے، وہ نہ خود اپنے کپڑے کو پاک کر سکتا ہے، نہ وضو کر سکتا ہے، صاحب فراش ہے تو وہ اسی حالت میں نماز ادا کرے (۱)، یا ایک شخص مستقلاً نماز کے لئے مجبور ہے لیکن کہ جب ضرورت

= کل فرض، ویصلون به فرضاً ونفلاً، ویبطل بخروجه فقط، وهذا إذا لم یمض علیهم وقت فرض إلا وذلک الحدث یوجد فیه الخ". (البحر الرائق: ۱/۳۷۳، باب الحیض، رشیدیه)

(وکذا في الدر المختار: ۱/۳۰۵، مطلب في أحکام المعذور، سعید)

(وکذا في الفتاوی العالمکیریة: ۱/۴۰، مما یتصل بذلک أحکام المعذور، رشیدیه)

(وکذا في حاشیة الطحطاوي، ص: ۱۴۹، باب الحیض، قدیمي)

(۱) "قال: مریض مجروح تحته ثیاب نجسة إن کان بحال لا یبسط تحته شيء إلا تنجس من ساعته، له أن یصلي علی حاله، وکذا لو لم یتنجس الثاني إلا أن یزداد مرضه، له أن یصلي فیه". (البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب صلوة المریض: ۲/۲۰۳، رشیدیه)

ہوا اور سب کپڑے ناپاک ہوں تو ان کو استعمال کرلیا کریں، بغیر نماز کے ان کو استعمال نہ کریں، جب دوسرا پاک ہوجائے اس وقت احتلام سے جو نجاست بدن پر لگے اس کو پاک کرلیں(۱)۔ اگر غسل سے مرض پیدا ہوجائے یا مرض میں شدت ہوجائے تو تیمم کرکے نماز ادا کرلیا کریں(۲) طبعی کراہت کا خیال نہ کریں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆...☆...☆

(۱) "يجب تطهير ما أصابته النجاسة من بدن أو ثوب أو مكان لقوله تعالى: ﴿وثيابك فطهر﴾ الخ"

(الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۲۴۰، المبحث الثاني، شروط وجوب الطهارة، رشيدية)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۱/۲۲۰، تطهير النجاسات، غفارية)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/۳۰۵، الفصل الثامن في تطهير النجاسات، إدارة القرآن، كراچی)

(۲) "من عجز عن استعمال الماء لبعده أو لمرض يشتد أو يمتد بغلبة الظن أو قول حاذق مسلم ولو بتحرك، أو لم يجد من يوضئه، أو برد، أو خوف عدو، أو عطش، تيمم لهذه الأعذار كلها". (الدر المختار: ۱/۲۳۲، باب التيمم، سعيد)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۵۴۳، المرض وبطء البرء، رشيدية)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۹۸، باب التيمم، إمدادية)

باب الأنجاس

الفصل الأول في الأنجاس وتطهيرها

(نجاست اور اس سے پاکی کا بیان)

دودھ پینے والے بچوں کا پیشاب

سوال[۲۰۰۰]: دودھ پینے والے بچوں کا پیشاب پاک مانا گیا ہے یا ناپاک یعنی ایسے بچوں کا پیشاب لگے ہونے کی حالت میں نماز پڑھ سکتے ہوں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ناپاک ہے، بغیر پاک کئے نماز درست نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

دودھ پیتے بچے کی قے کا حکم

سوال[۲۰۰۱]: دودھ پیتا بچہ دودھ پینے کے بعد قے کرتا رہتا ہے، اس کی قے منہ بھر کرنے کی تعریف میں آتی ہے یا نہیں؟ اگر قے جسم یا کپڑے پر لگ جائے تو نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟

---

(۱) "وبول غير مأكول ولو من صغير لم يطعم اهـ". (الدر المختار). (قوله: لم يطعم) بفتح الياء: أي لا يأكل، فلا بد من غسله الخ". (رد المحتار: ۱/۳۱۸، باب الأنجاس، سعيد)

"فالغليظة كخمر ... بول ما لا يؤكل لحمه كالآدمي ولو رضيعاً" (مراقي الفلاح). قال الطحطاوي: "(قوله: ولو رضيعاً) لم يطعم، سواء كان ذكراً أو أنثى" (حاشية الطحطاوي، ص: ۱۵۴، باب الأنجاس، قديمي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۶، الفصل الثاني في الأعيان النجسة، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

چھوٹا بچہ جب قے کرے تو اس کے منہ کا اعتبار ہوگا، اگر منہ بھر کر کرے تو اس کا وہی حکم ہوگا جو بڑے آدمی کی منہ بھر قے کا ہے، جسم یا کپڑے پر لگ جائے تو وہ ناپاک ہے اس کا پاک کرنا ضروری ہے، اگر وہ مقدار درہم ہو تو نماز سے پہلے اس کو پاک کرنا ضروری ہے ورنہ نماز نہیں ہوگی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

دودھ میں چوہا گر کر تیرنے لگا

سوال [۲۰۰۲]: اگر پانچ کلو دودھ کے بھرے برتن میں ایک چوہا گر جائے اور تیرتا رہا ہو اور اس کو زندہ نکال کر پھینک دیا جائے تو وہ دودھ پاک ہوگا یا ناپاک؟ اور ایسا دودھ اگر کوئی مسلم دوکاندار مسلمانوں کو چائے میں استعمال کرا دے تو اس کے لئے شریعت مطہرہ میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے وہ دودھ نجس نہیں ہوا، اس کا استعمال کرنا اور فروخت کرنا سب درست ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ١٥/١/٩٣هـ۔

---

(١) "أو يتقيأ ملأ فاه بأن يضبط بتكلف من مرة أو علق أو طعام أو ماء إذا وصل إلى معدته وإن لم يستقر، وهو نجس مغلظ ولو من صبي ساعة ارتضاعه، هو الصحيح لمخالطة النجاسة". (الدر المختار: ١/١٣٧، نواقض الوضوء، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ١٢٩، نواقض الوضوء، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(٢) "إذا وقعت في البئر ... إن كان الواقع فأرة أو نحوها كالعصفور ونحوه، لا يخلو إما إن تخرج حياً أو ميتاً، وبعد الموت تفسخ أولا، إن تخرج حياً لا ينجس الماء أي حيوان وقع إلا الكلب والخنزير الخ". (خلاصة الفتاوى: [illegible]، جنس آخر في مسائل البئر، امجد اكيڈمي، لاهور)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ١/١٩، الثالث، ماء الآبار، رشيديه)

"فأرة وقعت في البئر أو عصفورة أو دجاجة أو شاة أو سنور وأخرجت منها حية لا ينجس الماء ولا يجب نزح شيء منها استحساناً الخ". (النهر الفائق: ١/٨٤، فصل في الآبار، إمداديه ملتان)

(وكذا في التاتارخانية: ١/١٨٣، نوع آخر في ماء الآبار، إدارة القرآن كراچي)

چوہے کی مینگنی پکے ہوئے چاول میں ملی تو اس کا حکم

سوال[۲۰۰۳]: چوہے کی مینگنی پکے ہوئے چاول میں نکل آئے تو چاول کھایا جائے یا پھینک دیا جائے، چوہے کی مینگنی پاک ہے یا ناپاک؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مینگنی سالم ہے تو اس کے پاس والے چاول (دو چار دانے) کے علاوہ سب کھانا درست ہے، احتیاطاً پاس والے چاول الگ کر دیے جائیں، کذا فی رسم المفتی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

چوہے کی مینگنی کھانے میں

سوال[۲۰۰۴]: چوہے کی مینگنی کھانے کے ساتھ پکی ہوئے پائی جائے تو اس سالن کا کھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مینگنی موجود ہے تو اس کو نکال کر پھینک دیں اور کھانا وغیرہ کھالیں جب کہ وہ سخت ہو، اگر نرم ہو کر گھل گئی ہو تو نہ کھائیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) قال العلامة الحلبي: "لو وقع بعر الفارة في الحنطة فطحنت، حيث لا يتنجس مالم يظهر أثره في الدقيق؛ لأن الضرورة هناك أشد، حتى إن كثيراً ما يخرج فيه، والاحتراز عنه متعذر والاحتراز عنه ممكن في الماء، غير ممكن في الطعام والثياب، فيعفى عنه فيهما الخ". (الحلبي الكبير، ص: ۱۵۰، فصل في الأنجاس، سهيل اكيدمي، لاهور)

(وكذا في رد المحتار: ۱/۳۱۹، مبحث في بول الفارة وبعرها، سعيد)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۱/۲۱۰، الفصل السابع في النجاسات وأحكامها، غفاريه كوئته)

(۲) "خبز وجد في خلاله خرء فارة، فإن كان الخرء صلباً رمي به وأكل الخبز". (الدر المختار). وقال ابن عابدين: "(قوله: إن كان الخرء صلباً) أي يابساً، وزاد في مختارات النوازل: وإن كان صلباً مالم يغير طعمه يؤكل أيضاً". (رد المحتار، كتاب الخنثى: ۶/۷۳۲، سعيد)

تیل، دودھ اور دہی میں مینگنی کا حکم

سوال [۲۰۰۵]: تیل، دودھ، دہی اگر ان میں چوہے کی مینگنی پڑ جائے تو کیا تیل ناپاک ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر اس کا رنگ یا ذائقہ اس دودھ وغیرہ میں ظاہر نہ ہو تو پاک ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

چمار کا دوہا ہوا دودھ پاک ہے یا ناپاک؟

سوال [۲۰۰۶]: ایک شخص چمار جو کہ کاشتکار ہے، اس کے یہاں دو بھینس ہیں، اس کا لڑکا ہاتھ دھو کر مسلمان کے برتن میں دودھ نکالتا ہے اور ایک شخص ہندو ہاتھ دھو کر تمام قوم کا دودھ نکالتا ہے اور بازار (فروخت) کرتا ہے۔ چند مسلمان اور ہندو اعتراض کرتے ہیں کہ چمار کے یہاں کا دودھ لینا ٹھیک نہیں اور ہندو کے ہاتھ کا دودھ جائز ہے، لہٰذا تحریر کرکے بتائیے تاکہ ان لوگوں کو فتویٰ دکھا کر تسلی کردی جائے۔

– "وكذا بعر الفأرة إذا وقع في الدهن لا يفسده إذا كان قليلاً بحيث لا يظهر طعمه ولا ريحه فيه لعموم البلوى ... ما لو وقع بعر الفأرة في الحنطة فطحنت حيث لا يفسد ما لم يظهر أثره في الدقيق، لأن الضرورة هنالك أشد، حتى إن كثيراً منها يقع فيها، والاحتراز عنه متعذر" إلخ. (الحلبي الكبير، ص: ۵۰۵، باب الأنجاس، سهيل اكيدمي، لاهور)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/۲۸۹، الفصل السابع في النجاسات إلخ، إدارة القرآن، كراچی)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۱/۲۸، باب الأنجاس، رشيديه)

(۱) "ولا يفسد خرء الفأرة الدهن والماء والحنطة للضرورة، إلا إذا ظهر طعمه أو لونه في الدهن ونحوه، لفحشه وإمكان التحرز عنه حينئذٍ". (الدر المختار) وقال ابن عابدين: "وفي القهستاني عن المحيط: خرء الفأرة لا يفسد الدهن والحنطة المطحونة ما لم يتغير طعمها، قال أبو الليث: وبه نأخذ". (رد المحتار، كتاب الخنثى: ۶/۷۳۴، سعيد)

(وكذا في غنية المستملي (الحلبي الكبير)، ص: ۵۰۵، باب الأنجاس، سهيل اكيدمي، لاهور)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/۲۸۹، الفصل السابع في النجاسات إلخ، إدارة القرآن، كراچی)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۸، باب الأنجاس، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اپنے سامنے کسی غیر مسلم کے ہاتھ پاک کرادے تو وہ پاک ہوں گے۔ مسلمان کا برتن بھی پاک ہے، اس کے ہاتھ بھی پاک تو شرعاً اس میں کوئی مضائقہ نہیں، البتہ اگر اس کے ہاتھ پاک نہ کرائے تو چونکہ یہ لوگ اکثر نجاست میں ملوث رہتے ہیں، اس لئے ظاہر یہ ہے کہ اس کے ہاتھ بھی نجس ہوں گے، اس سے احتیاط بہتر ہے، اگرچہ تنقیح حکم ناپاکی کا اس وقت بھی نہیں لگایا جاسکتا جب تک کسی معتبر طریقہ سے خواہ دیکھ کر یا کسی معتبر شخص کے بتانے سے یقینی معلوم نہ ہوجائے (۱)۔ تاہم اگر مسلمان نکالنے والا ملے تو اس کو ہندو چمار وغیرہ سب پر ترجیح ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/۱۲/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ ذی الحجہ/۵۵ھ۔

شیرہ سے کتے نے چاٹ لیا اس کا حکم

سوال [۲۰۰۷]: ایک برتن میں جو قالب میں کے اوپر شیرہ تھا، ایک کتے نے اس کے اندر منہ ڈال کر اس میں سے کچھ شیرہ کھالیا، تو اس گڑ کا کیا حکم ہے، اس کا کھانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ شیرہ منجمد ہے تو اوپر سے جس جگہ سے کتے نے کھایا ہے تھوڑا پھینک دیا جاوے باقی سب پاک ہے، اور اگر شیرہ منجمد نہیں بلکہ مائع ہے تو وہ سب ناپاک ہوگیا اور اس کے اتصال کی وجہ سے گڑ بھی ناپاک ہوگیا۔ اس کو پاک کرنے کی صورت یہ ہے کہ اس کے برابر اس میں پانی ڈال دیا جاوے اور خوب ملا کر جوش دے دیا جاوے حتی کہ پانی اور گڑ دونوں ممتاز ہوجائیں، پھر اس پانی کو پھینک کر دوبارہ پانی ڈال دیا جائے، غرض اسی طرح تین

---

(۱) "من شك في إنائه أو ثوبه أو بدنه أصابته نجاسة أم لا، فهو طاهر ما لم يستيقن، وكذا الآبار والحياض التي يستقي منها الصغار والكبار والمسلمون والكفار، وكذلك السمن والخبز والأطعمة التي يتخذها أهل الشرك والبطالة الخ". (الفتاوى التاتارخانية: ۱/۱۳۶، نوع في مسائل الشك، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في رد المحتار: ۱/۱۵۱، نواقض الوضوء، سعيد)

سوکھا کتا پاک ہے یا ناپاک؟

سوال [۲۰۰۹]: سوکھا کتا پاک ہے یا ناپاک؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سوکھا کتا اگر کپڑے یا بدن سے لگ جائے تو ناپاکی کا حکم نہیں دیا جائے گا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

کیا گاہتے وقت بیل کا غلہ پر پیشاب کرنے سے غلہ ناپاک ہوجائے گا؟

سوال [۲۰۱۰]: غلہ گاہنے کے وقت بیل جب اس پر بیلوں کو چلاتے ہیں، اگر بیل غلہ پر پیشاب کردے تو غلہ ناپاک ہوجائے گا یا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ناپاک ہوجائے گا، لیکن اگر اس کو شرکاء آپس میں تقسیم کرلیں، یا اس میں سے کچھ صدقہ کردیں، یا کچھ پاک کرلیں، یا کچھ فروخت کردیں تو بقیہ پاک سمجھا جائے گا، شامی: ۱/۳۲۸(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= مکانه. هکذا ثلاث مرات". (رد المحتار: ۱/۳۳۳، مطلب في تطهير الدهن والعسل، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۲، باب الأنجاس، الفصل الأول في تطهير الأنجاس، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۹۰، باب الأنجاس، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۱) "الكلب إذا أخذ عضو إنسان أو ثيابه إن أخذ في حالة الغضب، لا يجب غسله ... لا يتنجس ما لم ير البلل، سواء كان الكلب راضياً أو غضبان". (التاتارخانية: ۱/۲۹۹، معرفة النجاسات، إدارة القرآن)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۱۹۳، فصل في الآسار، سهيل اكيڈمي، لاهور)

"إذا نام الكلب على حصير المسجد إن كان يابساً لا يتنجس". (فتاوى قاضي خان: ۱/۲۱، فصل في النجاسة التي تصيب الثوب الخ، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/۲۹۶، الطهارة، إدارة القرآن كراچي)

(۲) "كما لو بال حُمُر على حنطة تدوسها، فقسم أو غسل بعضه أو ذهب بهبة أو أكل أو بيع، حيث يطهر الباقي، وكذا الذاهب، لاحتمال وقوع النجس في كل طرف كمسألة الثوب". (رد المحتار: ۱/۳۲۸، باب الأنجاس، سعيد) =

نجس پانی سے پکی ہوئی روٹی یا دال کا حکم

سوال[۲۰۱۱]: اگر نجس پانی میں روٹی یا دال پکائی تو کیا وہ پاک ہو سکتی ہے اور کس طرح ہو سکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نہیں(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

چوہا کنویں میں پھول گیا اس سے کھانا پکایا گیا

سوال[۲۰۱۲]: ایک چوہا کنویں میں مر گیا اور پھول گیا، اس کے بعد اس پانی سے کھانا پکایا گیا۔ اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ چوہے کا مرنا سب کے علم میں تھا، پھر کھانا پکایا گیا۔

قطب الدین اسیح پوری، متعلم دار العلوم دیوبند۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب معلوم ہے کہ اس کنویں میں چوہا گر کر مر گیا اور پھول گیا تو پھر بھی اس کنویں سے پانی لے کر کھانا پکایا گیا تو وہ کھانا نجس ہے اس کا کھانا جائز نہیں:

"ويحكم بنجاستها مغلظة من وقت الوقوع إن علم" (در مختار)۔

"(قوله: مغلظة) لنجاسة النجاسة، وقد مر أن المتنجس لا يظهر أثره في الماء"

شامی: ۱/۲۱۷(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸/۱۱/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۱/۸/۹۲ھ۔

= (وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۶۱، باب الأنجاس، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۲۰۵، فروع الأنجاس، سهيل اكيدمي لاهور)

(۱) "وفي التجنيس: حنطة طبخت في خمر، لا تطهر أبداً" (رد المحتار: ۱/۳۴۲، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في البئر، ص: ۱۶۳، سهيل اكيدمي لاهور)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۳۸، مسائل الآبار، قديمي)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۲۱۶، فصل في البئر، سعيد)

کنویں کے ناپاک پانی آنے سے حمام کو پاک کرنے کا طریقہ

سوال[۲۰۱۲]: (الف) کنواں نجس ہوگیا، اس کا پانی حمام میں گیا، لوگوں نے بھی وضو کیا گیا، مسجد کے بوریوں پر بھی چھینٹا اور وہ پانی جو بھی نجاست کے وقت کا ہے تو یہ سب اشیاء ناپاک ہوگئیں یا نہیں؟

(ب) اور کس طرح پاک ہوں، خصوصاً تطہیر حمام کا طریقہ ضرور تحریر کیا جائے؟

(ج) اگر کچھ روز تک پانی حمام میں ٹھہرا رہے اور برتن کے ذریعہ سے پانی نکالتے رہیں، لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا کہ سارا پانی نکال کر خشک کیا گیا، بلکہ دو چار چلو پانی ہمیشہ باقی رہ جاتا ہے تو لوٹے اور حمام اور نکالنے کا برتن پاک ہوگیا یا نہیں؟

(د) نیز حمام کی اینٹوں اور گندی ہوئی دیگ کی تطہیر میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

(الف، ب) اگر نجاست دیر کے علم ہونے کے بعد نجس پانی بھرا اور استعمال کیا گیا تو یہ سب چیزیں ناپاک ہوگئیں، ہر شئی پر تین دفعہ پانی بہادیا جائے بس پاک ہوجائیں گی۔ جو شئی نچوڑی جاسکے نچوڑ دی جائے، ورنہ خشک کردی جائے(۱)۔

حمام کے پاک کرنے کی صورت یہ ہے کہ اس میں پانی بھر کر نکال دیا جائے جو ایک دو چلو باقی رہے اس کو کسی کپڑے سے صاف کردیا جائے، اگر حمام میں صاف کرنے کا راستہ نہ ہو تو اتنا توقف کیا جائے کہ وہ خشک

= (وكذا في النهر الفائق: ۹۱/۱، فصل في الآبار، مكتبه امداديه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۲۴۹/۱، الطهارة، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "فإن دخل الماء من جانب (حوض صغير كان قد تنجس ماءه) و خرج من جانب، قال أبو بكر الأعمش: لا يطهر ما لم يخرج مثل ما كان فيه ثلث مرات (فيكون ذلك غسلاً له) كالقصعة حيث تغسل إذا تنجست ثلث مرات. و قال غيره: لا يطهر ما لم يخرج مثل ما كان فيه مرة واحدة الخ".

(الحلبي الكبير، ص: ۱۰۱، فصل في الحياض، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(وكذا في البحر الرائق: ۱۳۳/۱، الطهارة، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: ۱۹۵/۱، مطلب: يطهر الحوض بمجرد الجريان، سعيد)

ہوجائے، اسی طرح تین مرتبہ کرنے سے حمام پاک ہوجائے گا، مگر تاتوقف کرنے میں دشواری ہوتو اس قدر پانی بھرجائے جس سے پہلا پانی بالیقین نکل جائے، جب تین مرتبہ پانی بالکل نکل جانے کا یقین ہوجائے اور یہ چار مرتبہ پانی بھرنے سے ہوگا تو حمام پاک ہوجائے گا۔

(ج) پہلی مرتبہ کا پانی دوسری مرتبہ بھر کر نکالنے سے نکل جاتا ہے اور دوسری مرتبہ کا رہا ہوا تیسری مرتبہ نکل جاتا ہے اور تیسری مرتبہ کا چوتھی مرتبہ، اس کے بعد بالکل پاک ہوجاتا ہے(۱)۔ اس سے قبل جن لوٹوں اور برتنوں سے پانی نکالا ہے ان کو پاک کرلیا جائے، یہی احوط ہے۔

(د) دونوں کا حکم ایک ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

اُپلوں سے روٹی پکانا

سوال[۲۰۱۴]: دیہاتوں میں اپلوں سے روٹی پکتی ہے، روٹی اپلوں سے مس بھی ہوتی ہے، تو کیا روٹی ناپاک ہوجاتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

روٹی سینکتے وقت اپلے سے لگ جائے تو وہ ناپاک نہیں ہوگی، اپلا خشک ہے(۲)، اس کا اثر روٹی پر نہیں گیا، روٹی کی تری نے اس کی نجاست کو جذب نہیں کیا، آگ کی گرمی نے خشک کردیا(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/ ۹/ ۹۲ھ۔

---

(۱) "یطهر الکل تبعاً". (الدر المختار). "(قوله: یطهر الکل): أی من الدلو والرشاء والبکرة ویدِ المستقي تبعاً؛ لأن نجاسة هذه الأشیاء بنجاسة البئر، فتطهر بطهارتها للحرج". (رد المحتار: ۱/ ۲۲۳، باب الأنجاس، سعید)

(وکذا في البحر الرائق: ۱/ ۲۱۵، باب الأنجاس، رشیدیه)

(وکذا في الفتاوی العالمکیریة: ۱/ ۲۲، الباب السابع في النجاسة، رشیدیه)

(۲) "اپلا گوبر اور مٹی کے بنے ہوئے ٹکڑے جو جلانے کے کام آتے ہیں"۔ (فیروز اللغات ص: ۵۵، فیروز سنز لاہور)

(۳) "وإذا سجرت المرأة التنور، ثم مسحت بخرقة مبتلة نجسة، ثم خبزت فیه، فإن کانت حرارة النار أکلت بلة الماء قبل إلصاق الخبز بالتنور، لا یتنجس الخبز". (التاتارخانیة: ۱/ ۳۱۶، تطهیر النجاسات، إدارة القرآن)

راستوں کی کیچڑ کا حکم

سوال[۲۰۱۵]: راستوں کی کیچڑ کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر یہ کیچڑ بارش کے پانی سے پیدا ہوا اور اس میں نجاست کا اثر محسوس نہ ہو تو یہ پاک ہے، شامی: ۱/۳۲۶(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

کافر کا جھوٹا پانی پینا

سوال[۲۰۱۶]: کسی کافر شخص کا جھوٹا پانی پینا کراہیت یا بلا کراہیت کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر اس کے منہ میں شراب یا حرام گوشت وغیرہ کی نجاست نہ ہو تو اس کا جھوٹا پانی پاک ہے، ناپاک نہیں، مگر ایسے لوگوں کے ساتھ بلا ضرورت کھانا پینا اور میل ملاپ رکھنا مکروہ ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ دار العلوم دیوبند، ۲۳/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند۔

=(وكذا في المحيط البرهاني: ۱/۲۳۱، الفصل السابع في النجاسات وأحكامها، غفاريه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۶، الفصل الثاني في النجاسة، رشيديه)

(۱) "قوله: وطين شارع: وفي الفيض: طين الشوارع عفو وإن ملأ الثوب، للضرورة، ولو مختلطاً بالعذرات، وتجوز الصلاة معه ... والعفو مقيد بما إذا لم يظهر فيه أثر النجاسة الخ". (رد المحتار: ۱/۳۲۴، مطلب في العفو عن طين الشارع، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۶، الباب السابع في النجاسة وأحكامها، رشيديه)

(۲) "فسؤر الآدمي مطلقاً – ولو كان جنباً أو كافراً – طاهر الفم طاهر طهور بلا كراهة". (رد المحتار: ۱/۲۲۲، مطلب في السؤر، سعيد)

(وكذا في غنية المستملي شرح منية المصلي لإبراهيم الحلبي الكبير، ص: ۱۰۴، فصل في الآسار، سهيل اكيدمي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۳، فصل ما يتصل بذلك، رشيديه)

استنجے کی چھینٹ کا حکم

سوال [۲۰۱۷]: بدن کا کوئی عضو پاک کرنے میں کسی دوسرے عضو کی طرف پانی کی چھینٹیں چلے جانے سے کیا دوسرا عضو بھی پاک کرنا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر نجاست سے مخلوط ہوکر چھینٹیں دوسرے عضو پر جائیں تو ان کو بھی پاک کرنا ہوگا ورنہ نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۱/۵/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ الجواب صحیح: محمد جمیل الرحمن نائب مفتی۔

منی وغیرہ کو ڈھیلے سے پاک کرنا

سوال [۲۰۱۸]: پیشاب میں وضاحت یا بعد پیشاب کے منی کے قطرہ کا خروج ہونا بسبب قبض کی بیماری کے، اس حالت میں بھی کیا استنجا مٹی کے ڈھیلے سے کافی ہوجائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب نجاست زائد نہیں ہوئی تو جس طرح پیشاب پاخانہ کے بعد ڈھیلے سے استنجا کا حکم ہے اسی طرح اس کا بھی ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "قال محمد: وهو طاهر، فإن أصاب ذلك الماء ثوباً، إن كان ماء الاستنجاء وأصابه أكثر من قدر الدرهم، لا يجوز فيه الصلاة". (فتاوى قاضي خان: ۱/۱۵، فصل في الاستنجاء، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/۱۰۳، المياه، إدارة القرآن كراچی)

(۲) قال ابن عابدين: "(قوله: ونجس خارج الخ) ولو غير معتاد كدم أو قيح خرج من أحد السبيلين، فيطهر بالحجارة على الصحيح". (رد المحتار: ۱/۳۳۶، فصل في الاستنجاء، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۸، الفصل الثالث في الاستنجاء، رشيديه)

ناپاک انگلی کو چاٹنے سے پاکی کا حکم

سوال [٢٠٩١]: ایک مسئلہ جو حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب "بہشتی زیور" میں مسائل کے بیان میں فرمایا ہے کہ: "اگر انگلی میں کوئی نجاست لگ جائے تو سے تین مرتبہ چاٹ لینے سے وہ پاک ہوجاتی ہے، لیکن چاٹنا منع ہے"۔

اس مسئلہ میں ایک رضا خانی صاحب کا یہ اعتراض ہے کہ نجاست میں سے تو پیشاب پاخانہ بھی ہے تو اگر یہ بھی انگلی میں لگ جائے تو چاٹ لینے سے پاک ہوجائے گا، تو اس میں دو خرابی پائی گئی۔ اول یہ کہ انگلی پاک کرنے کے لئے منہ کو ناپاک کیا گیا، دوسرا یہ کہ پاخانہ وغیرہ کو کھانے کی ترکیب بتائی جارہی ہے یعنی اس میں پاخانہ کا کھانا بیان کیا گیا اور ان کا کہنا ہے کہ مناسب ترکیب تو یہ تھی کہ لعاب کو انگلی پر ڈال کر کسی چیز سے انگلی کو صاف (پونچھ) کر دیا جائے تو کیا ان کا یہ اعتراض بجا ہے؟ اگر بجا ہے تو پھر صحیح تر مسئلہ کیا ہے؟

اگر "بہشتی زیور" میں تحریر کردہ مسئلہ اپنی جگہ پر صحیح ہے تو پھر ان معترضین کو جواب کیا دیں جب کہ معترض صاحب کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ آپ حدیث، قرآن، فقہ میں سے کسی کے اندر یہ مسئلہ نہیں دکھا سکتے۔ اگر کسی کتاب میں ہو تو اس کا حوالہ بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"بہشتی زیور" میں بہت صاف لفظوں میں موجود ہے "لیکن ایسا کرنا منع ہے"۔ تو پھر معترض کا یہ کہنا کہ "پاخانہ وغیرہ کھانے کی ترکیب بتائی گئی ہے" یہ اس کی کج روی اور غوایت ہے کہ منع کرنے کو بھی "ترکیب بتانا" کہہ دیا ہے۔ ایسے دماغ کو درحقیقت مسئلہ سمجھنے میں تشفی نہیں ہوتی بلکہ ان کو صحیح بات کا بھی غلط مطلب نکال کر گمراہ کیا کرتا ہے۔ اس مسئلہ کی دلیل کتب فقہ میں موجود ہے: "إذا أصاب الخمر يده فلحسه ثلاث مرات تطهر يده بريقه كما يطهر فمه بريقه الخ" مجتبی، ص: ٢٦ (١)۔ "والعضو إذا بال على ثدي الأم ثم مص الثدي

---

(١) "وإذا أصابت النجاسة بعض أعضائه ولحسها بلسانه حتى ذهب أثرها يطهر، وكذا السكين إذا تنجس فلحسه بلسانه أو مسحه بريقه، وكذا لحس الثوب بريقه حتى ذهب الأثر فقد طهر" (الفتاوى العالمكيرية: ١/٤٥، مما يتصل بذلك مسائل، رشيدية)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ١/٢٢، فصل في النجاسة الخ، رشيدية)

(وكذا في المحيط البرهاني: ١/٢٠٢، الفصل السابع في النجاسات، غفاريه)

کیا چرم دباغت کے بعد بھیگ جانے سے دوبارہ نجس ہوگی؟

سوال[۲۰۲۱]: وہ چرم جس کی دباغت شمس کے ذریعہ سے ہو طاہر ہے، اور بھیگ جانے پر نجاست عود کر آتی ہے، ایسی چرم کا مسلمان کے لئے بیع وشراء کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صحیح قول یہ ہے کہ بھیگ جانے سے نجاست عود نہیں کرتی:

"لا فرق بین نوعی الدباغة في سائر الأحكام، قال في البحر: حكمهما واحد، وهو أنه لو أصابه الماء بعد الدباغ الحقيقي، لا يعود نجساً باتفاق الروايات، وبعد الحكمي فيه روايتان، والأصح عدم العود". شامي: ۱/۱۳۶(۱)۔

لہذا اس کی بیع وشراء ممنوع نہیں، اگر دباغت حکمی یعنی (تشمیس) کے بعد پانی سے پاک کرلیں تو بالاتفاق نجاست عود نہیں کرتی، کذا في رد المحتار۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۵/۹۱ھ۔

صابن کو چربی کی وجہ سے ناپاک نہیں کہا جائے گا

سوال[۲۰۲۲]: خوشبودار نہانے اور کپڑے دھونے کے لئے صابن جو کمپنیوں میں تیار کئے جاتے ہیں ان کے بارے میں سنا ہے کہ خنزیر کی چربی سے ترکیب دی جاتی ہے اور کیمیاوی ردعمل سے تشکیلات میں تبدیلی کر کے صابن میں ملایا جاتا ہے تو اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مردار کی چربی نجس ہے اور خنزیر نجس العین ہے، جب تک قلب ماہیت ہو کر حقیقت اور خواص کی تبدیلی

(۱) (رد المحتار: ۱/۲۰۳، مطلب في أحكام الدباغة، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۱۷۹، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۵، الفصل الثاني فيما لا يجوز به التوضوء، رشيدية)

بنتا ہوئے کا استعمال جائز نہیں (۱)، بلا تحقیق محض شبہ کی بناء پر ہر چیز کو نجس کہنے کا بھی حق نہیں (۲)۔ اگر نجس صابن کپڑے یا بدن میں استعمال کرکے دھو ڈالا اور پاک کر لیا تو نماز درست ہو جائے گی، بدن اور کپڑے کو پاک کہا جائے گا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، [illegible] ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

معدہ سے نکلنے والی چیز نجس ہے

سوال [۲۰۲۲]: زینب کے معدہ میں زخم معدہ کے پاس غدود ایسے ہو گئے تھے کہ غذا معدہ میں بالکل نہیں پہنچتی تھی، ڈاکٹروں نے آپریشن کرکے معدہ کے اندر ایک مصنوعی ربڑ کی نلکی لگا کر پیٹ کے باہر نکال دی۔ اس نلکی سے دودھ، پانی اور دیگر سیال غذائیں معدہ میں پہنچائی جاتی ہیں۔

چونکہ وہ نلکی پیٹ کے اندر کھلی ہوتی ہے جس کی وجہ سے نلکی سے داخل ہوئی غذائیں نلکی کے سوراخ میں سے [illegible] کسی وقت باہر نکل آتی ہیں۔ دودھ نلکی سے معدہ میں پہنچتا ہے، بچا ہوا اسی وقت [illegible] کے سوراخ میں سے جسم کے باہر نکل آتا ہے، جو پانی یا دودھ یا دوسری غذائیں پاک ہیں یا کہ نجس؟ ناپاک ہوں اگر یہ کپڑے پر لگ جائیں تو دھونا پڑے گا یا نہیں؟ اور اس کے نکلنے سے وضو بھی ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

معدہ میں پہنچ کر نلکی کے سوراخ سے جو کہ بہہ جانے والی اشیاء نجس ہیں، ان کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جائے گا، بدن یا

---

(۱) قال ابن عابدين رحمه الله: "جعل الدهن النجس في صابون، يفتى بطهارته؛ لأنه تغير، والتغير يطهر عند محمد، ويفتى به للبلوى" (رد المحتار: ۱/۳۱۶، باب الأنجاس، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۱۶۵، باب الأنجاس، قديمي)

(۲) "من شك في إنائه أو ثوبه أو بدنه أصابته نجاسة أو لا، فهو طاهر ما لم يستيقن، وكذا الآبار والحياض التي يستقي منها الصغار والكبار والمسلمون والكفار، وكذلك السمن والخبز والأطعمة التي يتخذها أهل الشرك والبطالة الخ" (الفتاوى التاتارخانية: ۱/۲۰۲، نوع في مسائل الشك، إدارة القرآن كراتشي)

(وكذا في رد المحتار: ۱/۱۵۱، [illegible] الوضوء، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

مراجعت سے معلوم ہوا کہ جواب کی اصل عبارت اس طرح ہے، عبارت منقولہ سے معلوم ہوا کہ آپ نے ناسخ معتمد پر مائع مستعمل سے ازالۂ نجاسات حقیقیہ بأقسامہا (مرئیہ غیر مرئیہ) درست ہے، اس میں لفظ "حکمیہ" کا اضافہ اور "بأقسامہا" میں ضمیر مثنیٰ بجائے ضمیر واحد کے ( ) اسی طرح آخری لفظ کی بجائے اثبات کے نفی تحریر ہے، ازالۂ نجاست حکمیہ کا سوال ہی نہیں تھا صرف حقیقیہ کا سوال تھا اسی کی دونوں قسموں کا تذکرہ تھا۔

امید ہے کہ آپ کا اشکال رفع ہو جائے گا، آپ نے بہت اچھا کیا کہ تحریر فرما کر تصحیح کرالی۔ جزاک اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳/۶/۹۰ھ۔

مٹی کا تیل، پیٹرول پاک ہے یا ناپاک؟

سوال [۲۰۷۲]: پیٹرول، مٹی کا تیل، اسپرٹ، جو کہ موٹر چلانے کے لئے مشینوں میں استعمال ہوتا ہے، وائٹ آئل جو کہ مٹی کا تیل صاف کیا ہوا ہے جس میں بو نہیں ہوتی اور صاف کی ہوئی اسپرٹ جس میں بو نہیں جو کہ خوشبوؤں اور سر میں لگانے کے تیلوں میں استعمال ہوتی ہے پاک ہے یا ناپاک؟ ایسی خوشبوؤں کا استعمال جس میں وائٹ آئل اور اسپرٹ ملا ہوا ہے؟ حکم شرعی سے مطلع فرماویں۔

المستفتی: محمد حسن۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مٹی کا تیل پاک ہے، بدبو دور ہونے کے بعد اس کا ہر جگہ لگانا اور دیگر استعمال شرعاً (جب کہ مضرت نہ ہو) درست ہے۔ اسپرٹ، پیٹرول، وائٹ آئل کے بھی اگر مٹی کے تیل کی طرح زمین سے چشمے نکلتے ہیں تو یہ بھی پاک ہیں اور ان کا استعمال جائز ہے، اور اگر شراب تمام سے بنتے ہیں اور کسی طریق سے بدبو دور کی جاتی ہے تو ناپاک ہیں اور بلا مجبوری کے استعمال ناجائز ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/۶/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) "وحكم سائر المائعات كالماء في الأصح، حتى لو رفع بول في عصير عشر في عشر، لم يفسد" (الدر المختار) ...

پٹرول کا حکم

سوال [۲۰۲۸]: زید گاڑی ماڑی کا کام کرتا ہے، پرزوں کی صفائی میں مٹی کا تیل اور پٹرول کا استعمال ہوتا ہے، صفائی کے وقت بیٹھنے سے تھوڑی سی پٹرول کپڑوں پر آتی ہیں، اسی حالت میں نماز پڑھتے ہیں، تو یہ تیل پاک ہے یا نجس، اگر اس سے نماز نہیں ہوتی ہے تو پھر پاکی کا طریقہ کیا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مٹی کا تیل اور پٹرول ناپاک نہیں، کپڑے پر لگنے سے کپڑا ناپاک نہیں ہوا(۱)، تاہم زیادہ مقدار میں لگ کر بدبو پیدا ہو جائے تو ایسی صورت میں نماز کیلئے دوسرا کپڑا تجویز کر لیں جس کو پہن کر نماز ادا کر لیا کریں اور گاڑی ماڑی کے لئے کپڑا تجویز کر لیں، کہ وہی پہن کر گاڑی ماڑی کیا کریں تاکہ بدبودار کپڑے سے بچ سکیں، اور نماز کے وقت صاف ستھرے کپڑے پہننا مسجد کے احترام کا تقاضا ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

پٹرول سے کپڑا پاک کرنا

سوال [۲۰۲۹]: اگر پٹرول سے کپڑا پاک ہو سکتا ہے تو پہلے ایک مرتبہ کپڑا پٹرول سے دھویا اور

= وقال ابن عابدين: "(قوله: حكم سائر المائعات) بالكلية ما لا يفسد غير الماء، وهو الأصح، محيط وتحفه ... وسائر المائعات كالماء في القلة والكثرة، يعني كل مقدار لو كان ماء تنجس الخ" (رد المحتار: ۱/۱۸۵، مطلب: حكم سائر المائعات كالماء، سعيد)

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان "پٹرول پاک ہے یا ناپاک")

(۲) قال الله تعالى: ﴿يا بني آدم خذوا زينتكم عند كل مسجد﴾ (سورة الأعراف: ۳۱)

"أنزل الله تعالى هذه الآية، وحمل بعضهم الزينة على لباس التجمل، لأنه المتبادر منه، وروي عن الحسن السبط رضي الله عنه أنه كان إذا قام إلى الصلاة لبس أجود ثيابه، فقيل له: يا ابن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم تلبس أجود ثيابك؟ فقال: "إن الله تعالى جميل يحب الجمال، فأتجمل لربي، وهو يقول: ﴿خذوا زينتكم عند كل مسجد﴾، فأحب أن ألبس أجمل ثيابي" ولا يخفى أن الأمر حينئذ لا يحمل على الوجوب لظهور أن هذا التزين مسنون لا واجب". (روح المعاني: ۸/۱۱۰، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

خشک کر لیا، اسی طرح دو مرتبہ عمل کیا تو کپڑا پاک ہو جائے گا یا نہ؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر نچوڑنے سے پھٹ جانے کا اندیشہ ہو تو اس طرح تین مرتبہ عمل کرنے سے پاک ہو جائے گا (۱)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

جو کپڑا پیٹرول سے دھویا گیا اس کا حکم

سوال [۲۰۳۰]: میری لین، میری کاٹن، میری ویلین، گرم اونی کپڑے اور ساٹی شیروانی (جس میں روئی کی گدی رکھی جاتی ہے) کو پانی سے دھونے کی بنا پر خراب ہو جانے کی وجہ سے پیٹرول میں دھویا جاتا ہے، بڑے بڑے شہروں میں کپڑے دھونے کی لانڈریوں (۲) میں کونڈیاں ہوتی ہیں جس میں ایک مرتبہ پیٹرول بھر کر پچیس پچاس کپڑے جتنے بھی اس میں سما سکتے ہوں بیک وقت ان کو ڈال کر انہیں مشین کے ذریعہ صاف کیا جاتا ہے، دو تین مرتبہ کے بعد جب وہ پیٹرول بالکل خراب اور گندا ہو جاتا ہے تب اسے پھینک کر دوسرا پیٹرول لیا جاتا ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

۱... پاک ناپاک ہر قسم کے کپڑے کونڈی میں ڈالے جانے کا امکان ہے اس بنا پر کوئی پاک کپڑا اس طرح دھلایا گیا تو کیا وہ ناپاک قرار دیا جائے گا؟

۲... جو کپڑا یقینی ناپاک تھا اس کو اس طرح دھلانے سے وہ پاک ہو جائے گا یا اسے پاک کرنے کے لئے پانی کا استعمال ضروری ہوگا؟

---

(۱) "فكل نجاسة تصيب الثوب أو البدن، فإزالتها تجوز بثلاثة أشياء: بالماء المطلق، وبالماء المقيد، وبالمائعات من الطعام والشراب مثل اللبن والخل والدبس والدهن وأمثالها، إلا أنها مكروهة لما فيها من الإسراف، وهو قول أبي حنيفة ومحمد وأبي عبد الله". (النتف في الفتاوى، ص ۲۵، أنواع من الطهارات، سعيد)

(وكذا في أحسن الفتاوى: ۲/۹۵، باب الأنجاس، سعيد)

(۲) "لانڈری: کپڑے دھونے کا کارخانہ، دھوبی کی دکان"۔ (فیروز اللغات، ص ۱۱۴۸، فیروز سنز لاہور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... وہ ناپاک قرار نہیں دیا جائے گا، الا یہ کہ اس میں ناپاکی کا اثر ظاہر ہو جائے (۱)۔

۲ ناپاکی کا اثر اس میں باقی نہیں رہا تو اس کو پاک کہا جائے گا کیونکہ پٹرول زیادہ قاطع (نجاست) ہے پانی سے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

کپڑا پٹرول سے دھلوانا

سوال [۲۰۲۱]: ایک شخص نے پانچ سو روپے کا سوٹ بنوایا، روزہ نماز کا پابند ہے، راستہ میں آفس سے واپس ہوتے وقت ایک گائے نے راستہ میں اپنی دم سے پیشاب کی چھینٹ ماردی، یا کسی بچہ نے اس پر پیشاب کرا دیا۔ اب اس سوٹ کی کس طرح پر تطہیر ہوگی؟ اگر پانی سے دھلواتا ہے تو پانچ سو روپیہ کا سوٹ بیکار ہو جاتا ہے، کیونکہ اونی کپڑا ہے اور اگر ڈرائی کلینک کرالیا ہے تو ازالۂ نجاست نہیں ہوتا کیونکہ ڈرائی کلینگ میں استعمال ہونے والی اشیاء سے ازالۂ نجاست نہیں ہوتا مثلاً پٹرول وغیرہ۔

براہ کرم کوئی ترکیب بتائیں جس میں شرعاً کوئی قباحت نہ ہو، تاکہ بندہ اس تنگی سے نکل سکے۔ نیز ڈرائی کلینگ کے سلسلہ میں اپنی رائے اور شرعی مسئلہ سے مطلع فرمائیں تاکہ وقت ضرورت کام آئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو چیزیں نجس اس پر لگی ہیں وہ پٹرول سے بھی زائل ہو سکتی ہیں، پٹرول سے دھلوالیں، پاک ہو جائے گا (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۹۲/۲/۲۳ھ۔

---

(۱) "الطاهر في متنجس مبتل بماء إن بحيث لو عصر قطر تنجس، وإلا لا. ولو لف في مبتل بنحو بول، إن ظهر نداوته أو أثره تنجس، وإلا لا". (الدر المختار: ۱/۳۴۷، فصل في الاستنجاء، سعيد)

(وكذا في فتح القدير: ۱/۱۹۳، باب الأنجاس وتطهيرها، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۴۰۳، باب الأنجاس، رشيدية)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "پٹرول سے پاک کرنا")

(۳) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "پٹرول سے کپڑا پاک کرنا")

الفصل الثاني في تطهير الثوب

(کپڑا پاک کرنے کا بیان)

کپڑے پر ہولی کا رنگ لگ جائے وہ پاک ہے یا نہیں؟

سوال [۲۰۳۲]: بعض ہندو جو ہولی میں رنگ پاشی کرتے ہیں، اگر کسی مسلمان کے اوپر پڑ جائے اور وہ کپڑا شرائط کے ساتھ پاک کرے، لیکن رنگ کا دھبہ نہ جائے تو کپڑا پاک ہو جائے گا اور اس سے نماز جائز ہوگی؟ عوام میں مشہور ہے کہ رنگ پڑے کپڑا پاک ہی نہیں ہوتا تو کیا اس سے نماز ہو سکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک اس رنگ میں کسی نجس چیز کا ہونا معلوم نہ ہو، تب تک اس کو ناپاک نہیں کہا جائے گا، اگرچہ اس کا دھو لینا بہر حال بہتر ہے (۱)۔ رنگ کا نشان دھونے کے بعد ختم نہ ہو تو مضائقہ نہیں، نماز درست ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "(لف ثوب نجس رطب في ثوب طاهر يابس فظهرت رطوبته على ثوب طاهر) كذا النسخ، وعبارة الكنز على الثوب الطاهر (لكن لا يسيل لو عصر لا ينجس) .... (كما لو نشر الثوب المبلول على حبل نجس يابس)". (الدر المختار).

قال ابن عابدين رحمه الله: "(قوله: لف ثوب نجس رطب): أي ابتل بماء ولم يظهر في الثوب الطاهر أثر النجاسة، بخلاف المبلول بنحو البول؛ لأن النداوة حينئذ عين النجاسة، وبخلاف ما إذا كان في الثوب الطاهر أثر النجاسة من لون أو طعم أو ريح، فإنه يتنجس كما حققه شارح المنية وجرى عليه الشارح أول الكتاب". (رد المحتار: ۶/۷۳۳، مسائل شتى، سعيد)

(وكذا في أحسن الفتاوى: ۲/۹۹، سعيد)

کپڑا دھونے کے بعد بھی اگر رنگ نکلے تو کیا کیا جائے؟

سوال [۲۰۳۳]: کیا کچا ناپاک رنگ کا کپڑا ہو کہ کئی مرتبہ دھونے کے بعد بھی رنگ نکلتا ہی رہتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب رنگ کچا ہے تو خوب پیٹ کر تین دفعہ دھویا جائے پھر بھی اس کا کچھ اثر باقی رہے تو مضائقہ نہیں(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

قبل الغسل یا بعد الغسل ناپاک چھینٹ جسم پر پڑ جائے، کیا اس کا دھونا ضروری ہے؟

سوال [۲۰۳۴]: غسل کرنے سے قبل یا بعد کپڑے پہننے کے غسل خانہ کے اندر جسم کے کسی حصے پر ناپاک پانی کی چھینٹیں پڑ جائیں تو اس حصہ کا دھونا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس جگہ ناپاک چھینٹ پڑے اس کو دھونا ضروری ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۳/۹۶ھ۔

---

(۱) "ولا يضر بقاء أثر كلون وريح لازم، فلا يكلف في إزالته إلى ماء حار أو صابون ونحوه، بل يطهر ما صبغ أو خضب بمتنجس بغسله ثلاثاً، والأولى غسله إلى أن يصفو الماء". (الدر المختار: ۱/۳۲۹، باب الأنجاس، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۴۱۰، باب الأنجاس، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱/۲۰۵، باب الأنجاس، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "مشى في حمام ونحوه، لا ينجس ما لم يعلم أنه غسالة نجس". (الدر المختار: ۱/۳۵۰، فصل في الاستنجاء، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/۲۹۵، الفصل السابع في معرفة النجاسات، إدارة القرآن، كراچي)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۱/۲۱۵، الفصل السابع في النجاسات وأحكامها، غفارية)

کپڑے پر ناپاک چھینٹیں پڑ گئیں

سوال[۲۰۳۷]: ایک شخص اپنے کام میں مشغول ہے اور نماز کا وقت آگیا اب وہ شخص نماز کے لئے چلا کہ اس کو یہ موقعہ ہوا کہ ایک نجس شئی کے چھینٹے پڑے اور بدن پر پڑ گئے، اب اس کو اتنی فرصت نہیں کہ وہ کپڑوں کو دھو کر پاک کرے تحریر فرماویں اب وہ کیا کرے، کیونکر نماز ادا کرے؟ فقط۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر ان چھینٹوں کا مجموعہ ایک ہتھیلی کے گہراؤ سے زیادہ ہے (اور وہ شئے نجاستِ غلیظہ ہے) تو اس کو دھونا ضروری ہے، اگر دوسرا کپڑا موجود ہو تو اس کو پہن کر نماز پڑھے، اگر دوسرا پاک کپڑا اتنا بھی موجود نہیں کہ جس سے ستر یعنی ناف سے گھٹنوں تک چھپا سکے تو پھر اس ناپاک کپڑے کو دھوئے، ناپاک کپڑے سے نماز نہ پڑھے۔

اگر وہ نجاستِ خفیفہ ہے تو کپڑے کا چوتھائی حصہ یا اس سے کم اگر نجاست سے بھرا ہو تو تنگیٔ وقت کی حالت میں اس سے نماز پڑھے، اگر اس سے زیادہ بھرا ہو تو اس سے نماز نہ پڑھے، بلکہ اس کو دھو کر نماز پڑھے اگر چہ وقت تنگ ہو، اگر چھینٹیں سوئی کے ناکے کے برابر چھوٹی ہیں تو وہ معاف ہیں (۱) ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/۶/۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا، صحیح: عبد اللطیف، ۲۶/ جمادی الثانیہ/ ۶۸ھ۔

= "جمیع کان اکثر من قدر الدرهم، اعاد الصلاة". (تاتارخانیة: ۱/ ۲۴۰، الفصل السابع فی النجاسات، إدارة القرآن، کراچی)

"وما نُور: ای جری علی نجس ونجس". (الدر المختار: ۱/ ۳۲۵، باب الأنجاس، سعید)

(۱) قدرِ درہم سے کم معاف ہے، البتہ احتیاطاً دھو لینا چاہئے: قال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ: "عفی دون ربع ثوب من مخففة کبول ماکول الخ وبول انتضح کرؤوس إبر، و کذا جانبها الآخر، وإن کثر بإصابة الماء للضرورة". (الدر المختار: ۱/ ۳۲۲، باب الأنجاس، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۱/ ۴۶، الفصل الثانی فی الأعیان النجسة، رشیدیه)

قال العلامة الحصکفی: "عفی دون ربع ثوب من مخففة کبول ماکول ونحوه وبول انتضح کرؤوس إبر الخ". (الدر المختار: ۱/ ۳۲۲، باب الأنجاس، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۱/ ۴۶، الفصل الثانی فی الأعیان النجسة، رشیدیه)

وضو کی چھینٹ کا حکم

سوال[۲۰۲۸]: وضو کرتے وقت جو چھینٹیں پانی کی کپڑوں پر گرتی ہیں ان سے کپڑا نجس ہو جاتا ہے اور اس کپڑے سے نماز پڑھنا مکروہ ہے، یا وضو کا جمع کیا ہوا پانی نجس ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اعضائے وضو سے جو پانی کی چھینٹیں کپڑوں پر گریں ان سے کپڑے ناپاک نہیں ہوں گے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ناپاک کپڑے کو پاک کرنے کا طریقہ

سوال[۲۰۲۹]: کپڑے میں نجاست مرئیہ ہو یا غیر مرئیہ، کپڑے کو ایسی جگہ یا پتھر پر رکھیں کہ پانی نکل جائے داہنے ہاتھ میں لوٹا وغیرہ لے کر کپڑے پر پانی ڈالتے جائیں اور بائیں ہاتھ سے ملتے جائیں، جب نجاست زائل ہونے کا گمان غالب یا یقین ہو جائے، کپڑے کو اٹھا کر ایک دفعہ نچوڑ دیں، تین دفعہ نہ نچوڑیں تو کپڑا پاک ہوا یا نہیں؟ دونوں ہاتھ پاک ہو گئے یا نہیں، بلکہ ہاتھ کو الگ سے دھونا پڑے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب پانی برابر ڈالتے اور ایک ہاتھ سے ملتے رہے حتیٰ کہ نجاست زائل ہو جانے کا ظن غالب ہو گیا،

= (وكذا في التاتارخانية: ۱/۳۱۵، الفصل السابع في النجاسات، إدارة القرآن، كراتشي)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۴۰۵، باب الأنجاس، رشيدية)

(۱) قال العلامة الحصكفي رحمه الله: "وانتضاح غسالة لا تظهر مواقع قطرها في الإناء عفو" (الدر المختار). وقال ابن عابدين رحمه الله: "وما ترشش على الغاسل من غسالة الميت مما لا يمكنه الامتناع عنه ما دام في علاجه، لا ينجسه لعموم البلوى". (رد المحتار، باب الأنجاس: ۱/۳۲۵، سعيد)

"وفي بأن ما يصيب منديل المتوضي، وثيابه عفو اتفاقاً وإن كثر". (الدر المختار: ۱/۲۰۰، مبحث الماء المستعمل، سعيد)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان: ۱/۱۶، فصل في الماء المستعمل، رشيدية)

پھر پانی ڈال کر نچوڑ دیں تب بھی کپڑا پاک ہو گیا(۱)، ہاتھ بھی پاک ہو گیا(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

پاک اور ناپاک کپڑے مخلوط کرکے دھونے کا حکم

سوال [۲۰۴۰]: عام طور پر دھوبی ایک ٹب میں پٹرول ڈال کر پاک اور نجس کپڑے ملا دیتے ہیں پھر اس کو خشک کر کے لاتے ہیں، ایسی صورت میں یہ کپڑے بھی نجس کپڑوں کے حکم میں شامل ہوں گے یا نہ؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر پاک کپڑوں میں نجاست کا اثر ظاہر ہو جائے تو وہ بھی نجس کپڑوں کے حکم میں ہوں گے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

خشک ناپاک کپڑا پہننے سے جسم ناپاک نہیں ہوتا

سوال [۲۰۴۱]: اگر کسی شخص کا جسم پاک ہے، اگر کسی وجہ سے وہ شخص ناپاک کپڑے تو بالکل

---

(۱) "وهذا كله إذا غسل في إجانة، أما لو غسل في غدير أو صب عليه ماء كثير أو أجرى عليه الماء، طهر بلا شرط العصر وتجفيف وتكرار غمس، هو المختار". (الدر المختار: ۱/۳۳۳، باب الأنجاس، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۴۱۲، باب الأنجاس، رشيديه)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۳۳۶، الصب أو إيراد الماء على النجاسة، رشيديه)

(۲) "ويطهر الكل تبعاً: أي من الدلو والرشاء والبكرة ويد المستقي تبعاً؛ لأن نجاسة هذه الأشياء بنجاسة البئر، فتطهر بطهارتها للحرج". (الدر المختار: ۱/۲۱۲، فصل في البئر، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۲۰۲، مسائل الآبار، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱/۹۹، مسائل الآبار، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۳) "إذا لم يظهر في الثوب الطاهر أثر النجاسة من لون أو ريح، حتى لو كان المبلول متنجساً بلون أو منكشفاً بريح، فظهر ذلك في الطاهر، يجب أن يكون نجساً الخ". (الحلبي الكبير، ص: ۱۵۲، فصل في الآبار، سهيل اكيدمي لاهور)

(وكذا في مراقي الفلاح، ص: ۱۵۸، باب الأنجاس، قديمي)

سوکھے اور دیکھنے میں صاف ہیں لیکن ناپاک ہیں، اگر کوئی اس کپڑے کو پہن لیتا ہے تو کیا اس شخص کا وہ کپڑا جو پاک تھا پہن لینے کے بعد ناپاک ہو گیا، اور غسل کرنے سے قبل اس کا جسم پاک نہیں ہے اور اسی دوران بغیر غسل نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

۲..... اگر کوئی شخص جو کہ پاک ہے اور اپنی بیگم کے ساتھ ایک ہی بستر پر سوتے ہیں اور اس دوران کسی قسم کی نفسی خواہش کو پورا نہیں کیا جاتا ہے۔ لیکن ان کے پائجامہ میں کچھ جگہ چھوٹے چھوٹے داغ جو کہ نفسی جذبات کی بنا پر پڑ گئے، ان داغوں کو دیکھ کر دوسرے کپڑے پاک پہن کر اگر نماز پڑھ لیتے ہیں تو کیا ان لوگوں کی یہ نماز ٹھیک ہے اور کیا اس سے ان کے جسم کو غسل کرنے کی ضرورت نہیں؟۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... جسم پاک ہے خشک ہے، کپڑا ناپاک ہے خشک ہے، اس کی وجہ سے جسم ناپاک نہیں ہوا، پھر بغیر جسم کو پاک کئے دوسرا کپڑا پہن لیا تو وہ کپڑا نجس نہیں ہوا، اس سے نماز درست ہو جائیگی، نہ جسم دھونے کی ضرورت ہے نہ کپڑے کو، دونوں پہلے سے پاک ہیں(۱)۔

۲..... اگر وہ منی کے داغ نہیں بلکہ مذی کے داغ ہیں تو غسل واجب نہیں، البتہ جس طرح پیشاب کے بعد بدن کو پاک کیا جاتا ہے اسی طرح مذی کے بعد بھی پاک کیا جائے، پھر وضو کر کے نماز پڑھی جائے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "لف طاهر في نجس مبتل بماء، إن بحيث لو عصر قطر، تنجس، وإلا لا. ولو لف في مبتل بنحو بول، إن ظهر نداوته أو أثره، تنجس، وإلا لا". (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۳۴۶، فصل في الاستنجاء، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷، الفصل السابع في النجاسة، رشیدیہ)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۴۰۳، باب الأنجاس، رشیدیہ)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۱/۲۱، فصل في النجاسة التي تصيب الخ، رشیدیہ)

(۲) "وليس في المذي والودي غسل، وفيهما الوضوء، وغسل الذكر لقوله عليه السلام: "كل فحل يمذي، فيه الوضوء". (الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۴۱۶، الفصل الخامس في الغسل، رشیدیہ)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۱۶۵، أبحاث الغسل، سعید)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۱۱۷، الطهارة، الغسل، رشیدیہ)

نجس جگہ کو تحری سے پاک کیا جائے

سوال [۲۰۶۲]: جب نجاست کا مقام یاد نہ رہے تو گمان غالب کر کے غور و خوض کر کے ایک جگہ دھو ڈالنا کافی ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کافی ہوگا(۱)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کپڑے پر نجاست لگنے کا وقت معلوم نہیں

سوال [۲۰۶۳]: کپڑے پر نجاست دیکھی، مگر کپڑے پر نجاست لگنے کا وقت معلوم نہیں تو کپڑا کب سے نجس سمجھا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ نجاست منی ہے تو جس وقت سو کر بیدار ہوا اس وقت سے کپڑا نجس سمجھا جائے گا، اگر وہ اس کا پاخانہ پیشاب ہے تو پاخانہ کرنے کے وقت سے نجس ہوگا، اگر کوئی اور نجاست ہے تو دیکھنے کے وقت سے(۲)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۹/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہٰذا۔ صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم۔

---

(۱) "إذا تنجس طرف من أطراف الثوب ونسيه، فغسل طرفاً من أطراف الثوب من غير تحرٍّ، حُكم بطهارة الثوب، هو المختار". (خلاصة الفتاوى: ۱/۴۰، الفصل السادس في غسل الثوب والدهن، امجد اكيڈمی، لاہور)

(وكذا في الدر المختار: ۱/۳۲۲، باب الأنجاس، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۱۴۲، باب الأنجاس، امدادیہ)

(۲) "وقالا: من وقت العلم، فلا يلزمهم شيء قبله، وبه يفتى. (فرع) وجد في ثوبه منياً أو بولاً أو دماً أعاد من آخر احتلام وبول ورعاف". (الدر المختار: ۱/۲۱۹، فصل في البئر، سعيد) ...

ناپاک کپڑا تین دفعہ دھونے سے پاک ہوگا یا نہیں؟

سوال[۱۰۰۴۴]: ناپاک کپڑا دھوکر بغیر نچوڑے دھوپ میں ڈال دیا، پھر وہ سوکھ گیا تو اسی طرح تین مرتبہ کیا تو کپڑا پاک ہوجائے گا یا نہیں؟ نیز کپڑا کتنا نچوڑا جائے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اسی طرح تین مرتبہ کرلینے سے بھی کپڑا پاک ہوجائے گا اور نچوڑنے میں اپنی طاقت کا اعتبار ہے، اس سے زیادہ کا آدمی مکلف نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۶/۲۵ھ۔

ناپاک کپڑا نل کے نیچے ڈالنے سے پاک ہوجائے گا یا نہیں؟

سوال[۱۰۰۴۵]: کسی شخص کا کوئی کپڑا نجاستِ غیر مرئیہ کی وجہ سے نجس ہے، اس نے اس پر چار پانچ لوٹے پانی ڈالا یا نل کے نیچے کچھ مدت چھوڑ دیا، یہاں تک کہ زوالِ نجاست کا یقین ہوگیا، پھر مسنون طریقے سے نچوڑ لیا تو پاک ہوا یا نہیں؟

= "الأصل إضافة الحادث إلى أقرب أوقاته، منها ما قدمناه فيمن لو رأى في ثوبه نجاسة، و قد صلى فيه، و لا يدري متى أصابته: يعيدها من آخر حدث أحدثه، والمني من آخر رقدة الخ". (الأشباه والنظائر: ۱/۲۰۳، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۲۰۰، الطهارة، رشيديه)

(۱) "و يطهر محل النجاسة غير المرئية بغسلها ثلاثاً وجوباً، والعصر كل مرة تقديراً لغلبة الظن في استخراجها في ظاهر الرواية". (مراقي الفلاح).

وقال العلامة الطحطاوي: "(تقديراً لغلبة الظن): أي بالغسل ثلاثاً، والعصر كذلك، لكنه ليس بتقدير لازم عندنا". (حاشية الطحطاوي، ص: ۱۶۱، باب الأنجاس، قديمي)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۱۸۳، باب الأنجاس، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۴۱۲، باب الأنجاس، رشيديه)

الجواب حامداً و مصلیاً:

ہوگیا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

شک سے کپڑا ناپاک نہیں ہوتا

سوال [۲۰۷۶]: کسی شخص نے اپنے کپڑے پر کوئی چیز دیکھی، اس کی طہارت اور نجاست میں شک ہے تو کپڑے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اس سے کپڑا نجس نہیں ہوگا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ناپاک کپڑا صابن سے دھونے سے پاک ہوجائے گا

سوال [۲۰۷۷]: ناپاک کپڑے کو تین مرتبہ نچوڑنے کے بعد اس میں صابن کا پانی نکلتا رہے تو وہ کپڑا پاک ہے یا نہیں؟

---

(۱) "وأما حكم الصب، فإنه إذا صب الماء على الثوب النجس، إن أكثر الصب بحيث يخرج ما أصاب الثوب من الماء و خلفه غيره ثلاثاً، فقد طهر؛ لأن الجريان بمنزلة التكرار والعصر، و المعتبر غلبة الظن، هو الصحيح". (البحر الرائق: ۱/۴۱۲، باب الأنجاس، رشيدية)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/۳۰۶، الفصل الثامن في تطهير النجاسة، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۱۸۴، فصل في الآسار، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۱۶۱، باب الأنجاس، قديمي)

(۲) "إن اليقين لا يزول بالشك". (الأشباه والنظائر: ۱/۱۸۳، إدارة القرآن كراچي)

"ومن شك في إنائه أو ثوبه أو بدنه أصابته نجاسة أو لا، فهو طاهر ما لم يستيقن". (رد المحتار: ۱/۱۵۱، نواقض الوضوء، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/۲۰۶، نوع آخر في مسائل الشك، إدارة القرآن كراچي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ناپاک کپڑے کو تین دفعہ دھو کر خوب نچوڑ دیا، اور نجاست کا اثر ختم ہوگیا تو کپڑا پاک ہوگیا (۱)، اگرچہ صابن کا پانی اس میں سے نکلتا ہو، لیکن پھر پانی ڈالنے سے جب نچوڑا جائے تو صابن کا اثر محسوس ہوتا ہو۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ناپاک کپڑا پاک پر گر گیا وہ پاک ہے یا ناپاک؟

سوال [۲۰۴۸]: رات کو کئی مرتبہ پیشاب کے لئے اٹھنا پڑتا ہے، بعض مرتبہ پیشاب اوپر ہی نکل جاتا ہے معلوم تک نہیں ہوتا۔ پیشاب کا بھیگا کپڑا سوکھ گیا اور بھیگا ہوا صاف کپڑا اس پیشاب کے سوکھے کپڑے میں رکھ دیا، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پاک صاف بھیگا ہوا کپڑا اگر ایسا نہیں کہ نچوڑنے سے قطرات ٹپکتے ہوں تو ناپاک سوکھے ہوئے کپڑے پر رکھنے سے ناپاک نہیں ہوگا (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱۱/ ھ۔

---

(۱) "ولا يضر بقاء أثر كلون وريح لازم، فلا يكلف في إزالته إلى ماء حار أو صابون ونحوه، بل يطهر ما صبغ أو خضب بنجس بغسله ثلاثاً، والأولى غسله إلى أن يصفو الماء" اهـ. (الدر المختار: ۱/۳۲۹، باب الأنجاس، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۴۰۲، باب الأنجاس، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱/۲۰۵، باب الأنجاس، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) "لف طاهر في نجس مبتل بماء إن بحيث لو عصر قطر تنجس وإلا لا" (الدر المختار: ۱/[illegible]، باب الأنجاس، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷، الفصل الثاني في الأعيان النجسة، رشيدية)

(وكذا في غنية المستملي (الحلبي الكبير)، ص: ۱۷۴، باب الأنجاس، سهيل أكيدمي لاهور)

(البحر الرائق: ۱/۴۰۳، باب الأنجاس، رشيدية)

ناپاک کنویں کو پاک کرنے والے کے بدن اور کپڑوں کا حکم

سوال[۲۰۴۹]: ناپاک کنویں کو پاک کرتے وقت جو لوگ پانی کھینچتے ہیں، ان کے ساتھ اور کنویں سے جن ڈولوں سے پانی نکالا جاتا ہے وہ ڈول اور ڈولوں کی رسیاں تو ساتھ ساتھ پاک ہوجاتی ہیں، مگر پانی کھینچنے والے آدمیوں کے کپڑے اور بدن کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جن ہاتھوں، ڈولوں، رسی سے پانی نکالا گیا ہے، بار بار پانی نکالنے کی وجہ سے کنویں کے تابع قرار دے کر سب کو پاک کیا جائے گا (۱)، لیکن کپڑے اور بدن کے جس حصہ پر ناپاک پانی کے قطرے پڑے ہیں، اس کپڑے اور بدن کے اس حصہ کو پاک کہنے کی کوئی وجہ نہیں، وہ کنویں کے تابع نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۳/۷۹ھ۔

اگر کپڑے کو نچوڑنے کی وجہ سے پھٹ جانے یا اس کی کسی خوبی پر اثر پڑنے کا اندیشہ ہو

سوال[۲۰۵۰]: نجاست غیر مرئیہ اگر کپڑے پر لگی ہو تو اس کے دھونے کے بعد بجائے نچوڑنے کے ہر مرتبہ اس کو خشک کرلے تو کپڑا پاک ہوجائے گا یا نہیں؟ اس لئے کہ بعض کپڑے اگرچہ ان کا نچوڑنا ممکن ہوتا ہے، مگر نچوڑنے سے بوجہ کمزوری پھٹ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے، اور بعض کپڑے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے پھٹنے کا اندیشہ تو نہیں ہوتا مگر ان کی خوبی پر اثر پڑتا ہے، اس خیال سے اگر بجائے تین مرتبہ نچوڑنے کے تین مرتبہ دھو کر تین مرتبہ خشک کرلے تو کپڑا پاک ہوجائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر پھٹ جانے کا اندیشہ ہو تب تو تین مرتبہ خشک کرلینا بھی کافی ہے (۲)، خوبی پر اثر پڑنے کی وجہ سے نچوڑنے کا مسئلہ نظر سے نہیں گزرا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "(قوله: يطهر الكل) أي من الدلو والرشاء والبكرة ويد المستقي تبعاً، لأن نجاسة هذه الأشياء بنجاسة البئر، فتطهر بطهارتها الخ". (ردالمحتار: ۱/۲۱۲، كتاب الطهارة، فصل في البئر، سعيد)

(۲) قال العلامة الحصكفي: "ولو لم يبالغ لرقته هل يطهر؟ الأظهر نعم، للضرورة". (الدرالمختار: ۱/۳۳۲، باب الأنجاس، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۲۳۱، باب الأنجاس، رشيدية)

ناپاک کپڑے کو نچوڑنے کی حد

سوال [۲۰۵۱]: بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ "ناپاک کپڑے کو تیسری مرتبہ اس قدر مبالغہ کے ساتھ نچوڑو، پوری طاقت سے نچوڑو کہ پھر ایک دفعہ نچوڑنے سے پانی کے قطرے نہ ٹپکیں"۔

اب سوال یہ ہے کہ تھوڑی طاقت زیادہ کر کے نچوڑا تو پانی کے قطرے نکلیں گے، اگر دوبارہ کرے طاقت بڑھاتے جائیں، پانی کے قطرے ٹپکتے جائیں گے، اگر باریک کپڑا ہوتا ہے تو پھٹ بھی جائے گا اور دو چار دس کپڑے دھونے کی باری آئے تو ہاتھ میں درد بھی ہو جائے گا، دشوار معلوم ہوتا ہے۔ نچوڑنے کی کیا حد ہوگی؟ جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب اتنے زور سے نچوڑ دیا کہ قطرات کا نکلنا بند ہو گیا تو بس کافی ہے(۱)، پھر نہ کپڑا پھٹے گا، نہ ہاتھ میں درد ہوگا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

بغیر نچوڑے کپڑا پاک ہونے کی صورت

سوال [۲۰۵۲]: کپڑے کو تین مرتبہ نچوڑا نہیں بلکہ ایک دفعہ دھو کر ہاتھ میں ملا دیا یا طاقت کے موافق نہیں نچوڑا تو پاک ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہو جائے گا، اگر ضعیف ہے، خیر میں نچوڑا، دوسری دفعہ دھونے میں تھا توقف کیا کہ قطرہ بند ہو گیا اور تین مرتبہ

---

(۱) "وعصر ثلاثاً فيما ينعصر مبالغاً بحيث لا يقطر، ولو كان لو عصره غيره قطر، طهر بالنسبة إليه دون ذلك الغير، ولو لم يبالغ لرقته هل يطهر؟ الأظهر نعم، للضرورة" (الدر المختار: ۱/۳۳۳-۳۳۲، باب الأنجاس، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: ص ۱۶۱، كتاب الطهارة، باب الأنجاس، قديمي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۲، الباب السابع في النجاسة، رشيديه)

غیر مرئیہ تھی یا مرئیہ تھی اور وہ زائل ہوگئی تب بھی کپڑا پاک ہوجائے گا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۹/۶۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہٰذا، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم۔

جس کپڑے میں نجاست سرایت کرچکی اس کو ایک دفعہ دھوکر نچوڑنا کافی نہیں

سوال [۲۰۵۳]: کپڑے میں نجاست مرئیہ یا غیر مرئیہ مستعمل پانی - یا ناپاک پانی جس میں نجاست کا اثر بظاہر نہ ہو - عین نجاست زائل کردیں، اس کے بعد کسی برتن میں پاک پانی لیکر کپڑا ڈال کر ایک دفعہ ملا کر نچوڑ ڈالیں تو پاک ہوا یا نہیں؟ زوالِ نجاست کا غلبۂ ظن بھی حاصل ہوجائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کپڑے میں ناپاک پانی پوری طرح داخل ہوچکا ہے، اب ایک دفعہ اس کو نچوڑ دینا کافی نہیں، تین دفعہ دھوکر نچوڑیں تب پاک ہوگا (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

کیا ناپاک خشک بستر پر لیٹنے اور پسینہ کی بو کپڑوں میں آنے سے کپڑے ناپاک ہوجائیں گے؟

سوال [۲۰۵۴]: پیشاب کا بستر جو کہ خشک ہو اگر اس پر لیٹ جائے تو کیا اس لیٹ جانے سے پہنے

(۱) "ويطهر متنجس بنجاسة مرئية بزوال عينها ولو بمرة على الصحيح، ولا يشترط التكرار، لأن النجاسة فيه باعتبار عينها، فتزول بزوالها" (مراقي الفلاح، ص: ۱۵، باب الأنجاس، قديمي)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/۳۰۹، الفصل الثامن في تطهير النجاسة، إدارة القرآن، كراچی)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۴۱۳، باب الأنجاس، رشيدية)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۱۸۳، فصل في الآسار، سهيل اكيدمي، لاهور)

(۲) "وفي حال ورود النجس على الماء حالات ... إذا غسل الثوب النجس في إجانة ماء وعصر، ثم غسل في إجانة أخرى وعصر، ثم غسل في إجانة أخرى وعصر، فقد طهر الثوب، والمياه كلها نجسة" (المحيط البرهاني: ۱/۲۲۳، الفصل السابع في النجاسات، غفارية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۲، الباب السابع في النجاسة، رشيدية)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۱/۲۴۳، فصل في طريق التطهير، باب الغسل، دار الكتب العلمية، بيروت)

ہوئے کپڑے ناپاک ہوجائیں گے؟ اور اگر ایسی حالت میں پسینہ آجائے اور اس پیشاب کی بو کپڑوں میں آنے لگے تو کیا اس سے بھی کپڑے ناپاک ہوجائیں گے، یا اگر بو نہ آئے پسینہ خوب آتا ہو تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

بستر اگر خشک ہے اور بدن کو پسینہ بھی نہیں آیا تو نہ بدن ناپاک ہوگا نہ کپڑے ناپاک ہوں گے، اگر بستر صاف ہے اور پیشاب بدن پر یا کپڑے پر لگ گیا، یا بستر تو خشک ہے لیکن پسینہ آکر تر ہوا اور پیشاب کا اثر کپڑوں میں یا بدن میں آگیا تو اس کی وجہ سے ناپاکی کا حکم ہوگا، کذا فی رد المحتار: ۱/۳۴۶(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۲/۳ ھ۔

بھیگا ہوا ہاتھ ناپاک خشک کپڑے کو لگانے سے اس کپڑے کا کیا حکم ہے؟

سوال[۲۰۰۵]: ایک شخص نے بھیگا ہوا ہاتھ بالکل تر جس سے پانی ٹپک رہا ہے ناپاک کپڑے کو لگایا، پھر وہی ہاتھ نل کی ٹی کو لگایا، اب ٹی بالکل خشک ہوگئی تو ایک دوسرے شخص نے بھیگا ہوا ہاتھ اس نل کی ٹی پر لگایا اور پھر بالٹی کو لگایا اور اس بالٹی سے حمام میں پانی بھرا اور اس پانی سے سب نمازیوں نے وضو کیا۔ تو نماز ان کی درست ہے یا اعادہ کرنے کی ضرورت ہے؟ اس پانی سے وضو یا غسل درست ہے یا نہیں اور اس طرح بھیگا ہوا ہاتھ لگانے سے ٹی نل کی پاک ہوگئی یا نہیں؟

---

(۱) "نام أو مشى على نجاسة، إن ظهر عينها تنجس، وإلا لا" (الدر المختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: (قوله: نام): أى فعرق (قوله: على نجاسة) أى يابسة لما في متن الملتقى: لو وضع ثوباً رطباً على ما طين بطين نجس جاف، لا ينجس بخلاف ما إذا كان الطين رطباً اهـ"

(الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطهارة، باب الأنجاس: ۱/۳۴۶، سعيد)

وقال العلامة الحلبي: "(و كذا) (إن نام على فراش نجس، فعرق وابتل الفراش من عرقه، فإنه إن لم يصب بلل الفراش) بعد ابتلاله بالعرق (جسده لا يتنجس) جسده". (الحلبي الكبير، ص: ۱۴۳، فصل في الآسار، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۱۵۸، باب الأنجاس، قديمي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷، الفصل الثاني في الأعيان النجسة، رشيديه)

"ولو عض كلب عضو شخص فلا ينجس، ولعابه نجس في ظ ر". دیباچہ نور الایضاح، ص: ۱۱۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ یہ ماننا قیاس کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خشک خنزیر کپڑے یا بدن سے لگ جائے جس کا کوئی اثر نہ آئے تو اس سے کپڑا یا بدن ناپاک نہیں ہوا، جیسا کہ خشک نجس العین کا حکم ہے، البتہ تر ہو تو جس مقام پر تری لگی ہو اس کا دھونا ضروری ہے(۱)، غسل واجب ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

کتا اگر کسی کا بدن یا کپڑا دانت سے پکڑے اور اس پر تری نہ لگے تو وہ نجس نہیں ہوگا، تری لگنے سے نجس ہوجائے گا، چاہے غضبان ہو چاہے راضی ہو، ایک ہی حکم ہے، یہی قول مختار ہے۔

"ولو أخذ الكلب عضو إنسان أو ثوبه، لا يتنجس ما لم يظهر فيه أثر البلل، راضياً كان أو غضبان، كذا في منية المصلي. قال في الظهيرية: هو المختار، كذا في شرحها لإبراهيم الحلبي الكبير اهـ". عالمگیری: ۱/۴۶ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۹/۴/۹۵ھ۔

لنگی اور بدن کو پاک کرنے کا طریقہ

سوال [۲۰۵۸]: ایسی ناپاک لنگی یا کپڑا یا تہبند پہن کر غسل کرے جس میں متفرق طور پر نجاست لگی ہو، کچھ منی، کچھ پیشاب کے قطرے وغیرہ اور اس ناپاک کپڑے پہنے ہوئے پر پاک پانی ڈالا جائے اور ملا جائے، جب زوال نجاست کا یقین ہو جائے تو لنگی کو اس طرح ایک دفعہ نچوڑ ڈالا جائے کہ پہلے آگے کے حصہ کو بعد اس کے پیچھے کے حصہ کو آگے کرکے ساتھ نچوڑ دیا جائے تو غسل اور پہنا ہوا کپڑا پاک ہوا یا نہیں یا تین دفعہ

---

(۱) "أما النجاسة الغليظة ... كالعذرة ... ولحم الخنزير وسائر أجزائه، هذه الأشياء نجاستها معلومة في الدين ضرورة لا خلاف فيها، إلا شعر الخنزير لما أبيح الانتفاع به للخرز ضرورة". (الحلبي الكبير، ص: ۱۴۶، فصل في الأنجاس، سهيل اكيڈمی لاہور)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۸، الفصل الثاني في الأعيان النجسة، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/۲۹۶، معرفة النجاسة وأحكامها، إدارة القرآن كراچی)

نچوڑنے کا عمل کرنا ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح غسل کرنے سے سارا بدن بھی نجس ہوگیا، پھر اگر نجاست کی جگہ کو مل مل کر نجاست دور کردی اور پانی بہہ دیا گیا حتی کہ ظن غالب حاصل ہوگیا کہ اب نجاست باقی نہیں رہی (۱)، پھر ایک دم تمام بدن اور لنگی پر پانی ڈال کر بہادیا اور نچوڑ دیا تو بدن بھی پاک ہوگیا اور لنگی بھی۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

بدن اور کپڑوں کی پاکی وناپاکی سے متعلق چند سوالات

سوال [۲۰۵۴]: ۱... میں ناپاکی کی حالت میں ناپاک کپڑے پہنے ہوئے دوسری ناپاک چیز اور کپڑوں وغیرہ کو دھو کر پاک کرسکتا ہوں یا نہیں؟

۲... مجھے ہمیشہ اپنی چیزوں یا اپنے کپڑوں وغیرہ کو دھونے کے درمیان یا دھونے کے بعد شک ہوا کرتا ہے کہ شاید تین بار نہیں دھویا، یا اچھی طرح کپڑوں کو نہیں نچوڑا، یا اس طرح کا کچھ اور شک ہوتا ہے، یا پھر شک ہوجاتا ہے کہ دھونا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم اور دھونے کے بعد شکر اللہ نہیں کہا، میں ان حالات میں کیا کروں؟

۳... سارا جسم پاک ہے، کپڑا بدلتے وقت یا کسی وجہ سے اعضائے تناسل میں ہاتھ لگ جائے تو کیا

---

(۱) "ویطهر محل نجاسة مرئیة بعد جفاف کدم بقلعها: أی بزوال عینها وأثرها ولو بمرة أو بما فوق ثلاث فی الأصح، ولم یقل: بغسلها، لیعم نحو دلک وفرک ... ویطهر محل غیرها. أی غیر مرئیة بغلبة ظن غاسل لو مکلفاً، وإلا فمستعمل طهارة محلها بلا عدد، به یفتی". (الدر المختار: ۱/۳۳۱، باب الأنجاس، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۱/۲۰۵، باب الأنجاس، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(وکذا فی مجمع الأنهر: ۱/۹۰، باب الأنجاس، دار الکتب العلمیة، بیروت)

"إن الجنب إذا اتزر فی الحمام، وصب الماء علی جسده من جانب الظهر والبطن حتی خرج عن الجنابة، ثم صب الماء علی الإزار، یحکم بطهارة الإزار، وإن لم یعصر الخ". (المحیط البرهانی: ۱/۲۲۲، تطهیر النجاسات، غفاریه)

بدن یا کپڑے پر پسینہ آگیا تو جتنے بدن یا کپڑے پر وہ اثر ظاہر ہوا ہے اتنا ناپاک ہوگا (۱)، اتنا حصہ پاک کرلیا جائے، تمام بدن ناپاک ہوگا نہ پورا کپڑا، اور نہ اس سے تمام کو دھونے کی ضرورت ہے۔

۵ ان کا خون بدن یا کپڑے پر لگ جائے تو اس سے نماز میں خلل نہیں آئے گا (۲)۔

۶ کبوتر کی بیٹ اور پیشاب سے کپڑے وغیرہ دھونا ضروری نہیں، یہی حال چمگادڑ کا ہے (۳)۔ چوہیا نے اگر پیشاب کردیا تو اس کو پاک کرلیا جائے، مینگنی اس کی خشک ہوتی ہے، اس سے کپڑا دھونے کی ضرورت نہیں (۴)، چھپکلی کی غلاظت اگر تر ہو تو اس سے بھی کپڑا دھو لیا جائے۔

---

(۱) "إذا نام الرجل على فراش، فأصابه مني ويبس، فعرق الرجل وابتل الفراش من عرقه، إن لم يظهر أثر البلل في بدنه لا يتنجس، وإن كان العرق كثيراً حتى ابتل الفراش ثم أصاب بلل الفراش جسده، فظهر أثره في جسده، يتنجس بدنه". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷، الفصل الثاني في الأعيان النجسة، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۱/۲۹، فصل في النجاسة التي تصيب البدن، رشيديه)

(۲) "ولا ينجس البئر بموت حيوان لا دم له سائل كذباب وصرصور وخنفساء وزنبور وبق وعقرب، أو بموت حيوان الخ". (الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۲۹۹، حكم موت الإنسان أو حيوان في البئر، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۱/۱۸۳، باب المياه، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۴، الفصل الثاني فيما لا يجوز به التوضؤ، رشيديه)

(۳) "وخرء كل طير لا يذرق في الهواء كبط أهلي ودجاج ... أما ما يذرق فيه، فإن مأكولاً كحمام وعصفور فطاهر، وإلا فمخفف". (الدر المختار: ۱/۳۲۰، باب الأنجاس، سعيد)

"وبول غير مأكول ولو من صغير لم يطعم إلا بول الخفاش وخرءه". (الدر المختار). قال ابن عابدين: "بول الخفافيش وخرءها ليس بنجس لتعذر صيانة الثوب والأواني عنها الخ". (رد المحتار: ۱/۳۱۹، باب الأنجاس، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۶، والثاني المخففة، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۱/۱۹۲، فصل وأما الطهارة الحقيقية، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۴) "اعلم أن بول الهرة والفأرة وخرءهما نجس في أظهر الروايات يفسد الماء والثوب. ولو طحن بعر الفأرة مع الحنطة ولم يظهر أثره، يعفى عنه للضرورة ... قال الفقيه أبو جعفر: ينجس الإناء دون الثوب ... والمشائخ على أنه نجس لخفة الضرورة، بخلاف خرئها فإن فيه ضرورة في الحنطة". (رد المحتار: ۱/۳۱۹، باب الأنجاس، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۱/۱۹۲، فصل وأما الطهارة الحقيقية، دار الكتب العلمية، بيروت)

دھوبی کے دھوئے ہوئے کپڑے پاک ہیں یا ناپاک؟

سوال[۲۰۲۰]: دھوبی کے دھوئے ہوئے کپڑے پاک ہوتے ہیں یا ناپاک؟ کیونکہ دھوبی کپڑے کو تین بار نہیں دھوتے، دھوبی کے دھلے ہوئے کپڑے پر اگر کوئی دھبہ بڑا یا چھوٹا موجود ہو تو اس کو پاک کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دھوبی (اگر) بڑے تالاب، نہر اور دریا میں کپڑے دھوتے ہیں تو وہ کپڑے پاک ہیں، بہتے پانی یا کثیر پانی میں کپڑے کا نچوڑنا بھی تین بار دھونے کے حکم میں ہے(۱)۔ جو نشان (دھبہ) باقی رہ جائے اور نجاست کا جسم نکل جائے تب بھی کپڑا پاک ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ہندو دھوبی کے دھوئے ہوئے کپڑوں کا حکم

سوال[۲۰۲۱]: جو ہندو دھوبی کپڑے دھوتے ہیں وہ پاک ہیں یا ناپاک؟

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿فكفارته إطعام عشرة مساكين من أوسط ما تطعمون أهليكم أو كسوتهم أو تحرير رقبة فمن لم يجد فصيام ثلاثة أيام، ذلك كفارة أيمانكم﴾. [سورة المائدة: ۸۹]

(وكذا في الدر المختار على رد المحتار: ۳/۷۲۵، كتاب الأيمان، سعيد)

(۱) قال العلامة الحصكفي: "وهذا كله إذا غسل في إجانة، أما لو غسل في غدير أو صب عليه ماء كثير، أو جرى عليه الماء طهر مطلقاً بلا شرط عصر وتجفيف وتكرار غمس، هو المختار". (الدر المختار: ۱/۳۳۳، باب الأنجاس، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۴۱۲، باب الأنجاس، رشيديه)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۲۴۷، الصب أو إيراد الماء على النجاسة، رشيديه)

(۲) "لا يضر بقاء أثر كلون وريح لازم، فلا يكلف في إزالته إلى ماء حار أو صابون ونحوه، بل يطهر ما صبغ أو خضب بنجس بغسله ثلاثاً، والأولى غسله إلى أن يصفو الماء". (الدر المختار: ۱/۳۲۹، باب الأنجاس، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۴۱۰، باب الأنجاس، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱/۲۰۵، باب الأنجاس، دار الكتب العلمية، بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ناپاک کپڑا دھو کے پاک کرنے سے بھی پاک ہو جاتا ہے، جب تک کسی نجاست کا علم نہ ہو، ہندو دھوبی کا دھویا ہوا کپڑا پاک ہے، البتہ مسلمان دھوبی سے دھلانا بہتر ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۶/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/ جمادی الاولیٰ/۵۶ھ۔

بے علم دھوبی کا دھویا ہوا کپڑا

سوال [۲۰۹۲]: دھوبی جو کپڑے دھوتے ہیں اکثر طہارت ونجاست سے واقف نہیں ہوتے ہیں، نیز بعض شہر کے اندر نالیوں کے پانی سے یا نہر یا کنڈ متعفن سے دھوتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ پانی کثیر ہے اور محض مکث کی وجہ سے متعفن ہو گیا، یا وہ پانی جاری ہے اور اس میں نجاست کا اثر ظاہر نہیں تو اس میں کپڑوں کا دھونا درست ہے(۲)۔ کپڑوں پر اگر پہلے سے نجاست نہیں تھی تب تو ان کی پاکی میں کوئی اشکال نہیں، اگر نجاست تھی اور وہ مرئیہ تھی تو اس کے زوال وبقاء کو خود دیکھ لیا جائے، اگر غیر مرئیہ تھی تب بھی چونکہ ہر دھوبی کم از کم تین مرتبہ تو ضرور ہی ہر کپڑے کو دھوتا ہے اور نچوڑتا ہے جیسا کہ مشاہدہ ہے، اس لئے وہ کپڑا پاک ہو جاتا ہے اگرچہ وہ باقاعدہ مسائل شرعیہ سے واقف نہیں۔ اگر وہ دھوبی قلیل پانی میں جو کہ نجس ہے

---

(۱) "وإزالتها إن كانت مرئية بإزالة عينها وأثرها إن كانت شيئاً يزول أثره ... وإن كانت غير مرئية يغسلها ثلاث مرات". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۱، الفصل الأول في تطهير الأنجاس، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۴۱۱، باب الأنجاس، رشيديه)

(وكذا في غنية المستملي (الحلبي الكبير)، ص: ۱۸۴، فصل في الآسار، سهيل اكيدمي، لاهور)

(۲) "إذا تغير لون الماء أو طعمه أو ريحه بل لو تغير الأوصاف الثلاثة بطول المكث أو بوقوع الأوراق فيه، يجوز الوضوء به ... وكذا إذا ألقي في الماء الجاري شيء نجس كالجيفة والخمر لا يتنجس الماء ما لم يتغير لونه أو ريحه أو طعمه". (الحلبي الكبير، ص: ۹۰، باب المياه، سهيل اكيدمي لاهور)

(وكذا في الدر المختار: ۱/۱۸۶، باب المياه، سعيد)

کپڑے دھوتے ہیں یا نالیوں کے گندے پانی میں جس پر نجاست کا اثر ظاہر ہے کپڑے دھونے تو وہ پاک نہیں ہوئے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، [illegible]ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

غیر مسلم سے مٹھائی لینا اور کپڑے دھلوانا

سوال[۲۰۱۳]: ہندو دھوبی کے یہاں کے دھلے ہوئے کپڑوں سے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں اور ہندو کے یہاں کی مٹھائی وغیرہ کھانا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کسی جگہ نجاست کا یقین یا ظن غالب نہ ہو تو مٹھائی اور کپڑا پاک ہے(۲) اور نماز درست ہو جائے گی، تاہم مسلمان سے کپڑے دھلانا اور مٹھائی لینا بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ربیع الثانی/۵۵ھ۔

چھوٹے بچے کے پیشاب کا حکم اور اس سے بچنے کا طریقہ

سوال[۲۰۱۴]: چھوٹے چھوٹے بچے والدین کی گود میں پیشاب کر دیتے ہیں جس سے بار بار

---

(۱) "وإزالتها إن كانت مرئية بزوال عينها وأثرها إن كان شيئاً يزول أثره ... وإن كانت غير مرئية بغسلها ثلاث مرات" (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۱، الفصل الأول في تطهير الأنجاس، رشيدية)

(وكذا في غنية المستملي شرح منية المصلي (الحلبي الكبير)، ص: ۱۸۴، فصل في الآسار، سهيل اكيدمي)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۴۰۹، باب الأنجاس، رشيدية)

(۲) "من شك في إنائه أو ثوبه أو بدنه أصابته نجاسة أو لا، فهو طاهر ما لم يستيقن، وكذا الآبار والحياض التي يستقي منها الصغار والكبار والمسلمون والكفار، وكذا السمن والخبز والأطعمة التي يتخذها أهل الشرك والبطالة، وكذلك الثياب التي ينسجها أهل الشرك والجهلة من أهل الإسلام الخ" (الأشباه والنظائر: ۱/۲۲۰، نوع في مسائل الشك، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في رد المحتار: ۱/۱۵۱، نواقض الوضوء، سعيد)

ہونے کی پریشانی کی بات ہے، اس میں کچھ آسان اور سہل طریقہ فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

پیشاب تو بہر حال ناپاک ہے، کپڑے پر لگے گا تو کپڑا ناپاک ہوگا، بدن پر لگے گا تو بدن ناپاک ہوگا اور بغیر پاک کئے نماز درست نہ ہوگی (۱)۔ بچہ کو ایسا کپڑا پہنا دیا جائے کہ پیشاب اسی کے اندر رہے، ماں کے کپڑے وبدن کو نہ لگے، آج کل اس کا رواج بھی ہوگیا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

جس جگہ پر پیشاب یا خون کا دھبہ آیا ہے اس کا دھولینا کافی ہے

سوال [۲۰۱۵]: ۱- اگر پیشاب یا مذی یا کسی کے خون کے دھبے کپڑے پر آجائیں تو کیا اس صورت میں ان دھبوں پر پانی چھڑک کر نماز پڑھ سکتے ہیں یا دھونا ضروری ہے یا نہانا ضروری ہے؟

۲- نماز کی حالت میں بعض اوقات ذرا سی ہوا خارج ہوجاتی ہے، تو اس کے لئے تیمم کس وقت کرنا چاہئے، کیونکہ وضو بار بار نہیں کر سکتی، میں سو برس کی ضعیفہ ہوں، علاوہ ازیں اگر نماز میں وضو یا تیمم ٹوٹ جائے تو کیا پوری نماز دوہرانی چاہئے یا جہاں سے ٹوٹی ہو وہیں سے اس کو پورا کرلینا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱- جتنے حصے پر ناپاکی لگی ہو اس کو دھولینا چاہئے، نہانا ضروری نہیں (۲)۔

---

(۱) "إذا تنضح من البول شيء يرى أثره لابد من غسله، ولو لم يغسل وصلى كذلك، فكان إذا جمع كان أكثر من قدر الدرهم أعاد الصلاة". (المحيط البرهاني: ۱/۲۱۱، الفصل السابع في النجاسات وأحكامها، غفاريه)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/۲۹۵، معرفة النجاسات وأحكامها، إدارة القرآن كراچى)

(۲) "يجب تطهير ما أصابته النجاسة من بدن أو ثوب أو مكان لقوله تعالى: ﴿وثيابك فطهر﴾ الخ". (الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۲۰۳، المبحث الثاني شروط وجوب الطهارة، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۱/۲۲۰، في تطهير النجاسات، غفاريه)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/۳۵۰، الفصل الثامن في تطهير النجاسات، إدارة القرآن، كراچى)

لوہے کی چیز پاک کرنے کا طریقہ

سوال[۲۰۷۱]: لوہے کی چیزیں خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لوہے کی چیز اگر ناپاک ہو جائے تو اس کا دھونا یا مٹی وغیرہ سے رگڑ کر پاک کرنا ضروری ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

المونیم پلاسٹک کے پاک کرنے کا طریقہ

سوال[۲۰۷۲]: جسم دار وہ چیزیں جس میں پانی وغیرہ جذب نہیں ہوتا ہے مونیم پلاسٹک وغیرہ جب نجس ہوں خواہ مرئیہ یا غیر مرئیہ اوپر سے پانی ایک ہی دفعہ مسلسل اس قدر چھوڑیں اور ملتے جائیں کہ طہارت کا یقین حاصل ہو جائے پاک ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح پاک ہو جائے گا(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

= معمر أو رصاص أو زجاج وكان صقيلاً يمسح، وإن كان خشناً يغسل". (حاشية الطحطاوي على الدر المختار: ۱/۱۶۳، باب الأنجاس، دار المعرفة، سعید)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۴۱۲، باب الأنجاس، رشیدیہ)

(۱) "ويطهر محل نجاسة، أما عينها فلا تقبل الطهارة مرئية بعد جفاف كدم بقلعها: أي بزوال عينها وأثرها ولو بمرة، أو بما فوق ثلاث في الأصح، ولم يقل بغسلها ليعم نحو دلك وفرك". (الدر المختار: ۱/۳۲۸، باب الأنجاس، سعید)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۹۰، باب الأنجاس، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۳، الباب السابع في النجاسة وأحكامها، رشیدیہ)

(۲) "أو جرى عليه الماء، طهر مطلقاً بلا شرط عصر وتجفيف وتكرار غمس، هو المختار". —

جن چیزوں میں پانی جذب نہیں ہوتا، ان کے پاک کرنے کا حکم

سوال[۲۰۷۳]: آج کل پلاسٹک کا جوتا چپل پالش کیا ہوا، چمڑے کا، یا بانا کا، دکانوں میں ملتے ہیں، اگر نجاست غیر مرئیہ سے ناپاک ہوجائیں، تین دفعہ دھوڈالیں، یا ایک دفعہ اوپر سے پانی ڈال کر اس قدر دھوڈالیں کہ نجاست زائل ہونے کا یقین ہوجائے تو پاک ہوا یا نہیں؟ پانی ٹپکانا ہوگا یا نہیں؟ اسی طرح لکڑی کا کھڑاواں جو کہ پالش کیا ہوا ہے پاک ہوگا یا نہیں؟ جو عمل طریقہ اوپر لکھا ہوا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس میں پانی جذب نہیں ہوتا اس پر تین دفعہ مسلسل پانی ڈالنے سے بھی پاک ہوجاتا ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= (الدر المختار: ۱/۳۳۳، باب الأنجاس، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۴۰۲، باب الأنجاس، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۱/۲۲۵، الفصل السابع في النجاسات، غفاريه)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۳۳۷، الصب أو إيراد الماء على النجاسة، رشيديه)

(۱) "أن المتنجس إما أن لا يتشرب فيه أجزاء النجاسة أصلاً كالأواني المتخذة من الحجر والنحاس والخزف العتيق، أو يتشرب فيه قليلاً كالبدن والخف والنعل، أو يتشرب كثيراً، ففي الأول طهارته بزوال عين النجاسة المرئية أو بالعدد، وفي الثاني كذلك؛ لأن الماء يستخرج ذلك القليل، فيحكم بطهارته، وأما في الثالث، فإن كان مما يمكن عصره كالثياب، فطهارته بالغسل والعصر إلى زوال المرئية، وفي غيرها بتثليثها ...... إن علم أنه لم يتشرب فيه بل أصاب ظاهره، يطهر بإزالة العين أو بالغسل ثلاثاً بلا عصر". (رد المحتار: ۱/۳۳۲، باب الأنجاس، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۱/۲۵۱، فصل فيما يقع به التطهير، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۲، الباب السابع في النجاسة، رشيديه)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۳۳۵، العصر فيما يمكن عصره، رشيديه)

حوض اور ڈرم پاک کرنے کا طریقہ

سوال[۲۰۷۴]: حوض یا بڑے ڈرم کا پانی نجس ہو جائے تو نا پاک پانی بہا دینے کے بعد پاک ہو گیا یا نہیں؟ یا دھونا پڑے گا، اگر دھونے کا حکم ہو تو کتنی دفعہ دھونا ہوگا؟ حوض اگر خشک ہو کر زوالِ نجاست ہو جائے تو بغیر دھوئے حوض میں پانی ڈال سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ڈرم کو دھویا جائے، وہ پاک پانی گرا دینے پر کفایت نہ کی جائے (۱)۔ حوض کو اتنا بھرا جائے کہ سب طرف سے پانی ابل کر جاری ہو جائے (۲)۔ فقط۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

بالٹی گلاس وغیرہ پاک کرنے کا طریقہ

سوال[۲۰۷۵]: بالٹی، گلاس، لوٹا وغیرہ نجس ہوں اور اندر باہر دونوں طرف نجس ہوں تو پانی لوٹا بالٹی وغیرہ لیکر تین دفعہ دھوئیں یعنی جو برتن ناپاک ہے اس میں تھوڑا پانی پاک لے لیں اور اس پانی سے جو برتن کے اندر دھویا ہے برتن کے باہر بھی ہاتھ لیکر دھو ڈالیں، تمام طرف سے دھو کر پانی پہلا پھینک دیں پھر دوسری مرتبہ تیسری مرتبہ اسی طرح عمل کریں تو بالٹی، لوٹا، برتن وغیرہ پاک ہوا یا نہیں؟ اور ہر دفعہ پانی کو نچانا ہوگا یا نہیں؟

---

(۱) "وقدّر بجلوث جفاف: أي منقطاع تقاطر في غيره: أي غير منعصر مما يتشرب النجاسة". (الدر المختار)،

وقوله: أي غير منعصر: أي بأن تعذر عصره كالخزف". (رد المحتار: ۱/۳۳۲، باب الأنجاس، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۱/۲۵۱، فصل شرائط التطهير بالماء، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱/۲۰۲، باب الأنجاس، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) "حوض صغير تنجس ماؤه فدخل الماء فيه من جانب، وسال ماء الحوض من جانب آخر، كان الفقيه أبو جعفر رحمه الله يقول: كما سال ماء الحوض من جانب الآخر يحكم بطهارة الحوض، وهو اختيار الصدر الشهيد رحمه الله". (المحيط البرهاني: ۱/۱۰۲، الفصل الرابع في المياه، غفاريه)

(وكذا في رد المحتار: ۱/۱۹۵، باب في المياه، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۷، الباب الثالث في المياه، رشيديه)

مسلسل دھونے سے پاک ہوجائے گا یا نہیں جب کہ جذب ہونے کی چیز نہیں ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پاک ہوجائے گا، جس میں پانی جذب نہیں ہوتا اس پر تین دفعہ مسلسل پانی ڈالنے سے بھی پاک ہوجاتا ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

جس استرے سے کافر کی حجامت بنائی گئی کیا وہ ناپاک ہوگیا؟

سوال[۲۰۷۶]: ایک حجام جس کی دوکان میں مسلم غیر مسلم سبھی حجامت بنواتے ہیں، ایک ہی استرا مسلم اور غیر مسلم دونوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ تو مسلمان اگر وہاں حجامت اور خط بنوائے تو کیا اس کو اپنا سر اور چہرہ وغیرہ ناپاک تصور کر کے تین مرتبہ دھونا ضروری ہوگا یا بہتر ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محض اتنی بات سے تو سر اور چہرہ ناپاک نہیں ہوتا، البتہ اگر استرہ پر خون لگا ہوا ہے اور وہ چہرہ یا سر پر لگ جائے تو ضرور ناپاک ہوجائے گا(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱۰/۸۵ھ۔

---

(۱) "فيما لا ينعصر يطهر بالغسل ثلاث مرات والتجفيف في كل مرة؛ لأن للتجفيف أثراً في استخراج النجاسة". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۲، الباب السابع في النجاسة، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: ۱/۳۳۲، ۳۳۳، باب الأنجاس، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱/۲۰۹، باب الأنجاس، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) "وقال أبو يوسف في المحتجم: لا يجزئه أن يمسح الدم عن موضع الحجامة حتى يغسله". "قال الحاكم: رأيت عن أبي حفص عن محمد بن الحسن رحمهما الله أنه إذا مسحه بثلاث خرق رطاب نظاف، أجزأه". (المحيط البرهاني: ۱/۲۳۲، الفصل السابع في النجاسات وأحكامها، غفاريه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۳، الباب السابع في النجاسة، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/۳۱۸، تطهير النجاسات، إدارة القرآن، كراچی)

ناپاک کنویں کے پاک کر دینے پر ڈول رسی وغیرہ کا حکم

سوال [۲۰۶۶]: بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر اہل محلہ پانی بھر لیں تو کنواں پاک ہو جاتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ لوگ کنویں کی منڈیر (۱) پر کھڑے ہو کر پانی بھرتے ہیں اور گذشتہ پانی جو گر لے گئے ہیں اسی کے ہاتھوں سے پھرا کر بھرتے ہیں تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فی الحال گھڑا، ڈول، ہاتھ وغیرہ وغیرہ سب ناپاک اور مقدار واجب الاخراج نکلنے کے بعد طہارت کا حکم ہوگا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

کیا لوٹا قدمچہ پر رکھنے سے ناپاک ہو جاتا ہے؟

سوال [۲۰۶۷]: کیا روزانہ استعمال میں لایا جانے والا لوٹا جس کی تلی قدمچہ پر بھی رکھی جاتی ہے غسل میں استعمال کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کر سکتے ہیں جب کہ اس میں کوئی ناپاکی نہ ہو، اگر ناپاکی ہو تو اس کو پاک کر لیا جائے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ ربیع الثانی/ ۵۵ھ۔

---

(۱) "من: کنویں کی منڈیر" (فیروز اللغات ص: ۱۲۹۸، فیروز سنز لاہور)

(۲) "ویطهر الکل تبعاً" (الدر المختار). "(قوله: ویطهر الکل): أي من الدلو والرشاء والبکرة ویدِ المستقي تبعاً، لأن نجاسة هذه الأشیاء بنجاسة البئر، فتطهر بطهارتها للحرج کدنّ الخمر یطهر تبعاً إذا صار خلاً، وکید المستنجي تطهر بطهارة المحل، وکعروة الإبریق إذا کان في ید المستنجي الخ" (رد المحتار: ۱/۲۲۲، باب الأنجاس، سعید)

(وکذا في البحر الرائق: ۱/۲۱۵، باب الأنجاس، رشیدیه)

(وکذا في الفتاوی العالمکیریة: ۱/۲۰۲، الباب السابع في النجاسة، رشیدیه)

(۳) "ویطهر متنجس سواء کان بدناً أو ثوباً أو آنیة بنجاسة ولو غلیظة مرئیة کدم بزوال عینها، ولو کان =

بیت الخلاء کا لوٹا ڈرم میں ڈال کر پانی لینا

سوال[۲۱۷۹]: جامع مسجد میں پانی گرم کرنے کے لئے ایک ڈرم رکھا ہوا ہے، اکثر لوگ اس میں غسل خانہ اور بیت الخلاء کا مستعمل لوٹا ڈالتے ہیں، تو ڈرم کا پانی ناپاک ہوتا ہے یا نہیں؟ اگرچہ لوٹے پر بظاہر کوئی نجاست نہیں لگی ہوئی ہے، لیکن یہ لوٹا غسل خانہ اور بیت الخلاء میں رکھا جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

غسل خانہ یا بیت الخلاء کا مستعمل لوٹا ناپاک نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی زمین پر رکھنے سے ناپاک ہوتا ہے(۱)، البتہ اگر غسل خانہ کا پانی غسل خانہ میں جمع ہوتا ہے کسی جگہ، اور پانی جمع ہونے پر لوٹا رکھا جاتا ہے تو لوٹے کی تلی ناپاک ہوجائے گی۔ عموماً بیت الخلاء میں لوٹا رکھنے کی جگہ طاقچہ وغیرہ بنا ہوتا ہے، اس جگہ پر لوٹا رکھا جاتا ہے، لیکن اگر بیت الخلاء میں لوٹا رکھنے کی جگہ نہیں ہے بلکہ لوٹا نیچے وہاں رکھا جاتا ہے جہاں استنجے کا پانی وغیرہ پڑتا ہے، یا بھنگی نے بیت الخلاء دھویا یا وہاں بھیگی ہوئی جگہ پر لوٹا رکھا جاتا ہے، ان دونوں صورتوں میں بھی لوٹے کی تلی ناپاک ہوجاتی ہے۔

لوٹے پر نجاست لگی ہوئی نظر آئے یا نہ آئے، ناپاک پانی یا ناپاک مٹی لگنے سے بھی تلی نجس ہوجاتی ہے، اس لئے ایسے لوٹے کو ڈرم کے اندر ڈالنے سے احتیاط کرنا چاہئے، اگر ہو تو نہ ڈالنا چاہئے جب تک کہ پاک نہ کرلیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱۱/۸۹ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

= بمرة: أي غسلة واحدة على الصحيح، ولا يشترط التكرار الخ" (مراقي الفلاح، ص: ۱۵۹، قديمي)

(۱) "مشى في حمام ونحوه، لا يتنجس مالم يعلم أنه غسالة نجس". (الدرالمختار: ۱/۳۵۰، فصل في الاستنجاء، سعيد)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۱/۲۱۵، الفصل السابع في النجاسات وأحكامها، غفاريه)

کیا طریقہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب وہ زمین سوکھ جائے تو اس پر نماز پڑھنا درست ہو جائے گا(۱)، اس پر بوریہ بچھا کر نماز پڑھ لی جائے تو شبہ بھی باقی نہیں رہے گا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

گوبر سے لیپی ہوئی زمین کا حکم

سوال[۲۰۸۶]: مکانوں میں گوبری لیپتے ہیں اور اس میں گوبر ملاتے ہیں تو اس غیر خشک زمین پر مصلیٰ یا چٹائی بچھا کر نماز پڑھ سکتے ہیں؟ ایسی گوبری کی ہوئی زمین خشک وتر کا حکم ایک ہے یا الگ الگ؟ گوبری شدہ خشک زمین پر بغیر کچھ بچھائے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خشک زمین میں کپڑا، مصلیٰ بچھا کر نماز پڑھنا درست ہے، اگرچہ وہ ناپاک چیز سے لیپی گئی ہو، گوبر یا لید اگر تر ہے اور کپڑے یا مصلیٰ پر اس کا اثر دوسری جانب نہ آئے تب بھی نماز درست ہو جائے گی(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۲/۹۲ھ۔

---

(۱) "(وتطهر أرض) بخلاف نحو بساط (بيبسها): أي جفافها ولو بريح (وذهاب أثرها كلون) وريح (لأجل صلاة) عليها (لا لتيمم) بها". (الدر المختار: ۱/۳۱۱، باب الأنجاس، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۱۴۳، باب الأنجاس، امدادية)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱/۱۹۹، باب الأنجاس، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في فتح القدير: ۱/۱۹۸، باب الأنجاس، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) "(و) يصح ثوب رطب بنشره على أرض نجسة ببول أو سرقين، لكنها يابسة، فتندت الأرض من الثوب الرطب، ولم يظهر أثرها فيه". (مراقي الفلاح، ص: ۱۴۳، باب الأنجاس، قديمي)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۳، فصل في النجاسة التي تصيب الثوب والأرض، رشيدية)

الجواب حامداً ومصلياً:

نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۹/۸۷ھ۔

زمین پر نجاست نہ ہو تو بھیگا پیر رکھنے سے پیر نجس نہیں ہوگا

سوال [۲۰۸۲]: وضو کرنے کے بعد گیلے پیر سے جہاں پر جوتے رکھے ہوئے ہوں سوکھی جگہ کو جا سکتا ہے؟ پھر پیر دھونا ضروری ہے کہ نہیں، پیر ناپاک ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر وہاں نجاست ظاہراً موجود نہ ہو تو پھر پیر ناپاک نہیں ہوگا (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

مٹی کے مکانوں کو پیشاب سے پاک کرنے کا طریقہ

سوال [۲۰۸۳]: بچے مٹی کے گھر میں بار بار پیشاب کرتے ہیں، اس مکان کو پاک کرنے کا

---

(۱) "وكذا الأرض إذا أصابها نجس، ثم جفت، وحكم بطهارتها، ثم أصابها الماء، في رواية: تعود نجسة، وفي رواية: لا، والمختار الثاني لما قلنا. وكذا في قاضي خان: الصحيح أنها لا تعود نجسة". (الحلبي الكبير، ص: ۱۵۹، باب الأنجاس، سهيل اكيدمي لاهور)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۴، الفصل الأول في تطهير الأنجاس، رشيدية)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۴، فصل في النجاسة التي تصيب الثوب ... والأرض، رشيدية)

(۲) "إذا وضع رجله على أرض نجسة، أو على لبد نجس، إن كانت الرجل رطبة والأرض أو اللبد يابسة، وهو لم يقف عليه بل مشى، لا تتنجس رجله، ولو كانت الرجل يابسة والأرض رطبة وظهرت الرطوبة في الرجل، تتنجس رجله. وفي بعض المواضع: لا يشترط ظهور الرطوبة في الرجل؛ لأنه يظهر أثر الرطوبة في الرجل لامحالة". (المحيط البرهاني: ۱/۱۳۰، الفصل السابع في النجاسة، غفاريه)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۲۰۶، باب الأنجاس، سهيل اكيدمي لاهور)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۱/۲۴، فصل النجاسة، رشيدية)

بارش سے تر ہوکر زمین ناپاک نہیں ہوتی

سوال[۲۰۰۵]: کسی جنگل کی زمین بارش کی وجہ سے تر ہوگئی، لہذا وہ جگہ پاک رہی یا ناپاک؟ ہم اس جگہ بغیر کپڑا بچھائے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب وہاں کوئی نجاست نہیں ہے تو محض بارش سے تر ہوجانے سے اس کو نجس نہیں کہا جائے گا، بغیر کپڑا بچھائے بھی وہاں نماز درست ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی اللہ عنہ۔

☆ ..... ☆ ..... ☆ ..... ☆ ..... ☆

= (وكذا في خلاصة الفتاوى: ۱/۴۶، الفصل الخامس في النجاسة، امجد اكيڈمي لاهور)

(۱) "الأرض أو الشجر إذا أصابته النجاسة، فأصابه المطر ولم يبق لها أثر، يصير طاهراً ... فأصابه المطر، كان ذلك بمنزلة الغسل". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۴، كتاب الطهارة، الفصل الأول في تطهير النجاسة، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۳، فصل في النجاسة التي تصيب الثوب والأرض، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: ۱/۳۱۱، باب الأنجاس، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/۴۹۰، الفصل الثامن في تطهير النجاسات، إدارة القرآن كراچي)

باب الاستنجاء

(استنجا کا بیان)

بیت الخلاء میں دخول کے وقت تعوذ کا حکم

سوال[۲۰۸۹]: ''تجوید مبتدی'' میں لکھا ہے کہ: ''تعوذ قرآن مجید کے علاوہ کسی دوسری کتاب کے شروع کرنے سے پہلے پڑھنا مکروہ و منع ہے''۔ اور علامہ تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کسی سائل کو جواب دیتے ہوئے وضو کرتے وقت تعوذ اور بسم اللہ کو جمع کر کے پڑھنے کو افضل لکھا ہے۔ تو کیا وضو کرتے وقت ''بسم اللہ'' کے ساتھ تعوذ کو جمع کر کے پڑھنا جائز ہے؟ علامہ تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا جواب تجوید مبتدی کی عبارت کے خلاف پڑتا ہے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

قرآن پاک کے علاوہ کسی اور کتاب کو شروع کرتے وقت ''اعوذ'' نہ پڑھا جائے، پڑھنے کے علاوہ دوسرے بعض کام ایسے ہیں کہ ان کے شروع میں ''اعوذ'' پڑھا جاتا ہے جیسے وضو کرتے وقت اور بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے ''اللّٰھم إني أعوذ بك من الخبث والخبائث'' وغیرہ(۱)۔ دونوں عبارتوں میں کوئی تعارض نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "و يدخل الخلاء ...... و يستعيذ بالله من الشيطان الرجيم قبل دخوله، و قيل كشف عورته، و يقدم تسمية الله تعالىٰ على الاستعاذة الخ". (مراقي الفلاح، ص: ۵۱، فصل فيما لا يجوز به الاستنجاء، قديمي)

(وكذا في رد المحتار: ۱/۳۴۵، فصل في الاستنجاء، سعيد)

"و قيل: الأفضل "بسم الله الخ" بعد التعوذ. و في المجتبى: يجمع بينهما اهـ، عن الفتح. و في شرح الهداية للعيني: المروي عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "بسم الله والحمد لله". رواه الطبراني في الصغير عن أبي هريرة رضي الله عنه، بإسناد حسن اهـ". (رد المحتار: ۱/۱۰۹، سنن الوضوء، سعيد)

بیت الخلاء جاتے وقت دعا کس وقت پڑھی جائے؟

سوال[۲۰۸۷]: پاخانہ جاتے وقت جو دعا پڑھی جاتی ہے وہ کس وقت پڑھنی چاہیے، پاخانہ کے اندر جا کر یا بایاں پاؤں پاخانہ میں رکھ کر یا پاخانہ کے باہر ہی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پاخانہ کے اندر پیر رکھنے سے پہلے پڑھی جائے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ دار العلوم دیوبند، ۲۰/۸/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند۔

وضو کے بچے ہوئے پانی سے استنجا کرنا کیسا ہے؟

سوال[۲۰۸۸]: وضو کے پانی سے استنجا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ پانی جو وضو کے بعد لوٹے میں بچ گیا ہے وہ ناپاک نہیں، اس کو ضائع کرنے کی ضرورت نہیں، اس سے وضو یا استنجا سب درست ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ڈھیلے سے استنجا کرنا

سوال[۲۰۸۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ زید عمر، بکر وغیرہ

---

(۱) "ويستحب له عند الدخول في الخلاء أن يقول: "اللهم إني أعوذ بك من الخبث والخبائث"، ويقدم رجله اليسرى". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۵۰، الفصل الثالث في الاستنجاء، رشيدية)

(وكذا في معارف السنن: ۱/۶۷، باب ما يقول إذا دخل الخلاء، سعيد)

(وكذا في رد المحتار: ۱/۳۴۵، فصل في الاستنجاء، سعيد)

(۲) "﴿وينزل عليكم من السماء ماء﴾ المياه المطلقة كلها مطهرة ما لم يعرض لها عارض يزيل ذلك الحكم عنها". (الحلبي الكبير، ص: ۸۵، فصل في بيان أحكام المياه، سهيل)

(وكذا في فتاوى دار العلوم ديوبند: ۱/۱۷۱، كتاب الطهارة، الباب الثالث في المياه، مكتبه امدادیه ملتان)

بیت الخلاء میں بلا ڈھیلے کے پانی سے استنجا کرتے ہیں، تو بالائی کا یہ عمل جائز ہے یا ناجائز؟ اور اس میں کسی شخص کی تخصیص ہے یا نہیں؟ امید ہے کہ صاف صاف تحریر فرمائیں گے۔ فقط۔ والسلام۔

محمد احمد سہارنپوری، ۱۷/ رجب/ ۸۷ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلے ڈھیلے سے استنجا کیا جائے، اس کے بعد پانی سے، لیکن اگر کوئی شخص بجائے استنجاء ڈھیلے سے نہ کرے بلکہ پانی ہی سے کرے اور صفائی کامل ہو جائے، یہ بھی جائز ہے (۱)۔

آج کل اہل تجربہ کی رائے ہے کہ پیشاب کے بعد قطرہ آنا اکثر آدمیوں کو آتا ہے، اور شاذ ونادر ہی کوئی شخص اس سے مستثنیٰ ہوگا، اس لئے چھوٹا استنجا پانی سے کرنے سے پہلے ڈھیلے سے کرنے کی تاکید کرتے ہیں، کیونکہ اگر بعد میں قطرہ آیا تو اس سے کپڑا بھی ناپاک ہوگا اور پہلا استنجا بھی بیکار ہو جائے گا اور جو وضو کے بعد آیا تو ناقض ہوگا، اس لئے پہلے ڈھیلے سے اطمینان کر لینا چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/ ۷/ ۸۷ھ۔

ڈھیلے سے استنجا کرنا

سوال [۲۰۰۱]: ایک کتاب میں یہ لکھا ہوا ہے کہ: ”استنجا چھوٹا ہو یا بڑا ہر مرد وعورت کو کرنا چاہیے، پہلے مٹی یا دوسری چیز سے اس کے بعد کچھ پانی سے“۔ لہٰذا آپ تفریح کے ساتھ تحریر سے مطلع فرما دیں، کیا عورتوں کو بھی پہلے مٹی وغیرہ استعمال کرنا چاہیے؟ کتاب والا لکھتا ہے کہ: ”مٹی کے بغیر خالی پانی سے پاک صاف

(۱) ”الأفضل في كل زمان الجمع بين استعمال الماء والحجر مرتباً، فيمسح الخارج، ثم يغسل المخرج؛ لأن الله تبارك وتعالى – أثنى على أهل قباء باتباعهم الأحجار الماء، فكان الجمع سنة على الإطلاق في كل زمان، وهو الصحيح، وعليه الفتوى، ويجوز: أي يصح أن يقتصر على الماء فقط أو الماء الحجر“. (مراقي الفلاح، ص: ۴۵، فصل في الاستنجاء، قديمي)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۲۸، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/ ۹۹، الاستنجاء، باب الوضوء، إدارة القرآن، كراتشي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۵۰، الفصل الثالث في الاستنجاء، رشيديه)

نہیں ہوگا"۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ڈھیلے سے مردوں عورتوں سب کو استنجا کرنا چاہئے اس کے بعد پانی سے استنجا کریں، یہی سنت طریقہ ہے(۱)، عورتوں کو یہ سمجھنا غلط ہے کہ اگر ڈھیلے سے استنجا وغیرہ کیا تو صرف پانی سے پاکی حاصل نہیں ہوتی، البتہ اگر اول مٹی اور ڈھیلے سے صفائی کرلی جائے اس کے بعد پانی سے پاک کیا جائے تو صفائی خوب حاصل ہوجاتی ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: محمد جمیل الرحمن، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۸۵/۲/۲۲ھ۔

ڈھیلے کے بعد پانی کا استعمال

سوال[۱۰۰۱]: استنجا ڈھیلے سے کرنے کے بعد پانی سے کرے تب ہوتا ہے یا محض پانی سے چھوٹا بڑا استنجا کرلے تو ہوجاتا ہے یا نہیں یا دونوں طرح کرے تب ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اول ڈھیلے سے کرے پھر پانی سے، کیونکہ قطرہ کا مرض اس زمانہ میں عام ہے، اگرچہ بعض صورت میں

---

(۱) "قلت: بل صرح في الغزنوية: بأنها تفعل كما يفعل الرجل، إلا في الاستبراء، فإنها لا استبراء عليها، بل كما فرغت من البول والغائط تصبر ساعة لطيفة، ثم تمسح قبلها ودبرها بالأحجار، ثم تستنجي بالماء". (رد المحتار: ۱/۳۴۴، فصل في الاستنجاء، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۳۰، فصل في الاستنجاء، في آداب الوضوء، سهيل اکیڈمی، لاهور)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۳۴۴، الفصل الثالث في الاستنجاء، رشيديه)

(۲) "والأفضل الجمع بين الجامد والماء، فيقدم الورق ونحوه، ثم يتبعه بالماء؛ لأن عين النجاسة تزول بالورق والحجر، والأثر يزول بالماء". (الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۳۴۸، مسائل الاستنجاء وصفاته وكيفيته، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۸، الفصل الثالث في الاستنجاء، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱/۲۰۲، باب الأنجاس، دار الكتب العلمية بيروت)

صرف ڈھیلے سے یا صرف پانی سے بھی کافی ہو جاتا ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ ربیع الثانی/ ۵۵ھ۔

ڈھیلے سے استنجا کے بعد پانی سے دھونا

سوال [۲۰۱۰]: اگر کوئی امام ڈھیلے سے استنجا کرتا ہو، پانی ہوتے ہوئے بھی پانی استعمال نہیں کرتا، باوجود کہنے کے نہیں مانتا تو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر نجاست بے طرح سے تجاوز کر کے پھیل کر مقدار درہم تک پہنچ جائے تو بدن کو پانی سے پاک کرنا ضروری ہوتا ہے (۲)، ایسی حالت میں جو امام پانی سے استنجا نہ کرے اس کو امام نہ بنایا جائے۔ اگر اس سے کم نجاست ہو تو بھی پانی سے استنجا کرنا چاہئے، ورنہ نماز مکروہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "الأفضل في كل زمان الجمع بين استعمال الماء والحجر مرتباً، فيمسح الخارج ثم يغسل المخرج؛ لأن الله تبارك وتعالى أثنى على أهل قباء باتباعهم الأحجار الماء، فكان الجمع سنة على الإطلاق في كل زمان، وهو الصحيح، وعليه الفتوى، ويجوز أن يقتصر على الماء فقط أو المائع" (مراقي الفلاح، ص: ۴۵، فصل في الاستنجاء، قديمي)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: [illegible]، سهيل اكيدمي لاهور)

(وكذا في التاتارخانية: [illegible]، الاستنجاء، باب الوضوء، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: [illegible]، الفصل الثالث في الاستنجاء، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: [illegible]، الطهارة، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "يخرج من السبيلين ما لم يتجاوز المخرج، وإن تجاوز المخرج وكان المتجاوز قدر الدرهم، وجب إزالته بالماء أو المائع، فلا يكفي الحجر بمسحه، وإن زاد المتجاوز على قدر الدرهم، افترض غسله بالماء أو المائع ... وإن كان ما في المخرج قليلاً يسن أن يستنجي بحجر منق بأن لا يكون خشناً ونحوه من كل طاهر مزيل بلا ضرر، والغسل بالماء أحب، والأفضل في كل زمان، والجمع بين

عورتوں کے لئے ڈھیلے سے استنجا

سوال [۲۰۹۳]: بوقت استنجا کلوخ استعمال کردن برائے زنان ضروری است یا نہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بعد بول برائے استبراء زنان محتاج استعمال کلوخ مثل مردان نیستند "ولا تحتاج المرأة إلى ذلك: أي الاستبراء المذكور في الرجل". مراقی الفلاح، ص: ۲۹ (۱)۔

و دیگر احکام استنجا میان مردان و زنان مشترک است: "المرأة كالرجل إلا في الاستبراء، فإنه لا استبراء عليها الخ". شامی، فصل استنجاء: ۱/۳۵۶ (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/۳/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/ ربیع الاول/ ۵۶ھ۔

ایک ڈھیلہ دو دفعہ استعمال کرنا

سوال [۲۰۹۴]: ایک ڈھیلہ دو بارہ استعمال کرنا کیسا ہے؟

= استعمال الماء والحجر مرتباً، فيمسح الخارج ثم يغسل المخرج الخ". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۴۳، ۴۵، فصل في الاستنجاء، قديمي)

(وكذا في الدر المختار: ۱/۳۴۴، فصل في الاستنجاء، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱/۲۱۰، ۲۱۱، فصل في الاستنجاء، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۴۴، فصل في الاستنجاء، قديمي)

(ترجمۂ سوال و جواب)

سوال [۲۰۹۳]: استنجا کے وقت ڈھیلے استعمال کرنا عورتوں کے لئے ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب: پیشاب کے بعد استنجا کے لئے عورتوں کو مردوں کی طرح ڈھیلے استعمال کرنے کی ضرورت نہیں، استنجا کے دوسرے احکام مرد اور عورت کے درمیان مشترک ہیں۔ فقط

(۲) (رد المحتار: ۱/۳۴۴، فصل في الاستنجاء، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۹، الفصل الثالث في الاستنجاء، رشيدية)

الجواب حامداً و مصلیاً:

جس ڈھیلے سے ایک مرتبہ استنجا کرلیا ہے وہ ناپاک ہوگیا، اس کو دوبارہ استعمال کرنا منع ہے، البتہ اگر اس کی دوسری جانب استعمال شدہ نہ ہو تو اس کو استعمال کرنا درست ہے، اسی طرح اس کو گھس کر کے نجس حصہ گھس دیا جائے استعمال کرنا درست ہے:

"وكره تحريماً بعظم وطعام وروث يابس كعذرة يابسة وحجر استنجي به إلا بحرف آخر". در مختار۔ قال ابن عابدين: "(قوله: إلا بحرف آخر): أي لم تصبه النجاسة"

شامی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۳/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ ربیع الاول/ ۵۵ھ۔

استنجا کے لئے ڈھیلہ کو دو مرتبہ استعمال کرنا

سوال [۲۰۱۵]: ایک استنجے کا ڈھیلہ کتنے دن کا سوکھا ہوا پتھر کے ڈھیلے سے استنجا کرسکتے ہیں کہ نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

استنجا ڈھیلے سے کرنے کے بعد اس کا وہ حصہ گرا دیا جائے جس پر نجاست لگی تھی تاکہ وہ ٹوٹ کر جائے، اس طرح کرنے کے بعد دوبارہ استعمال کرنا درست ہوگا، نجس ڈھیلہ استعمال نہ کیا جائے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۳۴۰، فصل في الاستنجاء، سعيد)

"وكذا لا يستنجي بحجر استنجي به مرة هو أو غيره، إلا إذا كان حجراً له أحرف، له أن يستنجي كل مرة بطرف لم يستنج به، فيجوز من غير كراهة. كذا في المحيط" (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۵۰، الفصل الثالث في الاستنجاء، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۱/۲۳، باب الاستنجاء، مجيد اكيڈمي، لاهور)

(وكذا في فتح القدير: ۱/۲۱۹، فصل في الاستنجاء، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(۲) "وكره تحريماً بعظم وطعام وروث يابس كعذرة يابسة وحجر استنجي به إلا بحرف آخر. أي لم تصبه النجاسة" (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۳۴۰، فصل في الاستنجاء، سعيد)

بغیر پانی کے استنجا کے نماز کا حکم

سوال[۲۰۹۶]: ۱..... اگر جماعت نہ ملنے کا اندیشہ ہو اور استنجا چھوٹا یا بڑا نہ کیا ہو تو آیا بغیر استنجا کے نماز میں شریک ہو جائے یا نہیں؟

۲..... اگر بڑا استنجا کرنے کے لئے پردہ کی جگہ نہ ہو تو استنجا کے بغیر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً:

۱..... اگر ڈھیلے سے استنجا کر چکا ہے اور بقدر درہم یا اس سے زائد اس کے بدن پر نجاست نہیں لگی تو اسی حالت میں جماعت میں شریک ہو جائے، ورنہ استنجا کر کے نماز پڑھے۔ کذا فی الطحطاوی، ص: ۲۹ (۱)۔

۲..... اگر استنجا کرنے کے لئے پردہ کی جگہ موجود نہیں اور بلا کشفِ عورت استنجا نہیں کر سکتا تو بلا استنجا کے نماز پڑھ سکتا ہے "من لا یجد سترۃ ترک: یعنی الاستنجاء ولو علی شط نھر" کبیری، ص: ۳۷ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفر اللہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۱۱/۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/ ذی قعدہ/۵۴ھ۔

=(وكذا في النهر الفائق: ۱/۱۵۳، باب الأنجاس، إمداديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى: ۱/۳۴، الاستنجاء، امجد اكيڈمي، لاهور)

(۱) "وإن تجاوز المخرج وكان المتجاوز قدر درهم، وجب إزالته بالماء أو المائع؛ لأنه من باب إزالة النجاسة، فلا يكفي الحجر بمسح، وإن زاد المتجاوز على قدر درهم المثقال، افترض غسله". (مراقي الفلاح، ص: ۴۳، فصل في الاستنجاء، قديمي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۸، الفصل الثالث في الاستنجاء، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۲۹، في آداب الوضوء، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(۲) (غنية المستملي لإبراهيم الحلبي الكبير، ص: ۳۹، مطلب استقبال القبلة، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(وكذا في الدر المختار: ۱/۳۳۸، فصل في الاستنجاء، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، فصل فيما يجوز به الاستنجاء، ص: ۴۹، قديمي)

چھوٹے ڈھیلوں سے استنجا

سوال [۲۰۹۷]: ایک شخص جو کہ استنجے کی پاکی پانی سے حاصل کرنے سے معذور ہے اور وہ مٹی کے ڈھیلوں سے کرتا ہے، بعض اوقات ڈھیلے چھوٹے ہوتے ہیں جس سے ہر طرف تو خشک ہو جاتا ہے لیکن کنارے پر تری رہ جاتی ہے اور دوسرا ڈھیلا چھوٹا ہوتا ہے تو وہ اس چھوٹے ڈھیلے سے کنارے کی تری کو خشک کر لیتا ہے، آیا یہ درست ہے یعنی دو چھوٹے ڈھیلوں سے ایک استنجا کی پاکی حاصل کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر عضو پر جو تری ہے وہ ایک ڈھیلے سے پوری خشک نہ ہو بلکہ کنارے پر کچھ باقی رہے اور دوسرے ڈھیلے سے اس باقی کو خشک کر لیا جائے تو یہ درست ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

کاغذ اور کپڑے سے استنجا

سوال [۲۰۹۸]: اگر ڈھیلا ایک سے تو کیا پہلے کاغذ یا کپڑے سے خشک کر کے پھر ڈھیلے سے خشک کر لیں، کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ بھی درست ہے، مگر کاغذ پر کچھ لکھا ہوا نہ ہو اور سادہ کاغذ بھی نہ ہو بلکہ وہ کاغذ ایسا ہو جو مخصوص طور پر استنجا کرنے کے ہی کام آتا ہے، لکھنے کے کام میں نہیں آتا(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "لأن الإنقاء هو المقصود من الاستنجاء كما في الهداية، وليس العدد ثلاثاً بمسنون فيه، بل مستحب". (رد المحتار: ۱/۳۳۶، فصل في الاستنجاء، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۱/۲۰۴، فصل في الاستنجاء، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، فصل في الاستنجاء، ص: ۵۳، قديمي)

(۲) "وكذا ورق الكتابة لصقالته وتقومه، وله احترام أيضاً، لكونه آلة لكتابة العلم، ولذا علله في التاتارخانية: بأن تعظيمه من آداب الدين ومفاده الحرمة بالمكتوب مطلقاً. وإذا كانت العلة في —

استنجا کرنے کا حکم

سوال [۲۰۹۹]: اگر جماعت نہ ملنے کا اندیشہ ہو اور چھوٹا، بڑا استنجا نہ کیا ہو تو کیا بغیر استنجا کے نماز میں شریک ہو جائے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ڈھیلے سے استنجا کر چکا تھا اور بقدر درہم اس سے زائد نجاست بدن پر موجود نہیں ہے تو ایسی حالت میں جماعت میں شریک ہو جائے، ورنہ استنجا کر کے نماز پڑھے۔ طحطاوی، ص: ۴۰(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ اعلم۔

استنجے کے بعد ہاتھ کہاں تک دھوئے جائیں؟

سوال [۲۱۰۰]: استنجا کرنے کے بعد کہاں تک ہاتھ دھونا سنت ہے نیز چھوٹے بڑے استنجا کا ایک حکم ہے یا الگ الگ؟ مشہور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء کے بعد مٹی سے ہاتھ صاف کیا کرتے تھے(۲) کیا پیشاب کے بعد بھی یہی معمول تھا یا صرف پانی پر اکتفا فرماتے تھے؟

ـه الأيسر كونه أقذ للكتابة كما ذكرنا، ويؤخذ منها عدم الكراهة فيما لا يصلح لها إذا كان قالعاً للنجاسة غير متقوم كما قدمناه". (رد المحتار، فصل في الاستنجاء: ۱/۳۴۰، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل الثالث في الاستنجاء: ۱/۵۰، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/۱۰۳، باب الوضوء، إدارة القرآن كراچي)

(۱) "وإن كان درهماً دونه، لا يفترض غسلها بالماء في قول أبي حنيفة وأبي يوسف، فإن لم يغسل النجاسة وصلى، جاز". (التاتارخانية: ۱/۹۹، المصير، إدارة القرآن، كراچي)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۲۸، في آداب الوضوء، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، فصل في الاستنجاء، ص: ۴۳، قديمي)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم إذا أتى الخلاء أتيته بماء في تور أو ركوة، فاستنجى، ثم مسح يده على الأرض، ثم أتيته بإناء آخر، فتوضأ". رواه أبوداؤد وروى الدارمي والنسائي معناه". (مشكوة المصابيح، كتاب الطهارة، باب آداب الخلاء، الفصل الثاني: ۱/۴۳، قديمي)

(وأبوداؤد، كتاب الطهارة، باب الرجل يدلك يده بالأرض إذا استنجى: ۱/۹، إمداديه ملتان)

(ومرقاة المصابيح، كتاب الطهارة، باب آداب الخلاء، الفصل الثاني: ۲/۷۶، رشيديه)

دوسرے سے استنجا کرانا

سوال [۲۰۰۲]: اگر کوئی بیمار یا ایسا عاجز ہو جاوے کہ اپنے ہاتھ سے استنجاء، وضو وغیرہ نہیں کرسکتا تو نماز کس طرح ادا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کسی دوسرے کے ذریعہ سے طہارت حاصل کرسکتا ہے تو طہارت یعنی استنجا و وضو سے نماز پڑھے، ورنہ ویسے ہی پڑھے، لیکن استنجا بیوی کے علاوہ کوئی اور کرائے تو اس (موضعِ استنجا) کو ہاتھ لگانا اور دیکھنا درست نہیں(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۳/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/ربیع الاول/۵۵ھ۔

استنجا پاک کرنے میں بہت دیر لگے تو کیا کیا جائے؟

سوال [۲۰۰۳]: ڈاکٹر نے مجھ کو کہا کہ میں ذہنی مریض ہوں، پانی سے استنجا کرتے میں دوسروں کے مقابلے میں وقت بہت زیادہ لگتا ہے تو ایسا آدمی کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک بڑا اصول سا بنا لیا جائے کہ اگر پیشاب کے قطرات گرتے ہیں تو ان کی طرف توجہ نہ دیں، پھر نماز کے وقت

= وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل الثالث في الاستنجاء: ۱/۵۰، رشيدية)

(۱) "ثم شلّت يده اليسرى فلا يقدر أن يستنجي بها، إن لم يجد من يصب عليه الماء، لا يستنجي بالماء، إلا أن يقدر على الماء الجاري. وإن شلّت كلتا اليدين، يمسح ذراعيه على الأرض ووجهه على الحائط، ولا يدع الصلوة. وكذا المريض إذا كان له ابن أو أخ، وليس له امرأة أو جارية وعجز عن الوضوء، يوضئه الابن أو الأخ، إلا أنه لا يمس فرجه إلا من يحل له وطئها، ويسقط عنه الاستنجاء الخ". (الحلبي الكبير، ص: ۳۰، مطلب الطهارة الكبرى، سهيل اكيدمي لاهور)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۹، الفصل الثالث في الاستنجاء، رشيدية)

(وكذا في فتاوى قاضي خان: ۱/۳۳، في صفة الوضوء، رشيدية)

بھی نہ ٹپکا کریں تو ہوجائے گا(۱)۔ خدائے پاک آپ کو شفاء دے اور آپ کی حفاظت فرمائے۔ آمین! فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱/۹۲ھ۔

پیشاب خانہ مشرق رخ بن گیا ہے اس کو کیا کیا جائے؟

سوال [۲۱۲۴]: ایک مسجد میں پیشاب خانے مشرق رو بن گئے ہیں، پیشاب اور استنجاء کرتے ہوئے مغرب کو پشت ہوتی ہے، انجینئر و تعمیر والے اور مسجد کی کمیٹی والے کہتے ہیں کہ وہاں جانے والے لوگ تھے، ایک عالم صاحب نے اس طرح بنوائے ہیں، کیا حدیث وفقہ کی رو سے غلط طریقہ اختیار کیا گیا ہے؟ دوسری مسجد کی کمیٹی نے پیشاب خانہ کی تعمیر یا دو پیشاب خانے باقی رکھے جائیں یا توڑ کر صحیح شکل بنایا جائے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حدیث پاک میں قبلہ کی طرف منہ یا پشت کرکے بول وبراز کی ممانعت آئی ہے، پھر کسی مسجد میں اگر غلط طریقہ ناواقفیت یا بے توجہی کی بنا پر اختیار کیا گیا تو اس کو غلطی میں پیش کرنا غلط ہے اور اس کو بھی حدیث پاک کے تحت کیا جائے، اس لحاظ سے تو جب تک حکم شرعی کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا، اس لئے توڑ کر شمالاً وجنوباً بنایا جائے۔ "لا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروها" الحديث (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "وإذا كان الرجل يخاف خروج بقية البول بعد الوضوء، وينبغي له انقطاع البلة، يعني إذا فرغ من الاستنجاء أن يربط على ذكره خرقة طاهرة في حالة يكون ذكره ساكناً فاتراً، فإن فعل ذلك لا يخرج منه شيء، ويكون وضوءه كاملاً، وهذا خير من أن يحشو إحليله بقطنة، لأن القطنة ربما سقطت الخ" (التاتارخانية، باب الوضوء: ۱/۲۴۰، إدارة القرآن، كراتشي)

(وكذا في الدر المختار، نواقض الوضوء: ۱/۱۴۸، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل الخامس في نواقض الوضوء: ۱/۱۰، رشيدية)

(۲) الحديث بتمامه: "عن أبي أيوب الأنصاري قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إذا أتيتم الغائط، فلا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروها، ولكن شرقوا أو غربوا" متفق عليه" (مشكوة المصابيح: ۱/۴۲، باب آداب الخلاء، قديمي)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۲۰۶، الاستنجاء، رشيدية)

بیت الخلاء قبلہ کے رخ پر

سوال [۵۰۱۲]: ایک صاحبِ خیر نے اپنی مشترکہ آمدنی سے امامِ مسجد کے لئے بیت الخلاء تعمیر کرایا جس کا استعمال ہر ایک شخص کرے گا، وہ بھی صرف رات میں، ورنہ ہمہ وقت مقفل رہے گا۔ عمارت کی مناسبت سے طہارت وصفائی کے لحاظ سے جس رخ پر قدمچے بن گئے ہیں، اب خیال ہوا کہ ان پر ارتکابِ استقبالِ قبلہ (جو بین الائمہ مختلف فیہ ہے) ہوگا۔ کیا اس سے بچنے کے لئے قدرے انحرافِ صدر کافی ہوسکتا ہے؟ بصورتِ دیگر اگر قدمچے توڑ دیئے جائیں تو اخراجات کا مسئلہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صرف انحرافِ صدر تو حنفیہ کے نزدیک کافی نہیں، اگر بیٹھنے کی ہیئت ایسی ہوجائے کہ شمال یا جنوب کا رخ ہوجائے اور استقبال نہ رہے تو درست ہے(۱)، مگر اس بیت الخلاء کی یہ تخصیص وتحدید ہمیشہ تو رہے گی نہیں، بلکہ ختم ہوکر دوسرے لوگ بھی کسی وقت استعمال کریں گے اور موجودہ حال میں بھی کسی اور وقتی مہمان وغیرہ کا

= (وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۱۰۰، باب الأنجاس، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۱) "عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إذا أتيتم الغائط فلا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروها ولكن شرقوا أو غربوا" متفق عليه". (مشكوة المصابيح: ۱/۴۲، باب آداب الخلاء، قديمي)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۲۰۵، الاستنجاء، رشيدية)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۱۰۰، باب الأنجاس، دار الكتب العلمية، بيروت)

قال ابن عابدين: "(قوله: استقبال القبلة بالفرج) يعم قبل الرجل والمرأة، والظاهر أن المراد بالقبلة جهتها كما في الصلاة، وهو ظاهر الحديث المار، وإن أعقبه بالفرج يفيد ما صرح به الشافعية أنه لو استقبلها بصدره وحول ذكره عنها لم يكره، بخلاف عكسه، كما قدمناه في باب الاستنجاء .... وإن أمكنه الانحراف ينحرف؛ لأنه عد ذلك من موجبات الرحمة، فإن لم يفعل فلا بأس، وكأنه سقط الوجوب عند الإمكان لسقوطه ابتداء بالنسيان ولخشية التلوث". (رد المحتار: ۱/۶۵۵، مطلب في أحكام المسجد، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۴۲۳، باب الأنجاس، رشيدية)

استعمال کرنا بھی بعید نہیں۔ اس کی موجودہ ہیئت کے غیر مشروع ہونے کا سب کو علم ہونا ضروری نہیں، بلکہ بنانے والوں کے واقف مسائل ہونے کی بناء پر موجودہ بناوٹ کو مشروع تجویز کرکے بغیر انحراف کے ہی استعمال کیا جائے گا، لہٰذا اگلی بناوٹ میں ہی تغیر کردی جائے تاکہ اس کا رخ صحیح ہوجائے۔ غلطی کی اصلاح کے لئے خرچ کرنا اضاعت نہیں، ہاں! فضول کام کے لئے خرچ کرنا اضاعت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۵/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۵/۸۸ھ۔

قبلہ رخ پیشاب اور تھوک

سوال [۲۱۰۲]: کعبۃ اللہ کی سمت رخ کرکے یا مسجد کے زیر سایہ پیشاب کرنا اور تھوکنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قبلہ رخ تھوکنا نہیں چاہیے (۱) اور پیشاب کرنا تو زیادہ مکروہ ہے (۲) اس سے بچیں۔ مسجد کے زیر سایہ اس طرح کہ پیشاب مسجد میں نہ آئے گنجائش ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۲/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۲/۹۲ھ۔

---

(۱) "عن أنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رأی نخامۃ في القبلۃ، فشق ذلک علیہ حتی رئي في وجہہ، فقام، فحکہ بیدہ، فقال: "إن أحدکم إذا قام في صلاتہ، فإنہ یناجي ربہ" أو "إن ربہ بینہ وبین القبلۃ، فلا یبزقن أحدکم قبل القبلۃ، ولکن عن یسارہ أو تحت قدمہ"

(صحیح البخاري، کتاب الصلاۃ، باب حک البزاق بالید من المسجد: ۱/۵۸، قدیمی)

قال الحافظ: "وھذا التعلیل یدل علی أن البزاق في القبلۃ حرام، سواء کان في المسجد أم لا".

(فتح الباري: ۲/۶۶۱، قدیمی)

(۲) "کرہ تحریماً استقبال قبلۃ واستدبارھا لبول أو غائط". (الدر المختار، کتاب الطہارۃ، فصل في الاستنجاء: ۱/۳۴۲، سعید)

(وکذا في البحر الرائق، قبیل کتاب الصلاۃ: ۱/۴۲۲، رشیدیہ)

(وکذا في الفتاوی السراجیۃ، کتاب الصلاۃ، فصل في الاستنجاء، ص: ۲، سعید)

رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قبول کر لینے کے بعد "کیوں" کا سوال ہی ختم ہوجاتا ہے۔ ویسے ہر ہر چیز کی حکمتیں بہت ہیں مگر ایمان کو قوی کرنے کے لئے ہیں، تعمیل ارشاد ان پر موقوف نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۱۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۱۱/۸۹ھ۔

نماز و جہاد میں افضل کون ہے؟

سوال [۲۱۰۹]: جہاد افضل ہے یا دو رکعت نماز فجر باجماعت؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جہاد مستقلاً مقصود نہیں بلکہ یہ اعلائے دین کا ذریعہ ہے جیسا کہ قرآن پاک کی آیت ﴿الذین ان مکنٰھم فی الأرض اقاموا الصلوٰۃ﴾ الخ (۲) سے مستفاد ہوتا ہے کہ "اگر ہم اقتدار اور تسلط اپنے بندوں کو عطا فرمائیں تو اس تسلط کے نتیجے میں (کیا کام کریں گے) اقامت صلوۃ کا فریضہ ادا کریں گے"۔ اس سے معلوم ہوا کہ اقامت صلوۃ تو اصل مقصود ہے اور اقتدار و تسلط اس کیلئے ذریعہ ہے (۳)۔ جو شخص اصل مقصود کو ترک

= ثم يرفع رأسه ويثني رجله اليسرى فيقعد عليها ثم يعتدل حتى يرجع كل عظم في موضعه معتدلاً، ثم يسجد ثم يقول: "الله أكبر"، ويرفع ويثني رجله اليسرى فيقعد عليها، ثم يعتدل حتى يرجع كل عظم إلى موضعه، ثم ينهض، ثم يصنع في الركعة الثانية مثل ذلك ...... اهـ". (مشكوة المصابيح، ص: ۷۶، باب صفة الصلوة، قديمي)

(۱) قال الله تعالى: ﴿وما كان لمؤمن ولا مؤمنة إذا قضى الله ورسوله أمراً أن يكون لهم الخيرة من أمرهم﴾ (سورة الأحزاب: ۳۶)

وقال الله تعالى: ﴿إن الله لا يستحيي أن يضرب مثلاً ما بعوضةً فما فوقها، فأما الذين آمنوا فيعلمون أنه الحق من ربهم﴾ الآية (سورة البقرة: ۲۶)

"ونحن نعلم أن الشيء قد لا يكون مراداً ويؤمر به، وقد يكون مراداً وينهى عنه لحكم ومصالح يحيط بها علم الله تعالى، أو لأنه لا يسئل عما يفعل". (شرح العقائد، ص: ۱۴۰، دهلي)

(۲) (سورة الحج: ۴۱)

(۳) "إن المواظبة على أداء فرائض الصلاة في أوقاتها أفضل من الجهاد لأنها فرض عين وتتكرر، ولأن الجهاد =

تارکِ نماز کا حکم

سوال [۲۱۱۰]: جو بلا عذر شرعی نماز کو ترک کرے شرعاً اس کو کیا حکم ہے اور اس کے ساتھ اختلاط اور ساتھ کھانا پینا اور بولنا کیسا ہے؟ اور اگر زوجین میں ایک ایسا ہو تو نکاح باقی رہے گا یا نہیں اور صحبت حرام ہوگی یا حلال، اور اولاد کیسی ہوگی اور اگر بعد مرنے اس شخص کے زجراً اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں تو کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز فرض عین ہے، ہر مکلف کو اس کا ادا کرنا ضروری ہے، جو شخص اس کی فرضیت کا اعتقاد رکھتا ہے مگر بلا عذر شرعی سستی وغیرہ کی وجہ سے اس کو ترک کرتا ہے، ساتھ ہی اس کو عتاب کا خوف بھی ہے وہ شخص شرعاً فاسق ہے، کافر نہیں ہے(۱)۔ اول اس کو سمجھایا جائے اور نماز کی اس کو تاکید کی جائے، اگر مان جائے بہتر، ورنہ اس سے تعلقات ترک کردیے جائیں یہاں تک کہ شخص آکر ترکِ نماز سے توبہ کرے اور آئندہ ندامت کے ساتھ نماز پڑھے۔

اگر وہ نماز کو فرض نہیں سمجھتا بلکہ وہ فرضیت کا منکر ہے اور استخفافاً اس کو ترک کرتا ہے اور آئندہ ادا کی نیت نہیں رکھتا، نہ اس کو خوفِ عتاب ہے تو ایسا شخص شرعاً کافر ہے(۲)، ایسے شخص کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے، زوجہ کو

■ (سنن أبي داود، كتاب الملاحم، باب الأمر والنهي: ۲/۵۹۶، دار الحديث ملتان)

"عن عبيد الله بن جرير عن أبيه رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ما من قوم يعمل فيهم بالمعاصي هم أعز منهم وأمنع لا يغيرون إلا عمهم الله بعقاب". (سنن ابن ماجة، باب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، ص: ۲۸۹، مير محمد كتب خانه كراچي)

(ومجمع الفوائد، كتاب الآداب، الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر والنصح والمشورة، (رقم الحديث: ۹۰۰۰)، ۳/۴۹۶، إدارة القرآن كراچي)

"عن حذيفة بن اليمان رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "والذي نفسي بيده! لتأمرن بالمعروف ولتنهون عن المنكر أو ليوشكن الله أن يبعث عليكم عذاباً منه فتدعونه فلا يستجيب لكم". (جامع الترمذي، أبواب الفتن عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، باب ما جاء في الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر: ۲/۴۰، سعيد)

(۱) "هي فرض عين على كل مكلف ... ويكفر جاحدها لثبوتها بدليل قطعي، وتاركها عمداً مجانة أي تكاسلاً فاسق". (الدر المختار، كتاب الصلاة: ۱/۳۵۱، ۳۵۲، سعيد)

(۲) "هي فرض عين على كل مكلف ... ويكفر جاحدها لثبوتها بدليل قطعي، وتاركها عمداً مجانة أي تكاسلاً فاسق يحبس حتى يصلي، لأنه يحبس لحق العبد فحق الحق أحق". (الدر المختار، كتاب الصلاة: ۱/۳۵۱، ۳۵۲، سعيد)

ترکِ نماز کی سزا

سوال [۲۱۱۳]: نماز ہر مرد و عورت، عاقل، بالغ مسلمان پر فرض ہے، جو حضرات نماز نہیں پڑھتے ہیں ایسے مسلمانوں کے لئے دینِ محمدی نے کیا سزا تجویز فرمائی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نہایت خطرناک حالت ہے، ایسے لوگوں کی سزا تو بہت سخت ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی (۱)، مگر یہاں سزا دینے کا حق ہر ایک کو نہیں (۲)، اس کو نرمی اور شفقت سے سمجھا دیا جائے (۳)، کتاب فضائل نماز ان کو سنائی جائے، دیہات بنا کر سب کو نماز کی تاکید کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۹/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۹/۸۸ھ۔

اسکول کی تعلیم کی وجہ سے ظہر کی نماز کا چھوٹنا

سوال [۲۱۱۴]: جدید تعلیم کے حصول میں ظہر کی نماز تو اکثر چھوٹتی ہے، اس تعلیم کا حاصل کرنا کیسا ہے؟ اور اپنے کسی عزیز کی ایسی تعلیم دلانے میں پیسے سے اعانت کرنا کیسا ہے؟

---

(۱) "وعن بريدة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "العهد الذي بيننا وبينهم الصلوة، فمن تركها فقد كفر". رواه أحمد والترمذي والنسائي وابن ماجه".

"وعن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أنه ذكر الصلوة يوماً فقال: "من حافظ عليها، كانت له نوراً و برهاناً و نجاةً يوم القيامة، و من لم يحافظ عليها، لم تكن له نوراً و لا برهاناً و لا نجاةً، و كان يوم القيمة مع قارون و فرعون و هامان و أبي بن خلف". رواه أحمد والدارمي" (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، ۱/۵۸، ۵۹، قديمي)

(۲) "و لا يحده سيده بغير إذن الإمام، و لو فعله هل يكفي؟ الظاهر لا، لقولهم: ركنه إقامة الإمام، نهر". (الدر المختار، كتاب الحدود، ۴/۱۳، سعيد)

(۳) تقدم تخريجه تحت عنوان "نماز کے لئے زبردستی کرنا".

کہ قرآن کریم سے پانچ وقت کی نماز ثابت نہیں ہے، صرف تین وقت کی نماز ثابت ہوتی ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حدیث وہی معتبر ہے جو قرآن حکیم سے مطابقت رکھتی ہو۔ نیز یہ بھی خیال ہے کہ خطۂ ارض پر دن رات چھوٹے بڑے ہوتے ہیں، کہیں دن میں بس ۱۴/۱۵ گھنٹے سورج چمکتا ہے اور ۱۹/۲۰ گھنٹے کی رات ہوتی ہے۔ ان صاحب کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ پانچ وقت کی نماز کی فرضیت منجانب اللہ نہیں ہے، صرف سنت مؤکدہ ہے۔ معراج شریف میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کے درمیان جو باتیں ہوئیں وہ ان کو ضعیف اور ناقابلِ اعتبار سمجھتے ہیں۔ امید ہے کہ آنجناب ہمارے دوست کی راہنمائی فرمائیں گے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

قرآن کریم میں ہے:﴿وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ﴾ الخ (۱)۔ نیز ارشاد ہے:﴿وما أرسلنا من رسول إلا لیطاع بإذن اللّٰہ﴾ الخ (۲)۔ نیز فرمایا ہے:﴿من یطع الرسول فقد أطاع اللّٰہ﴾ الخ (۳)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث واجب القبول ہے۔ اپنے ان دوست سے معلوم کیجئے کہ کس کس وقت کی نماز قرآن کریم سے ثابت ہے، نیز کتنی رکعتیں ثابت ہیں، نیز ان کے پڑھنے کا طریقہ کیا ہے اور ان کا انتہائی وقت اور ابتدائی وقت کیا ہے؟ یہ سب قرآن کریم ہی سے ثابت کریں۔ جس بات سے قرآن کریم ساکت ہو اور حدیث پاک میں وہ موجود ہو اس کو وہ قرآن کے موافق قرار دیں گے یا خلاف، یا حدیث کا ضعیف اور ناقابلِ اعتبار ہونا کس بنا پر ہے، قوی اور قابلِ اعتبار ہونا کس بنا پر ہے، اس میں سند کو کچھ دخل ہے کہ نہیں؟ اس سلسلہ میں ان کے اصول معلوم ہوں تو بات آگے چلے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۱۲/۱۸ھ۔

کیا قبل از معراج پچاس نمازیں اور دن میں سات مرتبہ غسل فرض تھا؟

سوال [۲۱۱۰]: کیا قبل از معراج شریف ۵۰/ نمازیں اور دن میں سات مرتبہ غسل فرض کیا گیا تھا جیسا کہ ابوداؤد شریف میں ہے؟

---

(۱) (سورۃ الحشر: ۷)

(۲) (سورۃ النساء: ۶۴)

(۳) (سورۃ النساء: ۸۰)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ابوداؤد شریف کی وہ عبارت نقل کیجئے جس سے آپ نے یہ سمجھا ہے کہ قبل از معراج پانچوں نمازیں اور سات مرتبہ ان میں غسل فرض کیا گیا تھا، پھر کمی ہوئی ہے، وہ کس باب میں ہے؟ تب اس کے متعلق جواب دیا جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۷/۹۱ھ۔

کیا مجذوب مکلف ہے؟

سوال [۲۱۰۷]: زید کہتا ہے کہ مجذوب پر نماز روزہ معاف ہے، اور عمر کہتا ہے کہ نہیں، کس کی بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ روزہ نماز کی فرضیت کو سمجھتا ہے اور اس کے ادا کرنے کا ہوش رکھتا ہے تو اس سے معاف نہیں، اور اگر فرضیت کو نہیں سمجھتا اور نہ ہوش رکھتا ہے تو وہ مکلف نہیں ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱۱/۹۵ھ۔

نماز پڑھنا کسی کے کہنے پر موقوف ہے یا نہیں؟

سوال [۲۱۰۸]: کسی عالم صاحب نے کہا کہ تم کو نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا ہوگا، اس پر اس نے جواب دیا کہ یہ میری چیز ہے تو لوگوں کا تمہاری بات پر کیوں کرنا ہوگا، ایسے شخص کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟

---

(۱) "هي فرض عين على كل مكلف" (الدر المختار). "ثم المكلف هو المسلم البالغ العاقل ولو أنثى أو عبداً" (رد المحتار، كتاب الصلاة: ۱/۳۵۱، ۳۵۲، سعيد)

"وفي أصول المغني: أنه لا يكلف بأدائها كالصبي العاقل، فلا أنه إن زال العته، توجه عليه الخطاب بالأداء حالاً، وبقضاء ما مضى بلا حرج، فقد خرج بأن يقضي القليل دون الكثير، وإن لم يكن مخاطباً فيما قبل كالنائم والمغمى عليه دون الصبي إذا بلغ، وهو أقرب إلى التحقيق، كذا في شرح المغني للهندي ملخصاً" (رد المحتار، كتاب الزكوٰة: ۲/۲۵۸، سعيد)

(وكذا في مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلوٰة، ص: ۷۳، قديمي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

خدا کا حکم سب کو ماننا لازم ہے، کسی کے کل جانے پر موقوف نہیں ہے، ایسا جواب نہیں دینا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۱/۹/۹۰ھ۔

نماز اور جنازہ کی تعلیم بصورتِ مکالمہ

سوال[۲۱۱۵]: ۱... لوگوں کے سدھار کے لئے مکالمے پیش کر کے اسے عملی شکل دی جائے تاکہ ذہنوں پر زیادہ اثر انداز ہو تو کیا یہ جائز ہے۔ ایک مکالمہ میں نماز میں امامت کو پیش کیا، ایک شخص امامت کے لئے آگے بڑھا، نماز شروع کی، وہ تحریمہ چھوڑ گیا، پیچھے سے کہا کہ کیا نماز پڑھاتا ہے میں پڑھاتا ہوں۔ پھر دوسرا صاحب بھی قرأت میں صریح غلطی کر گیا جس کو عوام بھی سمجھتے ہیں۔ تیسرے نے اس کو پیچھے کھینچ کر کہا کہ تمہارے باپ نے بھی نماز پڑھائی ہے۔ یہ امام صاحب سجدہ میں اتنی دیر پڑے رہے کہ لوگ سر اٹھا کر دیکھنے لگے۔ ایک نے دھکے دے کر کہا ارے! اٹھو تو انہیں سکھلا دے گا، پھر تب تنہا پڑھ کر چلے گئے۔ اس میں زیادتی یہ کی گئی کہ چوتھے امام نے آکر نماز درست پڑھائی پھر لوگوں نے پوچھا کہ تم نے کہاں تعلیم پائی۔ اس نے بتایا پھر اس نے تعلیم دی اور اسے سب نے قبول کیا۔ اسی طرح مسجد جانے کا مکالمہ یا جنازہ کی نماز کے لئے سوائے چند حضرات کے بقیہ لوگوں کے بُت کی طرح کھڑے رہنے پر۔

۲... بے پردگی کی انتہائی اس بناء پر ذمہ دار حضرات نے اس کے مکالمے پر توجہ دلائی، کیونکہ عورتیں بالترتیب آگے پیچھے بس، موٹر، ریل گاڑی وغیرہ چلنے والی سڑک پر ایک دوسرے کے جوڑ (کپڑے سروں میں ہوتی ہیں) لگاتی رہتی ہیں۔ اس حالت میں بھی چھاتی کبھی ران بے حیائی کی نذر ہو جاتی ہے۔ یہ مسلم قوم کی مفلسی ہے کہ ایک جنگلی اور ان میں فرق نہیں، حالانکہ غیر قوم کی عورتیں بازاروں میں جس طرح ہوں مگر گھروں پر ان کی طرح اپنی تہذیب کے خلاف سمجھتی ہیں۔ تو کیا ان کی حالت پر ان کے سامنے عملی طور پر ان کی برائی مکالمے کے طور پر لایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اسی طرح بڑھے سے لے کر بچوں تک کو گالیاں بکنے پر۔

کرنے اور طریق مذکور تحقیق نہ کرنے سے لوگوں کو وحشت اور نفرت ہوگی۔

قال الله تعالى: ﴿ولو كنت فظا غليظ القلب لانفضوا من حولك﴾ الآية (۱)۔

اور پھر جب ایک شخص کے متعلق علم ہو کہ وہ نمازی ہے اور خود وہ اقرار کرتا ہے کہ مجھے محبت ہے، میں نمازی ہوں اور دوسری مسجد میں نماز پڑھوں گا تو اس پر جبر تشدد کرنا کہ مار پیٹ اور قتل تک نوبت پہنچ جائے ہرگز نہیں چاہیے۔ ابتدائی اولاد وغیرہ جس پر ان کا کچھ اثر ہو تو اس کو مناسب طریقے سے سمجھانے و دوستی کرنے کے بعد شریعت نے کسی قدر سختی کرنے اور مار کر نماز پڑھانے کا بھی حکم ہے (۲) بشرطیکہ وقتی اور مادی تحمل سے زیادہ نہ ہو نیز اس سے فتنہ کا اندیشہ ہو (۳)۔

– بالحكمة قال ابن جرير: هو ما أنزله عليه من الكتاب والسنة والموعظة الحسنة، أي بما فيه من الزواجر والوقائع بالناس ذكرهم بها ليحذروا بأس الله تعالى.

قوله: ﴿وجادلهم بالتي هي أحسن﴾ أي من احتاج منهم إلى مناظرة وجدال فليكن بالوجه الحسن برفق ولين وحسن خطاب كقوله تعالى: ﴿ولا تجادلوا أهل الكتاب إلا بالتي هي أحسن إلا الذين ظلموا منهم﴾ الآية. فأمره تعالى بلين الجانب كما أمر به موسى وهارون عليهما السلام حين بعثهما إلى فرعون في قوله: ﴿فقولا له قولا لينا لعله يتذكر أو يخشى﴾ وقوله: ﴿إن ربك هو أعلم بمن ضل عن سبيله﴾ الآية. أي قد علم الشقي منهم والسعيد وكتب ذلك عنده وفرغ منه، فادعهم إلى الله، ولا تذهب نفسك على من ضل منهم حسرات، فإنه ليس عليك هداهم، إنما أنت نذير، عليك البلاغ، وعلينا الحساب ﴿إنك لا تهدي من أحببت﴾، ﴿ليس عليك هداهم ولكن الله يهدي من يشاء﴾. (تفسير ابن كثير: ۲/۵۹۱، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۱) (سورة آل عمران: ۱۵۹)

(۲) "عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "مروا أولادكم وهم أبناء سبع سنين، واضربوهم عليها وهم أبناء عشر، وفرقوا بينهم في المضاجع". (سنن أبي داود، كتاب الصلوة، باب متى يؤمر الغلام بالصلوة: ۱/۷۱، دار الحديث ملتان)

(۳) "(قوله: ضربا فاحشا) قيد به؛ لأنه ليس له أن يضربها في التأديب ضربا فاحشا، وهو الذي يكسر العظم أو يخرق الجلد أو يسوده، كما في التاتارخانية". (رد المحتار، كتاب الحدود، باب التعزير: ۴/۷۹، سعيد)

جائے اور نماز پڑھنے لگے تو اس پر سختی کی حاجت ہی نہیں اور جو شخص نہ مانے اور اس پر اپنا اثر اور قدرت بھی ہو تو حسبِ استطاعت شریعت نے اس پر سختی کا بھی حکم فرمایا ہے بشرطیکہ کوئی فتنہ نہ ہو، مثلاً وہ اس وقت بجائے نماز کی فرضیت کا انکار کردے، اور اہلِ محلہ کو اتنی قدرت نہ ہو کہ زبردستی نماز پڑھا سکیں، یا اسی سختی کی بنا پر وہ مقدمہ کرے اور اس میں ناقابلِ برداشت مضرت ہو، نیز جس سے آئندہ تبلیغ کا سلسلہ ہی بند ہو جائے، یا اس کشاکش کو دیکھ کر دوسرے لوگ تبلیغ کرنا چھوڑ دیں اور آپس میں منافرت و کشیدگی پیدا ہو جائے کہ ایک دوسرے سے حسد کرے اور درپئے آزار ہو جائے تو پھر سختی نہیں چاہئے، نہایت نرمی اور خوش اخلاقی سے کام کرنا چاہئے۔

قال الله تعالى: ﴿ولو كنت فظاً غليظ القلب لانفضوا من حولك﴾ الآية (۱)

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اولاد کو جب وہ دس برس کی ہو جائے اور نماز نہ پڑھے تو مار کر نماز پڑھاؤ۔ یہ بھی آیا ہے کہ "تم میں سے جب کوئی معصیت کو دیکھے تو اسے چاہئے کہ ہاتھ سے روک دے، اگر ہاتھ سے روکنے کی قدرت نہ ہو تو زبان سے روک دے، اگر زبان سے بھی روکنے کی قدرت نہ ہو تو مجبوراً دل سے برا سمجھے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔"

— عن لقمان: ﴿يا بني أقم الصلوة وأمر بالمعروف وانه عن المنكر واصبر على ما أصابك إن ذلك من عزم الأمور﴾ ... وإنما حكى الله تعالى لنا ذلك عن عبده لنقتدي به وننتهي إليه. وقال تعالى فيما مدح به صفة الصالحين من الصحابة: ﴿التائبون العابدون﴾ إلى قوله: ﴿الآمرون بالمعروف والناهون عن المنكر والحافظون لحدود الله﴾ وقال تعالى: ﴿كانوا لا يتناهون عن منكر فعلوه لبئس ما كانوا يفعلون﴾.

"عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "من رأى منكراً فاستطاع أن يغيره بيده، فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان".

"عن جرير رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "ما من رجل في قوم يعمل فيهم بالمعاصي يقدرون على أن يغيروا عليه، فلا يغيرون إلا أصابهم الله بعقاب من قبل أن يموتوا". فأحكم الله تعالى فرض الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر في كتابه وعلى لسان رسوله". (أحكام القرآن للجصاص: ۲/۴۸۱، ۴۹۳، قديمي)

(۱) (آل عمران: ۱۵۹)

استواء کے وقت جو سایہ ہوتا ہے اس کے علاوہ ہر شئی کا سایہ اس کے دو مثل ہوجائے، یہی تمام وقت کامل ہے (۱)۔ اس کے بعد سے عصر کا وقت شروع ہوتا ہے اور غروب تک باقی رہتا ہے، لیکن آفتاب کے زرد ہونے

= "عن عبد الله بن عمرو رضي الله تعالیٰ عنهما عن النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: ..... "ووقت الفجر ما لم تطلع الشمس". (الصحیح لمسلم: ۱/۲۲۳، کتاب المساجد، باب أوقات الصلوات الخمس، قدیمی)

"وقت صلاة الفجر ..... من أول طلوع الفجر الثاني، و هو البیاض المنتشر المستطیر المستطیل إلی قبیل طلوع ذکاء - بالضم، غیر منصرف، اسم الشمس - اهـ". (الدر المختار: ۱/۳۵۲، ۳۵۹، کتاب الصلوة، سعید)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۱/۵۵۸، کتاب الصلوة، فصل في بیان شرائط الأرکان، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وكذا في البحر الرائق، کتاب الصلوة: ۱/۴۲۲، رشیدیه)

(وكذا في الهدایة، کتاب الصلوة، باب مواقیت الصلوة: ۱/۸۰، شرکة علمیه ملتان)

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿و عشیاً و حین تظهرون﴾ (سورة الروم: ۱۸)

و قال الله تعالیٰ: ﴿أقم الصلوة لدلوك الشمس﴾ (سورة الإسراء: ۷۸)

"و قد بینّا أن دلوك الشمس یحتمل الزوال والغروب جمیعاً، و هو علیهما، فیتضمن الأمر بصلاة الظهر والمغرب و بیان أول وقتهما". (أحکام القرآن للجصاص: ۲/۲۶۸، قدیمی)

"وعن أبي هریرة رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "إن للصلوة أولاً و آخراً، وإن أول وقت صلوة الظهر حین تزول الشمس، و آخر وقتها حین یدخل وقت العصر". (جامع الترمذي، أبواب الصلوة: ۱/۳۹، سعید)

"ووقت الظهر من زواله: أي میل ذکاء عن کبد السماء إلی بلوغ الظل مثلیه و عنه مثله سوی فيء الزوال". (الدر المختار، کتاب الصلوة: ۱/۳۵۹، سعید)

(وكذا في بدائع الصنائع، کتاب الصلوة، فصل في بیان شرائط الأرکان: ۱/۵۶۱، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وكذا في البحر الرائق، کتاب الصلوة: ۱/۴۲۵، رشیدیه)

(وكذا في الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلوة، الباب الأول في المواقیت و ما یتصل بها: ۱/۵۱، رشیدیه)

سے ایک ثلث رات تک وقت مستحب رہتا ہے اور نصف رات تک مباح اور اس کے بعد مکروہ ہو جاتا ہے (۱)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۷/۵۵ھ۔

صحیح: عبد اللطیف جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ۔

اوقاتِ صلوٰۃ

سوال[۲۱۲۳]: نماز پنجگانہ کے لئے جماعت کا وقت مقرر کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً بنگال میں ظہر کا وقت ۱۲/ بجے سے پہلے شروع ہو جاتا ہے اور ۴/ بجے کے بعد تک رہتا ہے، مگر جماعت کسی مسجد میں ساڑھے بارہ بجے، کسی مسجد میں ایک بجے، کسی مسجد میں ڈیڑھ بجے ہوتی ہے، مگر وقت مقررہ پر جماعت کا ہونا واجب کی طرح ضروری سمجھتے ہیں، اگر امام وقت مقررہ کی پابندی نہ کرے تو بیزار ہو جاتا ہے۔

زید کہتا ہے ساڑھے ۱۲/ بجے یا ایک، ڈیڑھ بجے کی قید لگانا، اس کو ضروری سمجھا جاتا تو حرام ہے اور ایسی قید والی جماعت میں شریک ہونا بھی ناجائز و حرام ہے۔ جب ۱۲/ بجے سے لے کر ۴/ بجے تک وقت رہتا ہے تو اس درمیان میں جس وقت بھی جماعت کریں ہو سکتی ہے۔ یہ قید لگانے کا حکم کب نازل ہوا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز تو اس پورے وقت میں جب بھی کوئی پڑھے گا ادا ہو جائے گی مگر سب نمازیوں کی جماعت کی

---

(۱) "ووقت العشاء والوتر منه إلى الصبح". (الدر المختار: ۱/۳۶۱، کتاب الصلوٰۃ، سعید)

(وکذا في البحر الرائق، کتاب الصلوٰۃ: ۱/۴۲۶، رشیدیہ)

"وأول وقت العشاء إذا غاب الشفق، وآخر وقتها ما لم يطلع الفجر الثاني، لقوله عليه الصلاة والسلام: "وآخر وقت العشاء حين يطلع الفجر"". (الهداية، کتاب الصلوٰۃ، باب المواقیت: ۱/۸۲، شرکت علمیہ ملتان)

"فالمستحب فيها التأخير إلى ثلث الليل في الشتاء، ويجوز التأخير إلى نصف الليل، ويكره التأخير عن النصف، وأما في الصيف، فالتعجيل أفضل". (الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ: ۱/۳۶۸، سعید)

(وکذا في البحر الرائق، کتاب الصلوٰۃ: ۱/۴۳۰، رشیدیہ)

بھی اسی انتظام کی سہولت کے لئے ہے، اگر اتفاقیہ کبھی کچھ تاخیر ہو جائے تو چشم پوشی کی جائے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱/۸۹ھ۔

رمضان میں نمازِ فجر اول وقت میں پڑھنا

سوال [۲۰۲۲]: ۱: کیا صرف رمضان المبارک میں بعد اذان فوری جماعت بہتر ہے یا بعد اذان گیارہ ماہ کی طرح وقتِ حنفی پر جماعت کے درمیان وقت کے انتظار میں حسب عادت ذکر اذکار کرنا بہتر ہے جب کہ گیارہ ماہ ظہر عشاء فجر کی اذان اور جماعت میں نصف گھنٹہ اور ایک گھنٹہ تک درمیانی وقت ہوتا ہے؟

۲... کیا حضور مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مستقل تمام ماہ رمضان المبارک میں یہی معمول رہا کہ اذان کے فوری بعد نماز باجماعت ادا کی ہو، یا کیا حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ماہ رمضان المبارک میں اس بات کی اجازت دی ہے کہ ایسا کیا جائے؟

۳ جو متولی جماعت کا پابند نہ ہو، بارہ ماہ نماز ظہر، عشاء و مغرب گھر پر پڑھتا ہو، وہ عشاء اور فجر صرف مسجد میں، یا کوئی متولی مسجد میں بالکل کسی وقت نہ جائے، اس کو متولی ہونے کی حیثیت سے یہ حق ہے کہ جماعت فجر رمضان میں فوری بعد اذان فجر کی جائے، یہ جائز ہے یا نہیں؟

۴... جس مسجد میں اکثریت ۲۵ یا ۳۰ نمازیوں کی ہو، رمضان میں حسب معمول گیارہ ماہ کی طرح جماعت کے لئے رضامند ہوں اور ۸/ یا ۱۰ آدمی متولی مسجد کے حکم سے بعد اذان فجر فوراً جماعت کریں، دوسری

---

(۱) "عن هشام عن أبيه أن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يصلي العصر والشمس لم تخرج من حجرتها" (صحيح البخاري، كتاب مواقيت الصلوة، باب وقت العصر: ۱/۷۷، قديمي)

"وعن سلمة رضي الله تعالى عنها قالت: كنا نصلي مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم المغرب إذا توارت بالحجاب" (صحيح البخاري، كتاب مواقيت الصلوة، باب وقت المغرب: ۱/۷۹، قديمي)

(۲) "ويجلس بينهما بقدر ما يحضر الملازمون" (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، باب الأذان، الباب الثاني في كلمات الأذان والإقامة: ۱/۵۷، رشيدية)

فیض الباری شرح بخاری میں لکھا ہے کہ رمضان المبارک میں سحری کے بعد عامۃً لوگ سو جاتے ہیں، دیر میں اٹھتے ہیں، نماز قضاء ہوجاتی ہے اس لئے صبح صادق کے بعد اول وقت میں فجر کی نماز پڑھ لی جاتی تو سب کو جماعت مل جاتی ہے، نمازیوں کے جمع ہونے کی سہولت کی بنا پر اور ان کی نماز کو فوت ہونے سے بچانے کے لئے اس پر عمل کر لیا جائے، لیکن اگر نمازی تیار رہ کر اسفار کے وقت پر حاضر ہوکر شرکت جماعت کریں اور اسی کو پسند کریں تو یہ بھی درست ہے بلکہ اصل مذہب ہے۔ اب نمازیوں کو ایک دوسرے پر طعن کرنا اور جائز و ناجائز کی بحث کرنا اس مسئلہ میں ٹھیک نہیں (۱)۔

جب نماز دونوں طرح بلا کراہت ادا ہو جاتی ہے تو نزاع ختم کیا جائے، پابند نمازیوں کی اکثریت کو ترجیح دی جائے (۲)۔ امام اگرچہ تنخواہ دار ہو مگر اس کے ساتھ معاملہ ماتحت نوکر و خادم جیسا نہ کیا جائے اس کا منصب قابلِ احترام ہے۔ تنخواہ دینے والوں کو یہ سمجھنا چاہئے کہ ہم خادم ہیں امام مخدوم (۳)، امام کو بھی مقتدیوں کی

---

(۱) "عن علي بن الحسين رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "إن من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعنيه". (جامع الترمذي، أبواب الزهد، باب: ۲/۵۸، سعيد)

(۲) "والأحق بالإمامة ... فإن اختلفوا اعتبر أكثرهم". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۸، سعيد)

"وإن اختار بعض القوم لهذا والبعض لهذا، فالعبرة لاجتماع الأكثر". (فتاوی قاضي خان، باب افتتاح الصلوة، فصل فيمن يصح الاقتداء به وفيمن لا يصح: ۱/۹۵، رشيديه)

(۳) وقوله تعالی: ﴿إني جاعلك للناس إماماً﴾ (سورة البقرة: ۱۲۴)

"فإن الإمام من يؤتم به في أمور الدين من طريق النبوة، وكذلك سائر الأنبياء أئمة -عليهم السلام- لما ألزم الله تعالی الناس من اتباعهم والائتمام بهم في أمور دينهم، فالخلفاء أئمة، لأنهم رتبوا في المحل الذي يلزم الناس اتباعهم وقبول قولهم وأحكامهم، والقضاة والفقهاء أئمة أيضاً، ولهذا المعنى الذي يصلي بالناس يسمى إماماً؛ لأن من دخل في صلاته لزمه الاتباع له والائتمام به".

"وإذا ثبت أن اسم الإمامة يتناول ما ذكر، فالأنبياء عليهم السلام في أعلى رتبة الإمامة، ثم الخلفاء الراشدون من بعد ذلك، ثم العلماء والقضاة العدول ومن ألزم الله تعالی الاقتداء بهم، ثم الإمامة في الصلوة ونحوها". (أحكام القرآن للجصاص: ۱/۹۸، ۹۹، قديمي)

رعایت لازم ہے(۱)۔ احکام شرعیہ کی رعایت رکھتے ہوئے منتظمین کا لحاظ کیا جائے، متولی کو بھی سب نمازیوں کا لحاظ لازم ہے، ضد سے سب کو باز آنا چاہیے(۲)۔ فقط واللہ الموفق۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۸۸/۸/۱۰ھ۔

رمضان میں فجر کی نماز ابتدائے وقت میں ادا کرنا

سوال [۲۱۲۵]: رمضان المبارک میں کثرت سے یہ معمول ہوگیا ہے کہ وقت سحر ختم ہوتے ہی فوراً اذان کہی جاتی ہے اور دو سنتیں پڑھ کر فوراً نماز فجر ادا کرلی جاتی ہے، مغرب کے علاوہ دیگر نمازوں میں نماز اور اذان میں کس قدر وقفہ ہونا چاہیے؟ "اسفروا بالفجر" والی حدیث سے رمضان مستثنیٰ ہے؟ معمول مذکور غلط ہے یا صحیح؟ غلس میں نماز پڑھنا بہتر ہے یا اسفار میں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حنفیہ کا اصل مسلک تو یہی ہے "اسفروا بالفجر"(۳) لیکن اس کی وجہ تکثیر جماعت ہے(۴)،

---

(۱) "ینبغي أن یؤذن في أول الوقت ویقیم في وسطه حتی یفرغ المتوضئ من وضوئه، والمصلي من صلاته، والمعتصر من قضاء حاجته". (الفتاوی العالمكیریة، كتاب الصلاة، باب الأذان، الفصل في بیان كلمات الأذان والإقامة: ۱/۵۷، رشیدیه)

(۲) "وإن اختار بعض القوم إماما، والبعض إماما، فالعبرة لاجتماع الأكثر". (فتاوی قاضي خان، باب افتتاح الصلوة، فصل فیمن یصح الاقتداء به وفیمن لا یصح: ۱/۹۲، رشیدیه)

(وكذا في الدر المختار، باب الإمامة: ۱/۵۵۸، سعید)

(۳) "أسفروا بالفجر، فإنه أعظم للأجر". (جامع الترمذي، باب ما جاء في الإسفار بالفجر: ۱/۴۰، سعید)

(وسنن أبي داود، كتاب الصلوة، باب وقت الصبح: ۱/۶۱، دار الحدیث ملتان)

(وسنن النسائي، كتاب المواقیت، باب الإسفار: ۱/۹۳، قدیمي)

"یستحب تأخیر الفجر ولا یؤخرها بحیث یقع الشك في طلوع الشمس، بل یسفر بها بحیث لو ظهر فساد صلاته یمكنه أن یعیدها في الوقت بقراءة مستحبة، كذا في التبیین. وهذا في الأزمنة كلها إلا صبیحة یوم النحر للحاج بالمزدلفة، فإن هناك التغلیس أفضل، هكذا في المحیط". (وكذا في الفتاوی العالمكیریة، كتاب الصلوة، الفصل الثاني في بیان فضیلة الأوقات: ۱/۵۲، رشیدیه)

(وكذا في المبسوط، باب مواقیت الصلوة: ۱/۱۴۶، المكتبة الغفاریة كوئته)

(۴) "ولأن في الإسفار تكثیر الجماعة وفي التغلیس تقلیلها، وما یؤدي إلى تكثیر الجماعة فهو أفضل". (المبسوط، باب مواقیت الصلوة: ۱/۱۴۵، المكتبة الغفاریة كوئته)

رمضان المبارک میں اگر غلس میں جماعت میں حاضرین حاضر ہوں تو اسفار میں تقلیل ہوجائے، لوگ سوجائیں، یا جماعت نماز فوت ہوجائے تو پھر غلس کو اختیار کیا جائے گا، جیسا کہ فیض الباری میں بحوالہ مبسوط نقل کیا ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

رمضان میں نمازِ فجر غلس میں

سوال [۲۱۰۰]: رمضان شریف کے دنوں میں سحری کھانے کے بعد اگر احتمال ہو کہ فجر کے وقت آنکھ نہ کھلے گی تو اول وقت نماز پڑھ لینا کیسا ہے اور اسی وقت اذان دے کر جماعت کر لینا، اس وجہ سے کہ لوگوں کی اکثر و بیشتر نماز چھوٹ جاتی ہے اور بسا اوقات نماز قضا ہوجاتی ہے بہتر ہے، یا ہر حال میں مسنون وقت میں نماز پڑھی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

رمضان المبارک میں سحری کے بعد اول وقت فجر کی نماز کے لئے اگر نمازی جمع ہوجائیں اور روزانہ کے وقت معمول تک تاخیر ہونے سے جماعت چھوٹنے یا قضا ہونے کا اندیشہ ہے تو اول وقت جماعت کر لینا بہتر ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "فلو اجتمع الناس اليوم أيضاً في التغليس لقلنا به أيضاً، كما في مبسوط السرخسي في باب التيمم: أنه يستحب التغليس في الفجر والتعجيل في الظهر إذا اجتمع الناس. قال رحمه الله تعالى: وعند الطحاوي ولعل هذا التغليس في رمضان خاصة، وهكذا ينبغي عندي إذا اجتمع الناس، وعليه العمل في دار العلوم بديوبند من عهد الأكابر". (فيض الباري على صحيح البخاري، كتاب مواقيت الصلوة، باب وقت الفجر: ۲/۱۳۵، ۱۳۶، خضر راه بک ڈپو دیوبند الهند)

(۲) "عن قتادة عن أنس رضي الله تعالى عنه أن زيد بن ثابت رضي الله تعالى عنه حدثه أنهم تسحروا مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، ثم قاموا إلى الصلوة، قلت: كم بينهما؟ قال: قدر خمسين أو ستين يعني آية". (صحيح البخاري، كتاب مواقيت الصلوة، باب وقت الفجر: ۱/۸۱، قديمي)

"قال الشعراني في الميزان: وفي رواية أخرى لأحمد رحمه الله تعالى: "الاعتبار بحال —

چاندنی روشنی کا ختم ہونا وقتِ فجر کے ختم ہونے کی علامت نہیں

سوال [۲۱۰۲]: چاندنی روشنی کا ختم ہونا فجر کا وقت ختم ہوجانے کی علامت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ وقتِ فجر ختم ہونے کی علامت نہیں ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۲/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۲۲/۲/۹۱ھ۔

= المصلي، فإن شق عليهم التغليس كان الإسفار أفضل، وإن اجتمعوا كان التغليس أفضل". وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى في رد المحتار: "هو ذكر شراح الهداية وغيرهم في باب التيمم أن أداء الصلاة في أول الوقت أفضل، إلا إذا تضمن التأخير فضيلة لا تحصل بدونه كتكثير الجماعة". (فتح الملهم، كتاب المساجد، باب استحباب التبكير بالصبح في أول وقتها وهو التغليس وبيان قدر القراءة فيها: ۲/۲۱۲، المكتبة الرشيدية المصري القاري محمد باكستان كراتشي)

"فلو اجتمع الناس اليوم أيضاً في التغليس لقلنا به أيضاً، كما في مبسوط السرخسي في باب التيمم: أنه يستحب التغليس في الفجر والتعجيل في الظهر إذا اجتمع الناس. قال رحمه الله تعالى بعد أسطر: ... ولعل هذا التغليس في رمضان خاصة، وهكذا ينبغي عندنا إذا اجتمع الناس، وعليه العمل في دار العلوم بديوبند من عهد الأكابر". (فيض الباري على صحيح البخاري، كتاب مواقيت الصلوة، باب وقت الفجر: ۲/۱۳۵، ۱۳۲، حجازي، بك ڈپو ديوبند الهند)

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن للصلاة أولاً وآخراً ... وإن أول وقت الفجر حين يطلع الفجر، وإن آخر وقتها حين تطلع الشمس". (جامع الترمذي: ۱/۳۹، أبواب الصلوة، سعيد)

(والطحاوي في معاني الآثار: ۱/۱۰۶، باب مواقيت الصلوة، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۱/۵۵۸، كتاب الصلوة، فصل في بيان شرائط الأركان، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدر المختار: ۱/۳۵۸، ۳۵۹، كتاب الصلوة، سعيد)

"والدليل على أن آخر الوقت حين تطلع الشمس قوله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أدرك

وقتِ فجر کا اختتام کب ہوتا ہے

سوال[۲۱۲۹]: چاندکی روشنی ختم ہوجانے کے بعد سورج نکلنے تک جو وقت تقریباً ۱۵/۱۰ منٹ کا رہ جاتا ہے، کیا وہ وقت بھی فجر کا وقت شمار کرسکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سورج کا کنارہ ظاہر ہونے پر وقتِ فجر ختم ہوتا ہے اس سے پہلے باقی رہتا ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۲/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

ــ بها عن وقتها الأول فيؤخرونها إلى آخره دائماً أو غالباً ...... ومن اتصف بجميع ذلك فقد تم له نصيبه منها، وكمل له النفاق العملي، كما ثبت في الصحيحين: أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "تلك صلوة المنافق، تلك صلوة المنافق، تلك صلوة المنافق، يجلس يرقب الشمس حتى إذا كانت بين قرني الشيطان، قام فنقر أربعاً لا يذكر الله فيها إلا قليلاً". (تفسير ابن كثير: ۴/۷۱۸، مكتبه دار الفيحاء دمشق)

قال الله تعالىٰ: ﴿فويل للمصلين الذين هم عن صلاتهم ساهون﴾ "وقال ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما وجماعة: تأخيرها عن وقتها". (روح المعاني: ۳۰/۲۴۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "عن عبد الله بن عمرو رضي الله تعالىٰ عنهما عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "ووقت الفجر ما لم تطلع الشمس". (الصحيح لمسلم: ۱/۲۲۳، كتاب المساجد، باب أوقات الصلوات الخمس، قديمي)

"وقت صلاة الفجر ...... من أول طلوع الفجر الثاني - وهو البياض المنتشر المستطير لا المستطيل - إلى قبيل طلوع ذكاء - بالضم، غير منصرف، اسم الشمس - اهـ". (الدر المختار: ۱/۳۵۷، ۳۵۹، كتاب الصلوة، سعيد)

(وكذا في مبسوط السرخسي، كتاب الصلوة، باب مواقيت الصلوة: ۱/۲۸۸، المكتبة الغفارية)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۱/۵۵۸، كتاب الصلوة، فصل في بيان شرائط الأركان، دار الكتب العلمية بيروت)

سورج طلوع ہونے میں کتنی دیر لگتی ہے اور وقتِ اشراق

سوال [۲۰۳۰]: جب سورج نکلنا شروع ہوتا ہے تو کتنے منٹ میں پورا نکل آتا ہے اور اشراق کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سورج جب نکلنا شروع ہوتا ہے تو دو منٹ چوبیس سکنڈ میں پورا نکل آتا ہے، پھر جب اس کی طرف نظر نہ کی جا سکے اور بالکل سفید ہو جائے تب اشراق کا وقت شروع ہو جاتا ہے، اندازاً بیس منٹ کے بعد بالکل سفید ہو جاتا ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

دھوپ سے عصر کا وقت معلوم کرنے کا طریقہ

سوال [۲۰۳۱]: ہمارے یہاں راجستھان میں آج کل طلوع وغروب کے اوقات میں اور یہاں کے اوقات میں بیس منٹ کا فرق ہے، دہلی کی روائتی جنتری میں یہاں کا طلوع آفتاب کا وقت ۶:۳۳ اور نصف النہار کا وقت ۱۲:۰۳، اور غروب آفتاب کا وقت ۵:۳۰ تک ہے اور ہمارے یہاں ۲۰ منٹ بعد یہ اوقات ہوتے ہیں یعنی ۶:۵۳ پر طلوع آفتاب اور ۱۲:۲۳ پر نصف النہار اور ۵:۵۰ پر غروب آفتاب، اس لحاظ سے ہمارے یہاں اگر عصر کی نماز ساڑھے چار بجے ہو تو کیا صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کا شرعی قاعدہ یہ ہے کہ جس وقت سورج بالکل سر پر ہو کسی سیدھی چیز مثلاً لکڑی زمین میں گاڑ

---

(۱) "وكره تحريماً مع شروق" "قوله: مع شروق، وما دامت العين لا تحار فيها، فهي في حكم الشروق، كما تقدم في الغروب أنه الأصح كما في البحر.

أقول: ينبغي تصحيح ما نقلوه عن الأصل للإمام محمد من أنه ما لم ترتفع الشمس قدر رمح، فهي في حكم الطلوع، لأن أصحاب المتون مشوا عليه في صلاة العيد حيث جعلوا أول وقتها من الارتفاع، ولذا جزم به هنا في الفيض ونور الإيضاح". (رد المحتار، كتاب الصلاة: ۱/۳۷۰، سعيد)

(وكذا في الفتاوى قاضي خان على هامش الهندية، كتاب الصلاة: ۱/۳۷، رشيدية)

(وكذا في الحلبي الكبير، بحث فروع في شرح الطحاوي، ص: ۲۳۶، سهيل أكيدمي لاهور)

دیکھ لیا جائے کہ اس کا کتنا سایہ ہے، اس کو سایۂ اصلی کہتے ہیں، پھر جب اس لکڑی کا سایہ دو مثل ہو جائے سایۂ اصلی کے علاوہ تب عصر کا وقت شمار کیا جائے گا، مثلاً لکڑی ایک گز کی ہے اور سورج سر پر ہونے کے وقت اس کا سایہ ایک بالشت ہے تو جب اس کا سایہ دو گز اور ایک بالشت ہو جائے گا تو سمجھئے کہ عصر کا وقت ہو گیا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند

عصر کا وقت

سوال[۲۱۳۲]: حنفیہ کے نزدیک نماز عصر کا ابتدائی وقت انگریزی گھنٹوں کے حساب سے ۲ کی جنوری میں جو وقت ہے کب تک رہے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ وقت ہمیشہ ایک وقت ایسا نہیں جو گھڑی کے اعتبار سے یکساں ہو بلکہ طلوع غروب کے اعتبار سے مختلف شہروں کا وقت مختلف ہے(۲)، اس لئے آپ اپنے شہر کے طلوع غروب کا سالانہ نقشہ کسی کتب خانہ سے لے کر رکھ لیں، علاوہ جنوری کے دیگر ماہ کی طرح یہ نقشہ بھی بڑے کتب خانے رکھتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "ووقت الظهر من زواله إلى بلوغ الظل مثليه سوى فيء الزوال، ووقت العصر منه إلى الغروب" "ولو لم يجد ما يغرز، أشار إلى أنه إن وجد خشبة يغرزها في الأرض قبل الزوال، وينتظر الظل مادام متراجعاً إلى الخشبة، فإذا أخذ في الزيادة حفظ الظل الذي قبله، فهو ظل الزوال". (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة: ۱/۳۵۹، ۳۶۰، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلاة: ۱/۸۰، امداديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الأول في المواقيت: ۱/۵۱، رشيديه)

(۲) "تنبيه: قال في الفيض: ومن كان على مكان مرتفع كمنارة إسكندرية، لا يفطر ما لم تغرب الشمس عنده، ولأهل البلدة الفطر إن غربت عندهم قبله، وكذا العبرة في الطلوع في حق صلاة الفجر أو السحور". (رد المحتار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده: ۲/۴۲۰، سعيد)

غروب کا مطلب شمس بذریعہ آلات متعین طریق پر حاصل ہے اس کے خروج کے لئے بھی غیر مشکوک متعین وجہ درکار ہے: "إذا تعارضت الآثار لا ينقضي الوقت بالشك" بحر (۱)۔ وقت کے اندر پڑھنا ادا ہے۔ یہاں تعارض آثار کی وجہ سے وقت کے منقضی ہو جانے میں شک ہے اور شک سے وقت پر خارج ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا (۲)، اسی شک پر طلاق کے وقوع کا بھی حکم نہیں ہوگا: "علم أنه حلف ولم يدر بالطلاق أو غيره لغا كما لو شك أطلق أم لا". درمختار (۳)۔

طلاق أبغض المباحات بھی ہے اس لئے اس سے بھی ممکن اجتناب چاہئے (۴)۔ وقت مذکور میں عصر کو صحیح قرار دینے سے فریضہ ذمہ میں باقی رہتا ہے اس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کو گناہ سے بچانے کے لئے اس کی

= وفي البرهان: وهو الأظهر لبيان جبرئيل، وهو نص في الباب. وفي الفيض: وعليه عمل الناس اليوم، وبه يفتى". (الدر المختار).

قال ابن عابدين: (قوله: إلى بلوغ الظل مثليه) هذا ظاهر الرواية عن الإمام، نهاية، وهو الصحيح، بدائع، ومحيط، وينابيع، وهو المختار، غياثية. واختاره الإمام المحبوبي ... وفي رواية عنه أيضاً أنه بالمثل يخرج وقت الظهر، ولا يدخل وقت العصر إلا بالمثلين، ذكرها الزيلعي وغيره" (رد المحتار، كتاب الصلاة: ۱/۳۵۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة: ۱/۴۲۵، رشيديه)

(۱) "إذا تعارضت الآثار لا ينقضي الوقت بالشك". (البحر الرائق، كتاب الصلاة: ۱/۴۲۵، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان شرائط الأركان: ۱/۵۲۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في المبسوط للسرخسي، كتاب الصلاة: ۱/۱۴۲، المكتبة الغفارية كوئٹہ)

(۲) (راجع رقمها الحاشية: ۱)

(۳) (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب الصريح: ۳/۲۸۳، سعيد)

(۴) "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "أبغض الحلال إلى الله عز وجل الطلاق". (سنن أبي داود، كتاب الطلاق، باب في كراهية الطلاق: ۱/۲۹۶، دار الحديث ملتان)

نماز کو صحیح کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱/۹۳ھ۔

مثل اول پر عصر کی نماز

سوال [۲۱۴۴]: زید مسجد اہل حدیث میں امام ہے حالانکہ زید حنفی ہے، مگر مسجد اہل حدیث میں امام ہونے کی وجہ سے نماز عصر وقت عصر شافعی میں پڑھاتا ہے جو وقت حنفی سے پہلے ہی شروع ہوجاتا ہے۔ اب اگر زید نماز پڑھا دینے کے بعد وہ وقت حنفی میں نماز عصر کا پھر تنہا اعادہ کرے تو زید کی نماز اور اہل حدیث حضرات کی نماز کا کیا حکم ہوگا؟ زید نماز کا اعادہ کرے یا نہیں؟ دیگر اوقات تو سب اول وقت میں پڑھاتا ہے مگر یہ اوقات حنفیہ کے نزدیک بھی مسلّم ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

قول مختار اور مفتیٰ بہ تو یہی ہے کہ وقت عصر مثلین سے شروع ہوتا ہے (۲)، مگر دوسرا قول یہ بھی ہے کہ مثل واحد کے بعد ہی شروع ہوجاتا ہے اور اس وقت پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ لازم نہیں ہوتا۔ یہ طریقہ صحیح نہیں کہ اہل حدیث کو نماز پڑھا دے اور پھر اپنی نماز کا اعادہ کرلیا کرے، اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ جو نماز ان کو پڑھائی ہے وہ زید کے نزدیک صحیح نہیں ہوئی (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۳/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۳/۹۲ھ۔

---

(۱) "فعندهما إذا صار ظل كل شيء مثله خرج وقت الظهر ودخل وقت العصر، وهو رواية محمد عن أبي حنيفة رضي الله تعالى عنه، وإن لم يذكرا في الكتاب نصاً إلى خروج وقت الظهر". (المبسوط، باب مواقيت الصلاة: ۱/۱۴۲، المكتبة الغفارية كوئته)

(۲) "(قوله: إلى بلوغ الظل مثليه) هذا ظاهر الرواية عن الإمام، نهاية، وهو الصحيح، بدائع، ومحيط، وينابيع، وهو المختار، غياثية، واختاره الإمام المحبوبي". (رد المحتار، كتاب الصلاة: ۱/۳۵۹، سعيد)

(۳) "ووقت الظهر من زواله إلى بلوغ الظل مثليه، وعنه مثله، وهو قولهما وزفر والأئمة الثلاثة، قال الإمام الطحاوي: وبه نأخذ". (الدر المختار، كتاب الصلاة: ۱/۳۵۹، سعيد)

مثلِ اول پر عصر پڑھنے کی تفصیل

سوال [۲۱۳۵]: اس ادارہ میں کوکن کے اور کچھ دوسرے علاقے کے حنفی طلبا بھی تعلیم پاتے ہیں اور چند مدرسین بھی حنفی المسلک ہیں۔ سوال درپیش یہ ہے کہ چونکہ ہم شوافع کے نزدیک عصر کا وقت ایک مثل کے بعد ہوتا ہے اور احناف کا مسلک دو مثل کا ہے۔ لہٰذا یہ طلباء اور مدرسین شوافع کے ساتھ عصر کی نماز ادا کریں تو درست ہوگی یا نہیں؟ اس سلسلہ میں چند امور ضرور ملحوظ خاطر رہیں:

۱: صاحبین ایک مثل کے قائل ہیں۔ ۲: علاقہ شافعی ہے۔

لہٰذا یہاں ایک مثل پر نماز ہوتی ہے، اگر دو مثل پر پڑھیں تو انتشار بلکہ فتنہ کا اندیشہ ہے، یہ معاملہ گاہے گاہے کا نہ ہوگا، بلکہ روزآنہ کا ہوگا۔ اگر ایک مثل پر روزانہ نماز ادا کرنا درست نہ ہو تو کیا حنفی المسلک طلبا و اساتذہ کے لئے دوبارہ اذان دینا ہوگی، یا ایک مثل کی اذان کافی ہوگی؟ نیز یہ دوسری جماعت مسجد میں قائم کی جاسکتی ہے، یا جماعت ثانیہ میں شمار ہوکر مسجد کے علاوہ کہیں قائم کرنا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مستقلاً ہمیشہ مثلِ واحد پر نمازِ عصر ادا کرنا گویا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کو ترک کرنا ہے(۱)، اس لئے ایسا نہ کیا جائے، لیکن اتفاقاً ایسی نوبت آجائے تو امر آخر ہے، اگر مثلین پر نماز ادا کی جائے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ وامام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ دونوں حضرات کے نزدیک بالاتفاق نماز ہوجائے گی(۲)۔ اگر

---

(۱) "اعلم أن الروايات عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى اختلفت في آخر وقت الظهر، روى محمد عنه: إذا صار ظل كل شيء مثله سوى فيء الزوال، خرج وقت الظهر ودخل وقت العصر، وهو الذي عليه أبو حنيفة رحمه الله تعالى". (العناية شرح الهداية على هامش فتح القدير، باب المواقيت: ۱/۲۲۹، مصطفى البابي الحلبي بمصر)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة: ۱/۳۵۹، سعيد)

(۲) "والأحسن ما في السراج عن شيخ الإسلام أن الاحتياط أن لا يؤخر الظهر إلى المثل، وأن لا يصلي العصر حتى يبلغ المثلين ليكون مؤدياً للصلاتين في وقتهما بالإجماع". (رد المحتار، كتاب الصلوة: ۱/۳۵۹، سعيد)

مصالح سمجھ کر یہ صورت اختیار کرلی جائے کہ مثلین پر سب آمادہ ہو جائیں تو اچھی بات ہے(۱) لیکن اس کی خاطر مجبور نہ کیا جائے نہ خلفشار، اگر یہ صورت نہ ہو سکے تو حنفی حضرات دوسری مسجد میں جاکر مثلین پر جماعت کرلیا کریں، یہ بھی نہ ہو سکے تو مدرسہ کے ایک کمرہ میں مثلین پر جماعت کرلیا کریں، اذان زیادہ بلند آواز سے کہنے کی ضرورت نہیں اتنی آواز کافی ہے کہ مدرسہ کے مدرسین وطلبہ سن لیں جن کو نماز مثلین پر پڑھنی ہے۔

جہاں تک ہوسکے خلفشار اور فتنہ سے پرہیز کیا جائے۔ حق تعالیٰ مدرسہ کو ترقی دے اور علم وعمل کی صحیح اشاعت کا ذریعہ بنائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۶/۹۲ھ۔

مثلین سے پہلے عصر کی نماز

سوال[۲۱۳۹]: آج کل ہمارے یہاں ساڑھے چھ بجے غروب آفتاب ہے، اب اگر مسجد میں ساڑھے چار بجے اذانِ عصر اور جماعت پونے پانچ بجے ہو تو فقہ حنفی کی رو سے یہ اذان اور جماعت عصر دونوں قبل از وقت سمجھی جائیں گی اور دونوں واجب الاعادہ ہوں گی، یا صرف اذان قبل از وقت سمجھی جائے گی؟

(۱) "قال المشايخ: ينبغي أن لا يصلي العصر حتى يبلغ المثلين، ولا يؤخر الظهر إلى أن يبلغ المثل ليخرج من الخلاف فيها". (الحلبي الكبير، كتاب الصلوة، بحث: فروع في شرح الطحاوي، ص: ۲۲۷، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۲) "والتعبير أولى مثل قوله فيما يتعلق باقتداء الحنفي بالشافعي، الفقيه المنصف يسلم ذلك:

وأنا رملي فقه الحنفي لا مرية باتفاق العالمين ملخصاً

أي لا جدال بعد اتفاق عالمي المذهبين: وهما رملي الحنفية يعني به نفسه، ورملي الشافعية رحمهما الله تعالى، فتحصل أن الاقتداء بالمخالف المراعي في الفرائض أفضل من الانفراد إذا لم يجد غيره، وإلا فالاقتداء بالموافق أفضل ... اهـ.

والذي يميل إليه القلب عدم كراهة الاقتداء بالمخالف ما لم يكن غير مراع في الفرائض، لأن كثيراً من الصحابة والتابعين كانوا أئمة مجتهدين وهم يصلون خلف إمام واحد مع تباين مذاهبهم، وأنه لو انتظر إمام مذهبه بعيداً عن الصفوف، لم يكن إعراضاً عن الجماعة للعلم بأنه يريد جماعة أكمل من هذه الجماعة". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۶۳، ۵۶۴، سعيد)

۱... یہ سب جگہ اور ہمیشہ یکساں نہیں(۱)۔

۲... یہ مقدار گرمی سے سردی میں کم ہوتا ہے، مقامات کے لحاظ سے مقدار بھی مختلف ہوتا ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱/۹۵ھ۔

عصر کی نماز کی ابتداء کامل وقت میں اور اختتام ناقص وقت میں

سوال[۲۱۳۸]: جب وجوب نماز جزء متصل ادا ہوتا ہے اس بنا پر علمائے احناف یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص عصر کی نماز وقت مکروہ میں شروع کرے اور پھر اثنائے صلوٰۃ میں آفتاب غروب ہوگیا تو اس کی نماز صحیح ہوگئی کیونکہ "اداء کما وجب" پایا گیا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر کوئی شخص عصر کی نماز وقت کامل میں شروع کرے اور نیت باندھنے کے بعد وقت ناقص شروع ہوگیا لیکن ابھی آفتاب غروب نہیں ہوا ہے تو اس کی یہ نماز صحیح ہوگئی یا نہیں؟ حالانکہ یہاں بھی یہ صورت پیش آئی کہ "اداء کما وجب" نہیں پایا گیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کی یہ نماز صحیح ہوگئی، آپ کا شبہ اور اس کا جواب شرح منیۃ المصلی ص: ۲۴۲ میں مذکور ہے: "مستفید

---

(۱) "ویختلف باختلاف الزمان والمکان" (الدر المختار). وقال ابن عابدین: "(قوله: ویختلف باختلاف الزمان) والمکان أي طولاً وقصراً وانعداماً بالكلية كما أوضحه ح" (رد المحتار، کتاب الصلوٰۃ: ۱/۳۶۰، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، باب مواقیت الصلوٰۃ: ۱/۲۵۹، المکتبۃ الغفاریۃ کوئٹہ)

(وکذا فی مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب الصلوٰۃ: ۱/۶۹، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(۲) "ویمکن الاستدلال بقوله تعالى: ﴿لدلوك الشمس﴾ [سورة الإسراء: ۷۸]: أي لزوالها، والمراد من الفيء مثل الشراك الفيء الأصلي الذي يكون للأشياء وقت الزوال، وذلك يختلف باختلاف الأمكنة والأوقات، فلا ينضبط ذلك القدر في ذلك الوقت" (البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب مواقیت الصلوٰۃ: ۱/۲۴۵، المکتبۃ الغفاریۃ کوئٹہ)

(وکذا فی الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوٰۃ: ۱/۳۵۹، سعید)

(وکذا فی مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب الصلوٰۃ: ۱/۷۰، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

يقال: ينبغي أنه لو شرع فيها أول الوقت قبل الاصفرار، ثم اصفرت، وهو في خلالها أن تفسد لعروض الفساد على ما وجب بالسبب الكامل. والجواب أن الشرع لما جعل للمكلف شغل كل الوقت بالعبادة، وهو العزيمة، فقد غفر في حقه ما لا يمكن دفعه إلا بكونه من جملة أجزاء الوقت به"(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۳/۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۳/۴ھ۔

اذانِ مغرب کے بعد نماز کتنی تاخیر سے ہونی چاہیے؟

سوال[۲۱۳۵]: مغرب کی اذان کے بعد نماز میں کس قدر تاخیر مناسب ہے؟ بعض جگہ بہت ہی جلدی کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اتنا وقفہ کرلینا چاہیے کہ مؤذن اذان سے فارغ ہوکر صف میں پہنچ جائے اور اذان کے بعد دعا بھی پوری ہوجائے(۲) جب مؤذن موجود ہو تو بہتر ہے کہ وہی تکبیر کہے یا دوسرے کو اجازت دیدے(۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/ذ/۱۴۰۱ھ۔

---

(۱) (الحلبي الكبير، بحث: فروع في شرح الطحاوي، ص: ۲۳۷، سهيل اكيدمي لاهور)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة: ۱/۴۳۲، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الثاني في بيان فضيلة الأوقات: ۱/۵۲، رشيديه)

(۲) "ويجلس بينهما بقدر ما يحضر الملازمون مراعياً لوقت الندب، إلا في المغرب فيسكت قائماً قدر ثلاث آيات قصار، ويكره الوصل إجماعاً" (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة وكيفيتهما: ۱/۵۷، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۵۳، رشيديه)

(۳) "ومنها: أن من أذن فهو الذي يقيم، وإن أقام غيره فإن كان يتأذى بذلك يكره؛ لأن اكتساب أذى المسلم مكروه، وإن كان لا يتأذى به لا يكره" (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل فيما يرجع إلى صفات المؤذن: ۱/۳۷۸، دار الكتب العلمية بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

سورج غروب ہوتے ہی فوراً مغرب کا وقت شروع ہوجاتا ہے، جب بادل ہو تو کسی قدر احتیاط کرلی جائے تاکہ غروب کا یقین ہوجائے (۱)۔ غروب کے بعد مغرب کی جانب کچھ دیر تک آسمان پر سرخی رہتی ہے، پھر کچھ دیر تک سفیدی رہتی ہے، مغرب کی نماز کا وقت سفیدی ختم ہونے پر ختم ہوجاتا ہے، احتیاط یہ ہے کہ سرخی ختم ہونے سے پہلے ہی نماز مغرب سے فراغت کرلی جائے (۲)، دیر کرنے سے نماز مکروہ ہوگی قضاء ہوجانے کا بھی اندیشہ ہے (۳)، نماز کو قضا کرنا وقت پر ادا نہ کرنا کبیرہ گناہ ہے، اس پر سخت وعید آئی ہے، کذا فی الزواجر عن اقتراف الکبائر (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

مغرب کا کل وقت کتنا ہے؟

سوال [۲۰۴۴]: مغرب کا وقت اذان مغرب کے بعد کتنے گھنٹے رہتا ہے؟

---

(۱) "وفي يوم الغيم المستحب تأخير الفجر والظهر والمغرب و يؤخر المغرب لكيلا يقع قبل غروب الشمس". (المبسوط، باب مواقيت الصلاة: ۱/۱۴۳، مكتبة الغفارية كوئٹه)

(۲) "ووقت المغرب منه إلى غيبوبة الشفق وهو الحمرة عندهما، وبه يفتى، هكذا في شرح الوقاية. وعند أبي حنيفة الشفق هو البياض الذي يلي الحمرة، هكذا في القدوري. و قولهما أوسع للناس، و قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى أحوط". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الفصل الأول في أوقات الصلاة: ۱/۵۱، رشيديه)

(۳) "و يكره تأخيرها إلى اشتباك النجوم لرواية أحمد، "لا تزال أمتي بخير ما لم يؤخروا المغرب حتى تشتبك النجوم". (البحر الرائق، كتاب الصلاة: ۱/۴۲۴، رشيديه)

(۴) قال الله تعالى: ﴿فخلف من بعدهم خلف أضاعوا الصلوة واتبعوا الشهوات، فسوف يلقون غيًّا، إلا من تاب﴾ قال ابن مسعود رضي الله تعالى عنه: ليس معنى "أضاعوها" تركوها بالكلية، و لكن أخروها عن أوقاتها.

[تنبيهات] منها: عدّما ذكر من أن كلاً من ترك الصلوة و تقديمها على وقتها و تأخيرها عنه بلا عذر كبيرة". (الزواجر عن اقتراف الكبائر لابن حجر المكي الهيتمي: ۱/۲۲۳، ۲۲۶، بحث الكبيرة السابعة و السبعون. تعمد تأخير الصلاة عن وقتها، دار المعرفة بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

مغرب کا وقت عامۃً ہمارے اطراف میں ڈیڑھ گھنٹہ سے کم قائم رہتا ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/رجب/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۷/۸۸ھ۔

وقتِ عشاء اور تراویح

سوال[۲۱۴۴]: ۱- شبینہ متعددہ جو ایک رات میں ہوتا ہے حد الشرع اس کا کیا حکم ہے؟ اس میں اکثر ناجائز باتیں قارئین وسامعین سے واقع ہوتی ہیں۔

۲- تقویم عمر واقعہ کے حساب سے ۲۰/رمضان المبارک کو افطار ۷ بجکر ۲۹ منٹ پر تھا، شبینہ کی جہت سے عشاء کی اذان ۷ بجکر ۳۰ منٹ پر ادا کی، اور ۵ منٹ بعد یعنی ۳۵ پر جماعت کر دی گئی۔ لہٰذا اذان وجماعت ہوئی یا نہیں؟ اگر نہیں تو فرض ادا ہوا یا نہیں، وتراویح ہوئیں یا نہیں، اور اس میں جو قرآن شریف پڑھا گیا اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱- ممنوع ہے (جبکہ منکرات پر مشتمل ہو جیسے) "ویجتنب المنکرات هذرمة القراءة وترك تعوذ وتسمية وطمأنينة وتسبيح واستراحة". الدر المختار مع رد المحتار ۲/۴۷۵(۲)۔

۲- عشاء کا وقت مغرب کے وقت کے بعد شروع ہوتا ہے اور مغرب کا وقت غروبِ شفق تک رہتا ہے، شفق کی تفسیر میں دو قول ہیں: ایک یہ کہ اس سے مراد حمرت ہے، اسی کو امام [illegible] ۵۹ منٹ تک پہنچا

(۱) "أول وقت المغرب إذا غربت الشمس، وآخر وقتها ما لم يغب الشفق، ثم الشفق هو البياض الذي في الأفق بعد الحمرة عند أبي حنيفة، وعندهما هو الحمرة". (الهداية، كتاب الصلاة، باب المواقيت: ۱/۸۲، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة: ۱/۲۴۶، ۲۴۷، رشيديه)

(وكذا في المبسوط، كتاب الصلاة، باب مواقيت الصلاة: ۱/۲۴۲، ۲۴۳، المكتبة الغفارية كوئٹه)

(وكذا في فتاوى دار العلوم ديوبند، كتاب الصلاة، الباب الأول في المواقيت: ۲/۴۰، امداديه ملتان)

(۲) (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۷، سعيد)

گیا ہے، یہی صاحبین کا قول ہے(۱)۔

دوم یہ کہ اس سے مراد بیاض ہے جو کہ حمرت کے بعد ہوتی ہے اور یہ امام صاحب کا قول ہے اور شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تقویت کی ہے، بحر میں بھی اسی کو ترجیح دی ہے(۲)۔ لہٰذا اگر اس روز ۸ بجکر ۳۰/ منٹ پر شفق حمرۃ غائب ہو چکی تھی مگر شفق ابیض غائب نہیں ہوئی تھی تو قول اول پر نماز و اذان درست ہوگی اور قول ثانی پر نہیں درست ہوئی، احتیاطاً فرض عشاء کا اعادہ کر لیا جائے اور بس(۳)۔

اور اگر شفق ابیض بھی غائب ہو چکی تھی تو دونوں قول پر نماز صحیح ہوگی۔ اگر شفق احمر بھی غائب نہیں ہوئی تھی تو کسی کے قول پر بھی صحیح نہیں ہوئی، فرض نماز کا اعادہ ضروری ہے(۴)، سنن وتراویح کا اعادہ نہیں، فرض و وتر تو

---

(۱) "وأول وقت المغرب منه: أي غروب الشمس إلى قبيل غروب الشفق الأحمر على المفتى به، و هو رواية عن الإمام، و عليها الفتوى، و بها قالا، لقول ابن عمر: "الشفق الحمرة"، و هو مروي عن أكابر الصحابة، وعليه إطباق أهل اللسان، ونقل رجوع الإمام إليه". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة: ص ۱۷۷، ۱۷۸، قديمي)

(۲) "(قوله: و هو البياض): أي الشفق هو البياض عند الإمام و هو مذهب أبي بكر الصديق، و عمر و معاذ و عائشة رضي الله تعالى عنهم. وقال في آخره: علمت أن قول الإمام هو الأصح الخ، و بهذا ظهر أنه لا يفتى و يعمل إلا بقول الإمام الأعظم". (البحر الرائق، كتاب الصلوة: ۱/۴۲۷، رشيدية)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الصلوة، باب المواقيت: ۱/۲۲۴، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۳) "وأول وقت العشاء حين يغيب الشفق، واختلفوا في تفسير الشفق، فعند أبي حنيفة: هو البياض، و هو قول أبي بكر الصديق، و عمر و معاذ و عائشة رضي الله تعالى عنهم، وعند أبي يوسف و محمد وزفر و الشافعي رحمهم الله تعالى: هو الحمرة، و هو قول عبد الله بن عباس و عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهم". (بدائع الصنائع، فصل في بيان شرائط الأركان: ۱/۵۶۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(۴) قال الله تعالى: ﴿إن الصلوة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا﴾ (سورة النساء: ۱۰۳) أي: فرضا مؤقتا، حتى لا يجوز أداء الفرض قبل وقته إلا صلاة العصر يوم عرفة على ما نذكر". (بدائع الصنائع، فصل في بيان شرائط الأركان: ۱/۵۸۰، دار الكتب العلمية بيروت)

"ومن الشروط الوقت للفرائض: المخصص بالكتاب والسنة والإجماع على اشتراطه في عدة من المعتمدات. و يشترط اعتقاد دخوله لتكون عبادة بنية جازمة؛ لأن الشك ليس بجازم، حتى لو صلى و عنده أن الوقت لم يدخل فظهر أنه كان قد دخل، لا تجزيه؛ لأنه لما حكم بفساد صلاته بناه على دليل شرعي و هو تحريه لا ينقلب جائزا إذا ظهر خلافه، و يخاف عليه في دينه". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة وأركانها، ص ۲۱۵، قديمي)

بعد ادائے عشاء جب بھی پڑھی تب تو وقت میں کوئی تردد نہیں رہے گا(۱) اس کا بھی اعادہ نہیں(۲)۔

تنبیہ: غروب شفق کا وقت اختلاف زمان ومکان سے مختلف ہوتا رہتا ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

عشاء کی نماز رات تین بجے

سوال[۲۰۴۰]: عشاء کی نماز اگر ایک بار دو یا تین بجے رات میں پڑھی جائے تو یہ ادا ہوگی یا قضاء؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس وقت پڑھنے سے بھی نماز ادا ہی ہوگی قضاء نہیں ہوگی، مگر اتنی دیر تک مؤخر نہ کریں، جماعت کے ساتھ وقت مقررہ پر ادا کریں(۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۵/۹/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۵/۹/۹۳ھ۔

---

(۱) "ووقت العشاء والوتر منه إلى الصبح، ولكن لا يصح أن يقدم عليها الوتر إلا ناسياً لوجوب الترتيب". (الدر المختار، كتاب الصلاة: ۱/۳۶۱، سعيد)

(۲) "وقضاء الفرض والواجب والسنة فرض وواجب وسنة لف ونشر مرتب". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/۶۶، سعيد)

(۳) "تنبيه: قال في الفيض: ومن كان على مكان مرتفع كمنارة إسكندرية، لا يفطر ما لم تغرب الشمس عنده، ولأهل البلدة الفطر إن غربت عندهم قبله، وكذا العبرة في الطلوع في حق صلاة الفجر أو السحور". (رد المحتار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده: ۲/۴۲۰، سعيد)

(۴) "وتأخير عشاء إلى ثلث الليل، قيده في الخانية بالشتاء، أما الصيف فيندب تعجيلها. فإن أخرها إلى ما زاد على النصف كره لتقليل الجماعة، أما إليه فمباح". (الدر المختار، كتاب الصلاة: ۱/۳۶۹، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، فصل في بيان شرائط الأركان: ۱/۳۳۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة: ۱/۲۴۳، رشيدية)

بارہ بجے کے بعد نماز عشاء

سوال [۲۰۳۵]: کیا بارہ بجے کے بعد عشاء کی نماز مکروہ ہوجاتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نصف شب کے بعد تک نماز عشاء کو مؤخر کرنا مکروہ ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

عشاء، سحری، تہجد وغیرہ کے اوقات

سوال [۲۰۳۶]: کیا نماز عشاء اور نماز تہجد اور سحری کھانے کے وقت کی انتہا ایک ہے، یعنی صبح صادق کے اندر تک تینوں کی انتہا ہے؟ اور تہجد کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے اور اس کی انتہا کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان سب کا انتہائی وقت ایک ہے، طلوعِ صبح صادق سے پہلے پہلے سحری کھانا افضل ہے، سحری میں دیر چاہئے مگر اس قدر نہیں کہ صبح صادق ہوجانے کا شک ہوجائے، بلکہ اس سے پہلے پہلے ختم ہوجانی چاہئے (۲)۔ اور تہجد

---

(۱) "(وإن أخرها إلى ما زاد على النصف) كره لتقليل الجماعة، أما إليه فمباح" (الدر المختار، كتاب الصلوة: ۱/۳۶۸، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، فصل في بيان شرائط الأركان: ۱/۳۲۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في المبسوط، كتاب الصلوة، باب مواقيت الصلوة: ۱/۱۴۷، المكتبة الغفارية كوئته)

(۲) "وأول وقت العشاء إذا غاب الشفق على القولين وآخره ما لم يطلع الفجر، أي الجزء الذي قبل طلوع الفجر من الوجهين". (الحلبي الكبير، كتاب الصلوة، بحث فروع في شرح الطحاوي، ص: ۲۲۹، سهيل اكيدمي لاهور)

"السحور مستحب، ووقته آخر الليل، قال الفقيه أبو الليث: وهو السدس الأخير، هكذا في السراج الوهاج. وتأخير السحور مستحب، كذا في النهاية. ويكره تأخير السحور إلى وقت يقع فيه الشك، هكذا في شرح الوقاية". (الفتاوى العالمگيرية، كتاب الصوم، الباب الثالث فيما يكره للصائم وما لا يكره: ۱/۲۰۰، رشيديه)

کا وقت بھی عشاء کے بعد تمام رات ہے، لیکن سو کر اٹھ کر پڑھنا زیادہ موجب ثواب ہے اور سب سے آخر میں پڑھنا افضل ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/۷/۵۷ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ۔

تہجد اور وتر کا آخری وقت

سوال [۲۱۲۷]: غلبۂ نیند کی وجہ سے نماز تہجد کی پابندی نہیں ہوتی، سو تہجد اور وتر کی نمازوں کا آخری وقت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صبح صادق پر تہجد اور وتر کا وقت ختم ہوجاتا ہے، اگر ابھی آخر شب میں اٹھنے کی عادت پختہ نہیں تو وتر

---

(۱) "وصلاة الليل وأقلها على ما في الجوهرة ثمان، ولو جعله أثلاثاً، فالأوسط أفضل، ولو أنصافاً فالأخير أفضل". (الدر المختار). "وقد ذكر القاضي حسين من الشافعية أنه في الاصطلاح التطوع بعد النوم، وأيد بما في معجم الطبراني من حديث الحجاج بن عمرو رضي الله تعالى عنه قال: "يحسب أحدكم إذا قام من الليل يصلي حتى يصبح أنه قد تهجد، إنما التهجد: المرء يصلي الصلاة بعد رقدة". غير أنه في سنده ابن لهيعة، وفيه مقال ...... أقول: الظاهر أن حديث الطبراني الأول بيان لكون رقده بعد صلوة العشاء، حتى لو نام، ثم تطوع قبلها، لا يحصل السنة، فيكون حديث الطبراني الثاني مفسراً للأول، وهو أولى من إثبات التعارض والترجيح". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل: ۲۴/۲، سعيد)

(وكذا في إعلاء السنن، باب النوافل والسنن: ۲۹/۷، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراچي)

"ولو أراد أن يقوم نصفه وينام نصفه، فقيام نصفه الأخير أفضل لقلة المعاصي فيه غالباً، وللحديث الصحيح: "ينزل ربنا إلى السماء الدنيا في كل ليلة حين يبقى ثلث الليل الأخير، فيقول: "من يدعوني فأستجيب له؟ ومن يسألني فأعطيه؟ من يستغفرني فأغفر له"". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل: ۲۵/۲، سعيد)

سونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کریں(۱) قضا کرنا گناہ ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۲/۱۲ھ۔

تہجد کا وقت

سوال[۲۱۷۸]: تہجد کی نماز کب ادا ہوتی ہے؟ ایک شخص کہتا ہے کہ کوئی انسان رات بھر سوئے اس پر تہجد کی نماز لاگو نہیں ہوتی، وہ کہتا ہے کہ ایک نیند نکالنے کے بعد کی نماز تہجد کہلاتی ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عامۃً بعد عشاء لوگ سوجاتے ہیں پھر اٹھ کر نماز پڑھی جاتی ہے تو وہ تہجد کہلاتی ہے(۳)، لیکن اس کا

---

(۱) "والوتر إلى آخر الليل لمن يثق بالانتباه" أي ندب تأخير الوتر إلى آخر الليل إذا كان يثق من نفسه أن ينتبه فيصلي ليكون الوتر ختماً لقيام الليل كله، لقوله عليه السلام: "اجعلوا آخر صلاتكم من الليل وتراً". رواه البخاري و مسلم وغيرهما. فإن لم يثق بالانتباه أوتر قبل النوم لحديث جابر رضي الله تعالى عنه أنه عليه الصلاة والسلام قال: "أيكم خاف أن لا يقوم من آخر الليل فليوتر ثم ليرقد، ومن وثق بقيامه من آخر الليل فليوتر من آخره، فإن قراءة آخر الليل محضورة و ذلك أفضل". رواه مسلم وغيره".

(تبيين الحقائق، كتاب الصلوة: ۲۲۵/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الثاني في بيان فضيلة الأوقات: ۵۲/۱، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة: ۴۲۳/۱، رشيديه)

(۲) قال الله تعالى: ﴿فويل للمصلين الذين هم عن صلاتهم ساهون﴾ و قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما و جماعة: تأخيرها عن وقتها". (روح المعاني: ۲۴۲/۳۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تفسير ابن كثير: ۷۱۸/۴، مكتبه دار الفيحاء دمشق)

(۳) "وقد ذكر القاضي حسين من الشافعية أنه في الاصطلاح التطوع بعد النوم، وأيد بما في معجم الطبراني من حديث الحجاج بن عمرو رضي الله تعالى عنه قال: "يحسب أحدكم إذا قام من الليل يصلي حتى يصبح أنه قد تهجد، إنما التهجد المرء يصلي الصلاة بعد رقدة". غير أن في سنده ابن لهيعة، وفيه مقال .... أقول: الظاهر أن حديث الطبراني الأول يفيد أن كون وقته بعد صلوة العشاء، حتى لو نام ثم تطوع قبلها لا يحصل السنة، فيكون حديث الطبراني الثاني مفسراً للأول، و هو أولى من إثبات التعارض والترجيح". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل: ۲۴/۲، سعيد)

(وكذا في إعلاء السنن، باب النوافل والسنن: ۶۹/۷، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچی)

نمازِ عید کا وقت

سوال[۲۱۵۰]: ۱... نمازِ عید الفطر، عید الاضحیٰ میں اگر صبح سے بارش شروع ہوگئی اور دو بجے دن تک بہت زوروں کی بارش ہوتی رہی، سرِ دست شامیانہ وغیرہ کا انتظام نہ ہوسکا، مسجد میں بہ سماتی تنگ ہے جس سے کہ بارش کا بچاؤ ہوسکے، تو کیا بعد دو بجے دن کے نمازِ عید الفطر، نمازِ عید الاضحیٰ پڑھی جاسکتی ہے؟

۲... اگر نہیں پڑھی جاسکتی تو کیا کیا کرنا چاہیے، کیسے نماز ادا ہو؟ کوئی صورت نہیں ہے جس میں نمازی آسکیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... زوالِ آفتاب کے بعد نمازِ عیدین درست نہیں، مجبوری کی حالت میں عید الفطر کی نماز دوسرے دن پڑھی جائے اور عید الاضحیٰ کی نماز دوسرے دن بھی نہ ہوسکے تو تیسرے دن پڑھی جائے:

"وابتداء وقت صلوٰة العیدین من ارتفاع الشمس إلی قبیل زوالها، وتؤخر صلوٰة عید الفطر بعذر کالمطر ونحوه إلی الغد فقط، وتؤخر صلوٰة عید الأضحی لعذر إلی ثلاثة أیام". الطحطاوی ومراقی الفلاح (۱)۔

۲... نمبر ایک میں جواب آگیا ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/شوال/۶۷ھ۔

قطب جنوبی وشمالی میں نماز روزہ کس طرح ہے؟

سوال[۲۱۵۱]: قطب شمالی وقطب جنوبی کے مسلمان جہاں چھ مہینہ رات اور چھ مہینہ دن رہتا ہے، وہاں کے لوگ روزہ نماز کس طرح پورا کرتے ہیں؟ گھڑی گھنٹے کے اعتبار سے یا دن رات کے اعتبار سے؟

---

(۱) (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۵۳۲، ۵۳۸، قدیمی)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب الصلوٰة، باب العیدین: ۱۷۵/۲، ۱۷۶، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوٰة، باب صلوٰة العیدین: ۲۷۸/۲، ۲۸۳، رشیدیہ)

(۲) (تقدم تخریج المسئلة تحت عنوان: "بعد کی نماز اول وقت میں")

رات والی نمازیں دن میں ادا کریں گے یا نہیں؟ اور اگر ادا کریں گے تو کس طرح ادا کریں گے؟ آیا گھنٹوں کے اعتبار سے یا کسی اور اعتبار سے؟ جواب مدلل اور واضح تحریر فرمائیں۔

۲... نیز جس جگہ ادھر سورج غروب ہوا اور ادھر طلوع ہوا اس کا کیا حکم ہے اور یہ دونوں ملک کس جگہ واقع ہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... گھنٹوں کے اعتبار سے ادا کریں گے، محققین فن جغرافیہ نے تصریح کی ہے کہ وہ مقامات غیر آباد ہیں، کسی حیوان کی زندگی وہاں دشوار ہے، ایسے مقامات کو ارض تسعین کہتے ہیں، منتہائے آبادی جزیرہ تولی ہے، جس کا عرض خط استواء سے ترسٹھ درجہ ہے اور بعض چونسٹھ درجہ تک آبادی کے قائل ہیں۔ "ناظورۃ الحق" وغیرہا سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانۂ متاخرہ میں عرض ۶۶ درجہ تک آبادی کے نشانات موجود تھے۔ گھنٹوں کی تعیین وتفصیل آفتاب کی گردش کے تحت ہوگی۔ پوری وضاحت مطلوب ہو تو مسئلہ فجر کے سوالات کے جوابات تحریر فرمودہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی دیکھئے، مجموعۃ الفتاویٰ میں بھی اس کا ذکر ہے(۱)۔

۲.... اس مقام کا نام بلغار ہے، یہاں بعض ایام میں عشاء کا وقت نہیں ملتا، بلکہ غروب کے بعد جلدی آفتاب طلوع ہوجاتا ہے۔ مورخ مغربی ابن بطوطہ نے بھی "تحفۃ النظار فی غرائب الامصار" میں اپنا اس مقام پر پہونچنا درج کیا ہے(۲)۔ اس مقام والوں کے لئے نماز عشاء کے متعلق کنز الدقائق میں لکھا ہے کہ فرض

(۱، ۲): "مخفی نماند نصوص احکام مثل صوم وصلوٰۃ وغیرہ عامہ اند جمیع مکلفین جمیع بلاد در جمیع ازمان، ساتھا مکلف اند باختلاف اقالیم وطول نہار وغیرہ در فرضیت صوم رمضان تخلف نخواہد شد ونتیجہ بجہان میگزرد کہ در آن بود کہ طول نہار بغایت رسیدہ صوم رمضان بر در ممدو (ایام عرب) ہلاک ست؟ دلیلش اینکہ مدبر در جہان وخالق کون ومکان ہمچنانکہ احکام خود را عام کردہ ہمچنان بلاد را کہ در آن ادائے صوم خارج از طاقت بشریہ معلوم می شود مسکن بنی آدم نہ گردانیدہ محققان فن جغرافیہ تصریح کردہ اند کہ آخر عمارت جزیرۂ تولی است کہ عرضش از خط استواء شصت وسہ درجہ (۶۳) ست، وبعضی در عرض شصت وچہار ونیم درجہ ہم قائل وجود عمارت شدہ اند، ودر ازمنۂ متاخرہ چنانکہ در ناظورۃ الحق وغیرہ مصرح است تا عرض شصت وشش نشان عمارت یافتہ شد۔

پر فتویٰ دیا ہے، کمال نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے، ابن شحنہ نے بھی اس کی تصحیح کی ہے (۱)۔ زیادہ بسط و تفصیل درکار ہو تو ردالمحتار اور بحر کا مطالعہ کیجئے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، [illegible]ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

حالتِ سفر میں جمع بین الصلاتین

سوال [۲۱۵۳]: جمع بین الصلوتین بحالتِ سفر کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حنفیہ کے نزدیک جمع بین الصلوتین سفر میں بھی جائز نہیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۱/۸۹ھ۔

حنفی کا غیر حنفی کے پیچھے جمع بین الصلاتین کرنا

سوال [۲۱۵۴]: یوم عرفہ کو ہم لوگ مسجد نمرہ میں ظہر اور عصر کی دونوں نمازیں جماعت سے

---

(۱) "وفاقد وقتهما كبلغار، فإن فيها يطلع الفجر قبل غروب الشفق في أربعينية الشتاء مكلف بهما، فيقدر لهما، ولا ينوي القضاء لفقد وقت الأداء، به أفتى البرهان الكبير، واختاره الكمال، وتبعه ابن الشحنة في ألغازه، فصححه، فزعم المصنف أنه المذهب". (الدر المختار، كتاب الصلاة: ۱/۳۶۲، سعيد)

(۲) (الدر المختار، كتاب الصلاة: ۱/۳۶۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة: ۱/۴۳۵، رشيدية)

(۳) "ولا جمع بين فرضين في وقت بعذر سفر ومطر، خلافاً للشافعي، وما رواه محمول على الجمع فعلاً لا وقتاً". (الدر المختار، كتاب الصلاة: ۱/۳۸۱، سعيد)

"ولا يجمع بين الصلاتين في وقت واحد، لا في السفر ولا في الحضر بعذر ما، ما عدا عرفة والمزدلفة، كذا في المحيط". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني في بيان فضيلة الأوقات: ۱/۵۲، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة: ۱/۴۳۸، رشيدية)

یکساں نہیں اس لئے اوقاتِ نماز میں بھی تفاوت ہوجاتا ہے۔ ایک ہی شہر کی متعدد مساجد میں اگر اذانیں قدرے تفاوت سے ہوں تب بھی درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱/۹۳ھ۔

پاکستان سے شائع شدہ جنتریوں کا حال

سوال[۱۰۰۲]: پاکستان سے ایک تحقیق بسلسلۂ وقتِ فجر وعشاء شائع ہوئی ہے کہ صبح صادق کا وقت جو کہ جنتریوں میں چھپتا ہے وہ صحیح نہیں ہے، رمضان شریف میں اس وقت کے لحاظ سے نمازِ فجر قبل طلوعِ صبح صادق ہوجاتی ہے جب کہ متصل ختمِ وقتِ سحر پڑھی جاتی ہے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ یہ تحقیق آپ کے نزدیک صحیح ہے یا نہیں؟ اگر کوئی شخص نمازِ فجر متصل وقتِ سحر پڑھے تو وہ نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مجھے فلکیات میں درک نہیں ہے، ایک دفعہ مدرسہ کی جانب سے اظہارِ وعصر سے متعلق جنتری کا مرتب کرنا میرے سپرد کردیا گیا تھا، اس لئے صبح صادق، طلوع، زوال، مثلین یا غروبِ شمس، غروبِ شفق کی تحقیق وتفتیش کے لئے متعدد جنتریوں کو سامنے رکھا، دوربین سے دیکھا، دھوپ گھڑی سے کام لیا، قطب نما وقبلہ نما سے مدد لی، ایک ہی مقام سے متعلق ایک سے لے کر ۱۸/منٹ تک فرق ملا، تقریباً دو ہفتے تک کوشش کر کے معذرت کردی تھی کہ یہ کام میرے بس کا نہیں۔

ایک ضلع کے ایک قصبہ میں ایک وقت سحری کھائی جارہی ہے اور اسی وقت دوسرے قصبہ میں نمازِ فجر ادا کی جارہی ہے، اب یا تو ایک قصبہ والوں کے روزے غلط یا دوسرے قصبہ والوں کی نمازِ فجر غلط، جنتری اور نقشہ دونوں کے پاس موجود، گھڑی دونوں تار سے ملاتے ہیں اور بعض نصف النہار سے بھی ملاتے ہیں اور جنتری کو

= تأمل". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۶/۴۰۵، سعيد)

(۱) "(تنبيه): قال في الفيض: ومن كان على مكان مرتفع كمنارة إسكندرية، لا يفطر ما لم تغرب الشمس عنده، ولأهل البلدة الفطر إن غربت عندهم قبله، وكذا العبرة في الطلوع في حق صلاة الفجر أو السحور". (رد المحتار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده: ۲/۴۲۰، سعيد)

"سوى فيء الزوال ويختلف باختلاف الزمان والمكان". (الدر المختار). "(قوله: ويختلف باختلاف الزمان والمكان): أي طولاً وقصراً وانعداماً بالكلية كما أوضحه اهـ". (رد المحتار، كتاب الصلوة: ۱/۳۶۰، سعيد)

تصدیق عادت کا شرف بھی حاصل ہے۔ اگر سحری صبح کے وقت مشتبہ سے قبل ختم کردی جائے (۱) اور نماز فجر اسفار میں ادا کی جائے جو کہ اصل مذہب ہے تو کوئی خدشہ نہیں ہے (۲)، اگر اسفار میں نہ ہو تو کم از کم اتنا تو لحاظ کر لیا جائے کہ یہ خدشہ نہ ہو کہ نماز بہ تعیین صحیح وقت پر ادا ہو (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "السحر مستحب، ووقته آخر الليل. قال الفقيه أبو الليث: وهو السدس الأخير" هكذا في السراج الوهاج. "ثم تأخير السحور مستحب، كذا في النهاية. ويكره تأخير السحور إلى وقت يقع فيه الشك، هكذا في السراج الوهاج". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصوم، الباب الثالث فيما يكره للصائم وما لا يكره: ۱/۲۰۰، رشيدية)

(۲) "أسفروا بالفجر، فإنه أعظم للأجر". (جامع الترمذي، باب ما جاء في الإسفار بالفجر: ۱/۴۰، سعيد)

(وسنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب وقت الصبح: ۱/۶۱، دار الحديث ملتان)

(وسنن النسائي، كتاب المواقيت، باب الإسفار: ۱/۹۳، قديمي)

(وسنن ابن ماجة، كتاب الصلاة، باب وقت صلاة الفجر، ص: ۴۹، قديمي)

"يستحب تأخير الفجر، ولا يؤخرها بحيث يقع الشك في طلوع الشمس، بل يسفر بها بحيث لو ظهر فساد صلاته يمكنه أن يعيدها في الوقت بقراءة مستحبة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني في بيان فضيلة الأوقات: ۱/۵۲، رشيدية)

(وكذا في المبسوط، باب مواقيت الصلاة: ۱/۲۹۳، المكتبة الغفارية كوئٹہ)

(۳) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال، قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن للصلاة أولاً وآخراً ... وإن أول وقت الفجر حين يطلع الفجر، وإن آخر وقتها حين تطلع الشمس". (جامع الترمذي: ۱/۳۹، أبواب الصلاة، سعيد)

(ورواه الطحاوي في معاني الآثار: ۱/۱۰۹، باب مواقيت الصلاة، سعيد)

"عن عبد الله بن عمرو رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ... "ووقت الفجر ما لم تطلع الشمس". (الصحيح لمسلم: ۱/۲۲۳، كتاب المساجد، باب أوقات الصلوات الخمس، قديمي)

"وقت صلاة الفجر ... من أول طلوع الفجر الثاني، وهو البياض المنتشر المستطير، لا المستطيل إلى قبيل طلوع ذكاء بالضم غير منصرف، اسم الشمس - اهـ". (الدر المختار: ۱/۳۵۱، ۳۵۲، كتاب الصلاة، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۱/۵۵۸، كتاب الصلاة، فصل في بيان شرائط الأركان، دار الكتب العلمية بيروت)

کے اختلاف سے مختلف ہوتا رہتا ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۷/۵۵ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، جوابات صحیح ہیں: سعید احمد غفرلہ۔

کیا دن کی طرح آدھی رات کو بھی نماز پڑھنا مکروہ ہے؟

سوال[۲۱۵۹]: نصف النہار یعنی زوال کے وقت نماز منع ہے، کیا ایسا رات کو بھی ہے کہ ٹھیک آدھی رات کو زوال کا وقت: ۱۲ بجے تو اس وقت بھی نماز منع ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تین وقت ایسے ہیں جن میں نماز پڑھنا منع ہے: اول جب سورج نکلتا ہے، دوسرے جب سورج بالکل سر پر ہو، تیسرے جب سورج غروب ہوتا ہے۔ رات کے کسی بھی حصہ میں نماز ممنوع نہیں، بارہ بجے ہوں یا کم وبیش(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۷/۹۳ھ۔

---

(۱) "وكره تحريماً صلاة مع شروق واستواء وغروب". (الدر المختار). "(قوله: واستواء) ولا يخفى أن زوال الشمس إنما يعقب انتصاف النهار بلا فصل، وفي هذا القدر من الزمان لا يمكن أداء صلاة فيه، فلعل المراد أنه لا تجوز الصلاة بحيث يقع جزء منها في هذا الزمان، أو المراد بالنهار هو النهار الشرعي: وهو من أول طلوع الصبح إلى غروب الشمس، وعلى هذا يكون نصف النهار قبل الزوال بزمان يعتد به" (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلوة: ۱/۳۷۱، سعيد)

(۲) "عن عقبة بن عامر الجهني رضي الله تعالى عنه قال: ثلث ساعات كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ينهانا أن نصلي فيهن أو نقبر فيهن موتانا: حين تطلع الشمس بازغة حتى ترتفع، وحين يقوم قائم الظهيرة حتى تميل، وحين تضيف للغروب حتى تغرب". (جامع الترمذي، أبواب الجنائز، باب ما جاء في كراهية الصلوة على الجنازة عند طلوع الشمس وعند غروبها: ۱/۲۰۲، سعيد)

(وسنن أبي داود، كتاب الجنائز، باب الدفن عند طلوع الشمس وعند غروبها: ۲/۹۵۳، رقم الحديث ملتان)

"وكره تحريماً صلاة ولو قضاءً أو واجبةً أو نفلاً مع شروق واستواء، وغروب إلا عصر يومه". (الدر المختار، كتاب الصلوة: ۱/۳۷۰، سعيد)

وقتِ استواء

سوال [۲۱۱۰]: زوال کا وقت کب سے کب تک رہتا ہے؟ شروع اور آخر کی مقدار گھڑی رائج کے وقت سے کیا ہے، یعنی موسم گرما میں کب سے کب تک وقت زوال کا انتظار کرکے کوئی نفل نماز مثل تحیۃ المسجد وغیرہ شروع کی جاوے اور موسم سرما میں موسم گرما سے کس قدر دور کتنا فرق رکھا جاوے؟ سورج کے قائم ہونے سے زوال تک صحیح وقت اور احتیاط کا دونوں کی مقدار کی وقت کی ابتداء اور انتہاء سے الگ الگ مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نصف النہار یعنی استوائے شمس کے وقت نماز مکروہ تحریمی ہے (۱)، اور اس وقت کی مقدار اس قدر نہیں ہوتی کہ اس میں نماز ادا کی جاسکے بلکہ بہت قلیل ہوتی ہے، گھڑی رائج الوقت کے اعتبار سے ایک منٹ بھی نہیں ہوتی اور وقت موسم اور بلاد کے اختلاف سے مختلف ہوتا رہتا ہے، ہمارے اطراف میں ایک زمانہ میں ۱۲/ بجکر آٹھ منٹ پر ہوتا ہے اور ایک زمانہ میں ۱۱/ بجکر ۳۰ منٹ پر ہوتا ہے۔ پس اسی کے درمیان درمیان رہتا ہے جیسا کہ اسلامی جنتری میں ہے، جس زمانہ میں جس وقت استواء ہو، اس وقت سے کچھ منٹ پہلے اور کچھ منٹ بعد نماز نہ پڑھنا احتیاط ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۷/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، سعید احمد غفرلہ۔

= (وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة: ۱/۲۲۸، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "وكره تحريماً صلاة ولو على جنازة وسجدة تلاوة وسهو مع شروق واستواء وغروب إلا عصر يومه". (الدر المختار، كتاب الصلوة: ۱/۳۷۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة: ۱/۴۳۲، رشيديه)

(۲) "ولا يخفى أن زوال الشمس إنما هو عقيب انتصاف النهار بلا فصل، وفي هذا القدر من الزمان لا يمكن أداء صلاة فيه، فلعل المراد أنه لا تجوز الصلاة بحيث يقع جزء منها في هذا الزمان، أو المراد بالنهار هو النهار الشرعي وهو من أول طلوع الصبح إلى غروب الشمس، وعلى هذا يكون نصف النهار قبل الزوال بزمان يعتد به. إسماعيل ونوح وحموي". (رد المحتار، كتاب الصلوة: ۱/۳۷۱، سعيد)

"ووقت الظهر من زواله: أي ميل ذكاء عن كبد السماء. (قوله: عن كبد السماء): أي وسطها بحسب ما يظهر لنا، ط". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلوة: ۱/۳۵۹، سعيد)

سایۂ اصلی کا خیال نہ رکھنے والوں کی نماز

سوال[۲۱۶۱]: لکڑی کا سایہ دوگنا ہونے پر اہلِ حدیث لوگ عصر کی نماز پڑھتے ہیں، وہ سایۂ اصلی کا خیال نہیں رکھتے ہیں، ان کی نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اہلِ حدیث کے نزدیک ایک مثل سایہ پر سوائے سایۂ اصلی کے عصر کا وقت ہوجاتا ہے، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب ہر شئی کا سایہ دو مثل ہوجائے سوائے سایۂ اصلی کے تب عصر کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔ حنفی کو اہلِ حدیث کے پیچھے ایسی نماز ان کے مذہب کے مطابق نہیں پڑھنی چاہیے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

نماز پڑھنا کس وقت میں مکروہ ہے؟

سوال[۲۱۶۲]: ہم یہاں ہیں، اکثر طلبہ مزدور کی حیثیت رکھتے ہیں، چونکہ برطانوی وقت کے مطابق دو بجے دن میں کام شروع کرتا ہوں، یہاں صبح وشام دو شفٹ ہیں، لہٰذا جو حضرات صبح کام کرتے ہیں وہ نماز جمعہ اطمینان سے پڑھتے ہیں، کیونکہ یہاں پر دو مسجد ہیں، دوسری مسجد میں تین بجے جمعہ ہوتا ہے، ایک مسجد

---

(۱) "وأما الاقتداء بالمخالف في الفروع كالشافعي، فيجوز ما لم يعلم منه ما يفسد الصلوة على اعتقاد المقتدي، عليه الإجماع ..... وذهب عامة مشايخنا إلى الجواز إذا كان يحتاط في موضع الخلاف، وإلا فلا ... فتحصل أن الاقتداء بالمخالف المراعي في الفرائض أفضل من الانفراد إذا لم يجد غيره، وإلا فالاقتداء بالموافق أفضل". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في الاقتداء بشافعي ونحوه هل يكره أم لا؟: ١/٥٦٣، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الثالث في بيان من يصلح إماما لغيره: ١/٨٤، رشيديه)

"ولا خصوصية للشافعية، بل الصلاة خلف كل مخالف للمذهب كذلك تصح". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ١/٦١٣، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اوقاتِ ثلثہ: طلوع، استواء، غروب میں قضاء نماز اور سجدۂ تلاوت اور نماز کا ایک ہی حکم ہے(۱) البتہ آفتاب سرخ ہونے سے غروب ہونے تک اسی روز کی عصر کی نماز مکروہ نہیں (۲)، کوئی دوسری قضاء اس وقت بھی مکروہ تحریمی ہے(۳)۔ اوقاتِ ثلثہ کے علاوہ کسی دوسرے وقت قضاء نماز منع نہیں بلکہ درست ہے، اسی طرح سجدۂ تلاوت بھی درست ہے(۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۷/۵۵ھ۔

صحیح: عبد اللطیف۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

---

(۱) "وكره تحريماً ..... صلاة مطلقاً ولو قضاءً أو واجبةً أو نفلاً أو جنازةً وسجدة تلاوة وسهو مع شروق واستواء وغروب إلا عصر يومه". (الدر المختار، كتاب الصلوة: ۱/۳۷۰، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة: ۱/۲۲۸، دار الكتب العلمية بيروت)

"ثلاثة ساعات لا تجوز فيها المكتوبة، ولا صلاة الجنازة، ولا سجدة التلاوة: إذا طلعت الشمس حتى ترتفع، وعند الانتصاف إلى أن تزول، وعند احمرارها إلى أن تغيب". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الثالث في بيان الأوقات التي لا تجوز فيها الصلاة وتكره فيها: ۱/۵۲، رشيديه)

(۲) (راجع رقم الحاشية: ۱)

(۳) "ولا يجوز فيها قضاء الفرائض والواجبات الفائتة عن أوقاتها كالوتر، هكذا في المستصفى والكافي". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الثالث في بيان الأوقات التي لا تجوز فيها الصلاة وتكره فيها: ۱/۵۲، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة: ۱/۳۷۰، سعيد)

(۴) "وجميع أوقات العمر وقت للقضاء إلا الثلاثة المنهية كما مر". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب قضاء الفوائت: ۲/۶۶، سعيد)

"وكره تحريماً ..... صلوة ولو على جنازة، وسجدة تلاوة وسهو مع شروق واستواء وغروب إلا عصر يومه". (الدر المختار، كتاب الصلوة: ۱/۳۷۰، سعيد)

طلوعِ شمس کے وقت نماز

سوال[۲۱۱۳]: اکثر اوقات مکروہ میں جماعت اولیٰ ہوتی ہے، مثلاً: ۵/بجکر ۱۵/منٹ پر فجر کی نماز ۵/بجکر ۳۰/منٹ پر آفتاب ہی طلوع ہوتا ہے، ایسی صورت میں نماز ادا ہوجائے گی یا قضاء پڑھی جائے گی یا ایسے وقت میں نمازی اپنی تنہا نماز پڑھ لے جب کہ یہ یقینی ہو اور آفتاب طلوع ہونے کا خیال ہو یا جماعت کا انتظار کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

طلوعِ آفتاب کے وقت نماز ناجائز ہے(۱)، اگر عین نماز میں آفتاب طلوع ہوجائے تو اس کو وہیں ختم کردیں اور آفتاب طلوع ہونے پر قضاء پڑھیں اور جب وقت تنگ ہوجائے تو اپنی تنہا نماز پڑھے جماعت کا انتظار نہ کرے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۳/۲/۶۱ھ۔

= "ويجوز قضاء الفوائت في أي وقت شاء إلا في ثلاث ساعات، لا يجوز التطوع ولا تجوز المكتوبة". (فتاوى قاضي خان، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۳، رشيديه)

(۱) "عن عقبة بن عامر الجهني رضي الله تعالى عنه قال: ثلث ساعات كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ينهانا أن نصلي فيهن أو نقبر فيهن موتانا: حين تطلع الشمس بازغةً حتى ترتفع الخ". (جامع الترمذي، أبواب الجنائز، باب ما جاء في كراهية الصلوة على الجنازة عند طلوع الشمس وعند غروبها: ۱/۲۰۰، سعيد)

"وكره تحريماً صلاة .... مع شروق واستواء وغروب، إلا عصر يومه". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلوة: ۱/۳۷۰، سعيد)

(۲) "عن عبد الله بن الصامت عن أبي ذر رضي الله تعالى عنهما قال: قال لي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "يا أبا ذر! كيف أنت إذا كانت عليك أمراء يميتون الصلوة" أو قال: "يؤخرون الصلوة"؟ قلت: يا رسول الله فما تأمرني؟ قال: "صلّ الصلوة لوقتها، فإن أدركتها معهم فصله، فإنها لك نافلة". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب إذا أخر الإمام الصلوة عن الوقت: ۱/۶۲، دار الحديث ملتان)

"يستحب تأخير الفجر ولا يؤخرها بحيث يقع الشك في طلوع الشمس". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الثاني في بيان فضيلة الأوقات: ۱/۵۱، رشيديه) ....=

غروب کے وقت سجدۂ شمس

سوال [۲۱۲۵]: اختلافِ مطالع کی بناء پر سورج طلوع وغروب ہوتا رہتا ہے اور عند الطلوع نکلنے کی اجازت طلب کرتا ہے اور عند الغروب زیر عرش سجدہ بھی کرتا ہے، تفسیر معارف القرآن میں سجدہ بمعنی اطاعت کے تحریر فرمایا ہے(۱)۔ اطاعت تو ہر وقت ہی کرتا رہتا ہے، اسی اطاعت کی بناء پر مسافت طے کرتا ہے تو احادیث میں عند الغروب سجدہ کرنے کے کیا معنی ہیں؟ عند الغروب کی قید کس وجہ سے ہے؟ ذہن میں خلجان آتا ہے کہ اس کے کیا معنی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہر مخلوق ہر آن اطاعتِ خالق میں تکویناً یا اختیاراً مشغول ہے تکویناً ہو یا تشریعاً، آفتاب غروب ہوتے وقت اس کی حالت سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ سجدہ کر رہا ہے اسی کو سجدہ تحت عرش فرمایا، یہ ذکر کردہ روایت کے اعتبار سے ہے(۲) اور ہر آن کی اطاعت کی تعبیر وہ سجدہ نہیں ہے، دونوں کے دیکھنے والوں کو یہی محسوس ہوتا ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ رات طویل ہوگی اور سورج کو مشرق سے طلوع ہونے کی اجازت نہیں ہوگی بلکہ مغرب سے طلوع ہوگا جس کو دیکھ کر دنیا چلا اٹھے گی اور اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا، پھر کسی کا ایمان قبول نہیں ہوگا۔ چونکہ عدمِ اجازت بھی حدیث پاک میں مذکور ہے اس لئے اس حالت کو "سجدہ" اور اجازت کو "طلوع" سے بیان کیا گیا جو کہ قرب سے معلوم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

---

* "تكره لانه عرف بحديث يقع الشك في طلوع الشمس". (البحر الرائق، كتاب الصلوة: ۴۲۹/۱، رشيديه)

(۱) (معارف القرآن، (سورة الحج: ۶): ۲۴۲/۶، إدارة المعارف كراچى)

(۲) "عن أبي ذر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أتدري أين تذهب هذه الشمس"؟ قلت: الله ورسوله أعلم. قال: "فإنها تذهب فتسجد تحت العرش ثم تستأمر فيوشك أن يقال لها: ارجعي من حيث جئت". (تفسير ابن كثير، (الحج: ۱۸): ۲۸۳/۳، دار الفيحاء دمشق)

اور جو لوگ خانہ کعبہ سے مشرق یا مغرب کی جانب رہتے ہیں ان کے لئے "شرقوا او غربوا" کا حکم نہیں ہے اسی طرح اوپر کا مسئلہ ہونا چاہئے تھا کہ جو لوگ خانہ کعبہ سے مشرق کی جانب رہتے ہیں ان کے لئے غروب آفتاب کے وقت ممانعت ہونی چاہئے تھی، اور جو لوگ خانہ کعبہ سے مغرب کی جانب رہتے ہیں تو ان کے لئے غروب کے بجائے طلوع کے وقت ممانعت ہونی چاہئے تھی پھر اس حکم کو عموم پر محمول کرنے کی وجہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

طلوع واستواء وغروب کے وقت نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے اس لئے کہ یہ اوقات عبدۃ الشمس کے عبادت کے اوقات ہیں اس لئے تشبہ فی الوقت کی بنا پر منع کیا گیا ہے، یہ مقصود نہیں ہے کہ سورج کو سجدہ کرنا لازم آتا ہے یا سورج کے قریب شیطان یہ دیکھ کر خوش ہوتا ہے کہ مجھے سجدہ کیا جارہا ہے، ورنہ جو اشکال آپ نے مشرق اور مغرب کے رہنے والوں پر ایک ایک شق لیکر تقسیم کردیا ہے (شمال وجنوب والوں کو اشکال سے حصہ نہیں ملا) وہ اشکال استواء کے وقت کی جہت رہنے والوں پر بھی نہیں ہوئے۔

پس اس کا محمل کسی خطہ ارض کے باشندے بھی نہیں ہوں گے، حالانکہ نہی کے مخاطب ضرور ہیں ورنہ بلا مخاطب کے نہی لازم آئے گی۔ لہٰذا اصل علت حکم صرف تشبہ فی الوقت ہے نہ کہ جہت متعینہ، تاکہ دوسری جہات کو خارج کرنے کا وہم پیدا ہو۔ بعض وقت نفس وقت میں کراہت ہوتی ہے جس کی وجہ سے منع کیا جاتا ہے، جیسے تسجیر جہنم کا وقت (۱) بعض دفعہ وقت میں کسی عارض کی وجہ سے کراہت آجاتی ہے (۲)۔ غرض اسباب کراہت

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه ونافع مولى عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما عن عبد الله بن عمر أنهما حدثاه عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أنه قال: "إذا اشتد الحر، فأبردوا بالصلوة، فإن شدة الحر من فيح جهنم" (صحيح البخاري، كتاب مواقيت الصلوة، باب الإبراد بالظهر في شدة الحر: ۱/۷۶، قديمي)

(وسنن النسائي، كتاب المواقيت، الإبراد بالظهر إذا اشتد الحر: ۱/۸۶، قديمي)

(وسنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب وقت صلوة الظهر: ۱/۶۵، دار الحديث ملتان)

(والصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الإبراد بالظهر في شدة الحر الخ: ۱/۲۲۴، قديمي)

(۲) "والبيع وقت النداء، مثال لما نهي لغيره مجاوراً، فإن البيع في ذاته أمر مشروع مفيد للملك. =

مختلف ہوتے ہیں۔

"منع عن الصلوة، وسجدة التلاوة، و صلوة الجنازة عند طلوع الشمس و الاستواء والغروب إلا عصر يومه اهـ" (كنز)۔

"لما روى الجماعة إلا البخاري من حديث عقبة بن عامر الجهني رضي الله تعالى عنه قال: ثلث ساعات كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ينهانا أن نصلي فيهن أو نقبر فيهن موتانا: حين تطلع الشمس بازغة حتى ترتفع، و حين يقوم قائم الظهيرة حتى تميل، وحين تضيف للغروب حتى تغرب"۔

"والمراد بقوله: "أن نقبر" صلوة الجنازة ... عن عقبة رضي الله تعالى عنه قال: "نهانا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أن نصلي على موتانا". أطلق الصلوة فشمل فرضها و نفلها؛ لأن الكل ممنوع، فإن كانت الصلوة فرضاً أو واجبة فهي غير صحيحة؛ لأنها نقصان في الوقت بسبب الأداء فيه تشبيهاً بعبادة الكفار المستفاد من قوله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن الشمس تطلع بين قرني الشيطان، فإذا ارتفعت فارقها، ثم استوت قارنها، فإذا زالت فارقها، فإذا دنت للغروب قارنها، و إذا غربت فارقها". ونهى عن الصلوة في تلك الساعات".

= وإنما يحرم وقت النداء؛ لأن فيه ترك السعي إلى الجمعة الواجب بقوله تعالى: ﴿فاسعوا إلى ذكر الله و ذروا البيع﴾ وهذا المعنى مما يجاور البيع في بعض الأحيان فيما إذا باع و ترك السعي، و ينفك عنه في بعض الأحيان فيما إذا سعى إلى الجمعة، و باع في الطريق بأن يكون البائع والمشتري راكبين في سفينة تذهب إلى الجامع". (نور الأنوار، مبحث النهي، بحث كون القبيح لعينه نوعين، ص: ۶۳، سعيد)

وقال الله تعالى: ﴿فاسعوا إلى ذكر الله و ذروا البيع﴾ (سورة الجمعة، ص: ۹)

"و أيضاً لما لم يتعلق النهي بمعنى في نفس العقد وإنما تعلق بمعنى في غيره و هو الاشتغال عن الصلاة، وجب أن لا يمنع وقوعه و صحته، كالبيع في آخر وقت صلاة يخاف فوتها إن اشتغل به، و هو منهي عنه، و لا يمنع ذلك صحته؛ لأن النهي تعلق باشتغاله عن الصلاة". (أحكام القرآن للجصاص: ۳/۶۷۵، قديمي)

رواه مالك في الموطأ اهـ". البحر الرائق: ۱/۲۴۹ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۵/۱۲/۸۹ھ۔

صلوۃ جنازہ بوقتِ استواء

سوال [۲۰۰۷]: اگر ظہر کے وقت جنازہ حاضر ہوجائے تو اسی وقت صلوۃ جنازہ جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عین استواء کے وقت اگر جنازہ حاضر ہو تو اسی وقت صلوۃ جنازہ مکروہ نہیں، لیکن اگر استواء سے قبل حاضر ہو تو عین استواء کے وقت مکروہ تحریمی ہے:

"وكره تحريماً صلوة ولو على جنازة وسجدة تلاوة وسهو مع شروق واستواء وغروب إلا عصر يومه، وينعقد نفل بشروع فيها بكراهة التحريم، لا الفرض، وسجدة تلاوة وصلاة جنازة تليت الآية في كامل وحضرت الجنازة قبل لوجوبه كاملاً فلا يتأدى ناقصاً، فلو وجبتا فيها لم يكره فعلهما اهـ". الدر المختار مختصراً. قال الشامي: "(قوله: وجبتا فيها) بأن تليت الآية في تلك الأوقات أو حضرت فيها الجنازة اهـ". رد المحتار، ص: ۲۸۸ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/۳/۵۹ھ۔

صحیح: عبداللطیف، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

---

(۱) (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب الصلوۃ: ۱/۴۳۲، رشیدیہ)

(وکذا في تبيين الحقائق: ۱/۲۲۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(وکذا في الحلبي الكبير، فروع في شرح الطحاوي، ص: ۲۳۹، سهيل اكيدمي لاهور)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوۃ: ۱/۳۷۰، ۳۷۳، سعید)

"الأوقات التي يكره فيها الصلاة خمسة: ثلاثة يكره فيها التطوع والفرض، وذلك عند طلوع الشمس ووقت الزوال وعند غروب الشمس إلا عصر يومه، فإنها لا يكره عند غروب الشمس ... وفي التحفة: أن الأفضل في صلاة الجنازة في هذه الأوقات أن يؤديها ولا يؤخرها، وكذا سجدة التلاوة، فإنه إنما يكره في هذه الأوقات إذا كانت التلاوة في غير هذه

درجہ سے آگاہی بخشیں۔ اس کے علاوہ کیا دن رات میں ہر وقت نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں؟ سنت مؤکدہ وغیرہ، مکروہ تحریمی، تنزیہی، مستحب ہر ایک کا درجہ کیا ہے؟ اردو کی کتابوں میں ممنوع، ناجائز لکھا رہتا ہے جس سے کوئی درجہ ظاہر نہیں ہوتا۔ فقط۔

حضرت والا کا خادم محمود نعیم نیچر عبدالصبور، ۶ ۳۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جن اوقات ثلاثہ میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے ان میں نماز جنازہ بھی مکروہ تحریمی ہے، باقی سب اوقات میں درست ہے (۱)۔

چونکہ عوام مؤکدہ، غیر مؤکدہ، مکروہ تحریمی، تنزیہی، فرض، واجب وغیرہ کے درمیان فرق کو سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں، کیونکہ یہ درجات نص، ظاہر، مفسر، محکم، قطعی الثبوت، قطعی الدلالۃ، قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ وغیرہ دلائل پر متفرع ہیں اور عوام کی فہم سے یہ اصطلاحات بالا تر ہیں، اس لئے اردو کی کتابوں میں ہر جگہ ان سب کی تصریحات نہیں کرتے بلکہ ممنوع، ناجائز وغیرہ الفاظ پر اکتفا کرتے ہیں اور اہل علم درجات کو سمجھتے ہیں وہ کتب عربیہ سے ان درجات کو معلوم کرتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/۱۲/۷۵ھ۔

صحیح: عبداللطیف، جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ۔

بوقتِ غروب سجدۂ تلاوت اور نمازِ جنازہ

سوال [۲۱۷۰]: جنازہ کی نماز، سجدۂ آیت اگر عصر کے بعد وقت ناقص میں ادا کی جائے اور اذا

---

(۱) "وكره تحريماً صلاة ولو على جنازة وسجدة تلاوة وسهو مع شروق واستواء وغروب، إلا عصر يومه". (الدر المختار، كتاب الصلوة: ۱/۳۷۰، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، نوع آخر في بيان الأوقات التي يكره فيها الصلوة: ۱/۴۰۵، ۴۰۸، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الثالث في بيان الأوقات التي لا تجوز فيها الصلوة وتكره فيها: ۱/۵۲، رشيديه)

کرتے وقت سورج غروب ہو جائے تو وہ بھی عصر یومیہ کی طرح ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر آیت سجدہ بھی اسی وقت پڑھی اور جب ہی سجدہ کر لیا تو یہ عصر یومیہ کی طرح ادا ہو گیا اور اگر وقت کامل میں آیت پڑھی اور سجدہ وقت غروب کیا تو یہ عصر یومیہ کی طرح نہیں بلکہ یہ ادا نہیں ہوا، اسی طرح اگر جنازہ وقت ناقص میں آیا تو یہ عصر یومیہ کی طرح ہے، اگر وقت کامل میں آیا تو نماز جنازہ وقت ناقص میں ادا نہیں ہوگی:

"ومنع عن الصلوة، وسجدة التلاوة المتلوة في غير هذه الأوقات، وصلوة جنازة حضرت قبلها؛ لأن ما وجب كاملاً لا يتأدى بالناقص، وأما المتلوة أو الحاضرة فيها لا يكره: أي تحريماً؛ لأنها وجبت ناقصة، أديت فيها كما وجبت اهـ". ملتقى الأبحر: ۱/۷۲(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

وقتِ مکروہ میں سجدۂ دعا اور سجدۂ شکر

سوال [۱۷۱۰]: بعد نماز عصر و بعد نماز فجر سجدۂ دعا یا سجدۂ شکر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(صلاح الدین شملہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) (ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر، كتاب الصلوة: ۱/۱۰۲، مكتبة الغفارية كوئٹہ)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة: ۱/۳۷۳، ۳۷۴، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، نوع آخر في بيان الأوقات التي يكره فيها الصلوة: ۱/۴۰۷، ۴۰۸، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچی)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الثالث في بيان الأوقات التي لا تجوز فيها الصلوة وتكره فيها: ۱/۵۲، رشيديه)

(۲) "وفي السراج: إن سجدة الشكر نعمة سابغة ينبغي أن تصح أخذاً من قولهم: لأنها وجبت كاملة —

اوقاتِ منہیہ میں تلاوت کا حکم

سوال[۲۱۶۲]: طلوع وغروب اور زوال میں تلاوت کی ممانعت ہے یا معمولی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"ثلثة أوقات لا يصح فيها شيء من الفرائض والواجبات التي لزمت في الذمة قبل دخولها: أولها: عند طلوع الشمس إلى أن ترتفع وتبيض قدر رمح أو رمحين، والثاني: عند استوائها في بطن السماء إلى أن تزول: أي تميل إلى المغرب، والثالث: عند اصفرارها إلى أن تغرب" اهـ. مراقي الفلاح، ص: ۱۰۰(۱)۔

ان اوقات میں نماز پڑھنے سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، صحیح مسلم میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مذکور ہے (۲)۔ تو ریح نماز تلاوت قرآن پاک ان اوقات میں منع نہیں، البتہ ان اوقات میں ذکر وتسبیح میں مشغول رہنا اولیٰ ہے۔

"الصلوة فيها على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أفضل من قراءة القرآن اهـ: أي في الأوقات الثلاثة، وكأن الصلوة الدعاء والتسبيح الخ". ۱/۳۴۷(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

= "وعلله لم يجب اهـ فحصل من كلام النهر مع كلام القنية أنها تصح مع الكراهة: أي لأنها مع حكم النافلة". (رد المحتار، كتاب الصلوة: ۱/۳۷۴، سعيد)

"وفي المحيط، و لهذا لو أطلق المصنف السجدة واستثنى سجدة الشكر لكان أحسن"

(مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، كتاب الصلوة: ۱/۷۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة: ۱/۱۷۵، مكتبه امداديه ملتان)

(۱) (مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في الأوقات المكروهة، ص: ۱۸۵، قديمي)

(۲) "عن عقبة بن عامر الجهني رضي الله تعالى عنه قال: ثلث ساعات كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ينهانا أن نصلي فيهن أو نقبر فيهن موتانا: حين تطلع الشمس بازغة حتى ترتفع، وحين يقوم قائم الظهيرة حتى تميل، وحين تضيف للغروب حتى تغرب". (الصحيح لمسلم، كتاب فضائل القرآن وما يتعلق به، باب الأوقات التي نهي عن الصلوة فيها: ۱/۲۷۶، قديمي)

(۳) (الدر المختار، كتاب الصلوة: ۱/۳۷۴، سعيد)

اوقاتِ مکروہہ میں قضاء نماز کا حکم

سوال[۲۱۷۳]: کیا قضائے عمری نمازیں فجر کی نماز سے پہلے یا بعد یا عصر کے بعد بھی پڑھی جاسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قضاء نماز ان وقت میں بھی پڑھی جاسکتی ہے(۱) مگر قضاء نمازیں تنہائی میں پڑھنی چاہیے، کسی کو علم نہ ہو کہ یہ قضاء نماز ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

= "ذكر الله من طلوع الفجر إلى طلوع الشمس أولى من قراءة القرآن". (الدر المختار)

"واقتصر عليه في القنية حيث قال: الصلوة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم والدعاء والتسبيح أفضل من قراءة القرآن في الأوقات التي نهي عن الصلوة فيها". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴۲۳/۶، سعيد)

(۱) "قال رضي الله تعالى عنه: وعن التنفل بعد صلوة الفجر والعصر، لا عن قضاء فائتة وسجدة تلاوة وصلاة جنازة" (تبيين الحقائق، كتاب الصلوة: ۲۳۲/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة: ۳۷۵/۱، سعيد)

"ولا بأس بأن يصلي في هذين الوقتين الفوائت، ويسجد للتلاوة، ويصلي على الجنازة" (الهداية: ۸۵/۱، كتاب الصلوة، فصل في الأوقات التي تكره فيها الصلاة: ۱/۹۶، مكتبه شركت علميه، ملتان)

(۲) "ويكره قضاؤها فيه، لأن التأخير معصية فلايظهرها". (الدر المختار)

"ويظهر من التعليل أن المكروه قضاؤها مع الاطلاع عليها ولو في غير المسجد، كما أفاد في المنح في باب قضاء الفوائت" (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۳۹۰/۱، سعيد)

"ولاينبغي الفوائت في المسجد وإنما يقضيها في بيته، كذا في الوجيز للكردري". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت: ۱۲۵/۱، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب قضاء الفوائت: ۱۴۲/۲، رشيديه)

عصر کے بعد قضاء نماز

سوال[۲۱۷۴]: عصر کی نماز کے بعد قضاء نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز ہے جب تک آفتاب غروب کے قریب نہ ہو(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

صبح صادق کے بعد نفل نماز مکروہ ہے

سوال[۲۱۷۵]: صبح صادق کے وقت جو وضو کیا جائے فجر کی نماز کے لئے، اس وضو کے بعد دو رکعت تحیۃ الوضوء اور تحیۃ المسجد سنت فجر سے قبل پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر پڑھ سکتے ہیں تو افضل کیا ہے، پڑھنا یا نہ پڑھنا؟

محمد عبدالمنان، بہار شریف، خریدار نمبر: ۱۲۹۳۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس وقت سنت فجر پڑھیں، اس سے تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضوء کا بھی ثواب مل جائے گا، مستقلاً تحیۃ الوضوء و تحیۃ المسجد یا کوئی اور نفل نماز اس وقت پڑھنا مکروہ ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "و بعد صلاة الفجر و صلاة العصر ... لا يكره قضاء فائتة ولو وتراً أو سجدة تلاوة أو صلاة جنازة". (الدر المختار). "(قوله: بعد صلاة فجر و عصر) ... و قد قال الزيلعي هنا: المراد بما بعد العصر قبل تغير الشمس، و أما بعده فلا يجوز فيه القضاء أيضاً، وإن كان قبل أن يصلي العصر"

(رد المحتار، كتاب الصلوة: ۱/۳۷۵، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة: ۱/۲۳۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة: ۱/۴۳۷، رشيديه)

(۲) "ويكره التنفل بعد طلوع الفجر بأكثر من سنته قبل أداء الفرض الخ". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في الأوقات المكروهة، ص: ۱۸۸، قديمي)

"قال رضي الله تعالى عنه: و بعد طلوع الفجر بأكثر من سنة الفجر: أي يكره أن يتطوع بعد ما طلع –

صبح صادق کے بعد دو رکعت نفل

سوال [۲۱۶۷]: صبح کی اذان کے بعد سنت سے قبل تحیۃ الوضوء ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تہجد سے قبل تحیۃ الوضوء پڑھنا کتابوں سے ثابت ہے کہ وتر پڑھ کر راحت فرمایا کرتے، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سونا ناقض وضو نہیں تھا، اس لئے اسی وضو سے ادا فرماتے تھے، اسی طرح صبح کی اذان کے بعد اگر کوئی بعد الوضوء تحیۃ الوضوء ادا کرے تو جائز ہوگی یا نہیں؟ مطلب یہ ہے کہ صبح صادق کے بعد نفل یا دوگانہ سنت یا قضا ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صبح صادق کے بعد تحیۃ الوضوء کی اجازت نہیں، سنت فجر سے تحیۃ الوضوء کا بھی اجر مل جائے گا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

زوال سے ادھر ادھر کتنا مکروہ وقت ہے؟

سوال [۲۱۶۸]: دوپہر کو کتنی دیر نصف النہار سے ادھر ادھر مکروہ وقت ہے؟

— الفجر قبل الفرض بأكثر من سنة الفجر لقوله عليه الصلوة والسلام: "ليبلغ شاهدكم غائبكم، ألا لا صلاة بعد الصبح إلا ركعتين". رواه أحمد وأبو داود، وقال صلى الله تعالى عليه وسلم: "إذا طلع الفجر فلا صلاة إلا ركعتين". رواه الطبراني". (تبيين الحقائق، كتاب الصلوة: ۱/۲۳۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة: ۱/۴۳۸، رشيديه)

(وكذا في المبسوط للسرخسي، كتاب الصلوة، باب مواقيت الصلوة: ۱/۱۵۳، المكتبة الغفارية كوئٹہ)

(۱) "قوله: وهي ركعتان، في القهستاني: وركعتان أو أربع، وهي أفضل لتحية المسجد إلا إذا دخل فيه بعد الفجر أو العصر، فإنه يسبح ويهلل ويصلي على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فإنه حينئذ يؤدي حق المسجد، كما إذا دخل للمكتوبة، فإنه غير مأمور بها حينئذ، كما في التمرتاشي اهـ". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۸، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

نصف النہار سے ادھر ادھر کتنی دیر بھی مکروہ نہیں لیکن تعین نصف النہار کا صحیح علم بھی کچھ آسان نہیں، اس لئے نصف النہار کا اندازہ کرنے میں جس قدر غلطی کا احتمال ہو تو اسی قدر مقدم و مؤخر وقت میں نماز پڑھنے سے احتیاط کرے، اگر کہیں دس منٹ کا احتمال ہو تو دس منٹ، پندرہ منٹ کا احتمال ہو تو پندرہ منٹ، پانچ منٹ کا احتمال ہو تو پانچ منٹ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، جامع العلوم کانپور۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "وكره تحريماً صلاة مع شروق واستواء وغروب، إلا عصر يومه". (الدر المختار).

"ولا يخفى أن زوال الشمس إنما هو عقيب انتصاف النهار بلا فصل، وفي هذا القدر من الزمن لا يمكن أداء صلاة فيه، فلعل المراد أنه لا تجوز الصلاة بحيث يقع جزء منها في هذا الزمان، أو المراد بالنهار هو النهار الشرعي وهو من أول طلوع الصبح إلى غروب الشمس، وعلى هذا يكون نصف النهار قبل الزوال بزمان يعتد به". (رد المحتار، كتاب الصلاة: ۱/ ۳۷۱، سعيد)

"ووقت الظهر من زواله، أي ميل ذُكاء عن كبد السماء إلى بلوغ الظل مثليه سوى فيء الزوال، ويختلف باختلاف الزمان والمكان". (الدر المختار)

"(قوله: عن كبد السماء) أي وسطها بحسب ما يظهر لنا". (رد المحتار، كتاب الصلاة: ۱/ ۳۵۹، سعيد)

باب الأذان

الفصل الأول في الأذان

(اذان کا بیان)

مکبر الصوت سے مسجد میں اذان دینا

سوال [۱۸۰۱]: ایک دیہاتی مسجد میں آلہ مکبر الصوت (لاؤڈاسپیکر) مسجد کے اندر صف اول والی جانب یا باب الماری میں نصب کردیا گیا ہے اور اس کے متعلق برقی ٹرانسفارمر وغیرہ دیہات میں مستقل ہو، پر لگادی گئی ہیں اور یہ مشین اس کی حفاظت کے پیشِ نظر مسجد کے اندر رکھا گیا ہے، دوسری جگہ مسجد کے باہر کے حصہ میں رکھنے میں چوری ہونے کا اندیشہ ہے، اس لئے موجودہ صورت میں اذان مسجد کے اندر پہلی صف کی جگہ پر کھڑے ہو کر پڑھنی پڑتی ہے۔ اب بعض لوگوں کا اعتراض ہے کہ مسجد کے اندر اذان دینا مکروہ ہے۔ براہ کرم تحریر فرمائیں کہ موجودہ حالات کے پیشِ نظر بصورت مذکورہ مسجد کے اندر اذان پڑھنا از روئے شرع کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسجد کے اندر اذان مکروہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہاں سے آواز دور تک نہیں پہنچتی جس سے اذان کا مقصد پوری طرح حاصل نہیں ہوتا، اس لئے بلند جگہ پر اذان دینا مستحب ہے تاکہ دور تک آواز پہنچے۔ نیز خارج مسجد اذان کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ احترامِ مسجد کے خلاف ہو(۱)۔ صورتِ مسئولہ میں اذان کی آواز مکبر الصوت سے

---

(۱) "وينبغي أن يؤذن على المئذنة أو خارج المسجد، ولا يؤذن في المسجد". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة وكيفيتهما: ۱/۵۵، رشيدية)

"وينبغي أن يجهر بالأذان، فيرفع به صوته؛ لأن المقصود وهو الإعلام يحصل به، ألا ترى أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال لعبد الله بن زيد رضي الله تعالى عنه: "علمه بلالاً، فإنه أندى وأمد صوتاً" =

دور تک پہنچے گی اور مقصد پوری طرح حاصل ہو جائے گا، البتہ مکبر الصوت بھی خراب ہو کر اس کی آواز بند ہو جاتی ہے یا خراب آواز وحشت ناک نکلتی ہے، اس لئے اس کا انتظام باہر ہی رہے تو اچھا ہے، قفل وغیرہ سے حفاظت کی جائے مسجد کے علاوہ حجرہ وغیرہ ہو اس میں رکھا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

کیا اذان کے لئے کوئی سمت متعین ہے؟

سوال [۲۱۴۹]: کیا اذان دینے کی کوئی سمت متعین ہے یا کوئی سمت افضل ہے؟ اگر مسجد کی چھت سے اذان دی جائے تو کیسا ہے، کیا یہ درست نہیں ہوگی؟ تفصیل سے تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اذان کے لئے یہ خیال رکھا جائے کہ قبلہ رو ہو (۱) اور بلند جگہ پر ہو کہ دور تک آواز پہنچ سکے (۲)۔

سكت: ولهذا كان الأفضل أن يؤذن في موضع يكون أسمع للجيران كالمئذنة ونحوها". (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في بيان سنن الأذان: ۱/۳۷۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، باب الأذان، نوع آخر في بيان ما يفعل فيه: ۱/۵۱۵، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچي)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۴۳، رشيدية)

(۱) "ويستقبل القبلة بهما، ويكره تركه تنزيهاً". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۴۹، رشيدية)

(وكذا في المبسوط، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۲۴۲، المكتبة الغفارية)

(۲) "وهو سنة للرجال في مكان عال". (الدر المختار)

"قوله: في مكان عال: في القنية: ويسن الأذان في موضع عال والإقامة على الأرض، وفي السراج: وينبغي للمؤذن أن يؤذن في موضع يكون أسمع للجيران، ويرفع صوته، ولا يجهد نفسه، لأنه يتضرر". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۴، سعيد)

منبر پر ہو یا مسجد کی دیوار پر ہو، سب درست ہے، خواہ داہنے مینار ہو یا بائیں پر، غرض اذان کا معاملہ ایسا نہیں جیسا کہ بچے کے داہنے کان میں اذان ہوتی ہے اور بائیں میں تکبیر (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۵/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۹/۸۷ھ۔

اذان بائیں جانب، اقامت دائیں جانب کا التزام

سوال [۲۱۸۰]: صلوٰۃ خمسہ کے لئے اذان بائیں جانب سے کہنا اور اقامت دائیں جانب سے کہنا کیسا ہے؟ اس کی سنیت کا ثبوت کہیں ہے؟ بعض لوگ اس کا التزام کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس التزام کا کہیں ثبوت نہیں، بالکل بے اصل ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (كذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة: ۱/۵۵، رشيدية)

(و) قال: "فسنها عند ولادة المولود، فإنهم صرحوا بسنية الأذان، فالأذان في أذن المولود اليمنى والإقامة في الأذن اليسرى". (السعاية: ۲/۴۴، باب الأذان، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(۲) "والسنة أن يؤذن في موضع عال يكون أسمع لجيرانه، ويرفع صوته، ولا يجهد نفسه، كذا في البحر الرائق ... ويقيم على الأرض، هكذا في القنية. وفي المسجد، هكذا في البحر الرائق". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة: ۱/۵۵، ۵۶، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۴۴۳، رشيدية)

(وكذا في فتاوى دار العلوم ديوبند، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان: ۲/۸۸، مكتبه امداديه ملتان)

(وكذا في أحسن الفتاوى، كتاب الصلاة، باب الأذان والإقامة: ۲/۲۸۳، سعيد)

برآمدۂ مسجد میں اذان

سوال [۲۰۸۴]: مسجد کے برآمدہ میں اذان دینا کیسا ہے؟ جائز ہے یا نہیں، جب کہ آواز پہنچنے میں کوئی کمی نہ ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اذان بلند آواز سے بلند جگہ پر کہی جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ دور تک آواز پہنچ جائے، کیوں کہ جہاں تک آواز جائے گی وہاں تک کے شجر و مدر سب گواہی دیں گے (۱)۔ اذان کا مقصود اعلام غائبین ہے (۲) اس

– "(قوله: ويؤذن ثانياً بين يديه) أي على سبيل السنة كما يظهر من كلامهم، رملي". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الجمعة: ۲/۱۶۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صلاة الجمعة: ۲/۲۷۴، رشيدية)

"أي أذان لا يستحب رفع الصوت فيه؟ قل: هو الأذان الثاني يوم الجمعة الذي يكون بين يدي الخطيب؛ لأنه كالإقامة لإعلام الحاضرين، صرح به جماعة من الفقهاء". (السعاية: ۲/۳۸، باب الأذان، المقام الثاني في ذكر أحوال المؤذن، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۱) "عن عبد الرحمن بن أبي صعصعة الأنصاري ثم المازني عن أبيه أنه أخبره أن أبا سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه قال له: إني أراك تحب الغنم والبادية، فإذا كنت في غنمك أو باديتك، فأذنت للصلوة، فارفع صوتك بالنداء، فإنه لا يسمع مدى صوت المؤذن جن ولا إنس ولا شيء، إلا شهد له يوم القيامة". قال أبو سعيد: سمعته من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم". (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب رفع الصوت بالنداء: ۱/۸۵، قديمي)

(وسنن ابن ماجه، أبواب الأذان والسنة فيها، باب فضل الأذان وثواب المؤذنين، ص: ۵۳، مير محمد كتب خانه)

(۲) "الأذان هو لغة الإعلام، وشرعاً إعلام مخصوص". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۳، سعيد)

"منها: أن يجهر بالأذان فيرفع به صوته؛ لأن المقصود وهو الإعلام يحصل به". (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في بيان سنن المؤذن: ۱/۳۶۹، دار الكتب العلمية)

"والأذان إعلام الغائبين". (السعاية: ۲/۳۲، باب الأذان، سهيل اكيڈمي، لاهور)

سے اب میں ایسی طرح اذان کہنا جس سے آواز دینی گھٹ کر رہ جائے اور تبلیغ کم ہو مکروہ ہے(۱)، اور اگر کوئی ایسا کام نہیں جو شانِ مسجد کے خلاف ہو اگر برآمدہ میں اذان کہنے سے بھی یہ مقصود حاصل ہو جائے تو وہاں بھی اذان درست ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۱/۱۴۰۲ھ۔

---

(۱) "ويكره أذان القاعد". (كنز الدقائق).

"وأما القاعد ... فلمخالفة ... وهو مقيد بما إذا لم يؤذن لنفسه، فإن أذن لنفسه قاعداً فإنه لا يكره لعدم الحاجة إلى الإعلام، ويفهم منه كراهته مضطجعاً بالأولى" (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۴۵۸، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثاني، الفصل الأول: ۱/۵۴، رشيديه)

(وفتاوى قاضي خان: ۱/۷۷، مسائل الأذان، رشيديه)

(۲) "وهو سنة للرجال في مكان عال". (الدر المختار).

"وفي رد المحتار: وفي السراج: وينبغي للمؤذن أن يؤذن في موضع يكون أسمع للجيران الخ". (كتاب الصلوٰة، باب الأذان: ۱/۳۸۳، سعيد)

"قال ابن سعد بالسند إلى أم زيد بن ثابت: كان بيتي أطول بيت حول المسجد، فكان بلال رضي الله تعالى عنه يؤذن فوقه من أول ما أذن إلى أن بنى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مسجده، فكان يؤذن بعد على ظهر المسجد، وقد رفع له شيء فوق ظهره". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۳۸۶، سعيد)

(والحديث رواه أبو داود في سننه في كتاب الصلوٰة، باب الأذان فوق المنارة: ۱/۸۵، دار الحديث ملتان)

"ويكره أن يؤذن في المسجد كما في القهستاني عن النظم، فإن لم يكن ثمة مكان مرتفع للأذان يؤذن في فناء المسجد، كما في الفتح". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوٰة، باب الأذان، ص: ۱۹۷، قديمي)

مدرسہ میں اذان وجماعت

سوال[۲۰۸۵]: ایک مدرسہ اسلامیہ ہے جس کا نام سراج العلوم ہے، گکرولی میں اہل سنت والجماعت کی تین مساجد ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ مدرسہ مذکورہ میں اذان وجماعت کے ساتھ نماز ادا کی جاتی ہے، طلبہ ومدرسین نماز جماعت سے ادا کرتے ہیں کیونکہ مسجد شہر سے کچھ فاصلے پر ہیں۔ آپ سے استفتاء یہ ہے کہ مدرسہ مذکورہ میں اذان وجماعت ہوسکتی ہے یا نہیں؟ یہاں آکر اہل محلہ بھی نماز ادا کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اذان وجماعت کے لئے مسجد شرط نہیں ہے، مسجد کے علاوہ جنگل میں، مکان میں، کشتی میں، مدرسہ میں سب جگہ میں درست ہے (۱)، لیکن مسجد کی فضیلت مسجد ہی میں پڑھنے سے حاصل ہوگی (۲)، مسجدوں کو

---

(۱) "عن عبد الرحمن بن أبي صعصعة الأنصاري ثم المازني عن أبيه أنه أخبره أن أبا سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه قال له: إني أراك تحب الغنم والبادية، فإذا كنت في غنمك أو باديتك فأذنت للصلوة، فارفع صوتك بالنداء، فإنه لا يسمع مدى صوت المؤذن جن و لا إنس و لا شيء، إلا شهد له يوم القيامة. قال أبو سعيد: سمعته من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم". (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب رفع الصوت بالنداء: ۱/۸۶، قديمي)

"ويسن أن يؤذن ويقيم لفائتة رافعاً صوته لو بجماعة أو صحراء، لا ببيته منفرداً". (الدر المختار). "(قوله: ولو بجماعة الخ): أي في غير المسجد بقرينة ما يذكره قريباً من أنه لا يؤذن فيه لفائتة". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۹۰، سعيد)

"والضابطة عندنا: أن كل فرض أداءً كان أو قضاءً يؤذن له ويقام سواء أداه منفرداً أو بجماعة إلا الظهر يوم الجمعة في المصر، فإن أداءه بأذان وإقامة مكروه. كذا في التبيين". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة: ۱/۵۵، رشيدية)

(۲) "وعن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أحب البلاد إلى الله مساجدها، وأبغض البلاد إلى الله أسواقها". رواه مسلم"

"وعن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "صلوة الرجل في بيته بصلوة، و صلوته في مسجد القبائل بخمس و عشرين صلوة، و صلوته في =

بالکلیہ چھوڑ کر مستقلاً مدرسہ میں اذان وجماعت کرنا درست نہیں، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کچھ تو نئی مسجد میں چلے جائیں، کچھ مدرسہ میں پڑھیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۵/۹۰ھ۔

اذان کے بعد مسجد سے نکلنا

سوال [۲۱۸۰]: اگر کسی شخص کے مسجد میں ہوتے ہوئے اذان پڑھی جائے، اب اگر اذان کے بعد وہ شخص دوسری مسجد میں جا کر نماز پڑھنا چاہے تو شرعاً کیا حکم ہے؟ اذان کے بعد بلا ضرورت دوسری مسجد میں جا کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس شخص پر دوسری مسجد کی جماعت کا توقف ہے کہ اگر یہ نہ جائے تو وہاں جماعت نہ ہو تب اس کو دوسری جگہ نماز پڑھنا مکروہ نہیں، وہیں جا کر نماز پڑھے، اگر اس پر توقف نہیں تو ایسی حالت میں مسجد سے نکلنا بلا ضرورت مکروہ ہے:

"كره خروجه من مسجد أذن فيه أو في غيره حتى يصلي لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا يخرج من المسجد بعد النداء إلا منافق، أو رجل يخرج لحاجة يريد الرجوع" إلا إذا كان مقيم جماعة أخرى كإمام ومؤذن لمسجد آخر"، لأنه تكميل معنى". مراقي الفلاح۔

= المسجد الذي يجمع فيه بخمس مائة صلوة، وصلوته في المسجد الأقصى بخمسين ألف صلوة، وصلوته في مسجدي بخمسين ألف صلوة، وصلوته في المسجد الحرام بمائة ألف صلوة" رواه ابن ماجة". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب المساجد ومواضع الصلوة: ۱/۷۲، قديمي)

(۱) "قال رحمه الله تعالى: الجماعة سنة مؤكدة ...... تشبه الواجب في القوة حتى استدل بملازمتها على وجود الإيمان. ...... ثم منهم من يقول: إنها فرض كفاية ...... واستدل بقوله صلى الله تعالى عليه وسلم: "صلوة الرجل في جماعة تزيد على صلاته في بيته، وصلاته في سوقه بسبع وعشرين درجةً". وهذا يفيد الجواز، ولو كانت فرض عين، لما جازت صلاته". (تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۳۴۰-۳۴۱، دارالكتب العلمية بيروت)

قال الطحطاوي: "(كراهة) تقيد في الكبير وشرح المنية وغيرهما بإمام تتفرق الناس بغيبته، فيفيد أنه لو لم يكن بهذه المثابة لا يخرج، والظاهر أن المؤذن إذا كان من يقوم مقامه عند غيبته، يكره له الخروج أيضاً". طحطاوي، ص: ۲۴۶ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

گھر پر نماز کے لئے اذان واقامت

سوال[۲۱۸۷]: ۱...ایک انگریزی بستی کے محلے میں زید رہتا ہے اس محلہ میں کوئی مسجد نہیں، دوسرا محلہ اتنی دور ہے کہ کبھی اذان کی آواز آتی ہے کبھی نہیں، یہ شخص گھر پر تنہا نماز پڑھے تو اذان واقامت ضروری ہے یا نہیں؟

اگر اذان سے جھگڑے کا اندیشہ ہو تو کیا کرے؟

۲...ایک شخص ایسے محلّہ میں ہے کہ وہاں آوازِ اذان آتی ہی نہیں تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ اور اگر اذان دینے سے اہلِ ہنود سے نزاع کا اندیشہ ہو (بکثرتہم وعلیتہم) تو یہ شخص کیا کرے؟

۳...ہر دو صورتِ بالا میں اگر چند اشخاص بوقتِ فرض جمع ہوگئے تو اس وقت اذان کا کیا حکم ہے؟ اگر فتنہ وفساد کے خیال سے آہستہ اذان دی جائے کہ اہلِ خانہ سن لیں (کیونکہ آس پاس گھر مسلمانوں کے نہیں) تو سنت ادا ہو جائے گی یا نہیں؟ مفصل تحریر فرمایا جائے۔

الجواب...

---

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، باب إدراك الفريضة، ص: ۲۴۶، قديمي)

"وكره تحريماً للنهي خروج من لم يصل من مسجد أذن فيه إلا لمن ينتظم به أمر جماعة أخرى، أو كان الخروج لمسجد حيه ولم يصلوا فيه، أو لأستاذه لدرسه، أو لسماع الوعظ أو لحاجة ومن عزمه أن يعود، نهر". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب إدراك الفريضة: ۲/۵۴، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب إدراك الفريضة: ۱/۴۵۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب إدراك الفريضة: ۱/۳۰۹، مكتبه امداديه ملتان)

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... "وكره تركهما لمسافر لا لمصل في بيته في المصر، وندبا لهما اهـ". كنز على هامش البحر: ۱/۲۶۹(۱)۔

"(قوله: في بيته): أي فيما يشمل ما يتبعه من الدار والكرم وغيرهما. قهستاني. وفي التفاريق: وإن كان في كرم أو ضيعة يكتفي بأذان القرية أو البلدة إن كان قريباً، وإلا فلا، وحد القريب أن يبلغ الأذان إليه منها اهـ. إسماعيل. والظاهر أنه لا يشترط سماعه بالفعل، تأمل، اهـ". رد المحتار: ۱/۳۹۵(۲)۔

ضروری بمعنی "فرض" کا تو احتمال ہی نہیں، البتہ صورتِ مسئولہ میں اذان و اقامت مستحب ہے، کما فی الکنز، سنتِ مؤکدہ نہیں۔

۲..... ایسے شخص کو خود اذان واقامت کہہ کر نماز پڑھنا چاہیے کیونکہ اذان کی آواز آتی ہی نہیں تو وہ اس کے حق میں بمنزلہ عدم کے ہے، کذا فی العبارۃ المذکورۃ من رد المحتار (۳)۔ جب نزاع کا ظن غالب ہے اور اس کا نتیجہ اس کے حق میں نقصان اور مغلوبیت ہے تو اذان زیادہ بلند آواز سے نہ کہے بلکہ معمولی طریقے سے کہہ لے (۴)۔

---

(۱) (كنز الدقائق على هامش البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۲۶۹، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۲۵۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۱۸۰، مكتبه إمداديه ملتان)

(۲) (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۹۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الأول في صفة وأحوال المؤذن: ۱/۵۴، رشيديه)

(۳) (راجع الحاشية رقمها: ۲)

(۴) "والمؤذن في بيته يرفع دون ذلك فوق ما يسمع نفسه، وعليه يحمل ما في القهستاني، فليتأمل".

(رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۴، سعيد)

"درء المفاسد أولى من جلب المصالح". (شرح الأشباه والنظائر، القاعدة الخامسة: الضرر يزال: ۱/۲۲۲، إدارة القرآن والعلوم الإسلاميه)

۳ ہوجاتی ہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۱۱/۵۸ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرس مظاہر علوم۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۶/۱۱/۵۸ھ۔

متعدد آدمیوں کا اذان دینا

سوال[۲۱۸۸]: تین آدمی ایک ساتھ ہوکر رمضان المبارک میں مغرب اور عشاء کی اذان دیتے ہیں، وجہ یہ ہے کہ بہت سے روزہ دار افطار کے وقت اذان کے منتظر رہتے ہیں، اس لئے تین آدمی مل کر ایک ساتھ اذان دیتے ہیں۔ اس پر کیا فتویٰ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ضرورت کے وقت چند آدمیوں کا ایک ساتھ ایک مسجد میں اذان دینا درست ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۹/۹۰ھ۔

غیر مسلموں کی بستی میں اذان کا حکم

سوال[۲۱۸۹]: جس گاؤں میں مسجد ہو اور اذان کی آواز نہ آتی ہو، نیز ہندوؤں کی زیادتی ہو تو کیا اذان کے بغیر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز وہاں رہنا کیسا ہے؟

---

(۱) (راجع، ص: ۳۹۶، رقم الحاشیة رقمها ۳)

(۲) (قوله: وإذا أذن المؤذنون الأذان الأول ترك الناس البيع) ذكر المؤذنين بلفظ الجمع إخراجاً للكلام مخرج العادة، فإن المتوارث فيه اجتماعهم لتبلغ أصواتهم إلى أطراف المصر الجامع اهـ. وفيه دليل على أنه غير مكروه؛ لأن المتوارث لا يكون مكروهاً، وكذلك نقول في الأذان بين يدي الخطيب، فيكون بدعة حسنة؛ إذ ما رآه المؤمنون حسناً فهو عند الله حسن اهـ. ملخصاً

أقول: وقد ذكر سيدي عبد الغني المسألة كذلك أخذاً من كلام النهاية المذكور، ثم قال: ولا خصوصية للجمعة، إذ الفروض الخمسة تحتاج للإعلام" (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان، مطلب في أذان الجوق: ۲/ ۳۹۰، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زیادہ بلند آواز سے اذان پر قدرت نہ ہو تو پست آواز سے اذان کہے (۱)، اذان سنت ہے، نماز بغیر اذان بھی درست ہو جاتی ہے، البتہ سنت ترک ہوتی ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ رجب/ ۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۴/ رجب/ ۶۷ھ۔

اذان کے بعد جماعت کے واسطے انتظار، مقتدی کا امام پر تحکم کرنا

سوال[۱۱۹۰]: ۱...... اذان کے بعد جماعت کے واسطے کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ کتنی دیر انتظار کرنا چاہئے؟

۲...... امام پر مقتدی کو حکم کرنا و دلیل سمجھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... اتنی دیر کہ وقت مکروہ داخل نہ ہو اور جماعت کے پابند لوگ آجائیں، مگر جو شروع میں آچکے ہیں ان کو گرانی نہ ہو (۳)۔

---

(۱) "والمؤذن في بيته يرفع دون ذلك، فوق ما يسمع نفسه، ولعله يحمل ما في القهستاني عليه". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۳۹۰، سعيد)

"ما أبيح للضرورة يتقدر بقدرها". (شرح الأشباه والنظائر، القاعدة الخامسة: الضرر يزال: ۱/۲۵۲، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية)

(۲) "وهو سنة مؤكدة (هي كالواجب في لحوق الإثم) للفرائض الخ". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۳۸۳، سعيد)

"قوله: سن للفرائض، أي سن الأذان لصلوات الخمس والجمعة سنة مؤكدة قوية قريبة من الواجب، حتى أطلق بعضهم عليه الوجوب ... وفي غاية البيان والمحيط ... لأن السنة المؤكدة في معنى الواجب في حق لحوق الإثم لتاركها". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۴۴۵، رشيدية)

(۳) "ويجلس بينهما بقدر ما يحضر الملازمون مراعياً لوقت الندب". (الدر المختار، كتاب الصلاة،

نمازِ جمعہ کے لئے مدرسے کے اسپیکر سے اذان دینا

سوال [۲۱۹۴]: ہمارے یہاں مدرسہ میں اسپیکر ہے، اس میں پنج وقتہ اذانیں دی جاتی ہیں اور اذانِ جمعہ بھی مدرسہ میں اسپیکر میں دی جاتی ہے اور مسجد میں بغیر اسپیکر کے اذان دی جاتی ہے، مدرسے اسپیکر کی آواز سن کر لوگ اپنے کھیتوں سے نمازِ جمعہ کے وقت پر ادا کرتے ہیں۔ مدرسہ میں نمازِ جمعہ نہیں ہوتی، مدرسہ گاؤں کے کنارہ پر ہے، مسجد اور مدرسہ کا فاصلہ تقریباً ایک فرلانگ ہے۔ براہِ کرم فرمائیں کہ مدرسہ میں اذانِ جمعہ دینی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب مدرسہ میں جمعہ کی نماز ادا نہیں کی جاتی تو وہاں اذانِ جمعہ کی ضرورت نہیں، مسجد کے آس پاس کسی اسپیکر سے اذان دی جانے تو مناسب ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

اذان مائک سے ایک جگہ پر، جماعت دوسری جگہ پر

سوال [۲۱۹۵]: مدرسہ میں لاؤڈ اسپیکر ہے اور جامع مسجد میں نہیں ہے، اعلان کے لئے جمعہ کی اذان پہلے مدرسہ میں لاؤڈ اسپیکر سے دے دی جاتی ہے اور پھر جامع مسجد میں بھی اذان بغیر اسپیکر کے ہوتی ہے، لیکن نمازِ جمعہ پابندی سے جامع مسجد میں ہوتی ہے، مدرسہ میں جماعتِ جمعہ نہیں ہوتی، تو یہ بات درست ہے کہ نہیں؟

= (وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل فيما يرجع إلى صفات المؤذن: ۱/۳۷۴، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۱) "وقال ابن سعد بالسند إلى أم زيد بن ثابت: كان بيتي أطول بيت حول المسجد، فكان بلال يؤذن فوقه من أول ما أذن إلى أن بنى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مسجده، فكان يؤذن بعد على ظهر المسجد، وقد رُفع له شيء فوق ظهره". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۴، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جمعہ کی اذان اگر لاؤڈ اسپیکر سے مدرسہ میں دی جائے اور نماز جامع مسجد میں ہو اور جامع مسجد میں بھی جمعہ کی اذان بغیر لاؤڈ اسپیکر کے کسی منارہ وغیرہ پر ہو تو بھی درست ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ضعیف آواز کے باوجود شوقِ اذان ہو تو کیا صورت ہوگی؟

سوال [۲۱۹۹]: ایک بوڑھا شخص ہے، وہ مسجد میں پہلے چلا آتا ہے اور وہ اپنے گھر سے بے فکر ہے، اذان پڑھنے کا شوق ہے، لیکن اس کی آواز جاتی رہی، اگر کوئی دوسرا اذان پڑھتا ہے تو اس کو برا محسوس کرتا ہے اور منع کرتا ہے کہ تم اذان مت پڑھو، میں اس کی خدمت کرتا ہوں، میں ہی اذان پڑھوں گا، لڑنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ اس کو کس حالت میں اذان، تکبیر کا ثواب ملتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اذان کا ثواب تو اس کو بھی ملتا ہے(۲)، اگر اس کی آواز اہلِ محلہ تک نہیں پہونچتی تو دوسرے آدمی کا بھی انتظام کیا جا سکتا ہے(۳)، اس ضعیف آدمی کو اذان سے منع نہیں کیا جا سکتا اور منع کرنے سے باز نہیں آتا تو اس

---

(۱) "ویعاد أذان جنب ندباً، وقیل: وجوباً، لا إقامته لمشروعیة تکرارہ فی الجمعة دون تکرارها". (الدر المختار، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۳۹۲، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۲۵۸، رشیدیہ)

(وکذا فی الفتاویٰ التاتارخانیة، کتاب الصلوة، باب الأذان، نوع آخر فی أذان المحدث والجنب، ومن یکرہ أذانه ومن لا یکرہ: ۱/۵۱۱، إدارۃ القرآن کراچی)

(۲) "عن أبی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "لا یسمع مدیٰ صوت المؤذن جن ولا إنس ولا شیء إلا شهد له یوم القیامة". رواہ البخاری".

"عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "من أذن سبع سنین محتسباً، کتب له براءۃ من النار". رواہ الترمذی وأبو داؤد وابن ماجة". (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصلوۃ، باب فضل الأذان وإجابة المؤذن: ۱/۶۵، قدیمی)

(۳) "عن عبد اللہ بن زید بن عبد ربه رضی اللہ تعالیٰ عنه ۔۔۔۔۔۔ فقال: "إنها لرؤیا حق إن شاء اللہ ۔۔۔

کی اذان کے بعد دوسرا شخص پڑھ دیا کرے، اس سے آواز بھی باہر تک پہنچ جائے گی اور اس ضعیف کا شوق بھی پورا ہو جائے گا ( )۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۲/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

اذان پست آواز سے کہنا

سوال [۲۱۱۰]: جو شخص کسی مخالفت کی وجہ سے پروپیگنڈہ کرتا ہے خود بھی دوسروں کو بھی تبلیغ کرے کہ اذان آہستہ دی جائے جہاں سے بعض لوگ نہ سن سکیں اور ایسا کرتا بھی ہے، حتیٰ کہ اذان کی جگہ مسجد کے صحن سے ہٹ کر کہتا ہے کہ مسجد کے پیچھے دی جانی چاہیے تاکہ دوسرے نہ سن سکیں اور ہم پہلے ہی نماز پڑھ لیں، وہ لوگ الگ علیحدہ ہو کر پڑھتے رہیں گے۔ مقصد سوال یہ ہے کہ شرعاً ایسے شخص کا کیا درجہ ہے؟ کیا ایسا شخص بھی امامت کا مستحق ہے اور

= فقم مع بلال، فألق عليه ما رأيت فليؤذن به، فإنه أندى صوتاً منك".

قال الملا علي القاري: "قال الإمام النووي: من هذا الحديث يؤخذ استحباب كون المؤذن رفيع الصوت". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۲/۳۴۴، ۳۴۳، رقم الحديث: ۶۵۰، رشيدية)

"منها أن يجهر بالأذان، فيرفع به صوته؛ لأن المقصود وهو الإعلام يحصل به، ألا ترى أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال لعبد الله بن زيد رضي الله تعالى عنه: "علمه بلالاً، فإنه أندى وأمد صوتاً منك" ولهذا كان الأفضل أن يؤذن في موضع يكون أسمع للجيران كالمئذنة ونحوها".

(بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في بيان سنن الأذان: ۱/۳۷۲، دار الكتب العلمية بيروت)

"(قوله: ويؤذن المؤذنون الأذان الأول) قوله: ... (ذكر المؤذنين بلفظ الجمع إخراج للكلام مخرج العادة، فإن المتوارث فيه اجتماعهم لتبليغ أصواتهم إلى أطراف المصر الجامع اه. ففيه دليل على أنه غير مكروه؛ لأن المتوارث لا يكون مكروهاً، وكذلك نقول في الأذان بين يدي الخطيب، فيكون بدعة حسنة؛ إذ ما رآه المؤمنون حسناً فهو عند الله حسن اه ملخصاً. أقول: وقد ذكر سيدي عبد الغني المسألة كذلك أخذاً من كلام النهاية المذكور، ثم قال: ولا خصوصية للجمعة؛ إذ الفرض الخمسة تحتاج للإعلام". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان، مطلب في أذان الجوق: ۱/۳۹۰، سعيد)

مقتدیوں کو ایسے شخص کی اقتدا کرنا چاہئے؟ نیز ایسے شخص کو اذان دینے کی اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

اذان بلند آواز سے بلند جگہ پر دی جائے کہ زیادہ دور تک آواز پہونچے، جہاں تک مؤذن کی آواز پہونچے گی وہاں تک کی ہر چیز مؤذن کے حق میں گواہی دے گی، اذان آہستہ کہنا تاکہ دوسروں تک آواز نہ پہونچے مقصد اذان کو فوت کرنا ہے اور ایسا کرنا مکروہ ہے، پھر اس نیت سے آہستہ اذان کہنا کہ کچھ لوگ جماعت سے محروم رہ جائیں نہایت غلط اور پست قسم کا قلبی ہاست جذبہ ہے جو روحِ اذان اور غیرتِ اسلام کے خلاف ہے، جس میں یہ جذبہ ہو اس کو اپنی اصلاح لازم ہے(۱)، امام کے صفات واخلاق بہت اچھی قسم کے ہونے چاہئیں، نہ کہ ایسے گرے ہوئے، اگرچہ فرض نماز اس کے پیچھے بھی ادا ہو جائے گی "صلوا خلف كل بر وفاجر". رواہ أبو داود(۲)، در مختار میں امامت کے مرجحہ صفات درج ہیں(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "أن أبا سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه قال له: إني أراك تحب الغنم والبادية، فإذا كنت في غنمك أو باديتك، فأذنت للصلوة، فارفع صوتك بالنداء، فإنه لا يسمع مدى صوت المؤذن جن ولا إنس ولا شيء إلا شهد له يوم القيامة". (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب رفع الصوت بالنداء: ۱/۸۶، قديمي)

(وسنن النسائي، كتاب الأذان، باب رفع الصوت بالأذان: ۱۰۷/۱، قديمي)

(وموطأ الإمام مالك، كتاب الصلوة، باب ما جاء في النداء للصلوة، ص: ۴۳، مير محمد كتب خانه كراچي)

"أن يجهر بالأذان، فيرفع به صوته؛ لأن المقصود وهو الإعلام يحصل به، ألا ترى أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال لعبد الله بن زيد رضي الله تعالى عنه: "علمه بلالاً، فإنه أندى وأمد صوتاً منك"، ولهذا كان الأفضل أن يؤذن في موضع يكون أسمع للجيران كالمئذنة ونحوها". (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في بيان سنن الأذان: ۱/۳۷۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۵۳، رشيديه)

(۲) (سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب في الغزو مع أئمة الجور: ۱/۳۴۳، سعيد)

(۳) "والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوة فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم ..."

امام اور مؤذن نہ ہونے کی صورت میں اذان واقامت کا حکم

سوال [۲۰۱۸]: اگر گھر سے مسجد تقریباً دو فرلانگ ہو اور وہاں کی نماز کا کوئی وقت، امام، مؤذن بھی نہ ہو، ایسی حالت میں اگر گھر میں اذان کہے اور گھر میں جماعت کرے جس میں بیوی، ماں، بچے ہوں تو ظاہر ہے کہ اقامت ماں بیوی کہیں گی کیا یہ مکروہ ہے، جماعت افضل ہوگی یا انفراد؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی حالت میں مسجد جا کر اذان واقامت کہہ کر نماز پڑھنا افضل ہے اگرچہ وہاں تنہا ہی نماز پڑھنے کا موقع ملے کہ اس میں مسجد کی آبادی ہے، مکان پر تنہا یا جماعت سے پڑھنے میں وہ فضیلت نہیں ہوگی (۱)۔ مکان پر جماعت کرتے وقت مرد جبکہ امام بنتا ہے تو خود ہی اقامت بھی کہہ لے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= الأحسن تلاوة وتجويداً للقراءة، ثم الأورع، ثم الأسن، ثم الأحسن خلقاً، ثم الأحسن وجهاً الخ".
(الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۱۲۱، ۱۲۲، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلوة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱/۱۰۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "وإن لم يكن لمسجد منزله مؤذن، فإنه يذهب إليه ويؤذن فيه ويصلي وإن كان واحداً، لأن لمسجد منزله حقاً عليه، فيؤدي حق مؤذن مسجد لا يحضر مسجده أحد، قالوا: هو يؤذن ويقيم ويصلي وحده، وذاك أحب من أن يصلي في مسجد آخر". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۵، سعيد)

(۲) "والضابط عندنا: أن كل فرض كان أداءً أو قضاءً يؤذن له ويقام، سواء أداه منفرداً أو بجماعة إلا الظهر يوم الجمعة، فإن أداءه بأذان وإقامة مكروه". (تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۲۴۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۱۸۴، مكتبه امداديه ملتان)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۵۵، رشيديه)

آندھی کے وقت اذان

سوال [۱۹۹۹]: آندھی کے وقت اذان پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

حضرات مشائخ نے مواقع اذان میں اس کو ذکر نہیں کیا ہے (۱)۔ فقط۔

دفع وباء کے لئے اذان

سوال [۲۰۰۰]: وبائی بیماری اور وبائے مرض کے موقعوں پر گاؤں کے چاروں طرف پنج اذان کہنے والے اس پانچ آدمی مل کر اگر ایک مرتبہ اذان دیں تو اس کی اجازت ہے کہ نہیں؟ اگر ہے تو سنن میں سے ہے یا بدعت حسنہ میں سے ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ کوئی شرعی چیز نہیں، لہٰذا ایسے وقت اذان کہنا سنت نہیں (۲) اور غیر سنت کو سنت سمجھنا بدعت ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "ولا يسن لغيرها: أي من الصلوات، وإلا فيندب للمولود. وفي حاشية البحر للخير الرملي: رأيت في كتب الشافعية: أنه قد يسن الأذان لغير الصلوة كما في أذن المولود والمهموم، والمصروع، والغضبان، ومن ساء خلقه من إنسان أو بهيمة، وعند مزدحم الجيش، وعند الحريق، وقيل: عند إنزال الميت القبر قياساً على أول خروجه للدنيا، لكن رده ابن الحجر في شرح العباب الخ".

(رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۳۸۵، سعيد)

(وكذا في منحة الخالق حاشية البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۴۵، رشيديه)

(۲) "ولا يسن لغيرها: أي من الصلوات الخ" (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۳۸۵، سعيد)

(وكذا في منحة الخالق حاشية البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۴۵، رشيديه)

(۳) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد". (مشكوة المصابيح، باب الاعتصام بالكتاب والسنة: ۲۷/۱، قديمي)

دفع وبا و بلا کے لئے اذان

سوال[۲۲۰۱]: ۱...... یہاں پر ہیضہ، طیریا وغیرہ کی عام شکایت ہے، مسجد یا غیر مسجد میں کسی بلا یا بیماری کے دفع کرنے کے لئے چند آدمی مل کر علیحدہ علیحدہ اذانیں دیں تو شرعاً جائز ہے؟

۲...... اس قسم کی اذان کیا وقت نماز یا غیر وقت میں کہی جائے تو جائز ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱، ۲...... وبا کے دفعیہ کے لئے اذان کہنا ثابت بلکہ مستحب ہے(۱) اور بخار کے دفعیہ کے لئے اذان کہنا ثابت نہیں ہے، شرعاً دفع وبا کے لئے اذان جس طرح بھی کہی جائے کہ اذان نماز کا اشتباہ نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۵/۱۰/۶۱ھ۔

مؤذن کے ساتھ ظلم و زیادتی

سوال[۲۲۰۲]: اگر کوئی مؤذن کسی وقت کی اذان مقررہ وقت پر دینا بھول جائے اور نماز کا وقت قریب آ جانے پر بے وضو...... کہہ دے اور بازپرس پر یہ جواب دے کہ آج کی فلاں اذان وقت کی تنگی کی وجہ سے بے وضو دیا ہوں جب کہ میری عادت بلا وضو کہنے کی نہیں ہے، بلکہ وضو کر کے ہی اذان دیتا ہوں۔ اس جواب پر مسجد کے منتظم حضرات تحت کی پی اور سخت گفتگو کرتے ہوئے گریبان پکڑی اور ہاتھا پائی کا سلوک مؤذن کے ساتھ کریں تو کیا ان لوگوں کا یہ فعل از روئے شرع جائز ہے؟ اگر جائز نہیں ہے تو ایسے شخص کا خدا کے یہاں کیا حشر ہوگا جس نے بہانہ بنا کر مؤذن کو مارا؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ مؤذن کے ساتھ زیادتی اور ظلم ہے، اس سے معافی مانگ کر اس کو راضی کیا جائے، ورنہ آخرت کا وبال سر پر رہے گا، دنیا میں بھی بدلہ ملنے کا اندیشہ ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دیوبند، ۲۹/۲/۹۶ھ۔

---

(۱) "قد یسن الأذان لغیر الصلاة ...... قالوا: یسن للمهموم أن یأمر غیره أن یؤذن فی أذنه، فإنه یزیل الهم". (رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۳۸۵، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۴۵، رشیدیہ)

الفصل الثاني في مايتعلق بكلمات الأذان

(کلماتِ اذان کا بیان)

کلمہ میں "محمدٌ" اور اذان میں "محمداً" کیوں ہے؟

سوال[۲۲۰۳]: کلمہ میں "محمدٌ رسول اللہ" اور اذان میں "محمداً رسول اللہ" ہے کیوں؟ اور اگر اذان میں پیش کہے اور کلمہ میں زبر کہے تو غلط ہے، کیوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عربی زبان کے قواعد کا تقاضا یہی ہے، اس کے خلاف پڑھنا غلط ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

اذان میں "اللہ اکبر" کہنے کی بجائے "اللہ آکبار" کہنا

سوال[۲۲۰۴]: اذان میں مؤذن "اللہ اکبر" کے بجائے "اللہ آکبار" کہتا ہے، اذان ادا ہو گئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح کہنا غلط ہے، مگر اذان ادا ہو گئی(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "الأسماء المنصوبة اثنا عشر قسماً: المفعول المطلق .... اسم إن وأخواتها" (هداية النحو، المقصد الثاني في المنصوبات، ص: ۴۲، سعيد)

"الأسماء المرفوعات ثمانية أقسام: الفاعل .... والمبتدأ والخبر". (هداية النحو، المقصد الأول في المرفوعات، ص: ۱۸، سعيد)

(۲) "وفي النهاية: لو أدخل المدة بين الباء والراء في لفظ "أكبر" عند افتتاح الصلاة، لايصير شارعاً في الصلاة، بخلاف ما لو فعل المؤذن في أذانه حيث لاتجب الإعادة وإن كان خطأ؛ لأن أمر الأذان أوسع؛ =

اذان میں "اللہ اکبر اللہ اکبر" پڑھنے کا طریقہ

سوال[۲۲۰۵]: اذان دیتے وقت "اللہ اکبرُ اللہ اکبر" یعنی پہلی "راء" پر پیش لگا کر لام سے ملا کر اذان دیتا ہے۔ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصل بات یہ ہے کہ اس طرح پڑھے "اللہ اکبرْ اللہ اکبرْ" یعنی دونوں جگہ راء کو ساکن کردے اس پر کوئی حرکت نہ پڑھے، اگر پہلی راء پر حرکت پڑھتا ہے تو زبر پڑھے۔ اس طرح "اللہ اکبرَ اللہ اکبر" پیش لگا کر پڑھنے کو ردالمحتار: ۱/۲۵۹(۱) میں خلاف سنت لکھا ہے۔ دوسرے "اکبر" کی "ر" کو بہر حال ساکن پڑھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۵/۹۰ھ۔

= كذا في الجامع الصغير للإمام المحبوبي، انتهى". (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة ۲/۱۵۱، سهيل اكيڈمى لاهور)

"وإن قال: "الله أكبار" بإدخال ألف بين الباء والراء، لا يصير شارعاً، وإن قال ذلك في خلال الصلوة تفسد صلوته، قيل: لأنه اسم من أسماء الشيطان، وقيل: لأنه جمع كبر بالتحريك، وهو الطبل، وقيل: يصير شارعاً ولا تفسد صلاته؛ لأنه إشباع، والأول أصح". (الحلبي الكبير، كتاب الصلوة، الأول: تكبير الافتتاح، ص: ۲۵۹، سهيل اكيڈمى لاهور)

"ولا لحن فيه: أى تغني بغير كلماته، فإنه لا يحل فعله وسماعه". (الدر المختار).

قال ابن عابدين: "(قوله: بغير كلماته): أى بزيادة حركة أو حرف أو مد أو غيرها في الأوائل والأواخر، قهستاني". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۷، سعيد)

(۱) "وحاصلها أن السنة أن يسكن الراء من "الله أكبر" الأول أو يصلها "بالله أكبر" الثانية، فإن سكنها كفى، وإن وصلها نوى السكون، فحرك الراء بالفتحة، فإن ضمها خالف السنة؛ لأن طلب الوقف على "أكبر" الأول صيره كالساكن أصالةً، فحرك بالفتح". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۹، سعيد)

"وقد صنف الشيخ النابلسي في هذه المسألة رسالة سماها: "تصديق من أخبر بفتح راء "الله أكبر"" =

اذان اور اقامت میں "اکبر" کی "را" کو "اللہ" کے "لام" کے ساتھ ملا کر پڑھنا

سوال [۲۰۰۲]: "اللہ" کا ہمزہ وصلی ہے، اذان میں "اکبر" کی "ر" کو "ل" کے ساتھ ملا کر ہمزہ وصلی کو گرا کر پڑھنا یعنی "اللہ اکبر اللہ اکبر" پڑھنا اور اسی طریقہ پر تکبیر میں پڑھنا پہلے "اللہ اکبر" کے "لام" کے ساتھ ملا دیا جائے اور ہمزہ وصلی کو گرا دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں اور اسی طرح تکبیر "حی علی الصلوٰۃ وحی علی الفلاح" کا پڑھنا اس طرح کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصل بات یہ ہے کہ "اللہ اکبر" کی "را" کو ساکن پڑھا جائے اور اس پر وقف کیا جائے، اگر ملایا جائے اس طرح کہ دوسرے "اللہ اکبر" کے "الف وہمزہ" کو ساقط کیا جائے اور "الف" کا فتحہ "ر" پر لے آیا جائے، اگر "ر" پر بجائے فتح کے ضمہ پڑھا جائے جو کہ ضمہ اعراب ہے تو بعض حضرات نے اس کی بھی اجازت دی ہے، بعض نے اس کو خلاف سنت فرمایا ہے، اس مسئلہ پر مستقل ایک رسالہ ہے جس کا نام "تحسین من اخبر بفتح راء اللہ اکبر" ...... شامی میں لکھا ہے:

"وحاصلها أن السنة أن يسكن الراء من الله أكبر الأول أو يصلها بالله أكبر الثانية، فإن سكنها كفى، وإن وصلها نوى السكون فحرك الراء بالفتحة، فإن ضمها خالف السنة، لأن طلب الوقف على أكبر الأول صيره كالساكن أصالة فحرك بالفتح" رد المحتار: ۱/۳۸۶ (۱)۔ اذان واقامت دونوں کا حکم یکساں ہے۔

"وخلاصة ما ذكره فيها أن السنة أن يسكن الراء، أو يصلها، فإن سكنها كفي ذلك، وإن وصلها نوى السكون فحرك الراء بالفتحة، فليراجع". (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۲/۱۵، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۱) (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في الكلام على حديث: "الأذان جزم": ۱/۳۸۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة وكيفيتهما: ۱/۵۶، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۹۰، امداديه ملتان)

اقامت میں "حی علی الصلوۃ" اور "حی علی الفلاح" اور "قد قامت الصلوۃ" پر سکتہ مناسب ہے، اگر مجرور پر جر اور مرفوع پر رفع پڑھیں تب بھی اقامت درست ہوجائے گی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

اذان میں کلمات کو کھینچنا

سوال [۲۲۰۷]: اگر کوئی مؤذن اذان کو کھینچ کر پڑھتا ہے اور آواز کو بناتا ہے اور الفاظ اذان صحیح ہیں تو کیا اذان ہوجاوے گی؟ اور اگر صحیح نہیں پڑھتا ہے صرف آواز اچھی ہے، جس کی وجہ سے عوام اس کو چاہتے ہیں تو کیا اس مؤذن کی اذان اور اقامت ہوجائے گی؟ آیا نماز ہوگی کہ نہیں؟ اور اگر اذان صحیح طریقہ سے پڑھتا ہے اور تکبیر میں غلطی ہے تو کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بے موقع کھینچنا جس سے الفاظ بگڑ جائیں درست نہیں (۲)، ایسی اذان کا اعادہ کیا

---

(۱) "ويسكن كلمات الأذان والإقامة، لكن في الأذان ينوي الحقيقة، وفي الإقامة ينوي الوقف". "روي عن إبراهيم النخعي أنه قال: شيئان يجزمان كانوا لا يعربونهما: الأذان والإقامة، يعني على الوقف". (البحر الرائق مع المنحة، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۴۳، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/[illegible]، امداديه ملتان)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة وكيفيتهما: ۱/۵۶، رشيديه)

(۲) "ومنها ترك التلحين في الأذان، لما روي أن رجلاً جاء إلى ابن عمر رضي الله تعالى عنهما فقال: إني أحبك في الله تعالى، فقال ابن عمر رضي الله تعالى عنهما: إني أبغضك في الله تعالى، فقال: لم؟ قال: لأنه بلغني أنك تغني في أذانك، يعني التلحين". (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في بيان سنن الأذان: ۱/۳۷۲، دار الكتب العلمية بيروت)

"حسن التغني بالترجيع واللحن". (والكنز) وقال ابن نجيم: "(قوله: ولا لحن) ... ولهذا فسره في الملك بالتغني بحيث يؤدي إلى تغيير كلماته، وقد صرحوا بأنه لا يحل فيه، وتحسين الصوت لا بأس به من غير تغن، كذا في الخلاصة". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۴۰، ۴۴۹، رشيديه)

والے کو مؤذن ومکبر مقرر کیا جاوے (۱)۔

"ولا لحن فيه: أي تغني بغير كلماته، فإنه لا يحل فعله وسماعه الخ". در مختار۔

"(قوله: بغير كلماته) أي بزيادة حركة أو حرف أو مد أو غيرها في الأوائل والأواخر الخ".

رد المحتار (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۲۱/۲/۱۴۰۰ھ۔

---

(۱) "والأحق بالإمامة تقديماً بل نصباً - مجمع الأنهر - الأعلم بأحكام الصلوة ثم الأحسن تلاوة وتجويداً للقراءة" (الدر المختار).

وفي رد المحتار: "(قوله: ثم الأحسن تلاوة وتجويداً) أفاد بذلك أن معنى قولهم: أقرأ أي أجود، لا أكثرهم حفظاً وإن جعله في البحر متبادراً، ومعنى الحسن في التلاوة أن يكون عالماً بكيفية الحروف والوقف وما يتعلق بها" قهستاني". (كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، سعيد)

"عن أبي مسعود الأنصاري رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "يؤم القوم أقرؤهم لكتاب الله، فإن كانوا في القراءة سواء، فأعلمهم بالسنة، فإن كانوا في السنة سواء، فأقدمهم هجرة، فإن كانوا في الهجرة سواء، فأقدمهم سناً، ولا يؤمن الرجل الرجل في سلطانه، ولا يقعد في بيته على تكرمته إلا بإذنه". قال الأشج في روايته مكان سلماً سناً". (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب من أحق بالإمامة: ۱/۲۳۶، قديمي)

(وجامع الترمذي، كتاب الصلوة، باب من أحق بالإمامة: ۱/۵۵، سعيد)

(وسنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب من أحق بالإمامة: ۱/۹۳، مكتبه امداديه ملتان)

"ومنها: أي من صفات المؤذن: أن يكون عالماً بالسنة لقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "يؤمكم أقرؤكم، ويؤذن لكم خياركم" وخيار الناس العلماء، ولأن مراعاة سنن الأذان لا يأتي إلا من العالم بها". (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل فيما يرجع إلى صفات المؤذن: ۱/۳۷۹، دار الكتب العلمية، بيروت)

"وينبغي أن يكون المؤذن رجلاً عاقلاً صالحاً تقياً عالماً بالسنة، كذا في النهاية". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الأول في صفته وأحوال المؤذن: ۱/۵۳، رشيديه)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۷، سعيد)

اذان ترنم کے ساتھ

سوال [۲۲۰۹]: آج کل ہمارے یہاں نوجوانوں کو اذان دینے کا شوق اس قدر ہوگیا ہے کہ ایک وقت کی بھی اذان صاحب کے حصے میں آتی نہیں ہے لیکن یہ نوجوان اذان کے ہر کلمے کے یعنی جملے کے اخیر میں اس قدر "ہ ہ ہ ہ ہ ہ ہ" اور اس الفاظ میں اتار چڑھاؤ کا موسیقی ترنم لگاتے ہیں کہ ہر جملے سے تین چار منٹ وقت کھینچ کر سامعین کو پریشان کرتے ہیں، گھڑی کا ٹائم چھ سے سات منٹ سے بڑھ جاتی ہے۔ لہذا اس ترنم والی موسیقی اذان دینے میں از روئے شریعت کوئی قباحت تو نہیں ہے؟ بعد اذان کے اختتام پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اذان موسیقی ترنم کے ساتھ دینا جس سے بعض حروف میں زیادہ کھینچ تان ہو جائے منع ہے خلاف سنت ہے(۱)، ایسی اذان کا جواب بھی لازم نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۰/۹/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۰/۹/۹۰ھ۔

= (وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۹۰، امدادیہ ملتان)

وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة وكيفيتهما: ۱/۵۶، رشيديه)

(۱) "ولا لحن فيه: أي تغني بغير كلماته، فإنه لا يحل فعله وسماعه" (الدر المختار).

"(قوله: بغير كلماته) أي بزيادة حركة أو حرف أو مد أو غيرها في الأوائل والأواخر، قهستاني" (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۷، سعيد)

"ومنها ترك التلحين في الأذان، لما روي أن رجلاً جاء إلى ابن عمر رضي الله تعالى عنهما فقال: إني أحبك في الله تعالى، فقال ابن عمر: إني أبغضك في الله تعالى، فقال: لم؟ قال: لأنه بلغني أنك تغني في أذانك، يعني التلحين" (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في بيان سنن الأذان: ۱/۳۷۳، دار الكتب العلمية بيروت)

"ليس للمؤذن بلا ترجيع ولحن" (الكنز). "(قوله: ولحن) ... ولهذا فسره في المسلك بالتغني بحيث يؤدي إلى تغيير كلماته، وقد صرحوا بأنه لا يحل فيه، وتحسين الصوت لا بأس به من غير تغن، كذا في الخلاصة" (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۴۲-۴۴۳، رشيديه)

(۲) "ويجب على من سمع الأذان بأن يقول كمقالته إن سمع المسنون منه وهو ما كان عربياً لا لحن فيه" ...

کلماتِ اذان میں فصل ووصل

سوال [۲۲۱]: ہمارے یہاں اذان سننے کے بارے میں سخت اختلاف ہوچکا ہے یعنی ایک شخص نے اذان کہتے وقت "اللہ اکبر" کے کلمہ کو ایک سانس میں دو مرتبہ کہا بلکہ ہر کلمہ کو چار مرتبہ علیحدہ علیحدہ کہہ دیا تو اس پر بعضوں نے کہا کہ اس کی اذان درست ہے بعض نے کہا کہ درست نہیں ہے، اس پر سخت جھگڑا ہوگیا۔ تحقیقاً یہ اذان درست ہوئی کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شروع اذان میں جب مؤذن چار مرتبہ "اللہ اکبر" کہتا ہے تو اس کو چار آواز سے علیحدہ علیحدہ نہیں کہنا چاہئے، بلکہ دو آواز سے کہنا چاہئے یعنی ایک آواز میں دو مرتبہ "اللہ اکبر" کہے، ھکذا فی بدائع الصنائع (۱)۔ تاہم اگر سانس کم ہو اور ایک سانس میں دو مرتبہ نہ کہہ سکے تو اسی طرح کہے کہ ایک سانس سے دو مرتبہ "اللہ اکبر" میں اتنا فصل نہ ہو جتنا چار مرتبہ میں ہوتا ہے، اس طرح اذان درست ہوجائے گی اور ایسی حالت میں بہتر یہ ہے کہ کوئی بڑے سانس والا اذان کہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/۲/۵۶ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ صفر/ ۵۶ھ۔

---

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الصلوة، فصل فیما یرجع إلی صفات المؤذن: ۱/۳۷۶، دار الکتب العلمیة بیروت)
(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلوة، الباب الثانی فی الأذان، الفصل الأول فی صفته وأحوال المؤذن: ۱/۵۶، رشیدیه)

(۲) "ویتمهل یترسل فی الأذان بالفصل بسکتة بین کل کلمتین، ویسرع: أی یحدر فی الإقامة للأمر بهما فی السنة" (مراقی الفلاح). وقال الطحطاوی رحمه الله تعالی: "(قوله بین کل کلمتین): أی جملتین إلا فی التکبیر الأول، فإن السکتة تکون بعد تکبیرتین". (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلوة، باب الأذان، ص: ۱۹۶، قدیمی)

(۳) قوله: (ویترسل فیه ویحدر فیها) أی یتمهل فی الأذان ویسرع فی الإقامة، وحده أن یفصل بین کلمتی الأذان بسکتة بخلاف الإقامة للتوارث، ولحدیث الترمذی أنه صلی الله تعالی علیه وسلم قال =

ایضاً

سوال [۲۰۰۲]: شروع اذان میں "اللہ اکبر اللہ اکبر" چار مرتبہ ہے، اس کو بغیر سکتہ کے یک آواز میں دوبار پڑھے یا سکتہ کے ساتھ ایک آواز میں ایک، دوسری بقیہ الفاظ شہادتین وغیرہ؟ پوری ترکیب مع اقوال فقہا تحریر فرمادیں۔

والسلام شریف احمد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک سانس میں دو مرتبہ لفظ "اللہ اکبر" کو اس طرح پڑھنا چاہیے کہ "اکبر" کی "ر" ساکن ہو اور بغیر سکتہ کے دوبار پڑھا جائے، دو مرتبہ پڑھ کر سکتہ کرکے پھر دوسرے سانس میں اسی طرح دوبار پڑھنا چاہیے۔ کلمہ شہادتین ایک سانس میں ایک مرتبہ پڑھ کر سکتہ کرکے دوسرے سانس میں دوسری مرتبہ پڑھا جائے، غرض جس طرح لفظ "اللہ اکبر" دو مرتبہ ایک سانس میں پڑھ کر سکتہ کیا جاتا ہے اسی طرح کلمہ شہادت ایک سانس میں ایک مرتبہ کہہ کر سکتہ کرنا چاہیے۔ یہی حکم حیعلتین کا ہے۔

"ویترسل فیه ویحدر فیها: أي یتمهل في الأذان ویسرع في الإقامة، وحده أن یفصل بین کلمتي الأذان بسکتة بخلاف الإقامة (إلی أن قال) ویسکن کلمات الأذان والإقامة". بحر ۱/۲۵۷(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

لبلال: "إذا أذنت فترسل في أذانك، وإذا أقمت فاحدر". فكان سنة فيكره تركه" (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۴۳، رشيدية)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في بيان سنن الأذان: ۱/۳۴۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة وكيفيتهما: ۱/۵۶، رشيدية)

(۱) (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۴۸،۴۴۲، رشيدية)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في بيان سنن الأذان: ۱/۳۷۴، دار الكتب العلمية بيروت)=

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم، ۲۷/ جمادی الاولیٰ/ ۵۸ھ۔

"حی علی الصلوٰۃ" چار مرتبہ کہنا

سوال [۲۲۱۳]: تکبیر کہتے وقت "حی علی الصلوٰۃ" چار مرتبہ پڑھنے سے تکبیر ہو جاتی ہے یا کچھ کمی رہتی ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

"حی علی الصلوٰۃ" چار مرتبہ نہیں بلکہ دو مرتبہ ہے، چار مرتبہ غلط ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

"الصلوٰۃ خیر من النوم" کو قصداً دو حصوں میں پڑھنا

سوال [۲۲۱۴]: ہمارے محلہ میں ایک حافظ صاحب صبح کی اذان پڑھتے ہیں تو وہ "الصلوٰۃ" پڑھ کر قصداً سانس توڑ دیتا ہے اور پھر "خیر من النوم" پڑھتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ یہ سانس توڑنا مستحب رسول ہے اور بڑا ثواب ہے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اس مؤذن کا یہ طریقہ غلط ہے اور اس کو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتانا بڑی غلطی ہے: "الصلوٰۃ خیر

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة: ۱/۵۶، رشيدية)

(۱) "عن أبي محذورة قال: ألقى علي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم التأذين هو بنفسه، فقال: "قل: الله أكبر الله أكبر الله أكبر الله أكبر، أشهد أن لا إله إلا الله، أشهد أن لا إله إلا الله، أشهد أن محمداً رسول الله، أشهد أن محمداً رسول الله ...... حي على الصلوة حي على الصلوة، حي على الفلاح حي على الفلاح، الله أكبر الله أكبر". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب الأذان، الفصل الأول: ۱/۶۳، قديمي)

(وسنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب كيف الأذان: ۱/۷۴، سعيد)

من النوم" کے دو ٹکڑے نہ کیے جائیں(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

---

(۱) "و يترسل في الأذان، و يحدر في الإقامة، و هذا بيان الاستحباب. والترسل أن يقول: "الله أكبر الله أكبر" و يقف ثم يقول مرة أخرى مثله، و كذلك يقف بين كل كلمتين إلى آخر الأذان". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الثاني في كلمات الأذان و الإقامة و كيفيتهما: ۱/۵۶، رشيديه)

"و يترسل فيه بسكتة بين كل كلمتين" (الدر المختار). "و هذه السكتة بعد كل تكبيرتين لا بينهما". (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۳۸۷، سعيد)

(و كذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۹۱، امداديه)

"(قوله: لحن) فلا ينقص شيئاً من حروفه، و لا يزيد في أثنائه حرفاً، و كذا لا يزيد و لا ينقص من كيفيات الحروف كالحركات والسكنات والمدات و غير ذلك لتحسين الصوت". (حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۹۰، امداديه)

"و يمهل: يترسل في الأذان بالفصل بسكتة بين كل كلمتين: أي جملتين إلا في التكبير الأول، فإن السكتة تكون بعد تكبيرتين". (مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب الأذان، ص: ۱۹۶، قديمي)

"و يزيد في أذان الفجر بعد الفلاح "الصلاة خير من النوم" مرتين لما روى ابن ماجة عن سعيد بن المسيب عن بلال أنه أتى النبي ﷺ يؤذنه بصلوة الفجر، فقيل: هو نائم، فقال: الصلوة خير من النوم مرتين، فأقرت في أذان الفجر". (الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، فصل في السنن، ص: ۳۷۳، سهيل اكيدمي لاهور)

(و كذا في الخانية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، مسائل الأذان: ۱/۷۹، رشيديه)

(و كذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان سنن الأذان: ۱/۳۷۲، دار الكتب العلمية بيروت)

الفصل الثالث في إجابة الأذان

(اذان کے جواب کا بیان)

کن الفاظ میں اذان کا جواب دیا جائے؟

سوال[۲۲۱۵]: ۱... اذان کے جواب میں وہی الفاظ کہیں یا دوسرے؟

۲... مسجد میں ہو تو اذان کا جواب دینا ضروری ہے یا نہیں؟

۳... اگر تعلیم وتقریر ہورہی ہو تو اس کو بند کرکے جواب دینا افضل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... مسجد میں یا باہر سب جگہ وہی الفاظ کہیں، البتہ "حي علی الصلوة" و "حي علی الفلاح" پر "لاحول ولا قوة إلا باللّٰه" کہیں(۱)۔

---

(۱) "ویجب من سمع الأذان بأن یقول کمقالته، إلا في الحیعلتین فیحوقل". (الدر المختار، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۹۶، ۳۹۷، سعید)

"یجب علی السامعین عند الأذان الإجابة: وهي أن یقول مثل ما قال المؤذن، إلا في قوله: "حي علی الصلاة"، حي علی الفلاح، فإنه یقول مکان "حي علی الصلاة": لاحول ولا قوة إلا باللّٰه العلي العظیم، ومکان قوله: "حي علی الفلاح": ما شاء اللّٰه کان وما لم یشأ لم یکن، کذا في محیط السرخسي". (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلوة، الباب الثاني في الأذان، ومما یتصل بذلک إجابة المؤذن: ۱/۵۷، رشیدیه)

"عن أبي سعید الخدري رضي اللّٰه تعالیٰ عنه أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم قال: "إذا سمعتم النداء، فقولوا مثل ما یقول المؤذن".

"حدثنا إسحٰق قال: حدثنا وهب بن جریر قال: حدثنا هشام عن یحیی نحوه، قال: یحیی وحدثني بعض إخواننا أنه قال: لما قال: حي علی الصلوة، قال: لاحول ولا قوة إلا باللّٰه، وقال: هکذا —

۲۔ مسجد میں رہتے ہوئے جب اذان ہو تب بھی جواب دینا چاہئے (۱)۔

۳۔ تقریر و تعلیم بند کرکے جواب دینا افضل ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

اذان کا جواب دینا واجب ہے

سوال [۲۲۰۹]: اذان کا جواب دینا کیسا ہے، جو شخص مسجد میں موجود ہو تو کیا اس کے لئے جواب دینا واجب ہے اور مسجد کے باہر ہو تو اس کے لئے مستحب ہے؟ مولانا مشتاق صاحب انبیٹھوی نے اپنا ایک رسالہ میں تحریر کیا ہے کہ "اذان کا جواب دینا واجب ہے اس شخص کے واسطے جو مسجد میں موجود ہے اور جو مسجد کے باہر ہے تو اس کے واسطے مستحب ہے، جو موذن کے جتنے والا بھی وہی جواب میں کہے"۔ یہ کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فقہاء کی ایک جماعت نے اسی کو اختیار کیا ہے، کذا فی رد المحتار: ۱/۳۹۷ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

وضو کے دوران اذان کا جواب دے یا دعائے وضو پڑھے؟

سوال [۲۲۱۰]: اگر کوئی وضو کر رہا ہے مسجد میں اور اذان بھی ہو رہی ہے تو وضو کی دعا پڑھے یا

= سمعنا نبيكم صلى الله تعالى عليه وسلم يقول". (الصحيح للبخاري، كتاب الأذان، باب ما يقول إذا سمع المنادي: ۱/۸۶، قديمي)

(۱) "فيقطع قراءة القرآن لو كان يقرأ بمنزله، ويجيب لو أذان مسجده كما يأتي، ولو بمسجد، لا؛ لأنه أجاب بالحضور، وهذا متفرع على قول الحلواني، وأما عندنا فيقطع ويجيب بلسانه مطلقاً، والظاهر وجوبها باللسان لظاهر الأمر في حديث: "إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول"". (الدر المختار)

"(قوله: ولو بمسجد، لا) أي لا يجب قطعها بالمعنى الذي ذكرناه آنفاً، فلا ينافي ما قدمه من أن إجابة اللسان مندوبة عند الحلواني، فافهم". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۳۹۸، ۳۹۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۴۵۰، رشيدية)

(۲) (راجع الحاشية المتقدمة)

(۳) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "کیا مسجد میں اذان کا جواب دیا جائے؟")

اذان کے الفاظ دہرائے جائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جوابِ اذان کی حدیث بہ نسبت دعائے وضو کی حدیث کے قوی ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۷/۱۴۰۹ھ

---

(۱) "والدعاء بالوارد عنده: أي عند كل عضو، وقد رواه ابن حبان وغيره عنه عليه الصلاة والسلام من طرق. قال محقق الشافعية الرملي: فيعمل به في فضائل الأعمال وإن أنكره النووي". (الدر المختار)

"(قوله: وإن أنكره النووي) حمل الرملي كما في الشرنبلالية إنكاره له من جهة الصحة، قال: أما باعتبار وروده من الطرق الضعيفة، فلعله لم يثبت عنده ذلك، أو لم يستحضره حينئذ". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطهارة: ۱/۱۲۷، ۱۲۸، سعيد)

"قوله: أي المنقول عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم والصحابة والتابعين، قال ابن أمير حاج: سئل شيخنا حافظ عصره شهاب الدين بن حجر العسقلاني عن الأحاديث التي ذكرت في مقدمة أبي الليث في أدعية الأعضاء، فأجاب بأنها ضعيفة، والعلماء يتساهلون في ذكر الحديث الضعيف، والعمل به في الفضائل، ولم يثبت منها شيء عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لا من قوله ولا من فعله اهـ. وطرقها كلها لا تخلوا عن متهم بوضع. ونسبة هذه الأدعية إلى السلف الصالح أولى من نسبها إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم حذراً من الوقوع في مصداق: "من كذب علي متعمداً فليتبوأ مقعده من النار". وعن هذا قالوا كما في التقريب وشرحه: إذا أردت رواية حديث ضعيف بغير إسناد، فلا تقل: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، وما أشبه ذلك من صيغ الجزم، بل قل: روي عنه كذا، أو بلغنا، أو ورد، أو جاء، أو نقل، وما أشبهه من صيغ التمريض. وكذا فيما في صحته وضعفه. أما الصحيح فاذكره بصيغة الجزم. قال الهندي وغيره: ولم يثبت منه إلا الشهادتان بعد الفراغ، فإنه أشهد عن النهر". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الطهارة، فصل من آداب الوضوء أربعة، ص: ۷۵، قديمي)

"الثامن أن الأدعية المذكورة في كتب الفقه قال النووي: لا أصل لها، والذي يثبت الشهادة بعد الفراغ من الوضوء، وأقره عليه السراج الهندي في التوشيح". (البحر الرائق، كتاب الطهارة: ۱/۵۸، رشيديه)

متوضی وضو کی دعائیں پڑھے یا اذان کا جواب دے؟

سوال[۲۲۰۵]: زید نے وضو شروع کیا اور مؤذن نے اذان شروع کردی تو اس متوضی کے لئے وضو کی دعا پڑھنا افضل ہے یا اذان کا جواب دینا افضل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اذان کا جواب دینا مؤکد ہے، اس کے لئے حدیث میں امر ہے "فقولوا مثل ما یقول المؤذن" (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

وضو، تلاوت اور تعلیم کرتے وقت اذان کا جواب

سوال[۲۲۰۶]: ایک آدمی مسجد میں وضو کررہا ہے، یا قرآن پڑھ رہا ہے یا حدیث وفقہ پڑھ رہا ہے

■ (كذا في البحر الرائق، كتاب الطهارة: ۱/۵۰، رشيدية)

"وأن يدعو عند غسل كل عضو بما جاء في الآثار عن السلف الصالحين". (الحلبي الكبير: آداب الوضوء، ص: ۳۳، سهيل اكيدمي لاهور)

"عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "إذا سمعتم النداء فقولوا مثل ما يقول المؤذن" (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب ما يقول إذا سمع النداء: ۱/۸۶، قديمي)

(والصحيح لمسلم، كتاب الصلوة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن: ۱/۱۶۶، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب الصلوة، باب ما يقول إذا سمع المؤذن: ۱/۸۴، دار الحديث ملتان)

(وجامع سنن الترمذي، أبواب الصلوة، باب ما يقول إذا أذن المؤذن: ۱/۵۱، سعيد)

(۱) الحديث بتمامه: "عن أبي سعيد الخدري أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "إذا سمعتم النداء فقولوا مثل ما يقول المؤذن" (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب ما يقول إذا سمع النداء: ۱/۸۶، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب الصلوة، باب ما يقول إذا سمع المؤذن: ۱/۸۴، دار الحديث ملتان)

(وسنن الترمذي، أبواب الصلوة، باب ما يقول إذا أذن المؤذن: ۱/۵۱، سعيد)

(والصحيح لمسلم، كتاب الصلوة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن: ۱/۱۶۶، قديمي)

یا وعظ وتقریر کررہا ہے اور اسی حال میں مؤذن نے اذان شروع کردی تو کیا اپنا عمل روک کر اذان کا جواب دے یا اپنا عمل جاری رکھے؟ مفصل تحریر فرمائیں کہ کن کن صورتوں میں کیا کیا احکام ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وضو کررہا ہے، بقیہ صور میں افضل یہ ہے کہ ان کو بند کرکے اذان کا جواب دے، لیکن اگر ان کو جاری رکھے تب بھی گناہ نہیں ہے(١)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

تلاوت اور وضو وغیرہ کے درمیان اذان کا جواب

سوال[۲۲۰۰]: اذان کے وقت قضا نمازیں یا نوافل یا تلاوت قرآن پاک جائز ہے یا نہیں؟ تلاوت جاری رکھے یا اذان کا جواب دے؟ اسی طرح وضو کرتے وقت اذان سنائی دے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر نماز قضا یا نفل نماز پہلے شروع کرلی ہے اور درمیان میں اذان ہوجائے تو بہتر یہ ہے کہ اس کو اذان

---

(١) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "إذا سمعتم النداء، فقولوا مثل ما يقول المؤذن". (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب ما يقول إذا سمع النداء: ١/٨٦، قديمي)

(والصحيح لمسلم، كتاب الصلوة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن: ١/١٦٦، قديمي)

"ويجب وجوباً، وقال الحلواني: ندباً، والواجب الإجابة بالقدم من سمع الأذان بأن يقول كمقالته إلا في الحيعلتين، وفي الصلوة خير من النوم ... فيقطع قراءة القرآن لو كان يقرأ بمنزله ويجيب، ولو بمسجد لا، لأنه أجاب بالحضور، وهذا متفرع على قول الحلواني، وأما عندنا فيقطع ويجيب بلسانه مطلقاً، والظاهر وجوبها باللسان لظاهر الأمر في حديث: "إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ١/٣٩٦، ٣٩٩، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثاني في الأذان، ومما يتصل بذلك إجابة المؤذن: ١/٥٧، رشيدية)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل فيما يجب على السامعين: ١/٣٩٠، دار الكتب العلمية بيروت)

کا جواب دے پھر درود کے وسیلہ پڑھے پھر نماز شروع کرے(۱)۔ اگر وہ شخص تلاوت میں ہو اذان ہوجائے تو بہتر ہے کہ تلاوت روک کر اذان کا جواب دے پھر دعا پڑھے پھر اعوذ پڑھ کر تلاوت شروع کرے۔ بے وضو کی حالت میں اذان کا جواب بھی دے سکتا ہے بے وضو بھی کرتا رہے، شامی: ۱/۳۹۶(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "(ويجيب) [illegible] (من سمع الأذان) [illegible] لا حائضاً ونفساء (أى لا يجيب إذا كان السامع حائضاً ونحوهم) وسامع خطبة وفي صلاة جنازة وجماع، ومستراح وأكل وتعليم علم وتعلمه، بخلاف القرآن". (الدر المختار).

وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "(قوله بخلاف قرآن) لأنه لايفوت، جوهرة. ولعله: لأن تكرار القراءة إنما هو للأجر، فلا يفوت بالإجابة، بخلاف التعلم، فعلى هذا لو يقرأ تعليماً أو تعلماً لا يقطع، سائحاني". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان، مطلب في كراهة تكرار الجماعة في المسجد: ۱/۳۹۹، سعيد)

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ چونکہ بے وضو اذان کی ادائیگی کوئی جسمانی عبادت نہیں اور نفل نماز کا جیسا تعلق ہے، اذان کے لئے ان شرائط کی پابندی ضروری نہیں ہے۔

(۲) "ويجب على من سمع الأذان بأن يقول بلسانه كمقالته، إلا في الحيعلتين فيحوقل، وفي الصلاة خير من النوم [illegible] ويدعو عند فراغه بالوسيلة لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم. فيقطع قراءة القرآن لو كان يقرأ بمنزله، ويجيب لو أذان مسجده كما يأتي، ولو بمسجد لا، لأنه أجاب بالحضور، وهذا متفرع على قول الحلواني، وأما عندنا فيقطع ويجيب بلسانه مطلقاً، والظاهر وجوبها باللسان لظاهر الأمر في حديث: "إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۹۶، ۳۹۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۵۱، رشيدية)

"ولا يشتغل بقراءة القرآن ولا بشيء من الأعمال سوى الإجابة، ولو كان في القراءة ينبغي أن يقطع ويشتغل بالاستماع والإجابة، كذا في البدائع". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثاني في الأذان، ومما يتصل بذلك إجابة المؤذن: ۱/۵۷، رشيدية)

بوقتِ اذان تلاوت کو جاری رکھے یا موقوف کردے؟

سوال [۲۲۲۱]: جس وقت کوئی شخص اذان سنے اس وقت تلاوت موقوف کردے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مسجد میں تلاوت کررہا تھا تب تو تلاوت کو جاری رکھے، اگر خارج مسجد یا اپنے مکان وغیرہ میں تھا تو تلاوت کو موقوف کرکے اذان کا جواب دے، تنویر الأبصار: ۴۱۱/۱ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

وعظ کے دوران اذان شروع ہوجائے

سوال [۲۲۲۲]: ایک شخص چند آدمیوں کو لے کر مسجد میں یا بیرون مسجد درس کی صورت میں کوئی دینی کتاب پڑھ کر سنا رہا ہے، یا زبانی وعظ کررہا ہے، اسی دوران کسی نماز کی اذان کا وقت ہوجاتا ہے اور اذان کی آواز سنائی دیتی ہے، اب کتاب سنانے والے کو کتاب پڑھنا بند کردینا چاہئے یا کہ جاری رکھنا چاہیے؟ نیز اس صورت میں کتاب پڑھنے والے یا وعظ کہنے والے کو اور سننے والے اصحاب کو اذان کا جواب دینا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصل بات یہ ہے کہ جب اذان شروع ہوجائے تو کتاب، تلاوت، وعظ، تقریر بند کرکے اذان کا جواب دیا جائے پھر دعائے اذان پڑھ کر کتاب، تلاوت، وعظ، تقریر حسب موقع شروع کریں، ردالمحتار وغیرہ کتب فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے (۲)۔ حدیث شریف میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

---

(۱) (لم أظفر بتخريجه تحت عنوان: "تلاوت اور قرأت کے درمیان اذان کا جواب")

(۲) "ويجيب من سمع الأذان بأن يقول بلسانه كمقالته إلا في الحيعلتين: فيحوقل، وفي: الصلاة خير من النوم ...... ويدعو عند فراغه بالوسيلة لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ...... ويقطع قراءة القرآن لو كان يقرأ بمنزله، ويجيب لو أذان مسجده كما يأتي، ولو بمسجد، لا لأنه أجاب بالحضور، وهذا متفرع على قول الحلواني، وأما عند الهندواني فيقطع ويجيب بلسانه مطلقاً، والظاهر وجوبها باللسان لظاهر الأمر في حديث: "إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۳۹۸/۱، ۳۹۹، سعيد)

"فقولوا مثل ما يقول المؤذن"(۱) اور فتح القدیر میں اسی حدیث سے استدلال کیا ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

حیعلتین کا جواب

سوال[۲۲۲۴]: بہشتی زیور حصہ نمبر ۱۱، باب احکام مؤذن کے ایک مسئلہ سے شبہ واقع ہوتا ہے، مہربانی کرکے اس کا ازالہ فرمائیں، حضرت مولانا یہ بیان فرماتے ہیں:

"جو لفظ مؤذن کی زبان سے سنے وہی کہے مگر "حي على الصلوة، حي على الفلاح" کے جواب میں "لاحول ولا قوة إلا بالله" بھی کہے"(۳)۔ بظاہر اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ "حي على الصلوة وحي على الفلاح" کے جواب میں اس لفظ کو بھی دہرائے اور ساتھ ہی "لاحول ولا قوة إلا بالله" بھی کہے، لیکن اس مسئلے کے حوالہ میں جو عبارت مراقی الفلاح کی پیش کی گئی ہے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ "لاحول ولا قوة إلا بالله" بھی کہے اس کے ساتھ حیعلتین بھی کہے، پوری عبارت مراقی الفلاح کی ملاحظہ فرمائیں:

"الحيعلتين عند "حي على الصلوة وحي على الفلاح" كما ورد لأنه لو قال مثلهم

= (وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۵۰، رشيديه)

"ولا يشتغل بقراءة القرآن ولا بشيء من الأعمال سوى الإجابة، ولو كان في القراءة ينبغي أن يقطع ويشتغل بالاستماع والإجابة، كذا في البدائع". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثاني في الأذان، ومما يتصل بذلك إجابة المؤذن: ۱/۵۷، رشيديه)

(۱) (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب ما يقول إذا سمع المنادي: ۱/۸۶، قديمي)

(والصحيح لمسلم، كتاب الصلوة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن: ۱/۱۶۶، قديمي)

(۲) "لكن ظاهر الأمر في قوله صلى الله عليه وسلم: "إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول" الوجوب، إذ لا تظهر قرينة تصرفه عنه، بل ربما يظهر استنكار تركه؛ لأنه يشبه عدم الالتفات إليه والتشاغل عنه، وفي التحفة: ينبغي أن لا يتكلم ولا يشتغل بشيء حال الأذان أو الإقامة". (فتح القدير، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۲۴۸، ۲۴۹، مصطفى البابي الحلبي بمصر)

(۳) (بہشتی زیور حصہ یازدہم، اذان واقامت کے احکام، ص: ۵۷، دار الاشاعت کراچی)

كالمستهزئ؛ لأنه من حكى لفظ الأخير بنثر كان مستهزئاً بخلاف باقي الكلمات؛ لأنه ثناء،
والمخالفة مستحبات بعد ... معقل معاني"۔ باب الأذان، ص: ۲۰۴ (۱)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مراقی الفلاح کی شرح طحطاوی ص: ۱۰۴ میں ہے: "والأحسن عند المحققين في الفتح الجمع بين الحيعلة والحوقلة عملاً بالأحاديث الواردة وجمعاً بينها" (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۰/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند۔

باتیں کرتے ہوئے اذان کا جواب

سوال [۲۲۲۴]: "بوقت اذان جو شخص باتیں کرتا ہے اس کا خاتمہ ایمان پر نہ ہوگا" یہ لکھا ہے بہار شریعت میں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اذان کا جواب دینا چاہیے، باتیں بند کر دینا چاہیے، یہی طریقہ ادب ہے کہ وہ باتیں بند کر دی جائیں اور اذان کا جواب دیا جائے (۳)۔ اگر یہ غلط ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۲/۸۸ھ۔

---

(۱) (مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب الأذان، ص: ۲۰۳، ۲۰۴، قديمي)

(۲) (حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، باب الأذان، ص: ۲۰۳، قديمي)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۳۹۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۴۵۳، رشيدية)

(۳) "ويجيب وجوباً، وقال الحلواني ندباً، والواجب الإجابة بالقدم، من سمع الأذان بأن يقول بلسانه كمقالته إلا في الحيعلتين فيحوقل" (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۳۹۶، سعيد)

(والفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، ومما يتصل بذلك إجابة المؤذن: ۱/۵۷، رشيدية)

اذان کے وقت مسجد میں بات کرنا

سوال[۲۲۲۵]: دو حدیثوں کا مفہوم ہے کہ اذان کے وقت بات کرنے سے ایمان جاتے رہنے کا خوف ہے اور مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے سے ۴۰/برس کی نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اکثر بازاروں میں یا نماز کے لئے آتے وقت یا بوقتِ اذان لین دین یا باتیں کرتے ہیں، اگر کوئی شخص خاموش رہے تو شدید تکلیف ہوگی۔ ایسے مواقع پر کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

اذان کے وقت باتیں کرنے سے ایمان جاتے رہنے کا خوف کس حدیث میں ہے، مجھے وہ حدیث محفوظ نہیں، آپ لکھیں تو اس کو دیکھا جائے۔ مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے کے لئے بیٹھنا منع ہے، اگر نماز کے لئے مسجد میں جائے اور وہاں کوئی اتفاقیہ تجارت و ملازمت وغیرہ کی باتیں بھی کسی سے کر لے تو یہ اس حکم میں نہیں ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

— "فإذا كان يتكلم في الفقه و الأصول يجب عليه الإجابة". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، باب الأذان : ۱/۲۰۲، قديمي)

(۱) "عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: نهى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن تناشد الأشعار في المسجد، و عن البيع و الاشتراء فيه، وأن يتحلق الناس يوم الجمعة قبل الصلوة في المسجد". رواه أبو داود و الترمذي"

"و عن الحسن مرسلاً قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "يأتي على الناس زمان يكون حديثهم في مساجدهم في أمر دنياهم، فلا تجالسوهم، فليس لله فيهم حاجة". رواه البيهقي في شعب الإيمان ". (مشكوة المصابيح ، كتاب الصلوة، باب المساجد و مواضع الصلوة: ۱/۷۰، قديمي)

"والكلام المباح ، وقيده في الظهيرية بأن يجلس لأجله" . (الدر المختار).

"(قوله: بأن يجلس لأجله) فإنه حينئذ لا يباح بالاتفاق؛ لأن المسجد ما بني لأمور الدنيا. و في صلاة الجلابي : الكلام المباح من حديث الدنيا يجوز في المساجد و إن كان الأولى أن يشتغل بذكر الله تعالى". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة و ما يكره فيها، مطلب في الغرس في المسجد ۱/۶۶۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الخامس في آداب المسجد و القبلة و المصحف الخ ۵/۳۲۱، رشيديه)

الفصل الرابع فی الدعاء بعد الأذان

(اذان کے بعد دعاء کا بیان)

اذان کے بعد دعاء کا حکم

سوال[۲۲۲۶]: اذان کے بعد مناجات کیسی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اذان کے بعد دعاء کرنا مستحب ہے:

"ویستحب ... عند سماع الأذان ... ویدعو عند فراغه بالوسیلة لرسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم" در مختار: ۱/۲۹۸(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۱۰/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۵/۱۰/۵۹ھ۔ صحیح: عبداللطیف، ۱۶/۱۰/۵۹ھ۔

اذان کے بعد دعاء کے لئے ہاتھ اٹھانا

سوال[۲۲۲۷]: اذان کی جو دعاء پڑھی جاتی ہے اس کے لئے ہاتھ اٹھانا جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) (الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب الأذان: ۱/۳۹۸،۳۹۷، سعید)

"عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "من قال حین یسمع النداء: اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلاة القائمة آت محمداً الوسیلة والفضیلة وابعثه مقاماً محموداً الذی وعدته، حلت له شفاعتی یوم القیامة" رواه البخاری"

"ودلالة أحادیث الباب علی الباب ظاهرة، والأمر محمول علی الاستحباب" (إعلاء السنن، کتاب الصلوة، باب الدعاء للنبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بعد الأذان والصلاة علیه: ۲/۲۰۲، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة کراچی)

(وکذا فی ملتقی الأبحر، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۱۱۸، دار إحیاء التراث العربی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

کتبِ حدیث وفقہ میں اس دعاء کے لئے ہاتھ اٹھانے کا تذکرہ کہیں نہیں دیکھا (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

اذان کے بعد کی دعاء میں رفع یدین

سوال [۲۲۲۸]: بوقت دعائے اذان دست برداشتن چہ حکم دارد؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دریں مقام خصوصاً رفع یدین و عدم رفع ہیچ در روایتے از نظر نگذشتہ، ولیکن چونکہ برائے دعاء مطلقاً رفع یدین مستحب است، پس دریں موضع نیز اگر کسے بریں استحباب عمل نماید گنجائش دارد، واگر ترک رفع کند نیز لاباس بہ است، وچوں خصوصاً دریں مقام رفع نیز ثابت نیست چنانکہ عدم رفع ثابت نیست۔ پس فوت ثواب استحباب از ترک رفع نیز لازم نہ آید، هكذا في امداد الفتاوی (۲) ومجموعۃ الفتاوی (۳) وغیرہما۔ واز بعض عبارت معلوم میشود کہ عدم رفع افضل است۔ لعدم النقل تصریحاً (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۱۲/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/ ربیع الاول/ ۵۶ھ۔

---

(۱) "والمسنون في هذه الدعاء أن لا ترفع الأيدي، لأنه لم يثبت عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم رفعهما، والتمسك فيه بالعمومات بعد ما ورد فيه خصوص عمله صلى الله تعالى عليه وسلم، فإنه لو لم يرد فيه خصوص عادته صلى الله تعالى عليه وسلم لصح التمسك بها، وأما إذا نقل إلينا خصوص العمل فهو الأسوة الحسنة لمن كان يرجو الله واليوم الآخر" (فيض الباري، كتاب الأذان، باب الدعاء عند النداء: ۲/۱۶۲، خضر راه بكڈپو ديوبند الهند)

(۲) (امداد الفتاوی، كتاب الصلوة، باب الأذان والإقامة، حكم رفع يد در دعائے اذان: ۱/۱۰۵، دار العلوم)

(۳) (مجموعة الفتاوی (اردو)، كتاب الصلوة: ۱/۲۰۰، وأيضاً في كتاب الحظر والإباحة: ۲/۳۰۲، سعيد)

(۴) "والمسنون في هذه الدعاء أن لا ترفع الأيدي، لأنه لم يثبت عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم =

اذان کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا

سوال[۲۲۲۴]: بعد اذان ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا چاہئے یا بلا ہاتھ اٹھائے ہوئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اذان کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا کسی روایت میں نظر سے نہیں گزرا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

اذان کے ختم پر "محمد رسول اللہ" کہنا

سوال[۲۲۲۵]: جواب اذان میں آخری کلمہ "لا إله إلا الله" کے بعد اگر کوئی شخص "محمد رسول الله" پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس جگہ ثابت نہیں، ویسے جس طرح "لا إله إلا الله" پر ایمان لانا فرض ہے اسی طرح "محمد رسول الله" پر بھی ایمان لانا فرض ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲/۲/۸۸ھ۔

☆ ..... ☆ ..... ☆ ..... ☆ ..... ☆

---

(۱) "والتمسك فيه بالعمومات بعد ما ورد فيه خصوص من فعله صلى الله تعالى عليه وسلم لغو، لأنه لو لم يرد فيه خصوص عن عادته صلى الله تعالى عليه وسلم لصلح التمسك به، وأما إذا تقرر أنه خصوص من العمل فهو الأسوة الحسنة لمن كان يرجو الله واليوم الآخر". (فيض الباري، كتاب الأذان، باب الدعاء عند النداء: ۲/۱۶۲، خضر راه بک ڈپو دیوبند الهند)

(وقد تقدم تخريجه تحت عنوان: "اذان کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا")

الفصل الخامس فيما يكره في الأذان

(مکروہاتِ اذان کا بیان)

بلا وضو اذان

سوال [۲۲۴۱]: بلا وضو اذان دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بلا وضو بھی اذان ہوجاتی ہے مگر ایسا کرنا بہتر نہیں، وضو کرکے اذان کہنا مستحب ہے:

"يستحب أن يكون المؤذن صالحاً وأن يكون على وضوء، ويكره إقامة المحدث وأذانه لما روينا من قوله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا يؤذن إلا متوضئ". واتبعت هذه الرواية لموافقتها لنص الحديث وإن صحح عدم كراهة أذان المحدث، وهو ظاهر الرواية والمذهب، كما في الدر. اهـ". مراقي الفلاح و طحطاوی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۶/۵۸ھ۔

جوابات صحیح ہیں: عبد الرحمن غفرلہ، ۲۹/۶/۵۸ھ۔

---

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۱۹۶، ۱۹۹، كتاب الصلوة، باب الأذان، قديمي)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: قال: "لا يؤذن إلا متوضئ". (سنن الترمذي، أبواب الصلوة، باب ما جاء في كراهية الأذان بغير وضوء: ۱/۵۰، سعيد)

"ولا يكره أذان المحدث في ظاهر الرواية، هكذا في الكافي، وهو الصحيح، كذا في الجوهرة النيرة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الأول في صفته وأحوال المؤذن: ۱/۵۴، رشيديه)

کیا بغیر وضو اذان دینے سے نحوست برستی ہے؟

سوال [۲۲۲۲]: ایک شخص کا یہ کہنا ہے کہ بے وضو اذان پڑھی جائے تو جہاں تک اذان کی آواز پہونچتی ہے وہاں تک نحوست برستی ہے۔ کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلا وضو اذان کہنا شرعاً ناپسند ہے، مکروہ ہے (۱)، مگر نحوست والی بات کتب میں نہیں دیکھی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱/۸۸ھ۔

بلا وضو اذان کی وعید

سوال [۲۲۲۳]: ایک مؤذن روزانہ پانچوں وقت کی اذان بغیر وضو کے دیتا ہے، جب کوئی کہتا ہے تو کبھی وضو بھی کر لیتا ہے لیکن اکثر بغیر وضو کے اذان دیتا ہے۔ تو کیا شریعت مطہرہ میں اس کی اجازت ہے کہ بغیر وضو کے اذان پر دوام کیا جائے اور یہ شخص مذکور مؤذن بن سکتے ہیں؟ امید ہے کہ جواب باحوالہ عنایت فرمایا جائے۔

نوٹ: اس مؤذن کا یہ عمل عمداً اور مسلسل بلا وضو اذان دینے کا ہے، لوگوں کے کہنے سننے کے باوجود بھی وہ

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "لا يؤذن إلا متوضئ".
(سنن الترمذي، أبواب الصلاة، باب ما جاء في كراهية الأذان بغير وضوء: ۱/۵۱، سعيد)

"ويكره أذان جنب وإقامته، وإقامة محدث، لا أذانه على المذهب". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۳۹۲، سعيد)

"ويستحب أن يكون المؤذن صالحاً وأن يكون على وضوء لقوله صلى الله عليه وسلم:
"لا يؤذن إلا متوضئ". (مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب الأذان، ص: ۱۹۷، قديمي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الأول في صفته وأحوال المؤذن: ۱/۵۴، رشيدية)

اس فعل سے باز نہیں آتے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"ویکره إقامة المحدث وأذانه لما روینا". مراقي الفلاح ...... "وإن صح عدم کراهة المحدث، وهو ظاهر الرواية والمذهب". (قوله: وأذانه لما روينا) من قوله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا يؤذن إلا متوضئ". طحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ١٩٨ (١)۔

مؤذن کا بلا وضو اذان دینے پر دوام کرنا اس حدیث کے خلاف ہے، اس کو ترک کرنا چاہیے اور اس فعل سے بچنا چاہیے، تاہم اس کو فاسق کہنے سے بھی احتیاط کی جائے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۸/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۸/۸۸ھ۔

اذان کے درمیان اگر وضو ٹوٹ جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال [۲۲۳۴]: اذان دیتے وقت وضو ساقط ہو جائے تو اذان پوری کرنا چاہیے یا نہیں؟ اعادہ کی ضرورت تو نہیں؟

---

(١) (مراقي الفلاح على حاشية الطحطاوي، كتاب الصلوة، باب الأذان، ص: ١٩٩، قديمي)

"وينبغي أن يؤذن ويقيم على طهر، فإن أذن على غير وضوء جاز"

"ليكون متهيئاً لإجابة ما يدعو إليه" (اللباب في شرح الكتاب، كتاب الصلوة، باب الأذان: ١/٧٥، قديمي)

"عن عبد الجبار بن وائل عن أبيه قال: حق وسنة أن لا يؤذن إلا وهو طاهر، ولا يؤذن إلا وهو قائم". رواه البيهقي والدارقطني في الأفراد وأبو الشيخ في الأذان" (كذا في تلخيص الحبير: ١/٢٠٤، وقال فيه: إسناده حسن إلا أن فيه انقطاعاً اهـ).

قال المؤلف: "دلالته على تأكد الطهارة للأذان ظاهرة". (إعلاء السنن، كتاب الصلوة، باب استحباب الوضوء للأذان: ٢/١٢٠، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراتشي)

(٢) "تركه لا يوجب إساءة ولا عتاباً، كترك سنة الزوائد، لكن فعله أفضل". (الدر المختار، كتاب الصلوة، سنن الصلوة: ١/٤٧٦، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اذان پوری کرلینا ہی درست ہے، اعادہ لازم نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

اذان کے بعد مسجد سے نکلنا

سوال [۲۲۲۵]: اگر کسی شخص کے مسجد میں ہوتے ہوئے اذان پڑھی جائے، اب اگر اذان کے بعد وہ شخص دوسری مسجد میں جا کر نماز پڑھنا چاہے شرعاً کیا حکم ہے؟ اذان کے بعد بلاضرورت دوسری مسجد میں جا کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس شخص پر دوسری مسجد کی جماعت کا توقف ہے کہ اگر یہ نہ جائے تو وہاں جماعت نہ ہو تب اس کو دوسری جگہ نماز پڑھنا مکروہ نہیں، وہیں جا کر نماز پڑھے، اگر اس پر توقف نہیں تو کسی حالت میں مسجد سے نکلنا بلا ضرورت مکروہ ہے:

"کرہ خروجہ من مسجد أذن فیہ أو فی غیرہ حتی یصلی لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

---

(۱) "وینبغی أن یؤذن ویقیم علی طہر، فإن أذن علی غیر وضوء جاز؛ لأنہ ذکر ولیس بصلوۃ، فکان الوضوء فیہ استحباباً، کما فی القراءۃ". (الہدایۃ، کتاب الصلوۃ، باب الأذان: ۱/۲۰۲، مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان)

"ولا ملقن وذھابہ للوضوء لسبق حدث خلاصۃ". (الدر المختار)

"(قولہ: وذھابہ للوضوء) لکن الأولی أن یتمہما ثم یتوضأ؛ لأن ابتداء ھما مع الحدث جائز، فالبناء أولی، بدائع". (رد المحتار، کتاب الصلوۃ، باب الأذان: ۱/۳۹۳، سعید)

"ولو سبقہ الحدث فی أحدھما ذھب لیتوضأ بحیث ... غیرہ ولو ھو إذا رجع، ھکذا فی فتاوی قاضیخان. قال مشایخنا رحمہم اللہ: الأولی أن یتم الأذان إن أحدث فیہ وکذا الإقامۃ إن أحدث فیہا، ثم یذھب ویتوضأ، کذا فی المحیط". (الفتاوی العالمکیریۃ، کتاب الصلوۃ، الباب الثانی فی الأذان، الفصل الأول فی صفتہ وأحوال المؤذن: ۱/۵۵، رشیدیہ)

(بدائع الصنائع، کتاب الصلوۃ، باب الأذان، فصل فی بیان سنن الأذان: ۱/۳۷۳، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

لا یقبل قوله فی الأمور الدینیة، فلم یوجد الإعلام". صرح فی البحر ومنحة الخالق". شامی، ۳۹۲/۱، حاشیہ(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۹۳ھ۔

شطرنج کھیلنے والے کی اذان

سوال[۲۲۲۸]: مؤذن شطرنج کھیلتا ہے تو کیا اس کی اذان میں شرعاً کچھ خرابی تو نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مؤذن متقی سنت ہونا چاہئے (۲)۔ اذان بہت بڑی امانت ہے (۳)، شطرنج ممنوع ہے (۴) اس

---

(۱) (رد المحتار، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۳۹۳/۱، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق مع منحة الخالق، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۴۵۸/۱، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۲۴۵/۱، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(۲) "ثم اعلم أنه ذکر فی الحاوی القدسی: من سنن المؤذن کونه رجلاً عاقلاً صالحاً، عالماً بالسنن والأوقات". (رد المحتار، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۳۹۳/۱، سعید)

(وکذا فی فتح القدیر، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۲۴۲/۱، مصطفی البابی الحلبی مصر)

(وکذا فی السعایة، کتاب الصلوة، باب الأذان، ذکر أحوال المؤذن: ۳۸/۲، سهیل اکیڈمی لاهور)

(۳) "ولأن المؤذن مؤتمن قال صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "الإمام ضامن والمؤذن مؤتمن، اللهم أرشد الأئمة واغفر للمؤذنین". (المبسوط للسرخسی، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۱۴۰/۱، المکتبة الغفاریه کوئٹه)

(۴) "وکره تحریماً اللعب بالنرد، وکذا الشطرنج ... لقوله صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "کل لهو حرام إلا ثلاثة: ملاعبته أهله وتأدیبه لفرسه ومناضلته بقوسه". (الدر المختار)

وفی رد المحتار: "(قوله: والشطرنج) وإنما کره؛ لأن من اشتغل به ذهب عناؤه الدنیوی، وجاءه العناء الأخروی، فهو حرام وکبیرة عندنا، وفی إباحته إعانة الشیطان علی الإسلام والمسلمین، کما فی الکافی والقهستانی". (کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۳۹۵/۶، سعید)

سے امانت میں فرق آتا ہے(۱) علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو گناہِ کبیرہ لکھا ہے:

"أخرج أبو بكر الأجرى بسنده عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "إذا مررتم بهؤلاء الذين يلعبون بهذه الأزلام النرد والشطرنج وما كان من اللهو، فلاتسلموا عليهم، فإنهم إذا اجتمعوا وأكبوا عليها، جاء هم الشيطان بجنوده فأحدق بهم، كلما ذهب واحد منهم يصرف بصره عنها، زكزه الشيطان بجنوده، فما يزالون يلعبون حتى يتفرقوا كالكلاب اجتمعت على جيفة، فأكلت منها حتى ملأت بطونها، ثم تفرقت".

وفي فتاوى النووي: الشطرنج حرام عند أكثر العلماء، وكذا عندنا إن فوت صلوة عن وقتها، أو لعب بها على عوض، فإن انتفى ذلك كره عند الشافعي رحمه الله تعالى، وحرام عند غيره اهـ". الزواجر عن اقتراف الكبائر(۲)۔

اس عبارت سے امام شافعی کا مذہب معلوم ہوگیا، ہر شخص کو اس سے بچنا لازم ہے، مؤذن کو اور بھی پرہیز ضروری ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۹/ربیع الاول/۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

---

(۱) "أو الشطرنج فلشبهة الاختلاف شرط واحد من ست، فلذا قال: أو يقامر بشطرنج أو يترك به الصلاة الخ". (الدر المختار).

"والحاصل أن العدالة إنما تسقط بالشطرنج إذا وجد واحد من خمسة: القمار، وفوت الصلوة بسببه، وإكثار الحلف عليه، واللعب به على الطريق كما في فتح القدير، أو يذكر عليه فسقاً كما في شرح الوهبانية، بحر، كذا في الهامش". (رد المحتار، كتاب الشهادات، باب القبول وعدمه: ۴۸۲/۵، ۴۸۳، سعید)

(۲) (الزواجر عن اقتراف الكبائر، كتاب الشهادات، الكبيرة الخامسة والأربعون بعد الأربع مائة: اللعب بالشطرنج عند من قال بحرمته: ۲۲۲/۲، ۲۲۳، دار الفكر بيروت)

نشے کے عادی شخص کو مؤذن مقرر کرنا

سوال [۲۲۲۹]: مؤذن نشہ کرتا ہے اور منع کرنے سے کہتا ہے کہ اس کے بغیر چارہ نہیں، پورے محلہ کو علم ہے، اس کی مؤذنی کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسے آدمی کو مؤذن مقرر کرنا مکروہ تحریمی ہے (۱)، جب تک وہ نشہ سے پکی پکی توبہ نہ کرے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

اذان سن کر کتے کا رونا

سوال [۲۲۳۰]: یہاں سے قریب ایک بستی ہے موضع چھناوت، وہاں ایک مسجد ہے، ایک صاحب عرصہ سے وہاں اذان دیتے ہیں، تقریباً چند روز میں ان سے جب اذان ہوتی ہے تو گاؤں کے کتے روتے ہیں اور کچھ بھی بولتے ہیں، اس کی وجہ سے نمازی لوگ بہت کہتے ہیں اور اس کو خرابی پر محمول کرتے ہیں، اب آپ سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اس میں کوئی شرعی قباحت تو نہیں ہے؟ میں نے ان کو سمجھایا مگر وہ مطمئن نہیں ہوئے۔

محمد یوسف مؤذن مسجد چھناوت میرٹھ۔

---

(۱) "والسكران والمجنون والصبي غير العاقل إذا أذنوا، يجب أن يعاد لعدم حصول المقصود لعدم الاعتماد على خبرهم". (الحلبي الكبير، سنن الصلاة، ص: ۳۷۵، سهيل اكيدمي لاهور)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الفصل الأول في صفة الأذان: ۱/۵۴، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۳۹۲، سعيد)

(وكذا في مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب الأذان، ص: ۱۹۹، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق ومنحة الخالق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۴۵۸، رشيدية)

(۲) قال الله سبحانه وتعالى: ﴿وإني لغفار لمن تاب﴾ (سورة طٰه: ۸۲)

"عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن العبد إذا اعترف ثم تاب، تاب الله عليه". (مشكوة المصابيح، باب الاستغفار والتوبة، الفصل الأول، ص: ۲۰۳، قديمي)

اذان کے بعد کچھ کلمات کی تحقیق

سوال[۲۴۴۲]: ہمارے یہاں کئی سال سے جمعہ کے روز مسجد میں اذان کے بعد صلوٰۃ پکاری جاتی ہے، ہم سب لوگ سنت پڑھنے کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں، بعد میں مؤذن صاحب پکارتے ہیں: الصلوٰۃ رحمکم اللہ، یا قد سمعکم یرحمکم اللہ، اس میں کچھ حکمت کرکے وہ امام صاحب کے تعظیم میں دیتے ہیں۔ کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟ اگر ہے تو کسی معتبر کتاب حدیث سے مطلع کریں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ طریقہ نہ قرآن کریم میں ہے، نہ حدیث شریف میں، نہ خلفائے راشدین کے عادات میں، نہ دیگر صحابہ کرام کے واقعات میں، نہ ائمہ مجتہدین کے فقہ میں، لہٰذا ایسی چیز اگرچہ صورۃً بھی معلوم ہوتی ہو مگر درحقیقت وہ نہ خدا کا حکم ہے اور نہ رسول کا حکم ہے، نہ مسئلہ فقہ ہے بلکہ وہ دین کے نام پر نئی چیز ہے جس کو دین سمجھا جا رہا ہے۔ اس لئے اس کا ترک کرنا لازم ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳/۱۰/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳/۱۰/۹۰ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆

= التشبه فيما كان مذموماً، وفيما يقصد به التشبه، كذا ذكره قاضي خان في شرح الجامع الصغير، فعلى هذا لو لم يقصد التشبه لا يكره عندهما". (تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة: ۴/۸۸، دار العلوم كراچی)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها: ۱/۶۲۴، سعيد)

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه، فهو رد". (الصحيح لمسلم، كتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور: ۲/۷۷، قديمي)

قال الإمام النووي تحته: "وهذا الحديث قاعدة عظيمة من قواعد الإسلام، وهو من جوامع كلمه صلى الله تعالى عليه وسلم، فإنه صريح في رد كل البدع والمخترعات". (شرح النووي على مسلم: ۲/۷۷)

وقال في الاعتصام: "والثاني: أن يطلب تركه وينهى عنه، لكونه مخالفة لظاهر التشريع من جهة ضرب الحدود، وتعيين الكيفيات، والتزام الهيئات المعينة، أو الأزمنة المعينة مع الدوام ونحو ذلك. وهذا هو الابتداع والبدعة، ويسمى فاعله مبتدعاً". (باب في تعريف البدع وبيان معناها الخ، ص: ۲۳، دار المعرفة، بيروت)

الفصل السادس في إعادة الأذان

(دوبارہ اذان دینے کا بیان)

اذان قبل الوقت

سوال [۲۲۴۴]: ہمارے یہاں تھوڑی بات پر جھگڑا ہو رہا ہے وہ یہ کہ مورخہ ۲۵/جنوری/۸۳ء بروز جمعہ پیش امام صاحب ۱۲:۳۸ کو اذان کے صدر مجلس کو اعتراض ہے کہ ۱۲:۴۰ کو اذان دی جائے، کیونکہ ۱۲:۳۸ کو وقت شروع ہوجاتا ہے لہذا قبل از وقت اذان صحیح نہیں؟ صدر صاحب کہتے ہیں کہ کراچی حیدرآباد جیسے مقام پر ۱۲:۳۰ ہی کو اذان دی جاتی ہے، امام صاحب کا کہنا ہے کہ موسم کے لحاظ سے زوال کے وقت میں تبدیلی آتی ہے۔ لہذا آپ صحیح مسئلہ سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جمعہ کی اذان بھی وقت سے پہلے صحیح نہیں، جب زوال آفتاب ہوجائے اس وقت اذان دی جائے، زوال آفتاب ہر مقام پر اور ہر موسم میں ایک ہی وقت نہیں ہوتا بلکہ مختلف اور متغیر ہوتا رہتا ہے۔

"فيعاد أذان وقع بعضه قبل الوقت كالإقامة الخ". الدر المختار۔ "(قوله: وقع) وكذا كله بالأولى (قوله: كالإقامة أي): في أنها تعاد إذا وقعت قبل الوقت الخ" رد المحتار: ۱/۳۸۵(۱)۔

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۵، سعید

"وقت الأذان والإقامة فوقتهما ما هو وقت الصلوات المكتوبات، حتى لو أذن قبل دخول الوقت لا يجزئه، ويعيده إذا دخل الوقت في الصلوات كلها" (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان وقت الأذان والإقامة: ۶۵۸/۱، دار الكتب العلمية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثاني في الأذان: ۱/۵۳، رشيدية)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في السنن، ص: ۳۷۷، سهيل اكيدمي لاهور)

چاہیے کہ اذان کے کہنے سے احتراز کرے۔ اگر وہ اپنی غلطی کا اعتراف نہ کرے اور غلط اذان کہنے سے باز نہ آئے اور دوسرا شخص صحیح اذان کہنے والا موجود ہو تو پھر اس دوسرے شخص کو اذان کے لئے متعین کردیا جائے (۱)، تاہم جو اذانیں وہ اس غلط طریق پر پڑھ چکا ہے ان کا اعادہ واجب نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۳/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۱/ربیع الاول/۵۹ھ۔ صحیح: عبداللطیف، ۱۱/ربیع الاول/۵۹ھ۔

درمیانِ اذان میں بجلی چلی جائے تو تکمیل کا طریقہ

سوال [۲۲۴۶]: لاؤڈ اسپیکر کی مشین بالکل ملحق ایک کمرہ میں رکھی ہوئی ہے، اسی میں کھڑے ہوکر اذان کہی جاتی ہے، بجلی کبھی درمیانِ اذان لائٹ غائب ہوجاتی ہے، تو ایسی صورت میں کمرہ سے باہر آکر بقیہ اذان پوری کی جائے یا کمرہ میں، اور پھر کمرہ سے باہر آکر پوری اذان کا اعادہ کیا جائے؟ از روئے شرع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی صورت میں کمرہ سے باہر آکر پوری اذان مستقل کہی جائے تاکہ سب لوگ اس کو پورے طور پر سن

— "(قوله: بغير كلماته) أي بزيادة حركة أو حرف أو مد أو غيرها في الأوائل والأواخر، قهستاني" (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۳، ۳۸۷، سعيد)

"لأن اللحن حرام بلا خلاف". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع في الصلوة والتسبيح وقراءة القرآن والذكر الخ: ۵/۳۱۷، رشيدية)

(۱) "ولا غير الألثغ به: أي بالألثغ على الأصح، كما في البحر عن المجتبى، وحرر الحلبي وابن الشحنة أنه بعد بذل جهده دائماً حتماً كالأمي، فلا يؤم إلا مثله، ولا تصح صلاته إذا أمكنه الاقتداء بمن يحسنه أو ترك جهده أو وجد قدر الفرض مما لا لثغ فيه، هذا هو الصحيح المختار في حكم الألثغ" (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۸۱، سعيد)

(۲) "وسببه باعتبار دخول الوقت، وهو سنة مؤكدة للفرائض في وقتها ولو قضاءً؛ لأنه سنة للصلوة حتى يبرد به لا للوقت، لا يسن لغيرها كعيد". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۴، سعيد)

ہیں اور کوئی اشتباہ نہ رہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲/۹۳ھ۔

بجلی چلی جانے کی وجہ سے دوبارہ اذان

سوال[۲۲۴۷]: مسجد میں اذان مائک سے شروع ہوتے ہی بجلی چلی گئی، مگر مؤذن نے اذان بلا مائک ہی پڑھ دی، ایک صاحب نے کہا کہ محلہ کی عورتیں اذان مسجد کے انتظار میں ہوں گی لہٰذا اذان دوبارہ مسجد کے باہر پڑھ دی جائے، کیونکہ پہلی اذان حجرہ میں ہوئی ہے، مسجد کے دروازہ تک نہیں پہنچا ہے، کچھ لوگوں نے دوسری اذان کو منع کیا۔ اس بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر اس اذان کی خبر سب کو ہوگئی اور بجلی کے بھاگ جانے سے پوری اذان کی آواز نہیں پہونچی تو یہ بھی کافی ہے، دوسری اذان کی ضرورت نہیں، تاہم اگر دوسری اذان بھی پڑھ دی جائے تب بھی کوئی گناہ نہیں(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "لأن تكراره مشروع كما في أذان الجمعة؛ لأنه لإعلام الغائبين، فتكريره مفيد لاحتمال عدم سماع البعض". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۲۵۸، رشيديه)

"ولأن ما يخفض به صوته لا يحصل به فائدة الأذان، وهو إعلام الغائبين". (حاشية الشلبي على التبيين، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۹۰، امداديه)

"لأن المقصود منه الإعلام، ولا يحصل بالإخفاء، فصار كسائر كلماته". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۴۳۵، رشيديه)

"إذا حصر المؤذن في خلال الأذان ..... وعجز عن الإتمام يستقبل غيره". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الفصل الأول في صفة الأذان: ۱/۵۵، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۳۹۳، سعيد)

(۲) "ويجب استقبالهما لموت مؤذن وغشيه وخرسه وحصره". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۳۹۲، سعيد) =

نابالغ کی اذان کیا واجب الاعادہ ہے؟

سوال [۲۲۶۸]: نابالغ لڑکے کی اذان کا کیا حکم ہے؟ بلوغ کی حد شرعی کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر لڑکا سمجھدار ہے تو اس کی اذان صحیح ہے، لیکن بالغ کی افضل ہے، اگر نا سمجھ ہے اور اس نے اذان دی ہے تو وہ صحیح نہیں، دوبارہ اذان دی جائے، شامی: ۱/۲۶۳(۱)۔

جب لڑکے کو احتلام وانزال ہونے لگے تو سمجھو کہ وہ بالغ ہو گیا ورنہ پندرہ سال کی عمر ہو جانے پر شرعاً بالغ قرار دیا جائے گا، شامی: ۵/۱۰۷(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الفصل الأول في صفة الأذان: ۱/۵۵، رشيدية)

(وأيضاً عنوان: "درمیان اذان میں کمی بیشی ہو جائے تو تکمیل کا طریقہ")

(۱) "ويجوز بلا كراهة أذان صبي مراهق ... ويكره أذان جنب وإقامته ... وسكران ولو بمباح كمعتوه وصبي لا يعقل ... وكذا يعاد أذان امرأة ومجنون ومعتوه وسكران وصبي لا يعقل".

"قوله: صبي مراهق: المراد به العاقل وإن لم يراهق كما هو ظاهر البحر وغيره". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۳۹۱، سعيد)

"والذي يظهر لي في التوفيق: هو أن المقصود الأصلي من الأذان في الشرع الإعلام بدخول أوقات الصلاة ثم صار من شعائر الإسلام في كل بلدة أو ناحية من البلاد الواسعة على ما مر، فمن حيث الإعلام بدخول الوقت وقبول قوله لابد من الإسلام والعقل والبلوغ والعدالة، وتقدم في هذا الباب عن معين الحكام ما نصه: المؤذن يكفي إخباره بدخول الوقت إذا كان بالغاً عاقلاً عالماً بالأوقات مسلماً ذكراً، ويعتمد على قوله". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۱/۳۹۴، سعيد)

"أذان الصبي العاقل صحيح من غير كراهة في ظاهر الرواية، ولكن أذان البالغ أفضل". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الأول في صفته وأحوال المؤذن: ۱/۵۴، رشيدية)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل فيما يرجع إلى صفات المؤذن: ۱/۳۷۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال، والجارية بالاحتلام والحيض والحبل، فإن لم يوجد فيهما شيء فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة، به يفتى". (الدر المختار، كتاب الحجر، فصل بلوغ الغلام بالاحتلام: ۶/۱۵۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحجر، الفصل الثاني في معرفة حد البلوغ: ۵/۶۱، رشيدية)

الفصل السابع في الأذان لقضاء الفوائت

(فوت شدہ نمازوں کے لئے اذان دینے کا بیان)

قضاء نماز کے لئے اذان

سوال [۲۲۲۹]: ایک شخص کی تین سالوں کی نماز قضاء ہوئی ہے اور اب وہ مستحبات بھی چھوڑنا نہیں چاہتا، وہ مسجد میں ظہر ادا نماز پڑھنے کے بعد یا پہلے قضاء نماز پڑھے تو اذان کہے جب کہ وہاں اذان ہوچکی ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہاں اذان نہ کہے، بلکہ وہاں نماز قضاء بھی کسی کے سامنے نہ پڑھے، قضاء نماز مخفی طور پر پڑھ لے جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "(وسن ذلک (أي الأذان) ...... و) لا (لما يقضي من الفوائت في مسجد) ... لأن فيه تشويشاً وتغليطاً، و يكره قضاؤها فيه؛ لأن التأخير معصية فلا يظهرها. بزازية". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۹۱، سعيد)

"وفي المجتبى معزياً إلى الحلواني: إنه سنة القضاء في البيوت دون المساجد فإن فيه تشويشاً وتغليطاً اهـ. وإذا كانوا قد صرحوا بأن الفائتة لا تقضي في المسجد لما فيه من إظهار التكاسل في إخراج الصلوة عن وقتها، فالواجب الإخفاء، فالأذان للفائتة في المسجد أولى بالمنع". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۵۵، رشيدية)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۱۶۸، مكتبه امداديه ملتان)

(وكذا في السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۲/۱۰، سهيل اكيڈمی لاهور)

قضاء نماز کیلئے اذان واقامت کا حکم

سوال [۲۲۵]: بہشتی زیور کا ایک حصہ آپ سے سمجھنے کے لئے لکھ رہا ہوں: "اگر کئی نمازیں قضا ہوگئی ہوں اور سب ایک ہی وقت پڑھی جائیں تو صرف پہلی نماز کی اذان دینا سنت ہے اور باقی نمازوں کیلئے صرف اقامت، ہاں یہ مستحب ہے کہ ہر ایک نماز کے واسطے اذان بھی علیحدہ دی جائے"۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

غزوۂ خندق میں مشغولی کی بناء پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نمازیں قضا ہوگئی تھیں، جب ان کو عشاء کے وقت آپ نے پڑھا تو جماعت کے ساتھ پڑھا، پہلی نماز کے لئے اذان واقامت کہی گئی، بقیہ کے لئے اقامت پر اکتفا کیا گیا، یہی مسئلہ بہشتی زیور میں بیان کیا گیا ہوگا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
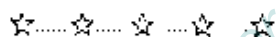
☆.....☆.....☆.....☆.....☆

فائتة الصلوة لكن لا يجهر كثيراً في المسجد لئلا يشوش فيه على غيرهم من الناس، وأما إذا لم يكن كذلك فلا يؤذن له في المسجد لخوف التشويش، والأحسن أن يؤذن خلفه بحيث لا يسمعه من سواه".

(السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۲/۴۰، سهيل اكيدمى لاهور)

(۱) "عن أبي عبيدة بن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: قال عبد الله: إن المشركين شغلوا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن أربع صلوات يوم الخندق، حتى ذهب من الليل ما شاء الله، فأمر بلالاً فأذن، ثم أقام، فصلى الظهر، ثم أقام فصلى العصر، ثم أقام فصلى المغرب، ثم أقام فصلى العشاء". (سنن الترمذي، أبواب الصلوة، باب ما جاء في الرجل تفوته الصلوات بأيتهن يبدأ: ۱/۴۳، سعيد)

"قال رحمه الله تعالى: وكذا الأولى الفوائت. يعني وكذا إذا فاتته صلوات يؤذن للأولى منها ويقيم لما بعدها". (تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۲۴۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۶۳، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۹۰، سعيد)

الفصل الثامن في الأذان في أُذن المولود

(بچہ کے کان میں اذان دینے کا بیان)

بچہ کے کان میں اذان کا طریقہ

سوال[۲۲۵۲]: بچہ پیدا ہونے کے وقت اذان وتکبیر بچے کے کان میں پڑھے تو قبلہ کی طرف منہ کرکے کان میں انگلیاں لگا کر کھڑے ہوکر۔ جس طرح نماز کے لئے اذان وتکبیر پڑھی جاتی ہے۔ پڑھے یا اذان وتکبیر کے الفاظ کہنا کافی ہے؟

ریاض الحق کلیانوی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اذان وتکبیر کے الفاظ کافی ہیں، کانوں میں انگلیاں دینے کی ضرورت نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۳/۳/۵۳ھ۔

---

(۱) "ويجعل ندباً إصبعيه في صماخ أذنيه، فأذانه بدونه (أي بدون وضع الإصبع) حسن، وبه أحسن" (الدر المختار).

وفي رد المحتار: "(قوله: ويجعل إصبعيه الخ) لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم لبلال رضي الله تعالى عنه "اجعل أصبعيك في أذنيك، فإنه أرفع لصوتك" وإن جعل يديه على أذنيه فحسن، لأن أبا محذورة رضي الله تعالى عنه ضم أصابعه الأربعة ووضعها على أذنيه، وكذا إحدى يديه على ما روي عن الإمام، إمداد وقهستاني عن التحفة"

"(قوله: فأذانه الخ) تفريع على قوله ندباً. قال في البحر: والأمر: أي في الحديث المذكور للندب بقرينة التعليل، فلذا لو لم يفعل كان حسناً. فإن قيل: ترك السنة كيف يكون حسناً؟ قلنا: إن =

بچہ کے کان میں اذان اور تکبیر

سوال[۲۲۵۳]: بچہ کے کان میں اذان اور تکبیر کا رواج کب سے ہوا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ سنت طریقہ ہے، کذا فی رد المحتار: ۱/۳۵۷(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۸/۱۱/۸۵ھ۔

زچہ خانہ میں بچی یا عورت کا کان میں اذان دینا

سوال[۲۲۵۴]: زچہ خانہ میں تولد کے وقت اگر مرد نہ ہو تو عورتیں بچے کی اذان کہہ سکتی ہیں یا نہیں؟ یا نابالغ لڑکا یا لڑکی کہے تو کیا حکم ہے؟ حالتِ جنابت میں بچے کی اذان کہی جائے تو ہو جائے گی یا نہیں؟ یا وضو ہونا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زچہ خانہ میں تولد کے وقت اگر کوئی مرد موجود نہ ہو تو عورت کو بھی اذان یا اقامت کہنا درست ہے(۲)

- "الأذان سنة حسن، فإذا ترك بقي الأذان حسناً، كذا في الكافي اهـ فافهم". (كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۵۳، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۲۴۵، دار الكتب العلمية بيروت)

عبارت مذکورہ بالا سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اذان کے دوران کانوں میں انگلیاں رکھنا آواز کو بلند کرنے کے لئے ہے اور بلندی آواز سے مقصود تبلیغ ہوتا ہے اور یہ بات بچے کے کان میں اذان دینے سے مقصود نہیں، لہٰذا بچے کے کان میں اذان کے وقت کانوں میں انگلیاں دینا مستحب نہیں۔

(۱) (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۹، سعيد)

(۲) "(وكره) أي الأذان والإقامة للنساء لما روي عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما من كراهتهما لهن". (مراقي الفلاح). وقال الطحطاوي: "(قوله: من كراهتهما لهن)؛ لأن مبنى حالهن على الستر، ورفع صوتهن حرام". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۱۹۵، كتاب الصلوة، باب الأذان، قديمي)

نابالغ سمجھدار بچہ بھی کہہ سکتا ہے (۱)، اگر کوئی نہ ہو تو بچی بھی کہہ سکتی ہے، مگر وہ حالتِ ناپاکی میں نہ ہو (۲)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۴/۸۸ھ۔

بچہ کے کان میں کئی روز بعد اذان دینا

سوال [۲۲۵۵]: بعض ملکوں میں قانون ہے کہ بچہ کو پیدائش کے بعد ایک کانچ کے صندوق میں رکھ دیتے ہیں، ہفتہ عشرہ کے بعد بچہ کو دیتے ہیں، ان ایام میں ماں بھی ہسپتال میں رہتی ہے، بچہ کو دیکھ تو سکتی ہے مگر چھو نہیں سکتی ہے۔ تو اس حالت میں ہفتہ عشرہ کے بعد اذان کہیں تو مضائقہ تو نہیں؟ اذان و قامت کس کان میں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مجبوری کے وقت اس کو مکان پر لاکر اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہہ دی جائے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۴/۸۸ھ۔

۔ اس تفصیل کا مقتضی یہ ہے کہ نومولود کے کان میں عورت اذان دے سکتی ہے کیونکہ اس میں نہ رفع صوت ہے اور نہ اس پر قصد تحریم ہے۔ (خیر الفتاوی ما یتعلق بالأذان والإقامة: ۲۴۷/۲، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۱) "ویجوز بلا کراهة أذان صبي مراهق" (الدر المختار)

"المراد به العاقل وإن لم يراهق". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان: ۳۹۱/۱، سعيد)

"أذان الصبي العاقل صحيح" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثاني، الفصل الأول في صفته وأحوال المؤذن: ۵۴/۱، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل فيما يرجع إلى صفات المؤذن: ۳۷۹/۱، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) "ويكره أذان الجنب وإقامته". (الدر المختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: صرح في الخانية بأنه تجب الطهارة فيه عن أغلظ الحدثين وظاهر أن الكراهة تحريمية" (رد المحتار: ۳۹۲/۱، كتاب الصلوة، باب الأذان، سعيد)

(۳) "وعن أبي رافع رضي الله تعالى عنه، قال رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أذّن في أذن -

بچے کے کان میں اذان اس کو غسل دیکر کی جائے

سوال[۲۲۵۰]: بچہ کو غسل دیئے بغیر اذان کہے یا پاک صاف کر کے اذان کہے؟ اگر کوئی غلط بھول جائے تو کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بچہ کو غسل دیکر پاک صاف کر کے دائیں کان میں پوری اذان اور بائیں کان میں پوری اقامت کہی جائے(۱)۔

— الحسن بن علي رضي الله تعالى عنهما حين ولدته فاطمة — بالصلاة".

قال الملا علي القاري رحمه الله تعالى: "حين ولدته فاطمة" يحتمل السابع وقبله. وفي شرح السنة: روي أن عمر بن عبد العزيز رضي الله تعالى عنه قال: يؤذن في اليمنى ويقيم في اليسرى إذا ولد الصبي. قلت: قد جاء في مسند أبي يعلى الموصلي عن الحسين رضي الله تعالى عنه مرفوعاً: "من ولد له ولد، فأذن في أذنه اليمنى وأقام في أذنه اليسرى، لم تضره أم الصبيان". كذا في الجامع الصغير للسيوطي". (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصيد والذبائح، باب العقيقة: ۸/۱۵۸، رشيديه)

وقال الرافعي رحمه الله تعالى: "قال السندي رحمه الله تعالى: فيرفع المولود عند الولادة على يديه مستقبل القبلة، ويؤذن في أذنه اليمنى، ويقيم في اليسرى، ويلتفت فيهما بالصلاة لجهة اليمين وبالفلاح لجهة اليسار. وفائدة الأذان في أذنه أنه يدفع أم الصبيان عنه". (تقريرات الرافعي على رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۷، سعيد)

(۱) "وأمر أن يماط عن رؤوسهما الأذى" ولكن لا يتعين ذلك في حلق الرأس، فقد وقع في حديث ابن عباس رضي الله تعالى عنهما عند الطبراني: "ويماط عنه الأذى ويحلق رأسه" فعطفه عليه. فالأولى حمل الأذى على ما هو أعم من حلق الرأس، ويؤيد ذلك أن في بعض طرق حديث عمرو بن شعيب: "ويماط عنه أقذارهم". رواه أبو الشيخ".

(فتح الباري، كتاب العقيقة، باب إماطة الأذى عن الصبي في العقيقة، رقم الحديث: ۵۴۷۲: ۹/۵۹۳، دار المعرفة بيروت)

باب الإقامة والتثویب

الفصل الأول في الإقامة

(اقامت کا بیان)

مؤذن کی اجازت کے بغیر اقامت

سوال[۲۰۵۱]: جس شخص نے اذان کہی بغیر اس شخص کی اجازت کے جب کہ وہ صف میں موجود ہے کوئی دوسرا اقامت کہے درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اقامت درست تو ہو جائے گی مگر ایسا کرنا مناسب نہیں ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "أقام غير من أذن بغيبته، أي المؤذن لا يكره مطلقاً، وإن بحضوره، كره إن لحقه وحشة، كما كره مشيه في إقامته". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۹۵، سعيد)

"وفي الفتاوى الظهيرية: والأفضل أن يكون المقيم هو المؤذن ولو أقام غيره جاز".

(البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۶۳، رشيديه)

"قال: ولا بأس بأن يؤذن واحد ويقيم آخر لما روي أن عبد الله بن زيد رضي الله تعالىٰ عنه سأل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أن يكون له في الأذان نصيب، فأمر بأن يؤذن بلال ويقيم هو" ولأن كل واحد منهما ذكر مقصود، فلا بأس بأن يأتي بكل واحد منهما رجل آخر. والذي روي أن الحارث الصدائي أذن في بعض الأسفار وبلال كان غائباً، فلما رجع بلال وأراد أن يقيم، قال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن أخا صداء أذن، ومن أذن فهو يقيم". إنما قاله على وجه تعليم حسن العشرة لا أن خلاف ذلك لا يجزيه". (المبسوط، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۱۴۲، المكتبة الغفارية كوئٹه)

"ومنها: أن من أذن فهو الذي يقيم وإن أقام غيره، فإن كان يتأذى بذلك يكره؛ لأن اكتساب

مؤذن کی اجازت سے تکبیر کہنا بہتر ہے

سوال[۲۱۵۸]: اذان دینے والے کی بلا اجازت تکبیر کہنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تکبیر تو ہو جائے گی مگر بہتر یہ ہے کہ اس کی مرضی سے کہے، وہ موجود نہ ہو یا کوئی عذر ہو تو اور بات ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

غیر مؤذن کا تکبیر کہنا

سوال[۲۱۵۹]: حق تکبیر مؤذن کو ہے یا امام کو؟ اگر حق تکبیر مؤذن ہی کے لئے ہے تو اس کی اجازت سے ہر شخص کا تکبیر پڑھنا جائز ہے یا ناجائز ہے، اگر اجازت نہ ہو تو بلا اجازت پڑھنا غاصب حق تکبیر ہے یا نہیں؟ اور غاصب کا کیا حکم ہے؟ تکبیر امام کے مصلے پر آنے سے پہلے پڑھنی چاہئے یا بعد میں؟

محمد یعقوب۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر جماعت کا وقت آ گیا اور مؤذن موجود نہیں تو جس کا دل چاہے تکبیر کہہ دے، اگر مؤذن موجود ہے تو بغیر اس کی رضا یا اجازت کے دوسرے شخص کو تکبیر نہ کہے، کیونکہ تکبیر مؤذن ہی کا حق ہے، لحدیث: "من أذن فهو يقيم" الحديث. مشکوٰۃ شریف، ص: ۶۴(۲)۔

اگر بغیر اس کی رضا یا اجازت کے دوسرا شخص تکبیر کہے تو یہ مکروہ ہے: "أقام غير من أذن بغيبته: أي

- أذى المسلم مكروه، وإن كان لا يتأذى به، لا يكره". (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل فيما يرجع إلى صفات المؤذن: ۱/۳۸۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان "مؤذن کی اجازت کے بغیر اقامت")

(۲) (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب الأذان، الفصل الثاني: ۱/۶۴، قديمي)

(وسنن ابن ماجة، كتاب الصلوة، أبواب الأذان والسنة فيها، باب السنة في الأذان، ص: ۵۳، مير محمد كتب خانه كراچی)

(وسنن الترمذي، أبواب الصلوة، باب ما جاء أن من أذن فهو يقيم: ۱/۵۰، سعيد)

بیوی کی اقامت

سوال [۲۲۴۴]: میاں بیوی دونوں باجماعت نماز پڑھنا چاہتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ عورت تکبیر کہہ سکتی ہے یا نہیں؟ اس کے کہنے میں کوئی قباحت تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورت کا اذان دینا بھی مکروہ ہے اور تکبیر کہنا بھی مکروہ ہے، کذا فی نور الإیضاح (۱)، لیکن فقہاء نے دو علتیں کراہت کی لکھی ہیں: ایک یہ کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے، مگر اس کی تضعیف کی گئی ہے، دوسری سنت کے خلاف ہے، وہ اس صورت میں مفقود ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= لبلال رضي الله تعالى عنه: "إذا أذنت فترسل، وإذا أقمت فاحدر". (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في بيان سنن الأذان: ۱/۳۷۲، دار الكتب العلمية بيروت)

"(قوله: ويترسل فيه ويحدر فيها) أي يتمهل في الأذان ويسرع في الإقامة". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۴۲، رشيدية)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۱۷۲، مكتبة امداديه ملتان)

"ويحدر بضم الدال: أي يسرع فيها، فلو ترسل لم يعده في الأصح". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۹، سعيد)

(۱) "ويكره التلحين وإقامة المحدث، وأذانه، وأذان الجنب، وصبي لا يعقل، ومجنون، وسكران، وامرأة". (نور الإيضاح مع مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، باب الأذان، ص: ۱۹۹، قديمي)

"منها: أن يكون رجلاً، فيكره أذان المرأة باتفاق الروايات؛ لأنها إن رفعت صوتها فقد ارتكبت معصية، وإن خفضت فقد تركت سنة الجهر". (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في ما يرجع إلى صفات المؤذن: ۱/۳۷۵، دار الكتب العلمية بيروت)

"قال في الأصل: وليس على النساء أذان ولا إقامة". (التاتارخانية: ۱/۵۲۰، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية)

"والإقامة كالأذان فيما مر". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۸۸، سعيد)

(۲) "وأذان امرأة؛ لأنها إن خفضت صوتها أخلت بالإعلام، وإن رفعته ارتكبت معصية؛ لأنه عورة". (مراقي الفلاح) "(قوله: لأنه عورة) ضعيف، والمعتمد أنه ليس بعورة فلا تفسد برفع صوتها صلاتها" =

مخنث کا اقامت کہنا

سوال[۲۲۲۳]: مخنث اور وہ شخص جس نے اپنے آلۂ تناسل کو کٹوا دیا ہو وہ تکبیر کہہ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تکبیر اگر یہ کہے تب بھی کافی ہو جائے گی، مگر تکبیر کہنا معزز اور متقی آدمی کا حق ہے، اس لئے مخنث وغیرہ کو اس سے روک دیا جائے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

کیا اقامت کہنے والے کا امام کے دائیں طرف ہونا ضروری ہے؟

سوال[۲۲۲۴]: اقامت کا کہنے والا کیا ضروری ہے کہ امام کے داہنی طرف ہو اور امام کے بائیں طرف والا آدمی کہہ دے تو کیا کوئی حکم ہے؟

= (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلوۃ، باب الأذان، ص: ۱۹۹، قدیمی)

"الثاني: كأذان المرأة علله قاضي خان و صاحب المحيط بأن صوتها عورة، لكن الأرجح هو أنها ليست بعورة، كما صرح به في شرح المنية. فالأولى أن يعلل كراهة أذانها بأن فيه احتمال وقوع الفتنة برفع الصوت كما علله به في البحر، و نهوا عنه من التسبيح و تعلم القرآن من الأعمى و غير ذلك". (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۲/۳۳، سهيل اكيڈمي لاهور)

"و أما أذان المرأة، فلأنها منهية عن رفع صوتها، لأنه يؤدى إلى الفتنة". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۵۸، رشيديه)

(۱) "و في الحاوي القدسي: من سنن المؤذن كونه رجلاً عاقلاً صالحاً عالماً بالسنة والأوقات مواظباً عليه محتسباً ثقة متطهراً مستقبلاً". (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب الأذان، ذكر أحوال المؤذن: ۲/۳۸، سهيل اكيڈمي لاهور)

"وفي الكافي: والأولى أن يتولى العلماء أمر الأذان". (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة في أذان المحدث والجنب و بيان من يكره و من لا يكره: ۱/۵۱۱، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۴۲، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اقامت کو (صرف) داہنی طرف سمجھنا غلط ہے بائیں طرف بھی درست ہے، کیونکہ شریعت میں اقامت کے لئے کوئی جگہ متعین نہیں کی گئی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

اقامت کہنے والا دوسری تیسری صف میں ہو

سوال [۲۲۱۵]: اقامت کہنے والا اگر دوسری یا تیسری صف میں ہو تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تب بھی درست ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

اقامت میں تحویلِ وجہ

سوال [۲۲۱۶]: اقامت میں "حی علی الصلوة" و "حی علی الفلاح" کے وقت مثل اذان دونوں طرف منہ پھیرنا کیا سنتِ زوائد یا سنتِ مؤکدہ ہے؟ دیوبند میں اس کا رواج کیوں نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اقامت کے وقت تحویلِ وجہ بعض کے نزدیک سنت مؤکدہ نہیں، اس لئے یہاں اس کا اہتمام نہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱/۸۸ھ۔

---

(۱) "ويقيم على الأرض، هكذا في القنية، وفي المسجد، هكذا في البحر الرائق". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في بيان كلمات الأذان والإقامة و كيفيتهما: ۱/۵۶، رشيديه)

"ويسن الأذان في موضع عال والإقامة على الأرض". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۴۳، رشيديه)

(۲) (راجع للتخريج عنوان: "کیا اقامت کہنے والے کا امام کے دائیں طرف ہونا ضروری ہے؟")

(۳) "وأطلق في الالتفات ولم يقيد بالأذان، وقدمنا عن القنية أنه يحول في الإقامة أيضاً، وفي السراج "

ضعف کی وجہ سے اقامت کے وقت بیٹھنا

سوال[۲۰۶۹]: کیا ابن ماجہ شریف میں یہ حدیث ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بسبب کمزوری اقامت کے وقت بیٹھتے تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مجھے یہ محفوظ نہیں کہ ضعف کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اقامت کے وقت بیٹھتے تھے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۲/۱/۹۲ھ۔

"قد قامت الصلوٰۃ" کی تاء پر کیا حرکت پڑھیں؟

سوال[۲۰۷۰]: ایک شخص کہتا ہے کہ "قد قامت الصلوٰۃ، قد قامت الصلوٰۃ" ("ۃ" پیش کے ساتھ) پڑھا جائے گا، اس کے خلاف نہیں ورنہ اقامت ادا نہ ہوگی۔ دوسرا شخص کہتا ہے کہ "قد قامت الصلوٰۃ" پڑھا جائے گا یعنی "ۃ" کسرہ کے ساتھ پڑھا جائے گا، ایک فریق دوسرے فریق کو کہتا ہے کہ تمہارے طریقے کے مطابق اقامت ادا نہ ہوگی۔ تو اب کس فریق کا اعتبار کیا جائے اور صحیح کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آخر کی "تا" وقف اور سکتہ کی حالت میں "ھا" ہو جائے گی، لہٰذا اس پر نہ پیش پڑھا جائے گا نہ زیر، وصل کے اعتبار سے اس پر پیش تھا جب کہ اس پر وقف وسکتہ نہ ہو، حرکت کے بعد وہ ساکن ہے(۲) زیر غلط ہے۔

---

(۱) ابن ماجہ میں یہ روایت نہیں ملی۔

(۲) "وفي "الإمداد": ويجزم الراء، أي يسكنها في التكبير. قال الزيلعي: يعني على الوقف، لكن في الأذان حقيقة وفي الإقامة ينوي الوقف اهـ: أي للحدر، وروي ذلك عن النخعي موقوفاً عليه ومرفوعاً إلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أنه قال: "الأذان جزم، والإقامة جزم، والتكبير جزم" اهـ.

(رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الأذان، مطلب في الكلام على حديث "الأذان جزم": ۱/۳۸۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۴۸، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الثاني في كلمات الأذان والإقامة وكيفيتهما: ۱/۵۶، رشيديه)

ترکیب نحوی کے اعتبار سے "الصلوٰۃ"، "قد قامت" کا فاعل ہے، جس پر پیش آئے گا، زیر غلط ہے، غلط سے پورا اجتناب کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

قضا نماز میں اقامت

سوال [۱۷۰۲]: فرض نماز قضا پڑھنے کی حالت میں اقامت کہہ کر نماز پڑھے، بغیر اقامت بھی نماز ہو سکتی ہے، اگر بلا اقامت نماز پڑھی ہوں تو ان کا اعادہ کرے یا کہ درست ہو گئیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلا اقامت بھی درست ہے لہٰذا جو پڑھی گئی ہیں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں (۱)، اگر جماعت کے ساتھ قضا کی جائے تو اقامت مسنون ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۱۲/۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۸/ ذی الحجہ ۶۷ھ۔

= (وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/ ۲۴۴، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۱) "وهو سنة مؤكدة، هي كالواجب في لحوق الإثم ... والإقامة كالأذان". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/ ۳۸۴، ۳۸۸، سعيد)

"ترك السنة لا يوجب فساداً ولا سهواً، بل إساءة لو عامداً ... اهـ". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/ ۴۷۳، سعيد)

(۲) "ويسن أن يؤذن ويقيم لفائتة رافعاً صوته لو بجماعة أو صحراء، لا بيته منفرداً". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/ ۳۹۰، سعيد)

"ويؤذن للفائتة ويقيم؛ لأن الأذان سنة للصلوات لا للوقت، فإذا فاتته صلاة تقضى بأذان وإقامة لحديث أبي داود وغيره: أنه صلى الله تعالى عليه وسلم أمر بلالاً بالأذان والإقامة حين ناموا عن الصبح، وصلوها بعد ارتفاع الشمس، وهو الصحيح في مذهب الشافعي، كما ذكره النووي في شرح المهذب". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/ ۴۵۵، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/ ۲۴۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/ ۱۷۴، مكتبه امداديه ملتان)

تکبیر پڑھتے وقت اگر غلطی ہوجائے تو کیا اقامت شروع سے پڑھے؟

سوال [۲۲۷۰]: تکبیر پڑھتے وقت اگر غلطی ہوجائے تو شروع سے پڑھے یا جہاں سے غلطی ہوئی وہاں سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تکبیر پڑھتے ہوئے اگر کچھ چھوٹ جائے تو جس جگہ سے غلطی ہوئی ہے اسی جگہ سے صحیح پڑھے، شروع سے لوٹانے کی ضرورت نہیں(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

شروع اقامت کے وقت کھڑا ہونا

سوال [۲۲۷۱]: حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الصلوۃ میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت فرمایا کہ بعض لوگ "حي علی الصلوۃ" پر کھڑے ہوتے ہیں اور بعض شروع اقامت سے، تو کیسا ہے؟ اس پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "لا حرج" دونوں سوالوں پر: "لا حرج" فرمایا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ عبارت کس کتاب کی ہے؟ اس کتاب کا کیا نام ہے؟ جس کتاب کی کتاب الصلوۃ میں حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا، ایک فتویٰ میں یہ لکھا ہے کہ حضرت امام محمد رحمہ اللہ کی کتاب الصلوۃ میں ہے ایسا فرمایا مگر اصل کتاب کا نام نہیں لکھا ہے، براہ کرم کتاب کا نام تحریر فرمادیں۔

---

(۱) "وإذا قدم في أذانه أو في الإقامة بعض الكلمات على بعض نحو: أن يقول: أشهد أن محمداً رسول الله قبل قوله: أشهد أن لا إله إلا الله، فالأفضل في هذا أن ما سبق على أوانه لايعتد به حتى يعيده في أوانه وموضعه، وإن مضى على ذلك جازت صلاته، كذا في المحيط". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في بيان كلمات الأذان والإقامة: ۱/۵۶، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۹۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۳۴، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، باب الأذان، نوع آخر في تدارك الخلل الواقع فيه: ۱/۵۲۳، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کتاب کا نام ہی "کتاب الصلوٰۃ" ہے، اس میں نماز ہی کے مسائل ہیں اور ہر مسئلہ اسی طرح کا ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے دریافت کیا انھوں نے جواب دیا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۱۱/۹۲ھ۔

بوقتِ اقامت نماز کے لئے مقتدی کب کھڑے ہوں؟

سوال [۱۲۷۳]: بوقت اقامت کھڑے ہو کر صف درست کریں یا کہ مقتدی وامام بیٹھے رہیں اور "حی علی الصلوٰۃ" پر کھڑے ہوں۔ صحیح مسئلہ کیا ہے؟ جواب بحوالہ کتب تحریر فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تسویہ صفوف کی تاکید کی گئی ہے(۲)، اگر سب بیٹھے رہیں اور "حی علی الصلوٰۃ" پر کھڑے ہوں تو پھر تسویہ صفوف نہیں ہو سکے گا، خاص کر "قد قامت الصلوٰۃ" پر امام صاحب نماز شروع کر دیں جیسا کہ اس کو بھی آدابِ صلوٰۃ میں شمار کیا گیا ہے۔

طحطاوی میں ہے کہ "حی علی الصلوٰۃ" یا "حی علی الفلاح" پر کھڑے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد تک نہ بیٹھا رہے اور شروع اقامت پر کھڑا ہو جائے تب بھی مضائقہ نہیں۔ اگر امام سامنے حجرہ

---

(۱) امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب "کتاب الصلوٰۃ" مستقل طور پر شکل میں مطبوع حیدرآباد دکن میں کسی زمانہ میں موجود تھی، جیسا کہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذکورہ فتاویٰ سے معلوم ہوتا ہے، دیکھئے: (ص: ۳۱۶، جواب نمبر: ۱)

(۲) "عن عمرو بن مرة قال: سمعت سالم بن أبي الجعد قال: سمعت النعمان بن بشير رضي الله تعالى عنه يقول: قال النبي صلى الله عليه وسلم: لتسوّن صفوفكم أو ليخالفن الله بين وجوهكم". (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب تسوية الصفوف عند الإقامة وبعدها: ۱/۱۰۰، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب الصلوة، باب تسوية الصفوف: ۱/۹۷، دار الحديث ملتان)

(والصحيح لمسلم، كتاب الصلوة، باب تسوية الصفوف وإقامتها وفضل الأول فالأول: ۱/۱۸۲، قديمي)

کھڑے ہوجائیں(۱)۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسے ہی قدم مبارک حجرۂ مبارک سے نکالتے فوراً سب نمازی کھڑے ہوجایا کرتے تھے، یہ طریقہ نہیں تھا کہ پہلے مصلیٰ پر تشریف رکھتے اور اقامت میں جب مؤذن "حی علی الفلاح" پر پہنچتا اسی وقت کھڑے ہوتے۔ ابوداؤد شریف اور اس کی شرح بذل المجہود میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مضمون مذکور ہے(۲)۔

درمختار وغیرہ میں جو لکھا ہے کہ "حی علی الصلوٰۃ" یا "حی علی الفلاح" پر کھڑا ہونا مستحب ہے، تو طحطاوی نے اس کی شرح میں اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اس کے بعد تک نہ بیٹھے، لہٰذا اگر شروع اقامت کے وقت کھڑا ہوجائے تو مضائقہ نہیں اور اس کی ممانعت نہیں(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "والقيام لإمام و مؤتم حين قيل: حي على الفلاح خلافاً لزفر، فعنده عند حي على الصلوة، إن كان الإمام بقرب المحراب، وإلا فيقوم كل صف ينتهي إليه الإمام على الأظهر، وإن دخل من قدام قاموا حين يقع بصرهم عليه، و شروع الإمام في الصلوة مذ قيل: قد قامت الصلوة الخ"
(الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۷۹، سعيد)
(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۴۳، رشيدية)
(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۸۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "عن عبد الله بن أبي قتادة عن أبيه رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إذا أقيمت الصلوة، فلا تقوموا حتى تروني"

"وفي بذل المجهود: إن بلالاً رضي الله تعالى عنه كان يراقب خروج النبي صلى الله عليه وسلم، فأول ما يراه يشرع في الإقامة قبل أن يراه غالب الناس، ثم إذا رأوه قاموا، فلا يقوم في مكانه حتى تعتدل صفوفهم. قلت: و يشهد له ما رواه عبد الرزاق عن ابن جريج عن ابن شهاب أن الناس كانوا ساعة يقول المؤذن مقامه حتى تعتدل الصفوف". (أبو داود مع بذل المجهود، كتاب الصلوة، باب في الصلوة تقام ولم يأت الإمام ينتظرونه قعوداً: ۱/۳۰۲، إمدادية ملتان)
(وكذا في فتح الباري، كتاب الأذان، باب متى يقوم الناس إذا رأوا الإمام عند الإقامة: ۲/۱۵۳، قديمي)

(۳) "والظاهر أنه احتراز عن التأخير لا التقديم حتى لو قام أول الإقامة لا بأس" (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۱۵، دار المعرفة بيروت)

ایضاً

سوال [۲۲۰۶]: امام کا عین نماز جماعت کے وقت کہ مصلیٰ پر بیٹھنا پھر مکبر کا اقامت کہتے وقت حی علی الصلوۃ پر امام اور مقتدیوں کا کھڑا ہونا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا تابعین یا تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین سے ثابت ہے؟ بحوالہ کتاب مع عبارت کے جواب مرحمت فرماویں۔ اگر ثابت نہیں تو یہ عمل خلاف سنت ہے یا نہیں؟

از ابو الخیر نازکی پوری۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ عمل کسی حدیث شریف میں میری نظر سے نہیں گزرا، بلکہ اس کے خلاف صراحت کے ساتھ معمول منقول ہے۔ وہ یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسے ہی حجرہ شریفہ سے قدم مبارک باہر نکالتے، فوراً تکبیر شروع ہوجاتی اور تمام نمازی کھڑے ہوجاتے، یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مصلے پر جس وقت پہونچتے تو سب نمازی کھڑے ہوچکے ہوتے۔ یہ معمول نہیں تھا کہ پہلے سے مصلے پر آکر بیٹھ جائیں پھر تکبیر شروع ہو اور جب مکبر "حی علی الصلوۃ" پر پہونچے تو اس وقت کھڑے ہوں، لہٰذا اس معمول کے خلاف سنت ہونا ظاہر ہے:

"إن بلالاً رضي الله تعالى عنه كان يراقب خروج النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فأول ما يراه يشرع في الإقامة قبل أن يراه غالب الناس، ثم إذا رأوه قاموا، فلا يقوم في مكانه حتى تعتدل صفوفهم. قلت: ويشهد له ما رواه عبد الرزاق عن ابن جريج عن ابن شهاب أن الناس كانوا ساعة يقول المؤذن: الله أكبر يقومون إلى الصلاة فلا يأتي النبي صلى الله تعالى عليه وسلم مقامه حتى تعتدل الصفوف اهـ". بذل المجهود شرح أبي داود (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) (بذل المجهود شرح أبي داود، كتاب الصلوة، باب في الصلوة تقام ولم يأت الإمام ينتظرونه قعوداً: ۱/۳۰۶، مكتبه امداديه ملتان)

(وكذا في فتح الباري، كتاب الأذان، باب متى يقوم الناس إذا رأوا الإمام عند الإقامة: ۲/۱۵۳، قديمي)

مقتدیوں کا "حی علی الصلوۃ" پر کھڑا ہونا

سوال [۲۲۴۷]: اقامت جب کہی جائے تو امام اور مقتدیوں کو کب کھڑے ہو جانا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر امام پہلے سے مصلے کے قریب ہے تو جب مکبر "حی علی الصلوۃ" کہے امام اور مقتدی سب کھڑے ہو جائیں، اگر صفوف کی طرف سے آئے تو جس صف پر پہنچ جائے اس صف کے نمازی کھڑے ہوتے جائیں یہاں تک کہ جب مصلے پر پہنچے تو سب کھڑے ہو چکے ہوں، اگر سامنے سے آئے تو جیسے ہی امام پر نظر پڑے سب نمازی کھڑے ہو جائیں، مصلے تک پہنچنے کا بھی انتظار نہ کریں(۱)۔ پہلی صورت میں "حی علی الصلوۃ" پر کھڑے ہونے کو جو لکھا گیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد تاخیر نہ ہو (مثلاً کوئی شخص تسبیح پڑھ رہا ہے اور ختم ہونے سے پہلے تکبیر شروع ہو گئی تو وہ منتظر رہے کہ "حی علی الصلوۃ" پر پہنچے تک اس کو پوری کر لے، اس کے بعد تاخیر نہ کرے) پس اگر شروع اقامت ہی کے وقت کھڑے ہو جائے تب بھی مضائقہ نہیں، طحطاوی(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

= "والقيام لإمام ومؤتم حين قيل: حي على الفلاح، خلافاً لزفر، فعنده عند: حي على الصلوة، إن كان الإمام بقرب المحراب، وإلا فيقوم كل صف ينتهي إليه الإمام على الأظهر، وإن دخل من قدام قاموا حين يقع بصرهم عليه، وشروع الإمام في الصلوة مذ قيل: قد قامت الصلوة"

(الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۷۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۳۱، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۸۳، دار الكتب العلمية)

(۱) "والقيام لإمام ومؤتم حين قيل: "حي على الفلاح" خلافاً لزفر، فعنده عند "حي على الصلوة" إن كان الإمام بقرب المحراب، وإلا فيقوم كل صف ينتهي إليه الإمام على الأظهر، وإن دخل من قدام قاموا حين يقع بصرهم عليه، وشروع الإمام في الصلوة مذ قيل: قد قامت الصلوة". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۷۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۳۱، رشيدية)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۰۳، مكتبه إمداديه)

(۲) "والظاهر أنه احتراز عن التأخير لا التقديم، حتى لو قام أول الإقامة لا بأس" (حاشية الطحطاوي =

"حی علی الصلوٰۃ" کے وقت کھڑا ہونا

سوال [۲۲۵۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں:

کہ کچھ روز سے اکثر مقامات پر اقامتِ صلوٰۃ کی یہ صورت رائج ہے کہ مؤذن تنہا کھڑا ہو کر اقامتِ صلوٰۃ شروع کرتا ہے اور تمام مصلی بیٹھے رہتے ہیں، "حی علی الصلوٰۃ" پر امام اور مقتدی کھڑے ہوتے ہیں اور "قد قامت الصلوٰۃ" پر امام نیت باندھتا ہے، اس طریقہ پر بعض جگہ اس قدر اصرار ہوتا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص "حی علی الصلوٰۃ" سے پہلے کھڑا ہو جاتا ہے تو اسے بالجبر بٹھا دیا جاتا ہے، کیا اس طریقہ کو مسنون ومطابق فقہ حنفی کہا جائے گا؟ اور کیا درجہ وجوب میں ہے کہ خلاف اس کا موجب گناہ ہو؟

فقط: حقیر حکیم محمد ایمان خاں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"ومن الأدب القيام: أي قيام القوم والإمام إن كان حاضراً بقرب المحراب حين قيل: أي وقت قول المقيم "حي على الفلاح"؛ لأنه أمر به فيجاب. وإن لم يكن حاضراً يقوم كل صف حين ينتهي إليه الإمام في الأظهر، ومن الأدب شروع الإمام: أي إحرامه مذ قيل: أي عند قول المقيم: "قد قامت الصلوة" عندهما، وقال أبو يوسف رحمه الله تعالى: يشرع إذا فرغ من الإقامة، فلو أخر حتى يفرغ من الإقامة لا بأس به". مراقي الفلاح، ص: ١٦١ (١).

"و) يجب (القيام) لإمام ومؤتم حين قيل: "حي على الفلاح" خلافاً لزفر رحمه الله تعالى فعنده عند: "حي على الصلوة". ابن كمال. (إن كان الإمام بقرب المحراب، وإلا فيقوم كل صف ينتهي إليه الإمام) ظهيرية. وإن دخل من قدام قاموا حين يقع بصرهم عليه، إلا إذا أقام الإمام بنفسه في مسجد فلا يقفوا حتى يتم إقامته، وإن خارجه قام كل صف ينتهي إليه الإمام، بحر. (وشروع الإمام في الصلوة مذ قيل: "قد قامت الصلوة") ولو أخر حتى أتمها لا بأس به إجماعاً، وهو قول الثاني والثلاثة، وهو أعدل المذاهب كما في شرح المجمع لمصنفه".

= على الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، ١/٢١٥، دار المعرفة بيروت)

(١) مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلوة، فصل من آدابها، ص: ٢٢٨-٢٢٩، قديمي)

"وفي القهستاني معزياً للخلاصة: أنه الأصح". در مختار (۱)۔

قال الطحطاوي: "(قوله: والقيام لإمام ومؤتم إلخ) مسارعة لامتثال أمره، والظاهر أنه احتراز عن التأخير لا التقديم حتى لو قام أول الإقامة لا بأس. وحرر (قوله: أنه الأصح) أي فلا يأخذ به أولى لأنه لا يضيع شيئاً على المصلين". طحطاوي على الدر المختار: ۱/۱۶۵ (۲)۔

عبارات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ "حی علی الفلاح" یا "حی علی الصلوٰۃ" کے وقت قوم اور امام کو کھڑا ہونا صرف آداب میں سے ہے واجبات میں نہیں کہ اس کے ترک پر گناہ ہو (۳) کہ امام مصلے پر یا اس کے قریب پہلے سے موجود ہو، اگر امام وہاں موجود نہ ہو بلکہ کسی دوسری جگہ سے سامنے آئے تو جس وقت امام پر نظر پڑے اسی وقت سب کو کھڑا ہو جانا چاہئے، اگر مصلے کے سامنے نہیں ہے بلکہ مقتدیوں میں سے ہو کر دوسری جانب سے یعنی پیچھے سے آئے تو جس صف میں پہنچتا جائے وہ صف کھڑی ہوتی جائے حتی کہ مصلے پر پہنچنے کے وقت سب صفیں کھڑی ہو جائیں۔ نیز "حی علی الصلوٰۃ" یا "حی علی الفلاح" کے وقت کی تعیین اس لئے ہے کہ اس کے بعد تک بیٹھے رہنا نہیں چاہئے، یہ مطلب نہیں کہ اس سے پہلے کھڑا ہونا منع ہے۔

نیز "قد قامت الصلوٰۃ" کے وقت نماز شروع کردینا بھی واجب نہیں، بلکہ تکبیر ختم ہونے کا انتظار

---

(۱) (الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صفة الصلوٰۃ: ۱/۴۷۹، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوٰۃ، باب صفة الصلوٰۃ: ۱/۵۴۳، رشيدية)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوٰۃ، باب صفة الصلوٰۃ: ۱/۲۰۳، مكتبه امداديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوٰۃ، باب صفة الصلوٰۃ: ۱/۲۸۳، دار الكتب العلمية)

(۲) (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلوٰۃ، باب صفة الصلوٰۃ: ۱/۲۱۵، دار المعرفة بيروت)

(۳) "ولها آداب تركه لا يوجب إساءة ولا عتاباً كترك سنة الزوائد، لكن فعله أفضل". (الدر المختار، كتاب الصلوٰۃ، باب صفة الصلوٰۃ: ۱/۴۷۷، سعيد)

"وإن فهم منه الثواب على الفعل، ونفي العقاب على الترك سمي ندباً". (بداية المجتهد ونهاية المقتصد، المعاني المتداولة المستفادة من تلك الطرق: ۱/۲۴۹، عباس أحمد الباز مكة المكرمة)

ترک کر دیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر دوسری مسجد نہیں تو اسی مسجد میں ان کے ساتھ جماعت میں شریک ہو کر نماز پڑھ لیا کریں(۱)۔ "حی علی الصلوٰۃ" یا "حی علی الفلاح" پر کھڑے ہونے پر پابند ہونے پر کوئی جھگڑا نہ کریں، آپ بھی پہلے سے کھڑے ہو جایا کریں، یہ مسئلہ جھگڑے کا نہیں۔ نماز عصر کے بعد اگر تسبیح وتلاوت میں جلدی ہی مشغول ہو جائیں اور ذکر میں مشغولی کے وقت مصافحہ نہیں کرنا چاہئے (۲) تو امید ہے کہ وہ آپ کو معذور قرار دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند۔

"حی علی الصلوٰۃ" پر قیام

سوال[۲۲۸۰]: ضلع چوبیس پرگنہ میں کی چند مسجدوں میں فرض نماز اور جمعہ کے لئے لوگ آتے ہیں اور کیف ما اتفق بیٹھ جاتے ہیں، جب مؤذن "حی علی الصلوٰۃ" پر پہنچتا ہے کھڑے ہو جاتے ہیں، تسویۂ صفوف کا انتظام بالکل نہیں کرتے ہیں، تاکید کرنے سے بھی صفیں سیدھی نہیں ہوتیں کیونکہ وقت بہت تنگ ہوتا ہے، صفوف کا سیدھا کرنا واجب ہے، کیونکہ حدیث صحیح میں تاکید آئی ہے۔ آیا بغیر تسویۂ صفوف کسی امر مندوب یا جائز پر عمل کرنا درست ہے، واجب کے ترک سے امر مندوب یا جائز کی کسی قسم کی خرابی لازم نہیں

(۱) "ويكره تقديم المبتدع أيضاً، لأنه فاسق من حيث الاعتقاد، وهو أشد من الفسق من حيث العمل، لأن الفاسق من حيث العمل يعترف بأنه فاسق ويخاف ويستغفر بخلاف المبتدع، والمراد بالمبتدع من يعتقد شيئاً على خلاف ما يعتقده أهل السنة والجماعة، وإنما يجوز الاقتداء به مع الكراهة إذا لم يكن ما يعتقده يؤدي إلى الكفر عند أهل السنة، أما لو كان مؤدياً إلى الكفر فلا يجوز أصلاً". (الحلبي الكبير، الأولى بالإمامة، ص: ۵۱۴، سهيل اكيدمي لاهور)

(۲) "فيكره السلام على مشتغل بذكر الله تعالى بأي وجه كان وعمل". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها: ۱/[illegible]، سعيد)

(وكذا في حاشية الشيخ الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها: ۱/۴۰۹، دار الكتب العلمية بيروت)

اب سوال یہ ہے کہ احادیث صحیحہ اور اقوالِ فقہاء میں کیا تطبیق ہے؟ مؤطا امام محمدؒ اور بدائع الصنائع کے قول پر عمل کرنا دیگر کتبِ فقہ کے اقوال کو چھوڑ کر کیسے ممکن ہے؟ عملِ واجب مقدم ہے یا مستحب؟ استحباب ثابت کرنے کے لئے "ینبغی" کا لفظ جیسا کہ مؤطا امام محمدؒ میں منقول ہے کافی ہے؟

"حي على الفلاح" کے وقت کھڑے ہونے کا التزام عملاً مثلِ واجب کرنا واجب کو چھوڑتے ہوئے جائز یا درست ہے یا ممنوع ہے؟ اس عمل میں واجب پہچاننے کے لئے کیا معیار ہے؟ لہٰذا اس مسئلہ میں آج کل جگہ جگہ میں جو طریق مروج ہے اس پر اس قسم کے اشکالات ہیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اصل مسئلہ کا حکم اس سے قبل عباراتِ فقہ سے استشہاد کے ساتھ آپ کے پاس ارسال کیا جا چکا ہے، اب بحث اس کے ماخذ اور حدیث وفقہ میں تعارض وتطبیق سے باقی رہ گئی، فقہاء کے کلام میں عبارتیں بہت مختلف ہیں، بلکہ ایک ہی مصنف نے ایک جگہ کچھ لکھا دوسری جگہ اس کے خلاف لکھا ہے، اسی طرح اقوالِ صحابہ وتابعین کا حال ہے، اس لئے جس جگہ اختلافِ مذاہب کی تصریح ہو تو اختلافِ مذاہب پر حمل کر لیا جائے اور جہاں یہ ممکن نہ ہو وہاں تطبیق کے ذریعہ سے محل علیحدہ علیحدہ متعین کر لیا جائے اور تطبیق کی صورت وہی ہے جو اس سے پہلے مذکور ہوئی یعنی اگر امام محراب کے قریب مصلیٰ پر ہو اور سب مقتدی اپنی اپنی جگہ پہلے سے ہوں تو "حي على الفلاح" کے وقت امام ثلاثہ کے نزدیک اور "قد قامت الصلوة" کے وقت (على النقل الصحيح) زفر وحسن رحمہما اللہ کے نزدیک کھڑے ہوں۔

اگر امام مصلیٰ پر موجود نہ ہو بلکہ صفوف کی طرف سے داخل ہو، جن صفوں تک پہنچتا جائے مقتدی کھڑے ہوتے جائیں، اگر سامنے کی جانب سے آئے تو جس وقت امام پر نظر پڑے اسی وقت فوراً کھڑے ہو جائیں۔ یہ تفصیل درمختار ۱/۴۷۹ سے نقل کی گئی ہے (۱)۔

---

(۱) "والقيام لإمام ومؤتم حين قيل: "حي على الفلاح"، خلافاً لزفر، فعنده عند: "حي على الصلوة" ابن كان الإمام بقرب المحراب، وإلا فيقوم كل صف ينتهي إليه الإمام على الأظهر، وإن دخل من قدام قاموا حين يقع بصرهم عليه .... وشروع الإمام في الصلوة مذ قيل: قد قامت الصلوة" (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۷۹، سعيد)

"بأن عند زفر يقومون حين قيل: "قد قامت الصلوة" الأولى، ويحرمون عند الثانية". (تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۸۳، دار الكتب العلمية بيروت)

مؤطا امام محمدؒ کے حاشیہ پر طویل بحث کے بعد لکھا ہے: "والأمر في هذا الباب واسع ليس له حد مضبوط في الشرع، واختلاف العلماء في ذلك لاختيار الأفضل بحسب ما لاح لهم الخ" (۱)۔

مندوبات پر اصرار کرنا اور ان کو وجوب کا درجہ دینا جائز نہیں بلکہ اس سے کراہت آجاتی ہے (۲) اور جس مندوب سے ترک واجب لازم آتا ہو اس کا ترک واجب ہوتا ہے، لہٰذا جب کہ تسویہ صفوف میں خلل پڑتا ہو تو اولِ اقامت سے قیام کر کے تسویہ صفوف کر لیا جائے، ایسی حالت میں کوئی کراہت کسی قول کے مطابق نہیں۔ واجب پہچاننے کا معیار دلیل ہے، جس درجہ کی دلیل اسی درجہ کا حکم ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۷/۵۹ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

امام و مقتدی نماز کیلئے کس وقت کھڑے ہوں؟

سوال [۲۰۸۱]: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ "جب اقامت شروع ہوتی تھی تو ہم لوگ کھڑے ہوجاتے تھے اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حجرے سے نکلنے سے پہلے صفوں کی درستگی کر لیتے تھے"۔ یہ حدیث مسلم شریف جلد اول ص: ۲۲۰ پر ہے (۳)۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ "حی علی

(۱) (التعليق الممجد على مؤطا محمد، باب تسوية الصفوف، ص: ۸۹، حاشية: ۲، مير محمد كتب خانه)

(۲) "قال الطيبي في حاشية المشكوة: فيه أن من أصر على أمر مندوب، وجعله عزماً، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر". (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، و منها استحباب الانصراف عن أحد الجانبين، قبيل فصل في القراءة: ۲/۲۶۳، سهيل اكيدمى لاهور)

(وكذا في مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب الدعاء في التشهد، الفصل الأول: ۳/۳۱، رشيديه)

(۳) "عن ابن شهاب أخبرني أبو سلمة بن عبد الرحمن بن عوف رضي الله تعالى عنه سمع أبا هريرة رضي الله تعالى عنه يقول: أقيمت الصلوة، فقمنا فعدلنا الصفوف قبل أن يخرج إلينا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فأتى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم حتى إذا قام في مصلاه قبل أن يكبر ذكر فانصرف، وقال لنا: مكانكم الخ". (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب متى يقوم الناس للصلوة: ۱/۲۲۰، قديمى)

الصلاۃ" کے وقت کھڑے ہونے پر صفوں کی درستگی نہیں ہوسکے گی جس کی احادیث میں تاکید آئی ہے، مذکورہ بالا حدیث کی بناء پر ابتدائے اقامت ہی پر کھڑا ہوجانا ثابت نہیں ہے، اسی طرح صف بندی کی خاطر خلافِ سنت فعل کو مکروہ کہنا چاہیے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت اور اسی طرح بعض اور روایتیں ایسی ہیں جن میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ ہم "سرکار کے مسجد میں تشریف لانے سے پہلے ہی کھڑے ہوجاتے اور صفوں میں اپنی جگہ لے لیتے، نیز صفوں کی درستگی کرلیتے"(۱) لیکن اس سے ابتدائے اقامت سے کھڑے ہونے کا استدلال کس طرح کیا جاسکتا ہے جب کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسی طرزِ عمل پر نکیر فرمائی:

"إذا أقيمت الصلوة فلا تقوموا حتى تروني قد خرجت". بخاری ومسلم وترمذی ومشکوۃ(۲)

یعنی "اے صحابہ! جب اقامت کہی جائے نماز کے لئے تو تم لوگ اس وقت تک نہ کھڑے ہوا کرو جب تک مجھے دیکھ نہ لو کہ (حجرۂ اقدس سے) نکل آیا ہوں"۔ لہٰذا صحابہ کے اس عمل کے لئے: "لا تقوموا حتى تروني" والی حدیث ناسخ ہوگی اور صحابہ کا عمل ابتدائے اقامت سے کھڑا ہونا اس حدیث سے منسوخ ہوگا۔

---

(۱) "عن ابن جريج عن ابن شهاب: "إن الناس كانوا ساعة يقول المؤذن: الله أكبر، يقومون إلى الصلوة، فلا يأتي النبي صلى الله تعالى عليه وسلم مقامه حتى تعتدل الصفوف".

"وفي صحيح مسلم وسنن أبي داود ومستخرج أبي عوانة: "إنهم كانوا يعدلون الصفوف قبل خروجه صلى الله تعالى عليه وسلم". (نيل الأوطار، أبواب الأذان، المحافظة على الأذان عند دخول وقت التكبير: ۲/۳۰۳، دار الباز، عباس الباز مكة المكرمة)

(۲) (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب متى يقوم الناس للصلوة: ۱/۲۲۰، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب الأذان، باب متى يقوم الناس إذا رأوا الإمام عند الإقامة: ۱/۸۸، قديمي)

(وسنن الترمذي، أبواب الصلوة، باب ما جاء أن الإمام أحق بالإقامة: ۱/۵۰، سعيد)

(ومشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب [illegible] الفصل الأول: ۱/۹۷، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب الصلوة، باب في الصلوة تقام ولم يأت الإمام الخ: ۱/۸۰، دار الحديث ملتان)

(وسنن النسائي، كتاب الأذان، باب إقامة المؤذن عند خروج الإمام: ۱/۱۱۱، قديمي)

دینی مدارس کا مبتدی طالب علم بھی جانتا ہے کہ کل حدیث ناسخ پر ہوتا ہے منسوخ پر نہیں، فتح الباری شرح بخاری، جلد دوم، ص:۱۰۰، پر ہے "حدیث أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه كان سبب النهي عن ذلك في حديث أبي قتادة"(۱)۔

علامہ نووی شرح مسلم ص:۲۲۱، میں فرماتے ہیں: "ولعل قوله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "فلا تقوموا حتی تروني" كان بعد ذلك"(۲) یعنی سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ تم لوگ کھڑے نہ ہوا کرو یہاں تک کہ مجھے دیکھ لو صحابہ کے اس عمل کے بعد ہے، چنانچہ یہی علامہ نووی صحابی رسول حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل شرح مسلم ۱/۲۲۱، میں نقل فرماتے ہیں: "وكان أنس رضي الله تعالیٰ عنه يقوم إذا قال المؤذن: قد قامت الصلوة"(۳) یعنی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت کریمہ یہ تھی کہ جب مکبر "قد قامت الصلوة" کہتا اس وقت قیام فرماتے۔

پھر یہی علامہ نووی شارح مسلم اقامت کے متعلق روایات مختلفہ کی توضیح و تشریح کے بعد ائمہ کرام کے اقوال نقل کرتے ہوئے امام المشارق والمغارب امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک بیان فرماتے ہیں: "قال أبو حنيفة رحمه الله تعالیٰ والكوفيون يقومون في الصف إذا قال: حي على الصلوة" شرح مسلم ۱/۲۲۱(۴)، نیز فتح الباری شرح بخاری ۲/۱۰۰، میں ہے: "وعن أبي حنيفة رحمه الله تعالیٰ: يقومون إذا قال: حي على الفلاح"(۵) یعنی امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ لوگ "حی علی الفلاح" پر کھڑے ہوں۔

شلبی حاشیہ زیلعی کے ص:۱۰۸، میں ہے: "قال في الوجيز: والسنة أن يقوم الإمام والقوم إذا قال المؤذن: حي على الفلاح"(۶) یعنی وجیز میں فرمایا کہ جب مکبر "حي على الفلاح" کہے اس وقت

(۱) (فتح الباري، كتاب الأذان، باب متى يقوم الناس إذا رأوا الإمام عند الإقامة، ۲/۱۵۳، قديمي)

(۲) (النووي على الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب متى يقوم الناس للصلوة: ۱/۲۲۱، قديمي)

(۳) (النووي على الصحيح لمسلم، المصدر السابق)

(۴) (النووي على الصحيح لمسلم، المصدر السابق)

(۵) (فتح الباري، كتاب الأذان، باب متى يقوم الناس إذا رأوا الإمام عند الإقامة: ۲/۱۵۳، قديمي)

(۶) (حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۸۳، دار الكتب العلمية بيروت)

امام ومقتدی کو کھڑا ہونا سنت ہے۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب شرح وقایہ ۱/۱۵۵ میں ہے (یہ کتاب ہر مدرسہ میں پڑھائی جاتی ہے حتی کہ بریلوی مسلک کے مدرسہ میں بھی اور دیوبندی مسلک کے مدرسہ میں بھی) "ویقوم الإمام والقوم عند: حی علی الصلوة"(۱)۔ کذا فی نور الإیضاح، ص: ۶۵(۲)۔

درمختار ص: ۲۹۳ میں ہے: "والمؤذن یقیم قعد"(۳)۔ رد المحتار کے اسی صفحہ پر ہے: "(قوله: قعد) ويكره له الانتظار قائماً ولكن يقعد ثم يقوم إذا بلغ المؤذن حي على الفلاح"(۴)۔

فتاویٰ عالمگیری ۱/۴۹ میں ہے: "إذا دخل الرجل عند الإقامة يكره له الانتظار قائماً ولكن يقعد ثم يقوم إذا بلغ المؤذن قوله: حي على الفلاح"(۵)۔

درمختار ص: ۳۵۲،۳۵۳ میں ہے: "والقيام لإمام ومؤتم حين قيل حي على الفلاح"(۶)۔

طحطاوی مطبوعہ قسطنطنیہ ص: ۱۵۱ میں ہے: "وإذا أخذ المؤذن في الإقامة ودخل رجل في المسجد فإنه يقعد ولا ينتظر قائماً فإنه مكروه، كذا في المضمرات، قهستاني. ويفهم منه كراهة القيام ابتداء الإقامة والناس عنه غافلون"(۷)۔

یعنی جب مکبر تکبیر کہنے لگے اور کوئی شخص مسجد میں آئے تو اس کو چاہئے کہ وہ بیٹھ جائے اور کھڑے ہوکر

---

(۱) (شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب حكم ترك الأذان والإقامة: ۱/۱۳۶، سعيد)

(۲) "والقيام حين قيل: حي على الفلاح" (نور الإيضاح مع مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل من آدابها، ص: ۲۰۷، قديمي)

(۳) والعبارة بتمامها: "دخل المسجد والمؤذن يقيم قعد إلى قيام الإمام في مصلاه" (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۰۰، سعيد)

(۴) (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۰۰، سعيد)

(۵) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في بيان كلمات الأذان والإقامة: ۱/۵۷، رشيدية)

(۶) (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۷۹، سعيد)

(۷) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل من آدابها، ص: ۲۸۰، قديمي)

انتظار کرے اس لئے کہ تکبیر کے وقت کھڑا ہونا مکروہ ہے ایسا ہی مضمرات میں ہے (قہستانی) اور اس حکم سے سمجھا جاتا ہے کہ ابتدائے اقامت سے کھڑا ہونا مکروہ ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں۔

عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے: "وقال ابوحنيفة و محمد: يقومون في الصف إذا قال: حي على الصلوة" (۱) یعنی امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا کہ صف میں لوگ اس وقت کھڑے ہوں جب مکبر "حي على الصلوة" کہے۔

مذکورہ بالا عبارتوں سے صاف ظاہر ہو گیا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان واجب الاذعان دلیل بحدیث نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے تو یہ حکم امام اعظم و دیگر فقہائے کرام کے نزدیک سنت ٹھہرا۔ لہٰذا اس کے خلاف عمل کرنا یعنی ابتدائے اقامت سے کھڑا ہونا خلاف سنت اور مکروہ ہے۔ جو لوگ صفوں کی درستگی کا بہانہ بنا کر شروع اقامت سے کھڑے ہونے کو کہتے ہیں وہ اپنی کم علمی اور مسائل شرعیہ سے عدم واقفیت کا ثبوت دیتے ہیں۔ کیا علمائے متقدمین اور متأخرین یہاں تک کہ ائمہ ثلاثہ (حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام ابو یوسف اور محرر مذہب حضرت امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم) جو امام و مقتدی کو "حي على الفلاح" پر کھڑے ہونے کا حکم دیتے ہیں ان لوگوں کے سامنے صفوں کی درستگی کا مسئلہ نہیں تھا اور نہ پتا تھا۔ بلکہ ان لوگوں نے احادیث کریمہ کے مفہوم کو سمجھا ہے مخالفین سمجھنے سے قاصر ہیں۔ خود امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "إذا صح الحديث فهو مذهبي" (۲)۔

حدیث شریف سے بعد اقامت بھی صفوں کی درستگی کا اہتمام ثابت ہے۔ حضرت نعمان ابن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور قریب تھا کہ تکبیر تحریمہ کہتے تو آپ نے ایک شخص کو دیکھا جس کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا تھا تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "بندو! اپنی صفوں کو برابر کرو" حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں: "خرج يوماً فقام حتى كاد أن

---

(۱) (عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب متى يقوم الناس إذا رأوا الامام عند الإقامة: ۵/۱۵۳، إدارة الطباعة المنيرية، الناشر محمد أمين دمج بيروت)

(۲) (شرح عقود رسم المفتي، ص: ۶۷، مير محمد كتب خانه كراچي)

یکبر، فرأى رجلاً بادياً صدره من الصف فقال: عباد الله! أقيموا صفوفكم"(۱)۔ یقیناً صفوں کی درستگی کرنے کی بڑی تاکید آئی ہے لیکن اس تاکید سے معنی ہرگز نہیں کہ صفوں کی درستگی اس کے مقررہ وقت سے پہلے کی جائے۔ کیا نمازوں کی تاکید قرآن وحدیث میں نہیں آئی ہے؟ آئی ہے اور یقیناً آئی ہے تو کیا اس کو وقت سے پہلے ادا کریں گے، بلکہ ہرنماز کو اس کے وقت پر ادا کریں گے۔

نماز باجماعت کے لئے کھڑے ہونے کا وقت قول رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، عمل صحابہ اور مذہب حنفیہ سے ثابت ہے، اسی وقت پر کھڑے ہوں اور صفیں سیدھی کریں، جیسا کہ محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کتاب موطا امام محمد میں فرماتے ہیں: "ينبغي للقوم إذا قال المؤذن: حي على الفلاح أن يقوموا إلى الصلوة، فيصفوا ويسووا الصفوف"(۲) یعنی مقتدیوں کو چاہئے کہ جب موذن "حي على الفلاح" کہے تب نماز کے لئے کھڑے ہوں پھر صف بندی کریں اور صفوں کو سیدھی کریں۔ خود مخالفین کے علماء نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے کہ جب مکبر "حي على الفلاح" کہے تب امام ومقتدی کو کھڑا ہونا چاہئے۔

چنانچہ نواب قطب الدین خان مشکوۃ شریف کا اردو ترجمہ "مظاہر حق" جدید مطبوعہ ادارہ اسلامیات دیوبند قسط ہشتم، ص: ۳۰۴ پر لکھتے ہیں: "فقہاء نے لکھا ہے کہ تکبیر کہنے والا جب "حي على الصلوة" کہے تو مقتدیوں کو اس وقت کھڑا ہونا چاہئے"(۳)۔ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی مالابد منہ ص: ۳۴ میں فرماتے ہیں: "نزد حي على الصلوة امام بر خیزد" یعنی "حي على الصلوة" کے وقت امام اٹھے(۴)۔ اس عبارت

(۱) "عن سماك بن حرب قال: سمعت النعمان بن بشير رضي الله تعالى عنه يقول: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يسوي صفوفنا حتى كأنما يسوي بها القداح حتى رأى أنا قد عقلنا عنه، ثم خرج يوماً فقام حتى كاد يكبر فرأى رجلاً بادياً صدره من الصف فقال: عباد الله! لتسون صفوفكم أو ليخالفن الله بين وجوهكم" (الصحيح لمسلم، كتاب الصلوة، باب تسوية الصفوف وإقامتها: ۱۸۲/۱، قديمي)

(وسنن الترمذي، أبواب الصلوة، باب ما جاء في إقامة الصفوف: ۵۳/۱، سعيد)

(۲) (الموطا للإمام محمد، باب تسوية الصفوف، ص: ۸۹، ۸۸، مير محمد كتب خانه كراچی)

(۳) (مظاہر حق، کتاب نماز کی، باب متعلق احکام اذان: ۲۳۲/۱، دارہ اسلامیات لاهور)

(۴) (مالابد منه، فصل طريق خواندن نماز بر وجه سنت، ص: ۳۴، مكتبه شركت علميه ملتان)

کی شرح میں مفتی محمد اللہ صاحب لکھتے ہیں: "امام بر خیزد و مقتدیان نیز، زیرا کہ حی علی الصلوۃ امر است بجا آوردہ شود"۔ امام اٹھے اور مقتدی بھی اس لئے کہ "حی علی الصلوۃ" میں حکم ہے جس کی بجا آوری کی جائے۔

"صراط مستقیم" مصدقہ قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند، مولوی عبدالاحد صاحب دریابادی مطبوعہ مینار بکڈپو چار کمان حیدرآباد، ص: ۱۸۲ میں ہے "ائمہ احناف نے کہا ہے کہ امام ومقتدی سب "حی علی الصلوۃ" کے وقت کھڑے ہو جائیں"۔

فتاوی عالمگیری اردو جدید ج: ۱ میں ہے (جس کے مترجم وحشی مفتی کفیل الرحمن صاحب نشاط عثمانی فاضل دیوبند ہیں) "نمازی امام سمیت مسجد میں ہے اس صورت میں جب مؤذن اقامت کہتے ہوئے حی علی الفلاح پر پہنچے تو ہمارے تینوں ائمہ کرام: امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک امام اور نمازیوں کو کھڑا ہونا چاہئے درست یہی ہے"۔ (فتاوی عالمگیری اردو جدید ص: ۲۳۳ ج نمبر: ۱، ناشر: حکیم بکڈپو دیوبند ضلع سہارنپور)۔

مذکورہ بالا حدیث اور فقہ حنفی کی کتابوں سے اچھی طرح یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ امام اور مقتدی کا "حی علی الفلاح" پر کھڑا ہونا سنت ہے، جو لوگ اس کے خلاف کرتے ہیں یا دوسروں کو کرنے کے لئے کہتے ہیں وہ اس سنت کو مٹانا چاہتے ہیں، لہذا مسلمانوں کو چاہئے کہ اس سنت پر عمل کرتے ہوئے "حی علی الفلاح" پر کھڑے ہوں۔ اللہ کے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا فرمان ہے: "من تمسک بسنتی عند فساد أمتی فله أجر مائة شهيد" (۱) جس شخص نے میری امت کے فساد کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے تھاما یعنی اس پر عمل کیا تو اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب ورسولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔

هذا هو الحق والحق بالاتباع أحق، حدیث نعمان بن بشیر اور امام محمد کے بیان سے واضح ہو گیا کہ صفوں کی درستی تا علی الفلاح پر کھڑے ہونے کے بعد کرنا چاہئے، صف بندی کا بہانہ کر کے شروع اقامت پر کھڑا ہونا خلاف سنت اور مکروہ وجہالت ہے۔ سید مظہر ربانی غفرلہ مہتمم اعلیٰ دار العلوم ربانیہ باندہ۔

سید نازی ربانی غفرلہ ناظم تعلیمات دار العلوم ربانیہ۔

---

(۱) (مشکوۃ المصابیح، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة: ۱/۳۰، قدیمی)

نیز طحطاوی علی ردالمحتار میں ہے کہ "حی علی الصلوٰۃ" یا "حی علی الفلاح" کے وقت کھڑے ہونے کا مقصد یہ ہے کہ اس کے بعد تک نہ بیٹھا رہے، پس اگر کوئی شخص شروع اقامت کے وقت کھڑا ہو جائے تو بھی کوئی جرم نہیں (۱) مثلاً ایک شخص وظیفہ پڑھ رہا ہے اور اقامت شروع ہوگئی اور وہ چاہتا ہے کہ اپنا وظیفہ پورا کرے تو اس کو گنجائش ہے کہ "حی علی الصلوٰۃ" سے پہلے پہلے جلدی جلدی جس قدر پڑھ سکے پڑھ لے، اس کے بعد نہ بیٹھا رہے بلکہ کھڑا ہو جائے۔

امام محمد نے امام ابوحنیفہ سے پوچھا کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور اقامت شروع ہوگئی اور وہ "حی علی الصلوٰۃ" پر کھڑا ہو گیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ جواب دیا کہ "لا حرج" پھر پوچھا کہ ایک شخص شروع اقامت کے وقت کھڑا ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ تو جواب دیا کہ "لا حرج"۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ اتنا اہم نہیں جتنا اہم بنالیا ہے اور اس کو ایک شعار قرار دے لیا گیا۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح کی عبارت سے ایک فریق نے استدلال کیا کہ "حی علی الصلوٰۃ" سے پہلے کھڑا ہونا مکروہ ہے (۲) ایسے ہی قریب قریب عالمگیری کی عبارت ہے (۳)۔ اور اس پر اتنا زور باندھا کہ مستقل منازعات شروع ہو گئے حالانکہ مسئلہ میں بڑی وسعت ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں اول اول یہ طریقہ تھا کہ صحابہ کرام کھڑے ہو جاتے اور انتظار کرتے تھے حالانکہ اس وقت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجرۂ مبارک میں ہی تشریف فرما ہوتے تھے، اس پر ارشاد فرمایا کہ: "تم لوگ کھڑے مت ہوا کرو یہاں تک کہ مجھے دیکھو کہ میں حجرہ سے باہر آ گیا" اور پھر یہ معمول ہو گیا کہ صف بنا کر سب آرام سے بیٹھے رہتے اور مؤذن کی نظر حجرہ مبارک کی طرف ہوتی جیسے

---

(۱) "والظاهر أنه احتراز عن التأخير لا التقديم حتى لو قام أول الإقامة لا بأس اهـ" (طحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۱۵، دار المعرفة بيروت)

(۲) "دخل رجل المسجد فإنه يقعد، ولا ينتظر قائماً، فإنه مكروه كما في المضمرات قهستاني. ويفهم منه كراهة القيام ابتداء الإقامة والناس عنه غافلون" (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل من آدابها، ص: ۲۲۸، قديمي)

(۳) "إذا دخل الرجل عند الإقامة يكره له الانتظار قائماً، ولكن يقعد، ثم يقوم إذا بلغ المؤذن قوله: حي على الفلاح، كذا في المضمرات". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثاني في الأذان، الفصل الثاني في بيان كلمات الأذان والإقامة: ۱/۵۷، رشيدية)

ہی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر مؤذن کی نظر ہوتی کہ آپ تشریف لا رہے ہیں تو فوراً کھڑے ہو کر اقامت شروع کر دیتے اور سب نمازی کھڑے ہو جاتے، یہاں تک کہ جب مصلیٰ مبارک پر پہنچتے تو سب کھڑے ہوئے ملتے اور نماز شروع فرما دیتے۔

یہ تفصیل بذل المجہود شرح ابی داؤد: ۱/ ۳۰۶ میں ہے (۱)۔ اور اس میں زہری، مالک، سعید بن مسیب، عمر بن عبدالعزیز وغیرہ رحمہم اللہ اکابر کے اقوال بھی موجود ہیں جن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ میں بڑی وسعت ہے (۲)۔ لہٰذا ایک جہت پر اصرار کرنا اور اس کے خلاف کو معصیت کہنا درست نہیں، ترک افضل بہر حال ترک افضل ہی ہے، معصیت نہیں ہے، دونوں جانب کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔ نہ بیٹھنے والوں پر ایسی نکیر کی جائے جیسے گناہ کرنے والوں پر ہوتی ہے، نہ کھڑے ہونے والوں پر ایسی نکیر کی جائے اور اس مسئلہ کو لیکر نزاع پیدا کرنا اور مسجد کو اکھاڑا بنانا ہرگز ہرگز جائز نہیں، قرآن پاک میں صراحۃً ممانعت ہے: ﴿ولا تنازعوا فتفشلوا﴾۔ فقط واللہ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، صدر مفتی دارالعلوم دیوبند، ۲۹/ ۱/ ۱۴۰۲ھ۔

"قد قامت الصلوٰۃ" پر سب مقتدیوں کا کھڑا ہونا

سوال [۲۲۸۴]: ۱: حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الصلوٰۃ میں تحریر فرمایا ہے کہ میں نے

---

(۱) "عن عبد اللہ بن أبي قتادة عن أبيه أبي قتادة رضي اللہ تعالیٰ عنه عن النبي صلی اللہ تعالیٰ عليه وسلم قال: "إذا أقيمت الصلوٰة" أي نودي بألفاظ الإقامة للصلوٰة "فلا تقوموا" منتظرين للصلوٰة "حتى تروني": أي تبصروني "قد خرجت". قال الحافظ في الفتح: قال القرطبي: ظاهر الحديث أن الصلوٰة تقام قبل أن يخرج النبي صلی اللہ تعالیٰ عليه وسلم من بيته ... بأن بلالاً كان يراقب خروج النبي صلی اللہ تعالیٰ عليه وسلم فأول ما يراه يشرع في الإقامة قبل أن يراه غالب الناس، ثم إذا رأوه قاموا، فلا يقوم في مكانه حتى تعتدل صفوفهم". (بذل المجهود، كتاب الصلوٰة، باب في الصلوٰة تقام ولم يأت الإمام ينتظرونه قعوداً: ۱/ ۳۰۶، مكتبه إمداديه ملتان)

(۲) "المذهب مالك وجمهور العلماء إلى أنه ليس لقيامهم حد، ولكن استحب عامتهم القيام إذا أخذ المؤذن في الإقامة، وكان أنس رضي الله عنه يقوم إذا قال المؤذن: قد قامت الصلوٰة وكبر الإمام. وعن سعيد بن المسيب وعمر بن عبد العزيز إذا قال المؤذن: الله أكبر، وجب القيام، وإذا قال: حي على الصلوٰة اعتدلت الصفوف، وإذا قال: لا إله إلا الله، كبر الإمام الخ". (بذل المجهود شرح أبي داؤد، كتاب الصلوٰة، باب في الصلوٰة تقام ولم يأت الإمام ينتظرونه قعوداً: ۱/ ۳۰۶، إمداديه ملتان)

"قال الحافظ في الفتح: قال القرطبي: ظاهر الحديث أن الصلاة كانت تقام قبل أن يخرج النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من بيته، وهو معارض لحديث جابر بن سمرة أن بلالاً كان لا يقيم حتى يخرج النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، أخرجه مسلم. ويجمع بينهما بأن بلالاً كان يراقب خروج النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فأول ما يراه يشرع في الإقامة قبل أن يراه غالب الناس، ثم إذا رأوه قاموا، فلا يقوم في مقامه حتى تعتدل صفوفهم ... ويجمع بينه وبين حديث أبي قتادة رضي الله تعالى عنه بأن ذلك ربما وقع لبيان الجواز، وبأن صنيعهم في حديث أبي هريرة رضي الله تعالى عنه كان سبب النهي عن ذلك في حديث أبي قتادة، وأنهم كانوا يقومون ساعة تقام الصلاة ولو لم يخرج النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فنهاهم عن ذلك". بذل المجهود شرح أبي داود (۱)۔ فقط۔

جمعہ کی نماز کے لئے "حی علی الفلاح" پر کھڑا ہونا

سوال[۲۲۸۳]: مقتدیوں کو نماز جمعہ کے لئے خطبہ کے ختم ہوتے ہی کھڑا ہو جانا چاہئے، یا امام کے مصلیٰ پر پہنچنے اور مکبر کے تکبیر کہنے کا انتظار کیا جائے، طریقہ مسنون کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

افضل یہ ہے کہ جس وقت مکبر "حی علی الفلاح" کہے اس وقت کھڑا ہونا چاہئے (۲)، لیکن

---

(۱) (بذل المجهود شرح أبي داود، كتاب الصلاة، باب في الصلاة تقام ولم يأت الإمام ينتظرونه قعوداً: ۱/۳۰۷، مكتبه إمداديه ملتان)

(وكذا في فتح الباري، كتاب الأذان، باب متى يقوم الناس إذا رأوا الإمام عند الإقامة: ۲/۱۵۳، قديمي، كراچي)

(۲) "والقيام لإمام ومؤتم حين قيل: حي على الفلاح، خلافاً لزفر رحمه الله تعالى، فعنده عند: حي على الصلاة، إن كان الإمام بقرب المحراب، وإلا فيقوم كل صف ينتهي إليه الإمام على الأظهر" اهـ.

(الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۴۷۹، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۲۸۳، دار الكتب العلمية، بيروت)

احادیث میں تو صف سیدھی کرنے کی تاکید اور درمیان میں جگہ نہ چھوڑنے کی بہت تاکید آئی ہے اور عام طور پر لوگ مسائل سے ناآشنا ہیں، اس لئے تکبیر شروع ہونے سے پیشتر ہی یعنی خطبہ ختم ہوتے ہی کھڑے ہو کر صفیں سیدھی کرلی جائیں تاکہ تکبیر بھی سب سکون سے سن سکیں اور اس وقت کسی کا شور نہ ہو(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۵/ ربیع الاول/ ۵۷ھ۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

(۱) عن أبي الزاهرية عن كثير بن مرة، عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنه قال قتيبة: عن أبي الزاهرية عن أبي شجرة لم يذكر ابن عمر - أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "أقيموا الصفوف وحاذوا بين المناكب وسدوا الخلل ولينوا بأيدي إخوانكم" - لم يقل عيسى: "بأيدي إخوانكم" - "ولا تذروا فرجات للشيطان، ومن وصل صفاً وصله الله، ومن قطع صفاً قطعه الله". قال أبو داود: أبو شجرة كثير بن مرة". (سنن أبي داود، باب تسوية الصفوف: ۱/۹۷، دار الحديث ملتان)

"عن عمرو بن مرة قال: سمعت سالم بن أبي الجعد قال: سمعت النعمان بن بشير رضي الله تعالى عنه يقول: قال النبي صلى الله عليه وسلم: "لتسون صفوفكم أو ليخالفن الله بين وجوهكم". (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب تسوية الصفوف: ۱/۱۰۰، قديمي)

(والصحيح لمسلم، كتاب الصلوة، باب تسوية الصفوف الخ: ۱/۱۸۲، قديمي)

گھنٹی اذان کے قائم مقام ہرگز نہیں

سوال[۲۲۸۸]: اگر کسی گاؤں میں مسجد ایک کنارے پر ہے اور اذان پورے گاؤں میں نہ پہونچتی ہو، نمازی لوگ جماعت سے رہ جاتے ہوں تو اذان پڑھ کر اگر خبر کرنے کے لئے گھنٹی بجادی جائے تو ٹھیک ہے یا نہیں، اگر ٹھیک ہے تو کس طرح؟ پوری تفصیل سے تحریر فرمائیں، کیونکہ چند حضرات کا قول ہے کہ گھنٹی بجانا جائز نہیں جب کہ ہمارے مذہب نے خبر دینے کے لئے اذان مقرر کی ہے، اس لئے صحیح جواب عنایت فرمائیں تو نوازش ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اذان کو ترک کرکے اس کی جگہ گھنٹی بجانے کی کسی طرح اجازت نہیں، اذان کے بعد بھی گھنٹی نہ بجائی جائے، خاص کر جب کہ لوگوں کے پاس آج کل گھڑی کا بھی دستور ہے، ہر شخص کا نماز کی طرف دھیان لگا رہنا چاہیے، بے فکر نہیں رہنا چاہیے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= فعلى هذا: إذا أحدث الناس إعلاماً مخالفاً لما ذكر، جاز". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۵۳، رشيديه)

"ثم التثويب في كل بلد على ما يتعارفونه، إما بالتنحنح، أو بقوله: الصلوة الصلوة، أو قامت قامت، أو باينك باينك، كما يفعل أهل بخارى؛ لأنه الإعلام، والإعلام إنما يحصل بما يتعارفونه". (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في كيفية الأذان: ۱/۳۹۲، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في المبسوط، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۱۳۰، المكتبة الغفاريه، كوئٹه)

(۱) شریعت مقدسہ نے نمازوں کی اطلاع کے لئے اذان مقرر فرمائی ہے اور وہ شعائر اسلامیہ میں سے ہے:

"عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: كان المسلمون حين قدموا المدينة يجتمعون فيتحينون الصلوات، وليس ينادي بها أحد. فتكلموا يوماً في ذلك، فقال بعضهم: اتخذوا ناقوساً مثل ناقوس النصارى، وقال بعضهم: اتخذوا قرناً مثل قرن اليهود، قال: فقال عمر: أولا تبعثون رجلاً ينادي بالصلوة؟ قال: فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "يا بلال! قم فناد بالصلوة". (سنن الترمذي، أبواب الصلوة، باب ما جاء في بدء الأذان: ۱/۴۸، سعيد)

"كما روي أن علياً رضي الله تعالى عنه رأى مؤذناً يثوب في العشاء، فقال: أخرجوا هذا المبتدع من المسجد". (المبسوط للسرخسي، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۱۳۰، المكتبة الغفاريه، كوئٹه)

اذان کے بعد نقارہ

سوال[۲۲۸۹]: ضرب نقارہ قبل یا بعد اذان بغرض ہوشیاری وبیداری ناظمین وقت آئین وطلباء دور دور مسجد سے رہنے والے مسلمانوں کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ علاقہ مدراس میں اکثر شہروں میں رواج ہے۔ بینوا توجروا۔

محمد صبغ، مدراس، ۱۷/اپریل/۵۳ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اذان کے بعد دوبارہ اعلان کرنے کو تثویب کہتے ہیں، متأخرین نے ہر نماز میں اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے:

في الطحطاوي، ص: ۱۹۹: "ویثوب بعد الأذان في جميع الأوقات لظهور التواني في الأمور الدينية في الأصح، وتثويب كل بلد بحسب ما تعورفه بينهما، فإن المتقدمين كرهوه في غير الفجر، واستحسنه المتأخرون في جميع الأوقات" اهـ(۱)۔

قال الشامي (۵/۲۴۷): "التقرير وينبغي أن يكون طبل المسحر في رمضان لإيقاظ النائمين للسحور كبوق الحمام، تأمل"(۲)۔

مسلمانوں کو خود شرم وحیا کا موقع ہے کہ فریضۂ نماز ادا کرنے کے لئے اذان کو کافی نہیں سمجھتے بلکہ نقارہ کی ضرورت پیش آتی ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/[illegible]ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۳۰/محرم الحرام/۷۳ھ۔

☆ ... ☆ ... ☆ ... ☆ ... ☆

---

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، باب الأذان، ص: ۱۹۹، قديمي)

(۲) (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۶/۴۰۵، سعيد)

"والحاصل في التثويب أن المقصود منه ليس لفظ بخصوصه، بل تثويب كل بلد على ما تعارفوه، إما بالتنحنح أو بقوله: الصلوة الصلوة، أو قامت قامت، لأنه للمبالغة في الإعلام، وإنما يحصل بما تعارفوه، فعلى هذا إذا أحدث الناس إعلاماً مخالفاً لما ذكر جاز". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۴۴۳، رشيدية)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في كيفية الأذان: ۱/۳۶۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في المبسوط، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۱۳۰، المكتبة الغفارية، كوئٹہ)

باب صفة الصلوة

الفصل الأول فی شروط الصلوة

(شروطِ صلاۃ کا بیان)

نماز میں نیت

سوال[۲۱۰۱]: نماز میں نیت ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز میں نیت ضروری ہے یعنی دل میں یہ بات پکی کرلے کہ فلاں وقت کی فرض یا سنت نماز پڑھتا ہوں، اگر امام کے پیچھے پڑھے تو اقتدا کی نیت بھی کرلے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

---

(۱) "ولا بد من التعیین عند النیة لفرض ولو قضاء، وواجب دون عدد رکعاته، وینوی المقتدی المتابعة". (تنویر الأبصار مع الدر المختار، کتاب الصلوة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۱۸، ۴۲۰، سعید)

"والنیة بلا فاصل، والشرط أن یعلم بقلبه أیّ صلاة یصلی، ویکفیه مطلق النیة للنفل والسنة والتراویح، وللفرض شرط تعیینه کالعصر مثلاً، والمقتدی ینوی المتابعة أیضاً". (کنز الدقائق مع البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۸۴، ۴۸۵، رشیدیه)

"والشرط أن یعلم بقلبه أیّ صلاة یصلی، أما الذکر باللسان فلا معتبر به، ویحسن ذلک لاجتماع عزیمته، ثم إن کانت الصلاة نفلاً یکفیه مطلق النیة، وکذا إن کانت سنة فی الصحیح، وإن کانت فرضاً فلا بد من تعیین الفرض کالظهر مثلاً لاختلاف الفروض. وإن کان مقتدیاً بغیره ینوی الصلاة ومتابعته". (الهدایة: ۱/۹۷، کتاب الصلوة، باب شروط الصلاة التی تتقدمها، مکتبه شرکة علمیة، ملتان)

نماز کی نیت کا طریقہ

سوال[۲۲۹۱]: اقتداء کے لئے یہ نیت کافی ہوجائے گی کہ جو نیت امام کی وہ میری؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے وقت اس طرح نیت کی جائے کہ فلاں وقت کی نماز امام کے پیچھے پڑھتا ہوں(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

نماز کی نیت کا طریقہ

سوال[۲۲۹۲]: ہم لوگوں کے یہاں نیت کے بارے میں کچھ اختلاف چل رہا ہے، وہ یہ کہ لوگ اس طرح نیت کرتے ہیں کہ "نیت کرتا ہوں میں نماز فرض کی، فرض پڑھتا ہوں واسطے اللہ کے چار رکعت ظہر کی" اور سنت کی بھی اسی طرح کرتے ہیں اور "منہ میرا کعبہ شریف کی طرف اللہ اکبر"۔ میں نے ان سے اس طرح کہہ دیا کہ نیت صرف اس طرح کیا کرو کہ "نیت کرتا ہوں میں نماز کی واسطے اللہ کے چار رکعت نماز فرض، جو وقت ہو اس کا نام بھی لیتے ہوئے" تو اس پر معترض ہیں۔ کہ سنت رسول والی بات پر عمل ہوا کہ ہم رسول کا نام چھوڑ رہے ہیں اور اس بارے میں آپ حدیث دکھلائیے ہیں۔ حاصل یہ کہ سنت رسول کہنا ضروری ہے یا نہیں، طریقہ سوال کہنا ضروری ہے؟ اگر دونوں نہیں تو نماز ہوجانے کی حالت میں سنت رسول کہتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے اور چاروں اماموں کے نزدیک کوئی اختلاف ہے یا نہیں؟ اس کا جواب حدیث سے چاہتے ہیں۔ کیونکہ لوگ کہتے ہیں کہ پہلے بھی تو نہیں تھا اب نئے طریقے نکل رہے ہیں۔

---

(۱) "ولابد من التعيين عند النية لفرض ولو قضاءً وواجب دون نفل كعامة، وينوي المقتدي المتابعة". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۱۸، ۴۲۲، سعيد)

"والنية بلا فاصل، والشرط أن يعلم بقلبه أي صلاة يصلي، ويكفيه مطلق النية للنفل والسنة والتراويح، وللفرض شرط تعيينه كالعصر مثلاً، والمقتدي ينوي المتابعة أيضاً". (كنز الدقائق مع البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۸۰، ۴۸۵، رشيدية)

(والهندية: ۱/۶۶، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة التي تتقدمها، مكتبه شركة علميه، ملتان)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس طرح وہ لوگ نیت کرتے ہیں اس طرح بھی درست ہے اور جس طرح آپ نے نیت بتائی ہے وہ بھی ٹھیک ہے، ناواقف لوگوں سے اس قسم کے مسائل میں نہیں الجھنا چاہئے، البتہ خیال رہے کہ جو جماعت کے ساتھ نماز ہو تو مقتدی کو یہ بھی نیت کرنی چاہئے کہ پیچھے اس امام کے، اور نیت اصل میں دل سے ہوتی ہے اگر زبان سے کچھ بھی نہ کہے، اور صرف دل میں ارادہ کرکے اللہ اکبر کہہ دیا جب بھی درست ہے(۱)۔ سنت نام حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کا ہے، جب سنت کہا تو گویا طریقہ بھی کہہ دیا(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

نیت میں ایک نماز کی جگہ دوسری نماز کا نام لیا، یا تعداد رکعت میں غلطی کی

سوال[۲۰۱۲]: اگر ظہر کی فرض نماز شروع کرتے وقت دل میں تو نیت فرض ظہر ہی کی تھی مگر زبان سے بجائے ظہر کے عصر کہہ دیا، یا بجائے فرض کے نفل کہہ دیا، یا بجائے چار رکعت کے تین رکعت کہہ دیا تو ان صورتوں میں نماز ہوئی یا نہیں؟

---

(۱) "النية وهي الإرادة لا مطلق العلم، والمعتبر فيها عمل القلب اللازم للإرادة، وهو أن يعلم بداهة أي صلاة يصلي، والتلفظ بها مستحب ... وكفى مطلق نية الصلاة لنفل وسنة وتراويح على المعتمد، إذ تعيينها بوقوعها وقت الشروع، والتعيين أحوط ... وينوي المقتدي المتابعة" (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/ ۴۱۷ - ۴۲۳، سعيد)

(وكذا في كنز الدقائق، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/ ۲۰، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة التي تتقدمها: ۱/ ۹۶ - ۹۷، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۲) "الطريقة المسلوكة في الدين من غير لزوم على سبيل المواظبة، وهي المؤكدة إن كان النبي صلى الله عليه وسلم تركها أحياناً" (مراقي الفلاح، كتاب الطهارة، فصل في سنن الوضوء، ص: ۴۳، قديمي)

"السنة تطلق على قول الرسول وفعله وسكوته" (نور الأنوار، باب أقسام السنة، ص: ۱۷۵، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان سب صورتوں میں نماز درست ہوگئی (رد المحتار ۱/ ۲۷۸، ۲۸۰)(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

امام ومقتدی کی نیت میں فرق

سوال [۲۲۹۳]: جو شخص امام ہو اس کے لئے کیا نیت ہونی چاہئے، نیز مقتدی سے کیا فرق ہے؟

محمد شیر زکوٰنی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام صرف اپنی نماز کی نیت کرے اور امامت کی نیت نہ کرے تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی البتہ تحصیل ثواب جماعت کے لئے امامت کی نیت بھی ضروری ہے اور صورت استخلاف میں بلا نیت امامت، امامت درست نہیں اور مقتدی کو صحت اقتداء کے لئے متابعت بھی ضروری ہے:

"لا یصح الاقتداء إلا بنیة، وتصح الإمامة بدون نیتها، والإمام ینوی صلوته فقط، ولا یشترط لصحة الاقتداء نیة إمامة المقتدی بل لنیل الثواب، لکن یستثنی من کانت إمامته بطریق

(۱) "والمعتبر فیها عمل القلب اللازم للإرادة، فلا عبرة للذکر باللسان إن خالف القلب؛ لأنه کلام لا نیة". (الدر المختار).

قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ: "(قوله: إن خالف القلب) فلو قصد الظهر وتلفظ بالعصر سهواً، أجزأه کما فی الزاهدی والقهستانی". (رد المحتار، کتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/ ۴۱۵، ۴۲۰، سعید)

"ولا یشترط نیة عدد الرکعات. هکذا فی شرح الوقایة ... عزم علی الظهر وجری علی لسانه العصر، یجزیه. کذا فی شرح مقدمة أبی اللیث، وهکذا فی المنیة.

ومن افتتح المکتوبة فظن أنها تطوع فصلی علی نیة التطوع حتی فرغ، فالصلاة هی المکتوبة، ولو کان الأمر بالعکس، فالجواب بالعکس، هکذا فی فتاویٰ قاضیخان". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الصلوة، الفصل الرابع فی النیة: ۱/ ۶۶، رشیدیه)

"فعلى الأشبه أنه بدعة حسنة عند قصد جمع العزيمة؛ لأن الإنسان قد تغلب عليه تفرق خاطره". شامی: ۱/۳۸۶(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۵/۹/۸۹ھ۔

کیا وتر کی نیت سے تراویح کی نماز درست ہوگی؟

سوال [۲۴۹۶]: سنت تراویح کی نیت مطلق کرنے سے وتر ادا ہو جائے گا، بموجب درمختار: ۱/۲۸۷، ۲۸۸(۲)۔ میں اکثر وتر کی نیت کر لیتا ہوں یہ سمجھ کر کہ امام بیس رکعت سنت تراویح پڑھا کر اب وتر پڑھا رہے ہیں، جب امام قراءت شروع کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ امام تراویح پڑھا رہے ہیں، تب میری نماز فاسد نہیں ہوتی ہے کیا؟ چاہئے یہ تھا کہ نیت تو کر مطلق تراویح کی نیت کرتے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کے ساتھ وتر اولیٰ کا ادا ہو جانا معلوم ہے، آپ کی تراویح اس طرح بھی ادا ہو جاتی ہے، لیکن آپ کو اس قدر بے خبر نہ ہونا چاہئے کہ تراویح اور وتر کا پتہ نہ چلے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۱۲/۹۲ھ۔

---

(۱) (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۱۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۹۳، رشيدية)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۱۸۸، إمدادية ملتان)

(۲) اس طرح کا جزئیہ درمختار میں تلاش بسیار کے باوجود نہیں ملا۔

(۳) "ولو علم ولم يميز الفرض من غيره إن نوى الفرض في الكل جاز". (الدر المختار)

"(قوله: ولو علم) أي: علم فرضية الخمس، لكنه لا يميز الفرض من السنة والواجب".

(رد المحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۲۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۹۰، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، الفصل الثاني في فرائض الصلوة وواجباتها وسننها: ۱/۲۳۳، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ایک رکن کی مقدار تک اس کے بدن سے متصل نہیں رہتا بلکہ چھوکر فوراً جدا ہو جاتا ہے تو نماز درست ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

نماز جنازہ کے وضو سے فرض نماز

سوال [۲۳۰۱]: نماز جنازہ پڑھ کر اس کے وضو سے نماز ظہر یا عصر پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث سے تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز جنازہ کیلئے وضو کر کے اس سے ظہر وعصر پڑھنا درست ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

لوپ (دوا لگانے) کی حالت میں نماز

سوال [۲۳۰۲]: لوپ لگوانے سے عورتوں کی نماز، قرآن شریف کی تلاوت میں تو کسی قسم کی خرابی نہیں آتی؟ اگرچہ لوپ بعض دفعہ بطور علاج بھی لگایا جاتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

لوپ اگر پاک ہے اور علاج کے لئے لگا رکھا ہے تو ایسی حالت میں نماز، تلاوت وغیرہ کچھ بھی ممنوع نہیں، سب درست ہے(۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۳/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۳/۸۸ھ۔

---

(۱) "ویفسد أداء رکن حقیقۃ اتفاقاً أو تمکنہ منہ بسنۃ، وھو قدر ثلاث تسبیحات مع کشف عورۃ أو نجاسۃ مانعۃ أو وقوع لزحمۃ فی صف نساء أو أمام إمام" (الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا: ۱/۶۲۵، سعید)

(۲) "قلت: ر تقدم فی الوضوء أنہ تکفی نیۃ الوضوء، فما الفرق بینہ وبین نیۃ التیمم ..... بخلاف الوضوء، فإنہ طھارۃ أصلیۃ، والأقرب أن یقال: إن کل وضوء تستباح بہ الصلاۃ بخلاف التیمم، فإن منہ ما لا تستباح بہ الخ". (رد المحتار، کتاب الطھارۃ، باب التیمم: ۱/۲۲۴، سعید)

(۳) اس لئے کہ یہ پاک ہوتا ہے اور اس کی نجاست کا کوئی اثر نہیں ہوتا، ہاں البتہ تحقیق کے ساتھ اس کا نجس ہونا معلوم ہو تو نماز وغیرہ درست نہیں۔

فجر کی نماز پڑھ کر کپڑوں پر منی دیکھی

سوال[۲۴۰۲]: اگر کسی عورت میں احتلام ہو جائے اور اسے صبح کو یاد نہیں رہا کہ اس کو رات میں احتلام ہوا ہے اور اس نے فجر کی نماز ادا کی، پھر دوپہر کو اس نے نجاست دیکھی، آیا اس کی نماز ادا ہوئی یا نہیں؟ اگر نہیں تو اعادۂ نماز کرے کہ کوئی گناہ اس پر ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر فجر کے بعد نہیں سویا تو نماز فجر کا اعادہ لازم ہے کذا فی الدر المختار (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

رنگے ہوئے کپڑے سے نماز پڑھنا

سوال[۲۴۰۳]: آج کل کے اس ولایتی کچے رنگوں پر اگر کوئی کپڑا رنگوایا جائے تو اس کپڑے کے ساتھ نماز پڑھنے سے صحیح ہو سکتی ہے یا کہ نہیں؟ نیز اگر اس رنگ کو خوب جوش دے کر کپڑے کو دھویا جائے اور پھر اس کپڑے کے سوکھنے کے بعد دھویا جائے تو ایسے کپڑے کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فتاویٰ رشیدیہ میں لکھا ہے کہ: "ولایتی رنگ میں شراب کی آمیزش ہوتی ہے، اس لئے یہ رنگ ناپاک

"ثم الشرط: ما يتوقف عليه الشيء ولا يدخل فيه، هي ستة: طهارة بدنه من حدث وخبث".

(تنوير الأبصار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/ ۴۰۲، سعيد)

(وكذا في ملتقى الأبحر، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/ ۹۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الهداية، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة التي تتقدمها: ۱/ ۹۲، شركة علمية ملتان)

(۱) "وجد في ثوبه منياً أو بولاً أو دماً أعاد من آخر احتلام وبول ورعاف" "(قوله: أعاد من آخر احتلام الخ): لف ونشر مرتب - وفي بعض النسخ من آخر نوم، وهو المراد بالاحتلام؛ لأن النوم سببه كما نقله في البحر". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطهارة، فصل في البئر: ۱/ ۲۱۹، سعيد)

"الأصل إضافة الحادث إلى أقرب أوقاته، منها ما قدمناه فيما لو رأى في ثوبه نجاسة وقد صلى فيه، ولا يدري متى أصابته، يعيدها من آخر حدث أحدثه، والمني من آخر رقدة". (الأشباه والنظائر، القاعدة الثالثة: ۱/ ۲۰۳، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطهارة: ۱/ ۲۱۹، رشيديه)

ہے... ناپاک رنگ سے رنگا ہوا کپڑا پہن کر یا اوڑھ کر نماز پڑھنا درست نہیں۔ اگر رنگ چڑھ گیا ہے تو کپڑے کو رنگنے کے بعد پاک کرلیا جائے، پھر اس سے نماز درست ہوجائے گی اور جب تک رنگ کٹتا رہے گا یعنی دھونے سے پانی صاف نہ آئے اس وقت تک اس سے نماز درست نہ ہوگی"(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/محرم/ ۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۶/محرم/ ۵۹ھ۔

جنابت کی حالت میں پہنے ہوئے کپڑوں میں نماز کا حکم

سوال[۲۳۰۵]: احتلام ہونے کے بعد یا صحبت کرنے کے بعد نجاست صاف کرکے جانگھیا پہن لیا جائے اور اس پر کپڑے پہن لئے جائیں، بعد میں غسل کرکے وہی کپڑے پہن لئے جائیں تو ان کی حالت میں نماز درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ان کپڑوں پر نجاست نہیں لگی تو ان کپڑوں سے نماز درست ہے(۲)۔

نجاست پر کپڑا بچھا کر نماز

سوال[۲۳۰۶]: خشک پاخانہ دیکھا ہے، خشک پاخانہ پر کپڑا بچھا کر نماز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟

---

(۱) (فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۲۵۰، ادارہ اسلامیات، لاہور)

"من شک فی إنائه أو ثوبه أو بدنه أصابته نجاسة أو لا، فهو طاهر ما لم یستیقن، وكذا ما يتخذه أهل الشرك أو الجهلة من المسلمين كالسمن والخبز والأطعمة والثياب اهـ". (رد المحتار، كتاب الطهارة: ۱۵۱/۱، قبيل أبحاث الغسل، سعيد)

"اليقين لا يزول بالشك". (الأشباه والنظائر: ۱۹۳/۱، القاعدة الثالثة، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية)

(۲) احتلام یا صحبت کی وجہ سے کپڑوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کپڑے کا وہی حصہ ناپاک ہوتا ہے جس میں نجاست لگی ہے۔

"هي لغةً: العلامة، وشرعاً: ما يتوقف عليه الشيء ولا يدخل فيه، هي ستة: طهارة بدنه من حدث وخبث وثوبه". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلوٰة، باب شروط الصلوٰة: ۴۰۲/۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوٰة، الباب الثالث في شروط الصلوٰة: ۵۸/۱، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوٰة، باب شروط الصلوٰة: ۲۵۰/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

جب کہ نماز کی شرطوں میں ایک شرط جگہ کا پاک ہونا بھی ہے، جو فی الحال ممکن نہیں ہے۔

ممتاز الاسلام۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

پاخانہ خشک ہوکر بھی ناپاک ہی رہتا ہے، جب تک اس کی ماہیت نہ بدل جائے (۱) اس پر پاک کپڑا یا بوریہ بچھا کر نماز درست ہے اور اس وقت نماز کی جگہ کپڑا یا بوریا ہے جو پاک ہے، پاخانہ نہیں۔ لہذا نماز کی شرط مفقود نہیں (۲)۔

محمود گنگوہی، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۲/۲/۶۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۲۳/ربیع ۲/۶۳ھ۔

گوبر سے لیپی ہوئی زمین پر نماز

سوال[۱۲۰۱]: اگر کسی مکان میں گوبر مٹی کے لیپ کیے ہوئے ہوں یا بعد میں مٹی ملا کر لیپا یا صرف گوبر، ان صورتوں میں سے کس صورت میں نماز اس پر ہوسکتی ہے یا نہیں؟

عبدالرزاق باشندہ عربی، مقیم جڑانوالہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اول گوبر سے زمین کو لیپا گیا ہے اور بعد میں مٹی سے اس طرح لیپ دیا کہ بالکل چھپ گیا اور اس کی بو

---

(۱) "السرقين إذا أحرق حتى صار رماداً، فعند محمد يحكم بطهارته، وعليه الفتوى. هكذا في الخلاصة، وكذا العذرة، هكذا في البحر الرائق". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب السابع في النجاسة وأحكامها، الفصل الأول في تطهير الأنجاس: ۱/۴۴، رشيدية)

وكذا في رد المحتار، كتاب الطهارة، باب الأنجاس: ۱/۳۱۶، سعيد)

(۲) "بخلاف غير مضروب ومبسوط على نجس إن لم يظهر لون أو ريح". (الدر المختار)

"وكذا الثوب إذا فرش على النجاسة اليابسة، فإن كان رقيقاً يشف ما تحته أو توجد منه رائحة النجاسة على تقدير أن لها رائحة، لا يجوز الصلاة عليه، وإن كان غليظاً بحيث لا يكون كذلك، جازت". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۱/۶۲۶، سعيد)

ہو جائے اور نجاست کا اثر باقی نہ رہے تو وہ فرش نماز کے لئے پاک ہو جائے گا (۱) نجاست خشک ہونے کی وجہ سے فرش کو ناپاک نہیں کہا جائے گا، اگر نجاست کا اثر ظاہر ہو خواہ رقیق یا کثیف تو بغیر پاک کئے وہاں نماز درست نہیں ہوگی (۲)۔ مسجد کے پختہ فرش پر جس طرح نماز کا ثواب ہے اسی طرح عیدگاہ کے پختہ فرش پر بھی ثواب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

تنہائی میں برہنہ ہو کر نماز پڑھنا

سوال [۲۰۰۹]: وقت (اتنا) تنگ ہے کہ فرض ادا کر سکتا ہے، ایسی صورت میں کپڑا پاک کرنا ضروری ہے، اگر تنہائی کی جگہ میسر ہو تو ننگا پڑھ لے یا نہیں، اور اگر تنہائی میسر نہ ہو تو ناپاک کپڑوں سے نماز ادا کرے تو نماز ہو جائے گی یا قضا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تنگیٔ وقت کی وجہ سے ناپاک کپڑے سے نماز درست نہیں، اس کو پاک کرنا ضروری ہے (۳)، تنہائی میں

---

(۱) "ومنها: الجفاف وزوال الأثر، الأرض تطهر باليبس وذهاب الأثر للصلاة ... اهـ". (الفتاوى العالمكيرية، الباب السابع في النجاسة وأحكامها: ۱/۴۴، رشيديه)

(۲) "وإزالتها إن كانت مرئية بإزالة عينها، وأثرها إن كانت شيئاً يزول أثره ... اهـ". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب السابع في النجاسة وأحكامها: ۱/۴۱، رشيديه)

(۳) "(هي) الشرط لغةً ... وشرعاً ما يتوقف عليه الشيء ولا يدخل فيه، هي ستة: طهارة بدنه من حدث وخبث وثوبه". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلوٰة، باب شروط الصلوٰة: ۱/۴۰۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوٰة، الباب الثالث في شروط الصلوٰة: ۱/۵۸، رشيديه)

"وأما طهارة ثوبه فلقوله تعالى: ﴿وثيابك فطهر﴾ [المدثر: ۴] كنز الدقائق.

"فإن الأظهر أن المراد ثيابك الملبوسة وأن معناه: طهرها من النجاسة، وقد قيل في الآية غير هذا، لكن الأرجح ما ذكرناه، وهو قول الفقهاء، وهو الصحيح، كما ذكره النووي في شرح المهذب".

(البحر الرائق، كتاب الصلوٰة، باب شروط الصلوٰة: ۱/۴۶۰، رشيديه)

باریک دوپٹہ میں نماز

سوال[۲۲۱۱]: آج کل بہت باریک دوپٹے چلے ہیں جس میں سر کے بال صاف نظر آتے ہیں، اس قسم کا دوپٹہ اوڑھ کر نماز درست ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورت اگر ایسا باریک دوپٹہ اوڑھ کر نماز پڑھے گی تو نماز درست نہ ہوگی(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

عورتوں کا نماز میں بالوں کو چھپانا

سوال[۲۲۱۲]: عورتوں کا افراد خانہ کے سامنے باریک دوپٹہ یا رومال کی قسم کا چھوٹا کپڑا جس سے بال نہیں چھپتے، اوڑھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر سر کے بال نہیں چھپتے تو نماز نہیں ہوگی(۲)، اگرچہ وہاں کوئی نامحرم نہ ہو، بلکہ سب محرم ہوں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۶/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۶/۸۸ھ۔

---

(۱) "(وعادم ساتر) لا يصف ما تحته (قوله: لا يصف ما تحته) بأن لا يرى منه لون البشرة احترازاً عن الرقيق ونحو الزجاج". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۱۰، سعيد)

"وحد الستر أن لا يرى ما تحته، حتى لو سترها بثوب رقيق يصف ما تحته، لا يجوز". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۶۷، رشيدیه)

"والثوب الرقيق الذي يصف ما تحته، لا تجوز الصلاة فيه لأنه مكشوف العورة معنى". (تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۲۵۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "(والرابع ستر عورته) ووجوبه عام ولو في الخلوة على الصحيح إلا لغرض صحيح (وللحرة جميع بدنها) حتى شعرها النازل في الأصح (خلا الوجه والكفين والقدمين)". (الدر المختار =

صرف جانگی پہن کر نماز پڑھنا

سوال [۴: ۴۴]: کیا صرف واسکٹ جرسی کو جانگی (۱) کہتے ہیں پہن کر نماز پڑھ سکتے ہیں جبکہ پاجامہ و تہبند کی جگہ ہے: ران تک کا حصہ کھلا ہوا ہو جس کا ستر ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بدن کے جس حصہ کو چھپانا فرض ہے، اگر وہ چھپ رہے تب بھی ایسا لباس پہن کر نماز پڑھنا جس کو پہن کر آدمی معزز مجلس میں نہ جا سکتا ہو مکروہ ہے (۲)، اور جہاں فرض ستر ہی ادا نہ ہو تو ایسی حالت میں نماز ہی نہ ہوگی (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۸۸ھ۔

= باب شروط الصلاة: ۱/۴۰۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب شروط الصلاة: ۱/۴۶۹، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب شروط الصلاة: ۱/۲۴۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "جانگی: گھٹنوں تک والا پاجامہ، ایک قسم کا جانگیہ" (نور اللغات: ۲/۵۵۲، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور)

(۲) "وصلاته في ثياب البذلة يلبسها في بيته ولا يذهب بها إلى الأكابر" (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۱/۶۴۰، سعيد)

"وتكره الصلاة في ثياب البذلة، كذا في معراج الدراية" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها، الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة وما لا يكره: ۱/۱۰۶، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الرابع في بيان ما يكره للمصلي أن يفعل في صلاته وما لا يكره: ۱/۵۶۳، إدارة القرآن كراتشي)

(۳) "والرابع ستر عورته" (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۰۲، سعيد)

"ومنها ستر العورة لقوله تعالى: ﴿يا بني آدم خذوا زينتكم عند كل مسجد﴾ قيل في التأويل: الزينة ما يواري العورة، والمسجد الصلاة، فقد أمر بمواراة العورة في الصلاة" (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان شرائط الأركان: ۱/۵۴۳، دار الكتب العلمية بيروت)

دھوتی باندھ کر نماز پڑھنا

سوال[۴۲۰۴]: بعض لوگ دھوتی باندھ کر نماز پڑھتے ہیں اور نماز پڑھنے کے بعد وہ لوگ لانگ اٹھا کر دھوتی کمر میں باندھ کر چلے جاتے ہیں تو کیا یہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دھوتی اس طرح باندھی جائے کہ گھٹنے اور اوپر کا حصہ (رانیں) نہ کھلیں، اگر اس طرح نماز پڑھی جائے کہ گھٹنے یا رانیں کھلی رہیں تو نماز نہیں ہوگی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱/۹۴ھ۔

ساڑی پہن کر نماز پڑھنا

سوال[۴۲۰۵]: بہت سی عورتیں بلا عذر بیٹھ کر نماز پڑھتی ہیں، جب ان سے کہا جاتا ہے کہ بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا درست نہیں تو وہ سبب کہتی ہے کہ ساڑی پہن کر کھڑے ہو کر نماز صحیح نہیں ہوتی ہے۔ چونکہ عورتیں ساڑیاں ٹخنوں سے اوپر پہنتی ہیں اور ان کے رکوع کرنے پر پنڈلیاں زیادہ کھل جاتی ہیں، تو کیا نماز صحیح ہو جاتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی ساڑی پہن کر نماز ہرگز نہ پڑھیں جس سے پنڈلیاں کھلتی ہوں اور قیام صحیح ادا نہ ہو (۲)، فریضہ

---

(۱) "(و) الرابع (ستر عورته) ووجوبه عام ولو في الخلوة على الصحيح". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلاة: ۴۰۲/۱، سعيد)

"ومنها ستر العورة لقوله تعالى: ﴿يا بني آدم خذوا زينتكم عند كل مسجد﴾، قيل في التأويل: الزينة ما يواري العورة، والمسجد الصلاة، فقد أمر بمواراة العورة في الصلاة". (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في بيان شرائط الأركان: ۵۴۲/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، الفصل الثاني في فرائض الصلاة وواجباتها وسننها وآدابها: ۴۱۲/۱، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچی)

(۲) قال ابن نجيم رحمه الله تعالى: "وكشف ربع ساقها يمنع، وكذا الشعر .... لأن قليل الانكشاف عفو عندنا للضرورة .... والكثير مفسد فقدمها، فاعتبر الربع، وأقيم مقام الكل احتياطاً؛ لأن الربع =

چلتی گاڑی میں قطب نما کے ذریعے قبلہ کی نشاندہی اور اس کی طرف توجہ

سوال [۱۰۲۱]: چلتی گاڑی میں نماز شروع کرنے سے پہلے قطب نما سے سمت قبلہ دیکھا اور پھر سمت شمال یا جنوب کو ہوگئی تو نماز ہوگئی یا نہیں؟ یا قطب نما سامنے رکھ لیں اور جدھر قبلہ کو گھومتے جائیں، اس صورت میں توجہ قطب نما کی طرف ہوگی تو کیا نماز میں نقص ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ابتداءً قطب نما دیکھ کر صحیح رخ پر نماز پڑھ لی تو نماز ہوگی جب تک درمیان میں رخ بدل جانے کا علم نہ ہو(۱)۔ اگر قطب نما کو ایسا سامنے رکھ لیا جائے کہ اوپر کو دیکھنے سے اس پر بھی نظر پڑتی رہے تب بھی نماز ہو جائے گی،

= "وقيد بترك القيام؛ لأنه لو ترك استقبال وجهه إلى القبلة وهو قادر عليه، لا يجزئه في قولهم جميعاً، فعليهم أن يستقبلوا بوجوههم القبلة كلما دارت السفينة يحول وجهه إليها، كذا في "الإسبيجابي". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صلوة المريض: ۲/۲۰۴، رشيدية)

"وترك القيام؛ لأن ترك الاستقبال لا يسقط اتفاقاً". (النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب صلوة المريض: ۱/۳۳۴، مكتبة امدادية ملتان)

"من أراد أن يصلي في سفينة تطوعاً أو فريضةً فعليه أن يستقبل القبلة، ولا يجوز له أن يصلي حيثما كان وجهه، كذا في الخلاصة. حتى لو دارت السفينة وهو يصلي، توجه إلى القبلة حيث دارت. كذا في شرح منية المصلي لابن أمير الحاج". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الثالث في استقبال القبلة: ۱/۶۳، رشيدية)

(۱) "من أراد أن يصلي في سفينة تطوعاً أو فريضةً، فعليه أن يستقبل القبلة، ولا يجوز له أن يصلي حيثما كان وجهه، كذا في الخلاصة، حتى لو دارت السفينة وهو يصلي، توجه إلى القبلة حيث دارت، كذا في شرح منية المصلي لابن أمير الحاج". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الثالث في استقبال القبلة: ۱/۶۳، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صلوة المريض: ۲/۲۰۴، رشيدية)

جا چکا ہے کہ اس پر نظر پڑنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی (۱)، ہاں توجہ میں کچھ فرق آئے گا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

قبلہ کا رخ معلوم نہ ہو تو تحری کا حکم

سوال [۲۲۱۸]: قبلہ کا رخ معلوم نہیں تھا، تحری کر کے نماز پڑھی گئی، خادم صاحب بعد میں آئے، انھوں نے دیکھتے ہی کہا کہ رخ غلط ہے، ان کے پاس قطب نما تھا، قطب نما سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ ٹھیک مابین شمال ومغرب نماز پڑھی گئی تھی۔ آیا اس نماز کو دہرانے کی ضرورت تھی یا نہیں؟ کیوں کہ بعض علماء کہتے ہیں کہ قبلہ کا رخ یہاں سے مابین گوشہ شمال ومغرب وگوشہ جنوب ومغرب ہے، ان کے درمیان کس رخ پر نماز پڑھیں؟ بعض علماء کا یہ قول صحیح ہے یا غلط؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب قبلہ کا رخ معلوم نہیں تھا اور کوئی بتانے والا بھی نہ تھا، تحری کر کے نماز پڑھ لی تو وہ نماز درست ہوگئی اگرچہ بعد میں معلوم ہوا کہ غلط رخ پر پڑھی گئی، اس کا دہرانا لازم نہیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "ولا يفسدها نظره إلى مكتوب وفهمه ولو مستفهما وإن كره". (الدر المختار).

قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "(قوله: وإن كره) أي لاشتغاله بما ليس من أعمال الصلوة".

(رد المحتار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها: ۱/۶۳۴، سعيد)

(۲) "وكذا كل ما يشغل باله عن أفعالها ويخل بخشوعها". (تنوير الأبصار مع رد المحتار، كتاب الصلوة: ۱/۶۵۳، سعيد)

"ولا بأس بنقشه خلا محرابه، فإنه يكره، لأنه يلهي المصلي". (الدر المختار).

وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "(قوله: لأنه يلهي المصلي) أي فيخل بخشوعه من النظر إلى موضع سجوده ونحوه". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها: ۱/۶۵۸، سعيد)

"وبهذا علم أن ترك الخشوع لايخل بالصحة بل بالكمال، ولذا قال في الخلاصة والخانية: إذا تفكر في صلاته فتذكر شعراً أو خطبةً فقرأهما بقلبه ولم يتكلم بلسانه لا تفسد صلوته". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها: ۲/۲۵، رشيديه)

(۳) "والتحري: هو بذل المجهود لنيل المقصود عاجز عن معرفة القبلة بما مر، فإن ظهر خطأه لم يعد لما مر". (الدر المختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "(قوله: لما مر) متعلق بمعرفة، والذي ـ

بغیر تحری خلافِ قبلہ پڑھی ہوئی نماز دہرانا ہوگی

سوال [۲۲۱۰]: کسی شخص نے شمال کی طرف منہ کرکے نماز پڑھ لی اور اس کو اس بات کا یقین تھا کہ پچھم (۱) ادھر ہی ہے اس لئے تحری نہیں کی، کیونکہ تحری کی ضرورت اس وقت پڑتی ہے جبکہ قبلہ کے مشتبہ ہونے کا علم ہو اور فارغ ہونے کے بعد اسے اپنی خطا کا علم ہوگیا تو اب اس پر اس نماز کا لوٹانا واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی نماز کا لوٹانا ضروری ہے جیسے اگر کوئی شخص پانی کو پاک سمجھتے ہوئے وضو کرلے یا کپڑے پاک سمجھتے ہوئے اس سے نماز پڑھ لے، پھر معلوم ہو کہ وہ پانی یا کپڑا ناپاک تھا تو اس نماز کا اعادہ لازم ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۳/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۳/۹۳ھ۔

= مرهو الاستدلال بالمحاريب والنجوم والسؤال من العالم بها، فأفاد أنه لا يتحرى مع القدرة على أحد منه". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۳۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۹۹، رشيديه)

"وإن اشتبهت عليه القبلة وليس بحضرته من يسأله عنها، اجتهد وصلى، كذا في الهداية، فإن علم أنه أخطأ بعد ما صلى، لا يعيدها". (كتاب الصلوة الفصل الثالث في استقبال القبلة: ۱/۶۴، رشيديه)

(۱) "پچھم: مغرب"۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۸۱، فیروز سنز لاہور)

(۲) "(وإن شرع بلا تحرٍّ لم يجز، وإن أصاب) لتركه فرض التحري، إلا إذا علم إصابته بعد فراغه فلا يعيد اتفاقاً، بخلاف مخالف جهة تحريه، فإنه يستأنف مطلقاً كمصل على أنه محدث أو ثوبه نجس أو الوقت لم يدخل فبان بخلافه لم يجز" (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۳۵، سعيد)

"وقيد بالتحري؛ لأن من صلى ممن اشتبهت عليه بلا تحرٍّ فعليه الإعادة، إلا أن علم بعد الفراغ أنه أصاب؛ لأن ما افترض لغيره يشترط حصوله لا تحصيله، وإن علم في الصلاة أنه أصاب يستقبل، خلافاً لأبي يوسف لما ذكرنا ... من توضأ بماء أو صلى في ثوب على ظن أنه طاهر ثم تبين أنه نجس، حيث يعيد الصلاة؛ لأنه ترك ما امر به، وهو الصلاة في ثوب طاهر وعلى طهارة". (وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلاة: ۱/۵۰۲،۵۰۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة الفصل الثالث في استقبال القبلة: ۱/۶۴، رشيديه)

چاند پر سمتِ قبلہ

سوال [۲۳۷۰]: ابھی امریکی خلاباز جو چاند پر سیر و تفریح کر کے آئے اور وہاں سے مٹی وغیرہ بھی لائے، اس سے ایک مسئلہ یہ پیدا ہو گیا کہ اگر وہاں نماز پڑھنے کی حاجت ہو تو تعیینِ سمتِ قبلہ کس طرح کیا جائے؟ جب چاند پر جانا متحقق ہو چکا ہے تو اس کا بھی امکان ہے کہ مسلمان بھی چاند پر جائیں اور ان کو وہاں نماز پڑھنے کی ضرورت پیش آجائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب وہاں جاکر رہنا دشوار نہیں تو سمتِ قبلہ معلوم کرنا کیا دشوار ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "وجهة الكعبة تعرف بالدليل، والدليل في الأمصار والقرى المحاريب التي نصبها الصحابة والتابعون، فعلينا اتباعهم، فإن لم تكن فالسؤال من أهل ذلك الموضع، وأما في البحار والمفاوز فدليل القبلة النجوم" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الفصل الثالث في استقبال القبلة: ۱/۶۳، رشيدية)

"ولا يخفى أن أقوى الأدلة النجوم، والظاهر أن الخلاف في عدم اعتبارها إنما هو عند وجود المحاريب القديمة، إذ لا يجوز التحري معها كما قدمناه، لئلا يلزم تخطئة السلف الصالح وجماهير المسلمين، بخلاف ما إذا كان في المفازة، فينبغي وجوب اعتبار النجوم ونحوها في المفازة لتصريح علمائنا وغيرهم بكونها علامة معتبرة، فينبغي الاعتماد في أوقات الصلاة وفي القبلة على ما ذكره العلماء الثقات في كتب المواقيت، وعلى ما وضعوه لها من الآلات كالربع والأسطرلاب، فإنها إن لم تفد اليقين تفيد غلبة الظن للعالم بها، وغلبة الظن كافية في ذلك" (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۳۰، سعيد)

"ولو دخل بلدة وعاين المحاريب المنصوبة يصلي إليها ولا يتحرى، وكذا لو كان في المفازة والسماء مصحية وله علم بالاستدلال بالنجوم على القبلة لا يتحرى، كذا في محيط السرخسي" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الفصل الثالث في استقبال القبلة: ۱/۶۴، رشيدية)

چاند پر سمتِ قبلہ

سوال[۲۲۲۱]: اگر کوئی مسلمان چاند پر پہونچے اور نماز پڑھنا چاہے تو اس کا قبلہ کونسی سمت ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زمین پر رہتے ہوئے جس سمت نماز پڑھی جاتی ہے اسی سمت وہاں بھی نماز کا حکم ہے ﴿وحیث ما کنتم فولوا وجوهكم شطره﴾ الآیة (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

غلط سمت پر بنی ہوئی مسجد کے قبلہ کو درست کرنا

سوال[۲۲۲۲]: ۱... ایک پرانی مسجد کی جدید تعمیر کے سلسلے میں قطب نما سے دیکھا جاتا ہے تو آٹھ انچ کا فرق قبلہ میں آرہا ہے، کیا ایسی صورت میں سابقہ بنیاد پر جدید تعمیر کر دی جائے یا قطب نما سے قبلہ درست کرنا ضروری ہے؟

۲... کتنے فٹ کے فرق سے انحراف سمجھا جائے گا اور نماز درست نہیں ہوگی؟ فٹ کی تعیین فرمائیں۔

۳... قبلہ کے درست نہ کرنے والے یا پس پشت ڈالنے پر شریعت کیا حکم لگاتی ہے اور ایسے آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

---

(۱) (سورة البقرة: ۱۵۰، الآية)

"والسادس استقبال القبلة حقيقة أو حكماً ... ولعبر معاينها إصابة جهتها بأن يبقى شيء من سطح الوجه مسامتاً للكعبة أو لهوائها. ثم علم أنه ذكر في المعراج عن شيخه أن جهة الكعبة هي الجانب الذي إذا توجه إليه الإنسان يكون مسامتاً للكعبة أو هوائها تحقيقاً أو تقريباً ... والمعتبر في القبلة العرصة لا البناء، أي ليس المراد بالقبلة الكعبة التي هي البناء المرتفع على الأرض، ولذا لو نقل البناء إلى موضع آخر وصلى إليه لم يجز، بل تجب الصلاة إلى أرضها، فهي من الأرض السابعة إلى العرش" (التنوير مع الدر المختار ورد المحتار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/ ۴۲۷-۴۳۲، سعيد)

"والمعتبر التوجه إلى مكان البيت دون البناء، وفي فتاوى الحجة: الصلاة في الأماكن المرتفعة والجبال والتلال الشامخة وعلى ظهر الكعبة جائزة؛ لأن القبلة من الأرض السابعة إلى السماء السابعة محاذية للكعبة إلى العرش اهـ".

(الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الفصل الثالث في استقبال القبلة: ۱/ ۶۳، رشيدية)

۴ فتویٰ کی موجودگی میں فتویٰ کے خلاف فیصلہ کرنا کیسا ہے اور اس فیصلے کو ماننا کیسا ہے؟

۵ مسجد کی جدید تعمیر میں دو فریق کا اختلاف ہے، تیسرا آدمی اس کے علاوہ اس مسجد کو بنوا سکتا ہے یا نہیں؟ یا انہی فریق میں سے کچھ آدمی بنوا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱. بیدا دانستہ انحراف کے ساتھ تعمیر ہرگز نہ کی جائے، ہوسکتا ہے کہ ابتداءً مذکورہ مسجد بنانے کے وقت پورا لحاظ قبلہ کا نہ ہو۔ کیونکہ کوئی ذریعہ صحیح علم کا نہ ہو، اب جبکہ صحیح علم کا ذریعہ موجود ہے، دیگر مساجد کو بھی دیکھ لیا جائے، قطب نما سے بھی اندازہ کرلیا جائے تب تعمیر کی جائے (۱)۔

۲. قصداً بالکل انحراف نہ کیا جائے، اگر صحیح علم نہ ہونے کی صورت میں شمال اور جنوب کی قوس بنا کر نصف قوس تک انحراف ہوگیا تو بھی نماز کو درست کہا جائے گا (۲) مسجد بڑی اور چھوٹی ہونے سے اس انحراف میں بھی فرق ہوسکتا ہے جہت کی تعیین اشد رہے۔

---

(۱) "والسادس استقبال القبلة... فللمكي إصابة عينها، ولغيره إصابة جهتها بأن يبقى شيء من سطح الوجه مسامتاً للكعبة أو لهوائها، (إلى قوله) وتعرف بالدليل، وهو في القرى والأمصار محاريب الصحابة والتابعين وفي المفاوز والبحار النجوم كالقطب" (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۴۲۷/۱ - ۴۳۰، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، الفصل الثاني في فرائض الصلوة وواجباتها: ۴۲۳/۱ - ۴۲۴، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۴۹۵/۱ - ۴۹۶، رشيديه)

(۲) "والسادس استقبال القبلة، فللمكي إصابة عينها، ولغيره إصابة جهتها بأن يبقى شيء من سطح الوجه مسامتاً للكعبة أو لهوائها.

"فيعلم منه أنه لو انحرف عن العين انحرافاً لا تزول منه المقابلة بالكلية جاز، ويؤيده ما قال في الظهيرية: إذا تيامن أو تياسر تجوز؛ لأن وجه الإنسان مقوس؛ لأن عند التيامن أو التياسر يكون أحد جوانبه إلى القبلة" (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۴۲۷/۱ - ۴۳۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۴۹۵/۱ - ۴۹۶، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۸۳/۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

۳... یہ تو اس بات پر موقوف ہے کہ فتوی کا صحیح حال معلوم ہو کہ واقعۃً وہ حکم شرعی کے مطابق ہے یا نہیں؟ اور فتوی کو نہ ماننے والے کا علم ہو کہ وہ فقہ و فتوی میں کس قدر تجربہ و بصیرت رکھتا ہے اور یہ بات بھی سامنے آئے کہ فتوی کو نہ ماننے اور پس پشت ڈالنے کی وجہ کیا ہے تب اس کا حکم معلوم ہو سکتا ہے۔

یہ بات معلوم ہونے کے بعد کہ یہ فتوی عین شریعت کے مطابق ہے پھر اس کو نفسانی تقاضہ کے تحت نہ ماننا اور پس پشت ڈالنا خطرناک ہے(۱)، جب تک ایسا شخص اپنی اس حرکت پر نادم ہو کر باقاعدہ شرعی توبہ نہ کرے وہ امامت کا مستحق نہیں(۲) اگر شرعی دلائل کی روشنی میں وہ فتوی غلط ہے تو وہ بھی قابل ہے کہ دلائل کے ساتھ اس کی تردید کردی جائے۔

۴... اس کا جواب نمبر: ۳ سے واضح ہے۔

۵... یا تو فریقین آپس میں اتفاق کرلیں یا کسی کو اپنا ثالث و حکم بنالیں تاکہ نزاع ختم ہو جائے مگر کسی دوسرے شخص نے مسجد کو بنوایا اور جس فریق کے خلاف وہ تعمیر ہوئی اس نے اس کو غلط قرار دیکر منہدم کیا تو اور فتنہ بڑھنے لگا، یا اس نے نماز ہی ترک کردی، یہ بھی مستقل موجب انتشار ہے(۳)۔

---

(۱) "إذا جاء أحد الخصمين إلى صاحبه بفتوى الأئمة فقال صاحبه: ليس كما أفتوا، أو قال: لا نعمل بهذا، كان عليه التعزير". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، باب أحكام المرتدين، مطلب ما يتعلق بالعلم والعلماء: ۲/۲۷۲، رشيدية)

(۲) "ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وأعمى". (الدر المختار)

"قوله: وفاسق: من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربا ونحو ذلك". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۰، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، فصل الجماعة سنة مؤكدة: ۱/۱۰۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) قال الله تعالى: ﴿ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ريحكم واصبروا إن الله مع الصابرين﴾ (سورة الأنفال: ۴۶)

"عن معاذ بن جبل رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إن الشيطان ذئب

اگرچہ کوئی فریق یا غیر فریق مسجد کو شرعی طریقہ پر تعمیر کردے گا تب بھی وہ مسجد ہوجائے گی اور اس میں نماز پڑھنا درست ہوگا(۱)۔ بہرحال فتنہ وانتشار سے پرہیز کرنا بہت ضروری ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

سمت قبلہ میں ۱۸/ ڈگری کا فرق ہو تو کیا کیا جائے؟

سوال[۲۲۲۲]: ہم انگلینڈ کے وسط لیسٹر شہر کے- جو لندن سے ۱۰۰/ میل کے فاصلہ پر ہے- باشندے یہاں دیوبند سے یہ مسئلہ پوچھ رہے ہیں، یہ قبلہ کے سلسلہ میں اختلاف ہونے کی وجہ سے نقشہ کے ساتھ درج ذیل خلاصہ پیش کرکے جواب کے لئے گذارش کرتے ہیں، امید ہے کہ منسلک نقشہ کے مطابق جلد از جلد جواب عنایت فرمائیں گے۔

شکل اول: اس صورت میں جب ہم (ہوکا ٹیک) کے رصدیہ سے دیکھتے ہیں تو ۱۸/ ڈگری تفاوت ظاہر ہوتا ہے۔

شکل دوم: دوسری شکل نقشہ کے مطابق نماز پڑھیں تو قبلہ کا رخ (آئندہ مذکور ہے) تو صحیح ہوجاتا ہے مگر صفوں کو ٹیڑھی کرنا پڑتا ہے جس سے نمازیوں کے لئے بھی تنگی ہوجاتی ہے۔

شکل سوم: اس میں صفیں بھی سیدھی ہوجاتی ہیں اور نمازیوں کے لئے سہولت بھی ہوجاتی ہے مگر

= الإنسان كذئب الغنم، يأخذ الشاة القاصية والناحية، فإياكم والشعاب، وعليكم بالجماعة والعامة والمسجد". (مسند الإمام أحمد ابن حنبل رحمه الله تعالى، رقم الحديث: ۲۱۵۴۲، ۲۳۰/۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "حتى أنه إذا بنى مسجداً وأذن للناس بالصلاة فيه، فصلى فيه جماعة، فإنه يصير مسجداً". (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الوقف، الفصل الحادي والعشرون في المساجد: ۸۳۴/۵، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراچی)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الحادي عشر في المسجد وما يتعلق به: ۴۵۵/۲، رشيدية)

(رخ پہلی خرابی کی) ۱۰/۱۸ ڈگری تفاوت قبلہ سے نقشہ کے مطابق عمل کریں گے۔

۱۸/۱۰ ڈگری کے تفاوت کرنے کی وجہ سے سیدھی صف رکھنے سے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس مقام پر نہ قدیم کی مساجد ہوں اور قواعد شرعیہ کے موافق قبلہ کا رخ متعین کرنے والے مسلمان بھی نہ ہوں، چاند، سورج، ستاروں کو دیکھ کر بھی واقف کار مسلمان رخ متعین کر سکتے ہوں اور آلات

رصد گاہ کے ذریعہ قلب کو اطمینان حاصل ہوجائے تو اسی طرح رخ متعین کرکے اس کے موافق نماز ادا کرتے رہیں(۱)۔

آپ کی لکھی ہوئی تین صورتوں میں سے نقشہ نمبر:۲ کے موافق نماز ادا کرنا بلا شبہ درست ہے، اگرچہ مصلی ٹیڑھی ہی ہوگی مگر رخ صحیح ہوگا، اس لئے کہ یہ ٹیڑھا پن کمرہ کی تعمیر کے لحاظ سے ہے، قبلہ کے رخ کے لحاظ سے نہیں، سو اس میں مضائقہ نہیں (۲)۔ نقشہ نمبر:۱ اور نمبر:۳ کی صورت میں کمرہ کے اعتبار سے تو مصلی سیدھی ہیں ٹیڑھی نہیں، لیکن قبلہ کا رخ برابر نہیں، اگرچہ اتنا فرق نہیں کہ بالکل سمت قبلہ ہی فوت ہو جاوے اور نماز کو قطعاً فاسد قرار دیا جائے، لیکن قصداً اتنا فرق بھی نہ کیا جائے، اس سے بھی بچنا چاہئے۔ رد المحتار ج:۱ میں اس کی تفصیل مذکور ہے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۵/۸۹ھ۔

---

(۱) "وتعرف بالدليل، وهو في القرى والأمصار محاريب الصحابة والتابعين، وفي المفاوز والبحار النجوم كالقطب، وإلا فمن الأهل العالم بها". (الدر المختار).

"ويعني الاعتماد في أوقات الصلوة وفي القبلة على ما ذكره العلماء الثقات في كتب المواقيت، وعلى ما وضعوه لها من الآلات كالربع والاصطرلاب، فإنها إن لم تفد اليقين تفيد غلبة الظن للعالم بها، وغلبة الظن كافية". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۳۰، ۴۳۱، سعيد)

(۲) "والسادس استقبال القبلة، فللمكي إصابة عينها ولغيره إصابة جهتها بأن يبقى شيء من سطح الوجه مسامتاً للكعبة أو لهوائها". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۲۷، ۴۲۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۹۵، ۴۹۶، رشيدية)

(۳) "فيعلم منه أنه لو انحرف عن العين انحرافاً لاتزول منه المقابلة بالكلية، جاز، ويؤيده ما قال في الظهيرية: إذا تيامن أو تياسر تجوز؛ لأن وجه الإنسان مقوس؛ لأن عند التيامن أو التياسر يكون أحد جوانبه إلى القبلة ... فعلم أن الانحراف اليسير لايضر، وهو الذي يبقى معه الوجه أو شيء من جوانبه مسامتاً لعين الكعبة أو لهوائها". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۲۸، ۴۳۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۹۵، ۴۹۶، رشيدية)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۹۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

۳۵/درجہ شمال منحرف مسجد کا حکم

سوال[۲۳۱۴]: ہمارے یہاں ایک مسجد ہے جو خط استواء سے ۳۵/درجہ شمال کی جانب منحرف ہے۔ معارف مدنیہ میں لکھا ہے کہ "کعبہ سے ۴۴/درجہ انحراف تک بلاکراہت نماز درست ہوتی ہے" لہٰذا میرے خیال میں اس مسجد میں نماز بلاکراہت درست ہوگی۔ اور ہمارے یہاں ایک دوسرے صاحب ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ مسجد ۴۴/درجہ منحرف شمار کی جائے گی اور اس میں نماز مکروہ ہوگی۔ تو حضرت والا سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ مسجد کو ۳۴/درجہ منحرف شمار کی جائے گی یا ۱۳ درجہ (یہاں کے عرض البلد ۲۳)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ظاہر تو یہی ہے کہ اس مسجد میں نماز مکروہ نہیں (۱)، ہم قدرے انحراف کرکے رخ بالکل سیدھا کرلیں تو خلفشار نہ رہے اور سب کو سکون حاصل ہوجائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲/۷/۱۳۹۹ھ۔

تعیین قبلہ میں معمولی فرق

سوال[۲۳۱۵]: گاؤں کے علاقہ میں مسجد بناتے وقت عامۃً تعیین قبلہ میں کچھ تھوڑی گڑبڑ ہوتی ہے، کیونکہ ان کے پاس قطب نما نہیں ہوتا تو کیا اس سے کچھ خرابی نماز میں آئے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

معمولی فرق سے نماز میں خرابی نہیں آتی (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۳/۹۹ھ۔

---

(۱) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: "سمت قبلہ ۱۸/ڈگری کا فرق ہوتو کیا حکم ہے؟")

(۲) "فیعلم منہ أنہ لو انحرف عن العین انحرافاً لاتزول منہ المقابلۃ بالکلیۃ جاز، ویؤیدہ ما قال في الظہیریۃ: إذا تیامن أو تیاسر تجوز؛ لأن وجہ الإنسان مقوس، لأن عند التیامن أو التیاسر یکون أحد جوانبہ إلی القبلۃ ... فعلم أن الانحراف الیسیر لایضر، وہو الذي یبقی معہ الوجہ أو شيء من جوانبہ مسامتاً للکعبۃ أو لہوائہا". (رد المحتار، کتاب الصلوۃ، باب شروط الصلوۃ: ۱/۴۲۸، ۴۳۰، سعید)

(وکذا في البحر الرائق، کتاب الصلوۃ، باب شروط الصلوۃ: ۱/۴۹۵، ۴۹۶، رشیدیہ)

(وکذا في مجمع الأنہر، کتاب الصلوۃ، باب شروط الصلوۃ: ۱/۸۳، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

قبلہ سے معمولی انحراف

سوال[۲۴۴۶]: ہمارے یہاں ایک مسجد ہے جس کی لمبائی ساڑھے نو گز ہے، چوڑائی پونے چار گز ہے، جس میں یہ مسجد قبلہ کے رخ سے تین ہاتھ ہٹی ہے، اتر(۱) کی طرف دیوار کو جب پچھم(۲) تین ہاتھ لی جائے تب اس کا رخ صحیح ہوگا اور جنوب میں سے دکھن(۳) قبلہ سے رخ زیادہ ہٹائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

معمولی فرق سے نماز خراب نہیں ہوتی البتہ اگر بجائے مغرب کے شمال یا جنوب کا رخ ہو جائے تو نماز نہیں ہوگی (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۵/۹۵ھ۔

سمتِ قبلہ

سوال[۲۴۴۷]: ایک مسجد جامع ہے جو تقریباً ایک سو تیس برس کی تعمیر شدہ ہے، آج کل اس میں بوجہ تنگی نمازیوں کو سخت تکلیف ہو رہی تھی، مسجد ہذا کو بغرض توسیع وتعمیر جدید منہدم کرایا گیا کہ پچھلی بنیاد سے اسے سیدھی کرنے میں اترا کا مغربی گوشہ تین ہاتھ پچھم جانب بڑھایا گیا اور دکھن کا مشرقی گوشہ تین ہاتھ پورب(۵) بنایا گیا مگر پھر بھی قطب سے کچھ فرق رہ گیا۔ کوئی صورت ایسی نہیں ہو سکی جو قطب سے بالکل سیدھی کی جا سکے، بہت بڑا کنواں مسجد کی بنیاد میں پڑ جاتا۔ ایسی صورت میں مسجد ہذا میں شرعاً کوئی نقص نماز کی ادائیگی وغیرہ میں واقع پذیر ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور قطب کو تعمیر مسجد میں شرعاً کیا حیثیت حاصل ہے؟ قبلہ رخ جو معتبر ہے جس کو فقہاء

---

(۱) "اتر: شمال"۔ (فیروز اللغات، ص: ۹۳، فیروز سنز لاہور)

(۲) "پچھم: مغرب، وہ سمت جدھر سورج ڈوبتا ہے"۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۸۱، فیروز سنز لاہور)

(۳) "دکھن: جنوب کی سمت"۔ (فیروز اللغات، ص: ۶۳۳، فیروز سنز لاہور)

(۴) "لا یجوز لأحد أداء فریضة ولا نافلة ... إلا متوجهاً إلی القبلة ... ومن كان خارجاً عن مكة فقبلته جهة الكعبة". (الفتاوی العالمكيرية، كتاب الصلوة، الفصل الثالث في استقبال القبلة: ۱/۶۳، رشيدية)

(۵) "پورب: مشرق، سورج نکلنے کی جگہ"۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۰۸، فیروز سنز لاہور)

نے بین الفرقدین والجدی لکھا ہے(۱) اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اتنے معمولی فرق سے نماز میں نقصان نہیں آتا(۲) تاہم اگر دوبارہ تعمیر سے اصلاح نہ ہو سکی تو صفوف کے نشان صحیح طور پر مسجد میں لگا دیئے جائیں اور ان کے موافق رخ صحیح کرایا جائے، پھر مسجد کو گرا کر از سر نو تعمیر کرنے کی ضرورت نہیں۔ سمت معلوم کرنے کی بہت سی علامات فقہاء نے لکھی ہیں، قطب بھی ایک دلیل ہے بلکہ اقوی الادلہ ہے، اہلِ ہند سے قبلہ کا رخ جانب مغرب میں ہے(۳)۔ جس اگر سردی و گرمی میں جس جگہ آفتاب غروب ہوتا ہے اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی جائے تو نماز صحیح ہو جائے گی، یعنی دونوں موسموں کے جائے غروب کے درمیان کا حصہ جہت کعبہ ہے، یہی مطلب ہے "بین الفرقدین والجدی" کا:

"وتعرف بالدلیل وهو في القرى: والأمصار محاریب الصحابة والتابعین، وفي المفاوز والبحار النجوم كالقطب" در مختار۔ قال الشامي: "هو أقوى الأدلة، وهو نجم صغير في بنات نعش الصغرى بين الفرقدين والجدي، إذا جعله الواقف خلف أذنه اليمنى كان مستقبلاً القبلة إن كان بناحية الكوفة، وبغداد، وهمدان، الخ" رد المحتار (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) "وتعرف بالدليل، وهو الذي في القرى والأمصار محاريب الصحابة والتابعين وفي المفاوز والبحار النجوم كالقطب"

"هو أقوى الأدلة، وهو نجم صغير في بنات نعش الصغرى بين الفرقدين والجدي"

(رد المحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۳۳، سعيد)

(۲) قد مضى تخريجه تحت عنوان: "تعمیر قبلہ میں معمولی انحراف"۔)

(۳) "فقبلة أهل المشرق إلى المغرب عندنا". (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، الفصل الثاني في فرائض الصلوة وواجباتها: ۱/۴۲۲، إدارة القرآن كراچى)

(۴) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۳۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، الفصل الثاني في فرائض الصلوة وواجباتها: ۱/۴۲۰، إدارة القرآن كراچى)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۹۶، رشيديه)

جدید مسجد کی سمت قبلہ میں تردد

سوال[۲۲۴۸]: حاجی عبدالرشید، مستری عبدالعزیز، حاجی رفیق احمد، ماسٹر شاہد حسین، منشی اختر حسین نے ایک مشورہ ۱۹۶۹ء میں مسجد بنانے کے لئے کیا، اور کمیٹی کی تشکیل کر کے ۲۰۰۰ مربع گز زمین خرید کر مسجد بنانی شروع کردی جو تھوڑے ہی دنوں میں پایۂ تکمیل کو پہونچی، جس مسجد کا نام مسجد نبی کریم رکھا گیا، جو ۱۹۷۰ء میں چالو ہوگئی یعنی نماز پڑھنی شروع کردی گئی۔

محلہ کا ایک شخص جس کا نام عبدالشکور ہے اس نے ایک شبہ ڈالا کہ مسجد کا رخ صحیح نہیں ہے، جس پر مدرسہ محمودیہ سرورٹ سے عالموں کو دعوت دی گئی، جس میں: ۱: مولانا نثار احمد مہتمم مدرسہ محمودیہ سرورٹ۔ ۲: مفتی شکیل احمد صاحب۔ ۳: مولانا نصیب الدین صاحب۔ ۴: مولانا مہربان صاحب۔ ۵: مولانا ظریف احمد صاحب۔ ۶: قاری عابد صاحب۔ ۷: قاری محمد مصطفیٰ صاحب۔ ۸: حافظ محمد عمر صاحب۔ ۹: حافظ سلیم الدین صاحب۔ ۱۰: حاجی صغیر احمد صاحب انصاری وائس چیئرمین میونسپل بورڈ اور بہت سے لوگ شامل تھے، کمیٹی ہذا کی موجودگی میں محلہ کی سب مسجد چیک کی پھر مسجد نبی کریم بھی چیک کی جس میں تین قطب نما تھے۔

علمائے دین نے چیک کرنے کے بعد فیصلہ دیا کہ مسجد کا رخ ٹھیک ہے کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ ضلع مظفر نگر کی مسجد قطب نما کے پوائنٹ ۹ سے ۱۰ تک آتی ہیں سب ٹھیک ہیں اس سے نماز میں کوئی فرق نہیں پڑتا اور نہ مسجد کا رخ غلط ہے۔ اس کے باوجود مستری عبدالشکور ماننے کے لئے تیار نہیں ہے جبکہ موقع پر مفتی شکیل احمد اور مفتی مرادآباد موجود تھے جنھوں نے فتویٰ دیا کہ ٹھیک ہے لیکن وہ اپنی ضد پر ہے۔ کیا ۹ پوائنٹ سے دس پوائنٹ تک مسجد کا رخ ٹھیک مانا جاتا ہے یا نہیں؟

۲..... جبکہ مندرجہ بالا مسجد کا مندرجہ بالا عالموں نے فیصلہ دیا تو مستری عبدالشکور صاحب کا نہ ماننا اور افواہیں پھیلانے کا فعل کیسا ہے اور کس حد تک ہو چکا ہے۔

۳..... مندرجہ بالا عالموں کی رائے کے مطابق مستری عبدالشکور کی پیروی کرنے والا شخص شرعاً سزا کا مستحق ہے یا نہیں؟

۴..... عالموں کی رائے کے خلاف بولنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

متدین اہلِ علم اور اہلِ تجربہ نے معائنہ کیا، قطب نما سے دیکھا، دیگر مساجد سے بھی رخ کو ملایا اور اس مسجد کے رخ کو صحیح بتا کر نماز کو اس میں صحیح قرار دیں تو اس کو تسلیم کر لینا چاہیے، بلا دلیلِ شرعی کے انکار کا حق نہیں (۱)، اگر معمولی فرق بھی ہو تب بھی مسجد کو نہ گرایا جائے، سمتِ قبلہ میں توسع ہے (۲)، موسم سردی اور موسم گرمی میں جہاں جہاں سورج غروب ہوتا ہے ان دونوں جگہوں کے درمیان نماز پڑھنے سے بھی نماز ادا ہو جاتی ہے (۳) اب تفرقہ پیدا نہ کیا جائے (۴) اور جن حضرات نے دیکھ کر رخ کو صحیح بتایا ہے ان پر اعتماد کیا جائے، صحتِ نماز کی ذمہ داری انھوں نے لی ہے وہ خود جواب دہ ہوں گے (۵)۔

جو شخص شرعی صحیح فتوے کو تسلیم نہ کرے اس کو سزا دینے کی آج قوت نہیں ہے، اس کو نرمی اور شفقت سے فہمائش کی جائے، ورنہ مانے تو اس کا ساتھ نہ دیا جائے (۶)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۴/۱۴۰۱ھ

---

(۱) "فينبغي الاعتماد في أوقات الصلوة وفي القبلة على ما ذكره العلماء الثقات في كتب المواقيت، وعلى ما وضعوه لها من الآلات كالربع والأسطرلاب، فإنها إن لم تفد اليقين تفيد غلبة الظن للعالم بها، وغلبة الظن كافية في ذلك". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۳۱، سعيد)

(۲) "فعلم أن الانحراف اليسير لا يضر، وهو الذي يبقى معه الوجه أو شيء من جوانبه مسامتاً لعين الكعبة أو لهوائها". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۳۰، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۸۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) "الأولى أن ينظر في مغرب الصيف في أطول أيامه ومغرب الشتاء في أقصر أيامه، فليدع الثلثين في الجانب الأيمن والثلث في الأيسر والقبلة عند ذلك، ولو لم يفعل هكذا وصلى فيما بين المغربين يجوز". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۳۰، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلوة، الفصل الثاني في فرائض الصلوة وواجباتها: ۱/۴۲۵، إدارة القرآن كراچی)

(۴) قال تعالى: ﴿ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ريحكم﴾ (سورة الأنفال: ۴۶)

(۵) "وعن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من أفتي بغير علم كان إثمه على من أفتاه". إلى آخر الحديث رواه أبو داؤد". (مشكوة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الثاني: ۱/۳۵، قديمي)

(۶) "قال الخطابي: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوز فوقها إلا إذا كان=

قدیم مسجد کا رخ مکمل صحیح نہیں ہے تو کیا کیا جائے؟

سوال [۱۰۰۹]: ہمارے محلہ کی ایک قدیم مسجد ہے جس پر ٹین کی لکڑی کی چھت تھی، اب اس پر لینٹر ڈلوانے کا پروگرام ہے، مسجد کو جب ناپا گیا تو اس کے اندر تقریباً چھ فٹ کا فرق نکلا، بالکل قبلہ رخ نہیں تھی، یہ فرق بائیں جانب ہے۔ اب اس صورت میں مسجد کو قبلہ رخ بنانے کے لئے مسجد شہید کر کے دوبارہ تعمیر کرائی جائے یا اسی صورت پر باقی رکھ کر لینٹر ڈلوایا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز تو اتنے فرق سے بھی ادا ہو جاتی ہے(۱) تاہم اس فرق کو نکالنے اور صفوف کا رخ صحیح کرنے کے لئے صفوف کے نشانات کو صحیح کر دینا بھی کافی ہے تا کہ ان نشانات پر نماز ادا کی جائے، تمام مسجد کو گرانے اور شہید کرنے کی ضرورت نہیں (۲) فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹۳/۶/۱۹ھ۔

= الهجران في حق من حقوق الله تعالى يجوز فوق ذلك … لأن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مر الأوقات ما لم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق". (المرقاة شرح المشكوة، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الأول: ۸/۷۵۸، رشيديه)

(وكذا في عمدة القاري، كتاب الأدب، باب ما ينهى عن التحاسد والتدابر: ۲۲/۱۳۶، مطبع خيريه بيروت)

(۱) "فعلم أن الانحراف اليسير لا يضر، وهو الذي يبقى معه الوجه أو شيء من جوانبه مسامتاً لعين الكعبة، أو لهوائها". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۳۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۹۵، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۸۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "(والسادس استقبال القبلة) فللمكي إصابة عينها، ولغيره إصابة جهتها بأن يبقى شيء من سطح الوجه مسامتاً للكعبة أو لهوائها". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۲۷، ۴۲۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۹۵، ۴۹۶، رشيديه)

فرض نماز کیلئے بیٹھ کر تکبیر تحریمہ کہنا

سوال [۲۳۳۳]: اگر کوئی شخص فرض نماز کی تکبیر تحریمہ بغیر عذر بیٹھ کر کہے اور فوراً کھڑا ہو جائے تو آیا اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"قوله المصنف: فرضها التحريمة قائماً، لكن أولى؛ لأن الافتتاح لا يصح إلا في حالة القيام، حتى لو كبّر قاعداً ثم قام، لا يصير شارعاً؛ لأن القيام فرض حالة الافتتاح الخ". بحر: ۱/۲۹۱ (۱)۔ عبارت منقولہ سے معلوم ہوا کہ اس طرح شروع کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸/۱/۸۸ھ۔

عورتوں کے لئے نماز میں قیام کا حکم

سوال [۲۳۳۴]: کیا عورتوں کی نماز میں قیام فرض نہیں ہے؟ مرد کی طرح؛ اگر کوئی عورت بیٹھ کر پڑھے بے عذر تو اس کی نماز ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فرضیت قیام سے عورتیں مستثنیٰ نہیں بلکہ مرد وعورت کا حکم یکساں ہے (۲)، جن مسائل میں فرق ہے ان

---

(۱) (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۰۸، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الرابع في صفة الصلوة، الفصل الأول في فرائض الصلوة: ۱/۶۸، رشيدية)

(۲) "ومن فرائضها التي لا تصح بدونها ...... ومنها: القيام في فرض وملحق به كنذر وسنة فجر في الأصح لقادر عليه." (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۴۴، ۴۴۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الرابع في صفة الصلوة، الفصل الأول في فرائض الصلوة: ۱/۶۹، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۰۹، رشيدية)

نماز میں قیام کی کتنی مقدار فرض ہے؟

سوال [۲۳۳۱]: ۱... کیا قیام فرض، واجب اور سنت سب نمازوں میں فرض ہے یا کچھ قید ہے؟

۲... فرض پچھلی دو رکعتوں میں قیام کی فرض مقدار اور واجب کی کتنی مقدار ہے؟ بہشتی زیور میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار تک چپ کھڑے رہنے پر نماز کا درست ہونا بتایا گیا ہے(۱) جب کہ آپ نے قرأت مفروضہ کی مقدار قیام کو فرض بتلایا ہے بحوالہ ردالمحتار(۲)۔

فرض کی ادائیگی سے نماز تو صحیح ہوتی ہے اور دوسرا درجہ صحت کا جب ہے جب تک کہ واجبات کی ادائیگی نہ کرے۔ تین مرتبہ سبحان اللہ کہنا صرف قرأت مفروضہ کی ادائیگی ہوئی اور واجب ترک ہو گیا، اس مسئلہ کو صاف کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"(ومنها القيام) في فرض وملحق به كنذر وسنة فجر في الأصح اهـ" درمختار(۳)۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ قیام نماز فرض ہے اور جو نماز فرض نہ ہو بلکہ فرض کے ساتھ ملحق ہو جیسے

— (وكذا في الحلبي الكبير، فصل في النوافل، ص: ۳۸۳، سهيل اكيدمي لاهور)

(وكذا في مراقي الفلاح مع نور الإيضاح، كتاب الصلوة، فصل في بيان النوافل، ص: ۳۸۸، قديمي)

"ويجوز التنفل قاعداً مع القدرة، وقد حكي فيه إجماع العلماء، وعلى غير المعتمد يقال: إلا سنة الفجر لما قيل بوجوبها وقوة تأكيدها" (مراقي الفلاح مع نور الإيضاح، كتاب الصلوة، فصل في صلاة النفل جالساً وفي الصلاة على الدابة وصلاة الماشي، ص: ۴۰۲، قديمي)

"ويصح التنفل قاعداً مع القدرة على القيام" (ملتقى الأبحر، كتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل: ۱/۲۳۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) (بہشتی زیور، حصہ دوم، فرض نماز پڑھنے کے طریقے کا بیان، ص: ۲۰، مکتبہ)

(۲) (الدر المختار، كتاب الصلوة، بحث القيام: ۱/۴۴۶، سعيد)

(۳) (الدر المختار، كتاب الصلوة، بحث القيام: ۱/۴۴۴، ۴۴۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الرابع، الفصل الأول في فرائض الصلاة: ۱/۶۹، رشيديه)

واجب اور سنت فجر میں بھی فرض ہے۔

فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں قرأت فرض نہیں بلکہ قرأتِ فاتحہ اور تین بار سبحان اللہ ایسا ہی ... اور سکوت کا اختیار ہے۔ جو صورت بھی اختیار کرے کا نماز ہو جائے گی، سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا، ہاں! سنت یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ پڑھے۔ پس سورۂ فاتحہ کی مقدار قیام سنت ہے اور تین تسبیح کی مقدار قیام بھی کافی ہے۔ اگر قرأت فرض ہوتی ہے تو اس کے ترک کو فرض نہ ہوتا اور سورۂ فاتحہ کا پڑھنا اس موقع پر واجب ہوتا تو اتنی مقدار قیام کو واجب کہا جاتا جس کے سہواً ترک سے سجدۂ سہو واجب ہوتا اور عمداً ترک سے اعادہ واجب ہوتا:

"وحاصله أنه فرض وواجب ومسنون ومندوب بقدر القراءة فيه". درمختار (۱)۔ "(واكتفى فيما بعد الأوليين بالفاتحة) فإنها سنة (وهو مخير بين قراءة) الفاتحة (وتسبيح ثلاثا) وسكوت قدرها (على المذهب)" درمختار (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

قیام، قرأت، رکوع، سجود کی فرض مقدار

سوال[۲۲۲۹]: ارکانِ نماز میں یہ سنا ہے کہ کم سے کم قیام تکبیر تحریمہ تک فرض ہے، اسی طرح کم سے کم قراءت ایک آیت تک فرض ہے، اسی طرح رکوع کم از کم ایک تسبیح پڑھنے تک اور کم سے کم سجدہ بھی ایک تسبیح ادا کرنے تک فرض ہے، لیکن ترجیح طلب امر یہ ہے کہ زیادتی کا کیا حکم ہے؟ اگر کوئی مصلی قیام میں دس آیت تک قراءت کرے تو قیام اور قراءت پورے کے پورے فرض ہوں گے یا نہیں؟ اسی طرح اگر کوئی رکوع، سجدہ میں دس بار تسبیح کہنے تک ٹھہرے تو رکوع، سجدہ پورے کے پورے فرض ہوں گے یا نہیں؟ یا بقدر فرض ہی، بقیہ واجب یا سنت ہوں گے؟

درمختار میں ارکانِ نماز کے ایک دوسرے سے تفاضل میں بتایا ہے کہ تمام ارکان نماز میں قیام افضل ہے کیونکہ اس میں قرآن کریم پڑھا جاتا ہے اور جتنا قرآن کریم پڑھا جائے گا وہ پورا کا پورا فرض ہوگا، چاہے پورا قرآن کریم پڑھ لے(۳)۔ فتاویٰ عالمگیری اور ردالمحتار میں قربانی کے بیان میں بتایا گیا ہے ایک صاحب نصاب پر

(۱) (رد المحتار، كتاب الصلاة، بحث القيام: ۱/۴۴۴، سعيد)

(۲) (الدر المختار، كتاب الصلاة: ۱/۵۱۱، سعيد)

(۳) "لو قرأ القرآن كله في الصلاة وقع فرضا، ولو أطال الركوع والسجود فيهما وقع فرضا اهـ" -

بیل یا اونٹ کا ساتواں حصہ فرض ہے، لیکن اگر وہ پورا بیل قربانی کی نیت سے خریدے تو قربانی کے پورے حصے اس کے لئے فرض ہو جائیں گے، جس طرح قرآن کریم کی قراءت کے متعلق کے مصلی جتنا قرآن کریم پڑھے گا سب فرض ہوگا اگرچہ پورا قرآن کریم پڑھ لے(۱)۔

اسی طرح درمختار میں ہے: امام محمد نے فتویٰ دیا ہے کہ سجدہ سے جب تک سر نہ اٹھایا جائے سجدہ کی تکمیل نہ ہوگی، چاہے وہ کتنی ہی دیر سجدہ میں رہے، جب وہ سجدہ سے سر اٹھائے گا اس وقت سجدہ پورا ہوگا۔ اسی طرح رکوع بھی جب تک سر نہ اٹھایا جائے مکمل نہیں ہوگا، امام محمدؒ کے یہاں سر جھکانا رکوع میں اور ٹیکنا سجدہ میں یہ رکوع اور سجدہ کی شرطیں ہیں، اسی طرح سر کا اٹھانا بھی شرط ہے۔ درمختار میں اس قول کے تحت یہ بھی بتایا کہ اگر کسی رکن میں حدث ہو جائے اور بے وضو ہو جائے تو اب وضو کر کے اگر وہ اس نماز کو پوری کرنا چاہے تو اسی رکن سے بنا کرے، اگر سجدہ میں حدث ہوئے تو سجدہ ہی سے بنا کرے کیونکہ اس نے بے وضو سجدہ سے سر اٹھایا تھا اس لئے سجدہ مکمل نہیں ہوا، چاہے سجدہ کتنی ہی دیر سجدہ میں رہا ہو، ایسے ہی معلوم ہوا کہ ارکان میں کم کی حد تو ہے لیکن زیادہ کی حد مصلی کا اپنے ارادے سے رکن ختم کرنا ہے(۲)۔

= ومقتضاه أنه لو أطال القيام يقع فرضاً أيضاً، فينافي هذا التقدير، وقد يجاب بأن هذا قبل إيقاعه، أما بعده فالكل فرض، كما أن القراءة قبل إيقاعها نوعت إلى فرض وواجب وسنة وبعده يكون الكل فرضاً". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۴۳، ۴۴۴، سعيد)

(۱) "وصح اشتراك ستة في بدنة شريت لأضحية: أي نوى وقت الشراء الاشتراك، صح استحساناً، وإلا لا". (الدر المختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "قوله: وقدمنا في باب الهدي عن فتح القدير معزواً إلى الأصل والمبسوط: إذا اشترى بدنة لمتعة مثلاً، ثم اشترك فيها ستة بعد ما أوجبها لنفسه خاصة، لايسعه؛ لأنه لما أوجبها صار الكل واجباً بعضها بإيجاب الشرع وبعضها بإيجابه، فإن فعل فعليه أن يتصدق بالثمن". (رد المحتار، كتاب الأضحية: ۶/۳۱۷، سعيد)

"وكذا لو اشترك فيها ستة بعد ما أوجبها لنفسه، لم يسعه؛ لأنه أوجبها كلها لله تعالى، وإن أشرك جاز، ويتصدق بحصة أصحابه". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الأضحية، الباب الثامن فيما يتعلق بالشركة في الضحايا: ۵/۳۰۴، رشيدية)

(۲) "ثم يرفع رأسه مكبراً، ويكفي فيه أدنى ما يطلق عليه اسم الرفع، كما صححه في المحيط، لتعلق الركنية بالأدنى كسائر الأركان ... ... ثم السجدة الصلاتية تتم بالرفع عند محمد، وعليه الفتوى =

ایسے شرائط کے ساتھ کہ اگر مان لیا جائے کہ قیام ایک آیت تک تو فرض ہے اور تین آیت کی حد تک واجب باقی قرأت اور قیام سنت ہے تو ایک شخص نے پچیس آیت پڑھنے کا قصد کیا اور دس آیت کھڑے ہو کر پڑھنے کے بعد باقی پندرہ آیت بیٹھ کر پڑھی پھر اٹھ کر رکوع کیا تو اس کی نماز باطل نہیں ہوئی اور اگر سنت قرار دیا جائے تو نماز ہو جانے کی جس میں سجدہ بھی ہیں۔ اس طرح ایک شخص کی نیت تین آیت پڑھنے کی تھی اور وہ دو آیت پڑھنے کے بعد باقی آیت بھول گیا اور اس کے یاد آنے تک اتنی دیر تک توقف کیا کہ تاخیر رکن کی وجہ سے سجدہ لازم ہو جائے اس تاخیر کی وجہ سے اس کو سجدہ سہو کرنا پڑے گا۔ اور یہ تاخیر رکن کی وجہ سے ہوئی یا کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قیام، قرأت، اور رکوع جو فرض ہیں ان کی جتنی مقدار بھی ادا کی جائے گی ادا ہو چکنے کے بعد سب کو فرض ہی کہا جائے گا، یہ تقسیم نہ ہوگی کہ ایک تسبیح یا تین تسبیح کے بعد رکن فرض ادا ہو، باقی واجب یا سنت یا نفل ہو(۱)۔ جس نماز میں قیام فرض ہے اگر ادنیٰ مقدار فرض قیام کرنے کے بعد بیٹھ طویل قرأت بحالت قعود کرے پھر کھڑے ہو کر رکوع کرے تو نماز صحیح نہیں ہوگی، اسی طرح مقدار فرض ادا کرنے کے بعد اگر بھول جائے اور تین تسبیح کی مقدار سوچ کر کھڑا رہے تو سجدہ سہو واجب ہوگا، یہ نہیں کہا جائے گا کہ مقدار فرض قرأت ادا کر لی تھی اب سہو تاخیر رکن میں ہوا(۲)۔

= كالتلاوة اتفاقاً مجمع". (الدر المختار).

وفي رد المحتار: "(قوله: تتم بالرفع عند محمد) وعند أبي يوسف بالوضع، وثمرة الخلاف فيما لو أحدث وهو ساجد فذهب وتوضأ، يعيد السجدة عند محمد، لا عند أبي يوسف ... ثم ظهر أن الرفع المذكور فرض مستقل عنده لا متمم للسجدة". (كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ١/٥٠٢، سعيد)

(١) "كما أن القراءة قبل إيقاعها موزعة إلى فرض وواجب وسنة، وبعده يكون الكل فرضاً". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ١/٤٤٣، سعيد)

(٢) "وتأخير قيام إلى الثالثة بزيادة على التشهد بقدر ركن". وفيه: معروف. (الدر المختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "(قوله: وتأخير قيام) أشار إلى أن وجوب السجود ليس لخصوص الصلوة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، بل لترك الواجب، وهو تعقيب التشهد للقيام بلا فصل ..." =

تاخیر ہوئی جو کہ موجب سہو ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۰/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۰/۸۸ھ۔

سجدہ کے لئے بجائے زمین کے پانی ہو تو سجدہ اشارہ سے کرنے کا حکم

سوال[۲۳۳۹]: ہمارے علاقہ میں زمین برسات کے زمانہ میں ڈوب جاتی ہے، اور کاشتکار آدمی جب کام پر جاتا ہے تو صرف پانی ہی پانی ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں وہ نماز کس طرح ادا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب خشک زمین نہ ملے، پانی ہی پانی ہو، سجدہ نہ کر سکے تو اشارہ سے نماز پڑھے، یعنی سجدہ کے لئے پانی کے کچھ قریب تک سر جھکا کر اشارہ کرلے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۶/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۶/۹۱ھ۔

= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الرابع في صفة الصلوة، الفصل الثاني في واجبات الصلوة: ۱/۷۱، رشيديه)

"ومنها القراءة، وفرضها عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى آية واحدة وإن كانت قصيرة، كذا في المحيط. وفي الخلاصة: وهو الأصح، كذا في التاتارخانية". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الرابع في صفة الصلوة، الفصل الأول في فرائض الصلوة: ۱/۶۹، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۶۱، سعيد)

(۱) (راجع، ص: ۵۵۰، رقم الحاشية: ۲)

(۲) "ولا يصح على الدابة صلاة الفرائض .... إلا لضرورة، كخوف لص على نفسه ...... (أو) وجود مطر وطين في المكان يغيب فيه الوجه أو يلطخه ويتلف ما يبسط عليه، أما مجرد نداوة فلا يبيح ذلك، والذي لا دابة له يصلي قائماً في الطين بالإيماء". (مراقي الفلاح على هامش حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، فصل في صلاة الفرض والواجب على الدابة، ص: ۲۰۸، قديمي)

(وكذا في رد المحتار، باب الوتر والنوافل، مطلب في الصلاة على الدابة: ۲/۴۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۱۴، رشيديه)

گونگے کی نماز

سوال [۲۳۴۰]: جو شخص گونگا بہرا آدمی جس نے کبھی کوئی بات کان سے نہ سنی نہ زبان سے بولی وہ نماز کس طرح پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا شخص جب کہ قراءت پر قادر نہیں تو قراءۃ اس پر فرض نہیں، باقی جن ارکان: قیام وقعود وغیرہ پر قادر ہے ان کو سب لوگوں کی طرح ادا کرتا رہے، اگر اس کو اتنی سمجھ ہے کہ نماز فرض ہے اور پھر نماز کو بقدرِ طاقت ادا نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا۔

"من شرائطها التحريمة، وهي شرط في غير جنازة على القادر". قال الشامي: "أما الأمي والأخرس لو افتتحا بالنية جاز؛ لأنهما أتيا بأقصى ما في وسعهما". شامي: ۱/۴۴۲(۱)۔

"ولا يلزم العاجز عن النطق كأخرس وأمي تحريك لسانه، وكذا في حق القراءة هو الصحيح". در، ص: ۱/۲۰۴(۲)۔

"هي فرض عين على كل مكلف" (تنوير)۔ "ثم المكلف هو المسلم البالغ العاقل ولو

---

(۱) (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۴۲، سعيد)

"وفي المحيط: الأخرس والأمي افتتحا بالنية أجزأهما؛ لأنهما أتيا بأقصى ما في وسعهما".
(البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۰۸، رشيدية)

"وقالوا: يكتفي من الأخرس والأمي بالنية، ولا يلزمهما تحريك اللسان هو الصحيح؛ لأن الواجب حركة بلفظ مخصوص، فإذا تعذر نفس الواجب لا يحكم بوجوب غيره إلا بدليل". (النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۱۹۵، مكتبة امداديه ملتان)

(۲) (الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/۴۸۱، سعيد)

"وفي شرح منية المصلي: ولا يجب عليهم تحريك اللسان عندنا، وهو الصحيح". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۰۸، رشيدية)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۱۹۵، مكتبة امداديه ملتان)

امی أو عبدہٗ". شامی، ص: ۳٦۳ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ شعبان/ ۵۴ھ۔

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

سعید احمد غفرلہ، ٦/ شعبان/ ۵۴ھ۔

بہرے مقتدی کی نماز

سوال [۱۳۴۱]: ایک شخص بہرا ہے اور بینائی بھی کم ہے، جب وہ امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو کبھی امام کی آواز سنائی نہ دینے کی وجہ سے سجدہ چھوٹ جاتا ہے تو آیا ان کو ایسی حالت میں امام کے ساتھ نماز پڑھنا افضل اور بہتر ہے یا تنہا؟ اور اگر رکوع یا سجدہ چھوٹ جائے تو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر رکوع یا سجدہ بالکل چھوٹ گیا تو اس کی نماز نہیں ہوئی (۲)، اگر امام کے ساتھ نہیں ہوا بلکہ اس کے بعد ادا کرلیا تو نماز ہوگئی (۳)، پاس والے کے رکوع سجدہ سے احساس کرکے رکوع سجدہ کرلیا کرے۔ جماعت کی فضیلت ایسی معذوری کی حالت میں بھی وہ حاصل کرتا ہے تو بڑے اجر کا مستحق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۱/ ۹۲ھ۔

(۱) (رد المحتار مع تنویر الأبصار، کتاب الصلوۃ: ۱/ ۵۱۳، ۵۲۳، سعید)

(وکذا في مراقي الفلاح شرح نور الإیضاح، فصل فیما یوجب قطع الصلوۃ وما یجیزہ وغیرہ ذلک، ص: ۱۷۳، قدیمی)

(وکذا في الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الصلوۃ: ۱/ ۳۰۲، إدارۃ القرآن کراچی)

(۲) "وترک رکن بلا قضاء، وشرط بلا عذر". (الدر المختار). "(قوله: وترک بلا قضاء) کما لو ترک سجدۃً من رکعة وسلم قبل الإتیان بها وإطلاق القضاء علی ذلک مجازاً". (رد المحتار، کتاب الصلوۃ، باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیها: ۱/ ٦۲۹، سعید)

(۳) "(واللاحق من فاتته الرکعات کلها أو بعضها لکن بعد اقتدائه بعذر کغفلة وزحمة وسبق حدث وصلوۃ خوف ومقیم ائتم بمسافر، وکذا بلا عذر، بأن سبق إمامه في رکوع وسجود، فإنه یقضي رکعةً، وحکمه کمؤتم فلا یأتي بقراءۃ ولا سهو، ولا یتغیر فرضه بنیة إقامة. ویبدأ بقضاء ما فاته عکس =

ریل گاڑی میں فرض نماز بیٹھ کر پڑھنا

سوال [۲۲۴۴]: ریل گاڑی میں اگر بیٹھ کر فرض نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کھڑے ہونے کی جگہ نہیں ہے تو بیٹھ کر پڑھ لے تاکہ قضا نہ ہو، پھر جگہ ملنے پر کھڑے ہوکر اعادہ کرلے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

سجدہ میں پاؤں کی انگلی کا ٹیکنا

سوال [۲۲۴۵]: سجدہ میں پاؤں کی انگلیوں کو زمین سے لگانے نہ لگانے کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟ کس مقدار تک لگانے میں فرض ادا ہوتا ہے اور کتنے میں واجب اور کس قدر لگانا سنت ہے؟ ایک مولوی صاحب کا کہنا ہے کہ صرف اگر ایک انگلی زمین سے لگ گئی تو نماز ہوجائے گی، دوسرے مولوی صاحب یہ کہتے ہیں کہ صرف فرض کی ادائیگی سے نماز نہیں ہوتی بلکہ واجبات کا ادا کرنا بھی ضروری ہے، اگر ترک واجب عمداً ہے تو نماز فاسد ہوتی اور سہواً ہے تو سجدۂ سہو لازم ہے اور عدم ادائیگی سجدۂ سہو پر اعادۂ نماز واجب ہے۔ اپنے ثبوت میں حسب ذیل کتابوں کی عبارتیں پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پاؤں کی دس انگلیوں میں سے کسی ایک انگلی کا زمین

= المسبوق ثم یتابع إمامه إن أمکنه إدراکه، وإلا تابعه، ثم صلی ما نام فیه بلا قراءۃ، ثم ما سبق به بها إن کان مسبوقاً أیضاً، ولو عکس، صح وأثم لترک الترتیب". (تنویر الأبصار مع الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب الإمامۃ: ۱/ ۵۹۴، ۵۹۵، سعید)

(۱) "وفی الخلاصۃ والفتاوی قاضیخان وغیرهما: الأسیر فی ید العدو إذا منعه الکافر عن الوضوء والصلوۃ، یتیمم ویصلی بالإیماء، ثم یعید إذا خرج ... کالمحبوس، لأن طهارۃ التیمم لم تظهر فی منع وجوب الإعادۃ ... فعلم منه أن العذر إن کان من قبل اللہ تعالیٰ لا تجب الإعادۃ، وإن کان من قبل العبد وجبت الإعادۃ". (البحر الرائق، کتاب الطهارۃ، باب التیمم: ۱/ ۲۴۸، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاوی التاتارخانیه، کتاب الطهارۃ، باب التیمم، فی بیان من یجوز له التیمم ومن لا یجوز له: ۱/ ۲۴۲، إدارۃ القرآن والعلوم الإسلامیه کراچی)

سے لگانا سجدہ میں فرض ہے، معتبر کتب میں اس کی تصریح موجود ہے۔ درمختار ص:۴۱۲ میں ہے:

"ومنها السجود بجبهته وقدميه ووضع أصبع واحدة منهما شرط" (۱)۔

نیز اسی کے ص:۳۶۶ پر ہے:

"وفيه: أي في شرح الملتقى: يفترض وضع أصابع القدم ولو واحدة" (۲)۔

غنیۃ شرح منیہ ص:۲۸۰ میں ہے: "سجد ولم يضع قدميه أو إحداهما على الأرض، لا يجوز سجوده، ولو وضع إحداهما جاز كما لو قام على قدم واحدة" (۳)۔

دونوں قدم کی تمام انگلیوں یا ہر قدم کی تین تین انگلیوں کا زمین سے لگانا تو مقتضا ہے دلیل اس کا وجوب ہے۔ احادیث کثیرہ اس باب میں وارد ہیں کہ سات اعضاء پر سجدہ کرو، وہ یہ ہیں: پیشانی، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے، دونوں قدم، بلکہ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ان میں جس کسی کو اس نے نہیں رکھا تو اس نے [illegible] نقص کر دیا۔ بخاری ص:۱۱۲ (۴)، مسلم ص:۱۹۳ (۵)، ترمذی ص:۳۷ (۶)، ابوداؤد ص:۱۲۹ (۷)، نسائی ص:۱۲۳ (۸)، طحاوی ص:۱۵۰ (۹)۔

---

(۱) (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۴۴۷، سعيد)

(۲) (الدر المختار، كتاب الصلاة، فصل في بيان تأليف الصلاة إلى انتهائها: ۱/۴۹۹، سعيد)

(۳) (الحلبي الكبير، الخامس: السجدة، ص:۲۸۹، سهيل أكيدمي لاهور)

(۴) "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: "أمرت أن أسجد على سبعة أعظم: على الجبهة وأشار بيده على أنفه، واليدين، والركبتين، وأطراف القدمين، ولا نكفت الثياب والشعر". (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب السجود على الأنف: ۱/۱۱۲، قديمي)

(۵) (الصحيح لمسلم، كتاب الصلاة، باب أعضاء السجود والنهي عن كف الشعر والثوب وعقص الرأس في الصلاة: ۱/۱۹۳، قديمي)

(۶) (سنن الترمذي، أبواب الصلاة، باب ما جاء في السجود على سبعة أعضاء: ۱/۶۲، سعيد)

(۷) (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب أعضاء السجود: ۱/۱۳۴، دار الحديث ملتان)

(۸) (سنن النسائي، كتاب الافتتاح، باب السجود على الأنف: ۱/۱۶۵، قديمي)

(۹) (شرح معاني الآثار للطحاوي، كتاب الصلاة، باب ما يبدأ بوضعه في السجود اليدين أو الركبتين: ۱/۱۵۰، سعيد)

علامہ ابن امیر الحاج رحمہ اللہ تعالیٰ تلمیذ امام ابن الہمام صاحب فتح القدیر نے حلیہ شرح منیہ میں اسی بناء پر دونوں قدم رکھنے کی بابت فرمایا کہ "اشبہ وجوب ہے"(۱)۔ علامہ شامیؒ نے حلیہ کے کلام کو نقل کر کے فرمایا کہ "اسے بحر وشرنبلالیہ نے اختیار فرمایا ہے"(۲)۔ بلکہ بعض ائمہ سے دونوں قدم رکھنے کی فرضیت مروی ہے، مثلاً قدوری (۳) اور کافی میں دونوں قدم رکھنے کو فرض فرمایا، علامہ شامیؒ نے اسے واجب پر محمول کیا (۴)۔ نیز یہ کہ ایک پاؤں پر سجدہ کرنے سے فقہائے کرام کا حکم کراہیت فرمانا بھی ہمارے اس قول کی تائید کرتا ہے کہ دونوں قدم کا رکھنا واجب ہے کہ کراہت مطلقہ سے کراہت تحریمہ مراد ہوتی ہے اور یہ وجوب کو مقتضی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بعض کتب فقہ میں سجدہ میں دونوں پیر کو زمین پر رکھے رہنا فرض لکھا ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر پیر اٹھ جائے تو ترک فرض کی وجہ سے نماز ہی باطل ہوجائے (۵) لیکن بحر میں اس قول کو ضعیف قرار دیا ہے "ردکر

---

(۱) (راجع للتخريج إلى الحاشية الآتية)

(۲) "هذا، وقال في الحلية: والأوجه على منوال ما سبق هو الوجوب لما سبق من الحديث اهـ: أي على منوال ما حققه شيخه من الاستدلال على وجوب وضع اليدين والركبتين، وتقدم أنه عدل الأكمل فكذا هنا، ويكون وضع القدمين كذلك، واختاره أيضاً في البحر والشرنبلالية" (رد المحتار، كتاب الصلاة، فصل في بيان تأليف الصلاة إلى انتهائها: ۱/۴۹۹، سعيد)

(۳) "في الهداية: وأما وضع القدمين فقد ذكر القدوري أنه فرض في السجود" (رد المحتار، كتاب الصلاة، فصل في بيان تأليف الصلاة إلى انتهائها: ۱/۴۹۹، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: [illegible]، مكتبة شركة علمية ملتان)

(۴) "قلت: ويمكن حمل كل من الروايتين لما مشى عليه محشي ما ذكره الكرخي وغيره من عدم الجواز برفعهما على عدم الحل لا عدم الصحة، وكذا نفي السمرقندي وشيخ الإسلام فرضية وضعهما لاينافي الوجوب، وتصريح القدوري بالفرضية يمكن تأويله، فإن الفرض قد يطلق على الواجب تأمل" (رد المحتار كتاب الصلاة، فصل في بيان تأليف الصلاة إلى انتهائها: ۱/۴۹۹، سعيد)

(۵) "من المفسدات ... وترك ركن بلا قضاء وشرط بلا عذر". (الدر المختار).

"(قوله: وترك ركن بلا قضاء) كما لو ترك سجدة من ركعة وسلم قبل الإتيان بها" (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۱/۶۲۶، سعيد)

الوجوب، فتكون الكراهة تحريمية". بحر: ۱/ ۳۱۸ (۱)۔

وجیز میں وضع القدمین کو فرض قرار دینے کے باوجود ایک کے وضع پر کفایت کرنے کو بھی مع الکراہۃ لکھا ہے: "وفي الوجيز: وضعُ القدمين فرض، فإن وضع إحداهما دون الأخرى، جاز ويكره". فتح القدير: ۱/ ۲۶۴ (۲)۔

وضع القدمین کے وجوب کو اعدل کہنا شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے ہے، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے صراحۃً منقول نہیں بلکہ ان کے مسلک کا تقاضا ہے: "وقد روى أبو حنيفة رحمه الله تعالى في مسنده هذا الحديث بطرق وألفاظ منها بسنده إلى أبي سعيد رضي الله تعالى عنه: قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "الإنسان يسجد على سبعة أعظم: جبهته، ويديه، وركبتيه، وصدور قدميه". فالحق أن مقتضاه ومقتضى المواظبة المذكورة الوجوب، ولا يبعد أن يقول به أبو حنيفة رحمه الله تعالى". فتح القدير: ۱/ ۲۶۳ (۳)۔

واضح رہے کہ شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بحث وضع انف وجبہہ کے ذیل میں کی ہے۔

تمرتاشی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عدم فرضیت وضع قدمین کو حق کہا ہے: "وذكر الإمام التمرتاشي أن اليدين والقدمين سواء في عدم الفرضية، وهو الذي يدل عليه كلام شيخ الإسلام في مبسوطه وهو الحق". عناية: ۱/ ۲۶۵ (۴)۔

علامہ حلبی نے تمرتاشی کی اس عبارت کو نقل کرکے لکھا ہے: "فيه بعض من الحق وبعضه أحق". کبیری، ص: ۲۸۰ (۵)۔

---

(۱) (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/ ۵۵۶، رشيدية)

(۲) (فتح القدير، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/ ۳۰۵، مصطفى البابي الحلبي بمصر)

(۳) (فتح القدير، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/ ۳۰۴، مصطفى البابي الحلبي بمصر)

(۴) (شرح العناية على الهداية على هامش فتح القدير، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/ ۳۰۵، مصطفى البابي الحلبي بمصر)

(وكذا في الحلبي الكبير، الخامس من الفرائض: السجدة، ص: ۲۸۳، سهيل اكيدمي لاهور)

(۵) (الحلبي الكبير، الخامس من الفرائض: السجدة، ص: ۲۸۵، سهيل اكيدمي لاهور)

قدمین کو سجدہ میں فرض کہنا اور وضعِ یدین اور رکبتین کو فرض نہ کہنا کیسا ہے، اور "ما لا یتوصل إلی الفرض إلا به، فهو فرض" (۱) کو دلیلِ فرضیتِ وضعِ قدمین میں بیان کرنا خلافِ منصوص ہے۔

نص میں صیغۂ امر میں کوئی فرق نہیں اور کف الثیاب والشعر کو قرینۂ عدمِ فرضیتِ وضعِ رکبتین اور وضعِ یدین قرار دینا اور وضعِ قدمین کو فرض ہی رکھنا، حالانکہ وضعِ قدمین ان کا معطوف علیہ ہے، اور معطوف حکم میں معطوف علیہ کے ہوتا ہے، ایسے ہی امر کو مشترک بین الواجب والندب سے تفریق درست نہیں، اور رفعِ رکبتین بھی اشبہ بالتلاعب ہے لیکن نص جواز فی الصلوۃ میں مخل نہیں۔ پس دلیل حضرت امام کی دل میں پوری نہیں بیٹھی۔ ادھر امام الائمہؒ کے نزدیک صلوۃ وتر فرض عملی ہے اور اس کی فرضیت بھی ایسی خبر کے ساتھ ہے "إن الله أمركم" الحدیث (۲)۔ پس "أمرت" سے وضعِ قدمین کو فرض اور وضعِ رکبتین اور یدین کو سنت کہنا سمجھ میں نہیں آتا اور یہ امر ضروری ہے، کسی فقیہ نے اس کی ضرور تنقیح کی ہوگی، مگر بوجہ عدمِ سامان کے معذور ہوں۔

محمد فاضل قاضی عفا اللہ عنہ، از: مقام وڈاکخانہ کوال، ضلع راولپنڈی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نمبر ۶۲/ میں شبہ مذکورہ تحریر نہیں تھا بلکہ صرف وضعِ قدمین ورفعِ قدمین فی السجود کا سوال تھا۔ شبہ مذکورہ کا منشا بظاہر یہ ہے کہ آپ وضعِ قدمین فی السجود کی فرضیت کو حدیث "أمرت أن أسجد" سے ثابت سمجھ رہے ہیں، اسی پر وضعِ یدین اور رکبتین اور معطوف ومعطوف علیہ کی بحث متفرع ہے، حالانکہ یہ خبرِ واحد ہے جس سے فرضیت ثابت نہیں ہو سکتی، لہٰذا اس حدیث سے تو کسی چیز کی بھی فرضیت ثابت نہیں، سجود کی فرضیت نصِ قطعی سے ثابت ہے جس کی

= (وسنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب أعضاء السجود: ۱/۱۲۹، دار الحديث ملتان)

(۱) (رد المحتار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/۴۹۹، سعيد)

(والحلبي الكبير، الخامس من الفرائض: السجدة، ص: ۲۸۳، سهيل اكيدمي لاهور)

(۲) "عن خارجة بن حذافة رضي الله تعالى عنه أنه قال: خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: "إن الله أمركم بصلوة هي خير لكم من حمر النعم الوتر جعله الله لكم فيما بين صلوة العشاء إلى أن يطلع الفجر". (سنن الترمذي، أبواب الوتر، باب ما جاء في فضل الوتر: ۱/۱۰۳، سعيد)

(سنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب استحباب الوتر: ۱/۲۰۰، دار الحديث ملتان)

فقہاء کے کلام میں روایات مختلف ہیں، قدوری، کرخی، جصاص نے وضع قدمین کو فرض کہا ہے، تمرتاشی، شیخ الاسلام، صاحب نہایہ نے قدمین اور یدین کو عدم فرضیت میں مساوی قرار دیا ہے، نہایہ: ۱۴۲/۱ (۱)۔ اس میں اسی روایت کو لکھا ہے: "وھو الحق" (۲)۔ پھر اسی میں دو صورتیں ہیں: ایک وجوب دوسری سنت، (۳) اور یہ بھی "أن السجود لایتوقف تحققه علی وضع القدمین، فیکون افتراض وضعهما زیادة علی الکتاب، اهـ".

شامی: ۱/ ۴۴۶ (۴)۔

لیکن حصکفی نے شرح ملتقی ص: ۹۸ میں لکھا ہے: "وما نقله في الدرر عن العناية من أن عدم الفرضية هو الحق، فبعيد عن الحق، وبعده أحق" (۵)۔

حلبی نے شرح منیہ ص: ۲۸۰ میں اسی کو مجروح لکھا ہے: "إذ لا رواية تساعده، والدراية تنفيه علی ما مر من أن ما لا يتوصل إلى الفرض إلا به، فهو فرض، وحيث تواطأت الروايات وتظافرت عن المشائخ أن وضع الركبتين سنة، ولم ترو رواية قط بأنه فرض، وكما وضع اليدين تعين وضع

---

(۱) "وكذا في الهداية، وأما وضع القدمين فقد ذكر القدوري أنه فرض في السجود اهـ، فإذا سجد ورفع أصابع رجليه، لا يجوز، كذا ذكره الكرخي والجصاص، ولو وضع إحداهما جاز، قال قاضيخان: ويكره. ذكر الإمام التمرتاشي أن اليدين والقدمين سواء في عدم الفرضية، وهو الذي يدل عليه كلام شيخ الإسلام في مبسوطه". (رد المحتار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/ ۴۹۹، سعيد)

(وكذا في العناية شرح الهداية على هامش فتح القدير، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/ ۳۰۵، مصطفى البابي مصر)

(۲) (رد المحتار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/ ۴۹۹، سعيد)

(۳) "فصار في المسألة ثلاث روايات: فرضية وضعهما، الثانية: فرضية إحداهما، الثالثة: عدم الفرضية. وظاهره أنه سنة، قال في البحر: وذهب شيخ الإسلام إلى أن وضعهما سنة، فتكون الكراهة تنزيهية".

(رد المحتار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/ ۴۹۹، سعيد)

(۴) (رد المحتار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/ ۴۹۹، سعيد)

(۵) (مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، باب صفة الصلوة: ۱/ ۹۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

القدمين أو إحداهما ففرضيته ضرورة، ولم يرد عنهم رواية، فكيف والروايات فيه متواترة أيضاً على ما لا يخفى على المتتبع، والله الموفق"(۱)۔

رفع قدمین اشبہ بالتلاعب ہونے کا اشکال شامی نے بھی نقل کیا ہے(۲) لیکن حقیقت یہ ہے کہ شیخ ابن ہمام نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ بحث کے درجہ میں نہیں بلکہ تحقیق کے درجہ میں ہے لہٰذا اس کا رد بھی ضروری نہیں۔ شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ کے تلمیذ علامہ حلبی نے یدین اور رکبتین اور قدمین کی فرضیت کی کوئی روایت ائمہ مذاہب سے ثابت نہیں، اس لئے لامحالہ قدمین کی فرضیت کا قول ان الفرض کی حیثیت سے مانی جائے گی(۳)۔

صاحب بحر نے قدوری کے قول کو ضعیف قرار دیا ہے(۴) لیکن شرح مجمع، کفایہ، شرح منیہ وغیرہ کتب قدوری کے قول ہی کو ترجیح دی ہے وہ اسی پر فتویٰ نقل کیا ہے(۵)، علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سب کچھ نقل کیا ہے

---

(۱) (الحلبي الكبير، الخامس من الفرائض السجدة، ص: ۲۹۵، سهيل اكيدمي لاهور)

(۲) "أما لو رفع قدميه في السجود فإنه مع رفع القدمين بالتلاعب أشبه منه بالتعظيم والإجلال اهـ"
(رد المحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۴۷، سعيد)
(وكذا في فتح القدير، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۳۰۵، مصطفى البابي الحلبي بمصر)

(۳) "إذ لا رواية تساعده، والدراية تنفيه على ما عرف أن ما لا يوصل إلى الفرض إلا به فهو فرض، وحيث تواطأت الروايات وتظافرت على العفو عن وضع الركبتين منه ولم ترد رواية قط بأنه فرض، وكذا وضع اليدين، بقي وضع القدمين أو إحداهما ففرضيته ضرورة ولم يرد عنهم رواية، فكيف والروايات فيه متواترة أيضاً على ما لا يخفى على المتتبع، والله الموفق" (الحلبي الكبير الخامس من الفرائض السجدة، ص: ۲۹۵، سهيل اكيدمي لاهور)

(۴) "وذكر القدوري أن وضعهما فرض، وهو ضعيف" (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۵۲، رشيدية)

(۵) "ويؤيده ما في شرح المجمع ... تصحيحه حيث قال: على أن وضع اليدين والركبتين سنة بأن ماهية السجدة حاصلة بوضع الوجه والقدمين على الأرض الخ"
وكذا ما في الكفاية عن الزاهدي من أن ظاهر الرواية ما ذكر في مختصر الكرخي وبه جزم في السراج فقال: لو رفعهما في حال سجوده لا يجزيه، ولو رفع إحداهما جاز، وذكر في المجتبى وبه يفتى"
(رد المحتار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/۴۹۹، سعيد)

کے بعد لکھا ہے:

"والحاصل أن المشهور في كتب المذهب اعتماد الفرضية، والأرجح من حيث الدليل والقواعد عدم الفرضية، ولذا قال في العناية والدرر: إنه الحق، ثم الأوجه حمل عدم الفرضية على الوجوب، والله أعلم". شامی: ۱/۳۲۲(۱)۔

یہ سب کچھ کلام مقدمین کے متعلق ہے، یدین اور رکبتین میں بھی فقہاء کی تین روایتیں ہیں: فرض، وجوب، سنت، عامۃ الفقہاء قول ثالث کو ترجیح دیتے ہیں(۲)، لیکن شیخ ابن ہمام نے وجوب کو اختیار کیا ہے اور فقیہ ابو اللیث سمرقندی نے فرض کو ترجیح دی ہے(۳)۔ علامہ شامی کی رائے یہ ہے کہ شیخ ابن ہمام کا قول راجح ہے کیونکہ خبر واحد سے جس میں امر کا صیغہ ہو وجوب ثابت ہوتا ہے، فرض عملی وجوب کو کہتے ہیں چنانچہ اخبار احاد سے وجوب ثابت ہوجاتا ہے(۴)۔

---

(۱) (رد المحتار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/۵۰۰، سعيد)

(۲) "وأما اليدان والركبتان فظاهر الرواية عدم افتراض وضعهما، قال في التجنيس والخلاصة: وعليه فتوى مشايخنا، وفي منية المصلي: ليس بواجب عندنا، واختار الفقيه أبو الليث الافتراض وصححه في العيون، ولا دليل عليه؛ لأن القطعي إنما أفاد وضع بعض الوجه على الأرض دون اليدين والركبتين، والظني المفيد لايفيد، لكن مقتضاه ومقتضى المواظبة الوجوب، وقد اختاره المحقق في فتح القدير، وهو إن شاء الله أعدل الأقوال لموافقة الأصول وإن صرح كثير من مشايخنا بالسنية، ومنهم صاحب الهداية". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۵۶، رشيدية)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۳۰۴، ۳۰۵، مصطفى البابي الحلبي بمصر)

(۳) "ومختار الفقيه أبي الليث على ما أسلفناه عنه في أوائل باب الأنجاس من أن المصلي إذا لم يضع ركبتيه على الأرض لا يجزئه، وأنه رد رواية عدم وجوب طهارة مكان الركبتين في الصلوة، فهو يشير إلى الافتراض، وما ذكرناه من الوجوب ولزوم الإثم بالترك مع الإجزاء كترك الفاتحة أعدل إن شاء الله تعالى". (فتح القدير، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۳۰۵، مصطفى البابي الحلبي بمصر)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۵۶، رشيدية)

(۴) "وقال في الحلية: والأوجه على منوال ما سبق هو الوجوب لما سبق من الحديث اهـ. أي على منوال ما حققه شيخه من الاستدلال على وجوب وضع اليدين والركبتين، وتقدم أنه أعدل الأقوال، فكذا ←

امام اعظم سے وتر کے متعلق تین روایتیں ہیں، فرض، واجب، سنت (۱) ان میں تمرتاشی نے تطبیق دی ہے: "وهو فرض عملاً وواجب اعتقاداً وسنة ثبوتاً، وبهٖ وفق بين الروايات الخ" (۲)۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ ربیع الثانی/ ۶۷ھ۔

کیا ہر رکعت میں دو سجدے فرض ہیں؟

سوال [۲۲۲۹]: کیا دوسرا سجدہ واجب ہے؟ اگر امام کا ایک سجدہ چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا، نیز مقتدی کا ایک سجدہ چھوٹ جائے یعنی امام سجدہ سے کھڑے ہو کر مثلاً سورۃ پڑھنے لگے، مقتدی کا رکوع چھوٹ جائے جب تک امام سجدۂ ثانیہ میں پہونچا تب مقتدی کیا کرے؟

... فيكون وضع المفصلين كذلك، واختاره أيضاً في البحر والشرنبلالية". (رد المحتار، كتاب الصلوٰة، فصل في بيان تاليف الصلوٰة إلى انتهائها: ۱/۴۹۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة: ۱/۵۶۹، رشيديه)

(۱) "عن أبي حنيفة رضي الله عنه في الوتر ثلاث روايات: في رواية فريضة، وفي رواية سنة مؤكدة، وفي رواية واجب، وهي آخر أقواله، وهو الصحيح، كذا في محيط السرخسي". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوٰة، الباب الثامن في صلوٰة الوتر: ۱/۱۱۰، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل: ۱/۲۹۰، امداديه ملتان)

(۲) (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلوٰة، باب الوتر: ۲/۳، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل: ۱/۴۲۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل: ۱/۱۹۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

جائے، جس کے بعد وہ ان کی شریک ہو جائے تو درست ہے(١)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ٩/١/٩١ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ٩/١/٩١ھ۔

☆...☆...☆

---

(١) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إذا جئتم إلى الصلوة ونحن سجود، فاسجدوا ولا تعدوه شيئاً، ومن أدرك ركعة فقد أدرك الصلوة". رواه أبو داود". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب ما على المأموم من المتابعة وحكم المسبوق: ١٠٢، قديمي)

"بخلاف ما لو أدركه في القيام ولم يركع معه فإنه يصير مدركاً لها فيكون لاحقاً فيأتي بها قبل الفراغ". (الدر المختار)

"(قوله: فيأتي بها قبل الفراغ) المراد أنه يأتي بما فاته مع الإمام قبل أن يتبعه بعدها، حتى لو تابع الإمام ثم أتى بعد فراغ الإمام بما فاته صح، وأثم لترك واجب الترتيب". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب إدراك الفريضة: ٢/٦٠، ٦١، سعيد)

"وأما اللاحق فالواجب عليه الترتيب بعكس المسبوق، وعند زفر الترتيب فرض عليه، فإذا أدرك بعض صلاة الإمام فنام، فعليه أن يقضي أولاً ما نام فيه بلا قراءة ثم يتابع الإمام، فلو تبعه أولاً ثم قضى ما نام فيه بعد سلام الإمام جاز عندنا وأثم لتركه الواجب، وعند زفر لا تصح صلاته". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ١/٥٩٤، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب العاشر في إدراك الفريضة: ١/١٢٠، رشيدية)

الفصل الثالث في واجبات الصلوٰة

(واجباتِ نماز کا بیان)

تعدیلِ ارکان کی مقدار

سوال[۲۳۳۷]: ہمارے امام صاحب رکوع سے قومہ میں بہ پہنچتے ہوئے "سمع اللہ لمن حمدہ" کہہ لیتے ہیں اور پھر فوراً "اللہ اکبر" کہہ کر سجدے میں چلے جاتے ہیں، تعدیلِ ارکان واجب ہے، کیا اس سے تعدیلِ ارکان ادا ہوتا ہے اور نماز فاسد نہیں ہوتی ہے؟ مقتدیوں کو تحمید اس وقت کہنا چاہئے جب امام پورا "سمع اللہ لمن حمدہ" کہہ چکے، امام صاحب قومہ میں مقتدیوں کو تحمید کا ایک لفظ بھی کہنے کا موقع نہیں دیتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب وہ رکوع سے سیدھے کھڑے ہوجاتے ہیں کہ تمام اعضاء معتدل ہوجائیں تو قومہ ادا ہوجاتا ہے اس سے فسادِ نماز کا حکم نہ ہوگا، مگر قدرے قلیل وقفہ کیا کریں جس میں مقتدی "ربنا لک الحمد" پڑھ لیں تو بہتر ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۷/۹۲ھ۔

---

(۱) "وتعديل الأركان: أي تسكين الجوارح قدر تسبيحة في الركوع والسجود، وكذا في الرفع منهما على ما اختاره الكمال". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۶۴، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۲۲، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۷۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلوة، الفصل الثاني في واجبات الصلوة: ۱/۷۱، رشيدية)

واجباتِ نماز

سوال[۲۳۴۸] (الف) نماز کے واجبات کیا کیا ہیں؟

(ب) تکبیر قنوت یعنی "اللہ اکبر" کہہ کر ہاتھوں کو کانوں کی لوتک اٹھانا دعائے قنوت پڑھنے کے واسطے کیا یہ واجب ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

(الف، ب) "ولها واجبات وهي: قراءة فاتحة الكتاب، وضم سورة، وتعيين القراءة في الأوليين، وتقديم الفاتحة على السورة، ورعاية الترتيب فيما تكرر، وتعديل الأركان، والقعود الأول، والتشهدان، ولفظ السلام، وقنوت الوتر، وكذا تكبير قنوته" اهـ. در مختار (۱)۔

اس عبارت میں واجبات کی بھی کافی تعداد آگئی اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ وتر میں قنوت کے لئے تکبیر کہنا بھی واجب ہے، لیکن رفع یدین واجب نہیں صرف سنت ہے: "ولا يسن وضع يديه إلا في تكبيرة افتتاح وقنوت وعيد، الخ" در مختار (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۵۶، ۴۶۹، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، فصل في بيان الواجبات الأصلية في الصلوة: ۱/۲۸۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۷۲، ۲۷۸، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۱۰، ۵۲۶، رشيديه)

(۲) (الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/۵۰۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلوة، الفصل الثالث في سنن الصلوة وآدابها وكيفيتها: ۱/۷۳، رشيديه)

"وفي الكافي: ولا يرفع يديه في شيء من تكبيرات الصلوة سوى تكبيرة الافتتاح. وفي المبسوط: ولنا أن الآثار لما اختلفت في فعل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يتحكم بما هو الحديث المشهور أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "لا ترفع الأيدي إلا في سبع مواطن: عند افتتاح الصلوة، وفي العيدين، والقنوت في الوتر". وذكر أربعة في كتاب المناسك". (المبسوط، كتاب الصلوة، باب كيفية الدخول في الصلوة: ۱/۳۰، ۹۳، غفاريه كوئته)

واجباتِ نماز کتنے ہیں؟

سوال[۲۲۴۹]: نماز کے واجبات کتنے ہیں اور سجدہ میں پیر کی تین انگلیاں لگانا واجب ہے یا نہیں؟ "ویوجه أصابعه نحو القبلة"(۱) کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

علامہ ابوالاخلاص حسن ابن عمار الشرنبلالی نے واجباتِ نماز کی تعداد اٹھارہ تحریر کی ہے، چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں: "فصل في واجبات الصلوة، وهو ثمانية عشر شيئاً: قراءة الفاتحة، وضم سورة أو ثلاث آيات في ركعتين غير متعينين من الفرض وفي جميع ركعات الوتر والنفل، وتعيين القراءة في الأوليين، وتقديم الفاتحة على السورة، وضم الأنف لجبهته في السجود، والإتيان بالسجدة الثانية في كل ركعة قبل الانتقال لغيرها، والاطمئنان في الأركان، والقعود الأول، وقراءة التشهد فيه في الصحيح، وقراءته في الجلوس الأخير، والقيام إلى الثالثة من غير تراخ بعد التشهد، ولفظ السلام دون عليكم، وقنوت الوتر، وتكبيرات العيدين، وتعيين التكبير لافتتاح كل صلوة لا العيدين خاصة، وتكبيرة الركوع في ثانية العيدين، وجهر الإمام بقراءة الفجر وأولي العشائين ولو قضاءً، والجمعة والعيدين والتراويح والوتر في رمضان، والإسرار في الظهر والعصر وفيما بعد أولي العشائين ونفل النهار، والمنفرد مخير فيما يجهر كمتنفل بالليل". اهـ. (متن نور الإيضاح على هامش الطحطاوي، ص: ۱۲۶)(۲)۔

---

(۱) "ويكون موجهاً أصابع رجليه نحو القبلة". (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلوة، فصل في كيفية الترتيب، ص: ۲۶۳، قديمي)

(۲) (نور الإيضاح مع مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في بيان واجبات الصلاة، ص: ۲۴۹-۲۵۲، قديمي)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/ ۴۵۶-۴۶۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/ ۵۱۰-۵۲۶، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/ ۲۶۸-۲۷۳، دار الكتب العلمية بيروت)

عبارتِ مسئولہ کا مطلب یہ ہے کہ حالتِ سجدہ میں پیروں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ رکھے۔ یہ بات درجۂ وجوب میں نہیں کہ پیروں کی سب انگلیاں قبلہ کی طرف متوجہ رہیں، ایک انگلی بھی زمین پر رہے گی تب بھی سجدہ ادا ہو جائے گا، جیسا کہ اس متن کی شرح کرتے ہوئے علامہ طحطاوی نے لکھا ہے۔

"و لا بد من وضع إحدى القدمين، و وضع القدم بوضع أصابعه، و يكفي وضع إصبع واحدة كذا في المبتغى، اھ". طحطاوی: ص: ۱۶۹(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹/۱۱/۹۵ھ۔

سنن میں قعدۂ اولیٰ فرض ہے یا واجب؟

سوال[۲۳۵۰]: ۱:... سنتِ مؤکدہ وغیر مؤکدہ و نفل کی چار رکعت میں درمیان کا قعدہ فرض ہے یا نہیں؟

۲:... اگر چار رکعت سنتِ ظہر یا سنتِ جمعہ کی نیت کرے اور دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو بعد میں دو رکعت پڑھے یا چار رکعت؟ نیز دو یا چار کا پڑھنا واجب ہے یا سنت؟

۳:... اگر چار رکعت نفل کی نیت کی اور دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو ابتداءً دو رکعت واجب ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱:... اس میں فقہاء کے دو قول ہیں، بعض فرضیت کے قائل ہیں اور بعض فرماتے ہیں کہ جب تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا تو قعدۂ فرض واجب ہو گیا(۲)۔

---

(۱) (طحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في كيفية الترتيب، ص: ۲۸۲، قديمي)

"وفيه يفترض وضع أصابع القدم و لو واحدةً نحو القبلة، و إلا لم تجز". (الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تاليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/۴۹۹، سعيد كراچي)

"ويكفيه وضع أصبع واحدة، فلو لم يضع الأصابع أصلاً و وضع ظهر القدم منه، لا يجوز؛ لأن وضع القدم بوضع الأصبع". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۵۹، رشيديه)

(۲) "والقعود الأول ولو في النفل في الأصح، وكذا ترك الزيادة فيه على التشهد و أراد بالأول غير الأخير". (الدر المختار). وفي رد المحتار: "(قوله: و لو في النفل)؛ لأنه وإن كان كل شفع منه صلاة على حدة حتى افترضت القراءة في جميعه، لكن القعدة إنما فرضت للخروج من الصلوة، فإذا قام إلى الثالثة تبين أن ما قبلها لم يكن أوان الخروج من الصلوة فلم تبق فريضة. . . . . . ⸺

۲... چار پڑھے اور ان کا پڑھنا سنت ہے واجب نہیں (۱)۔

۳... نہیں (۲)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، مفتی مظاہر علوم۔ صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۲/۱۲/۵۹ھ۔

امام مقتدی کے تشہد پورا کرنے سے قبل کھڑا ہو جائے

سوال [۲۳۵۱]: ایک شخص ہیں جو بہت دھیرے (آہستہ) پڑھتے ہیں جس کی وجہ سے وہ

= (قوله: على الأصح) خلافاً لمحمد في افتراضه عن قعدة كل شفع نفل، (قوله: و أراد بالأول غير الأخير) ليشمل ما إذا صلى ألف ركعة من النفل بتسليمة واحدة، فإن ما عدا القعود الأخير واجب، ومفهومه فريضة كل قعود أخير في أي صلاة كانت". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۶۹، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۲۳، رشيدية)

(۱) "و سن مؤكداً أربع قبل الظهر و أربع قبل الجمعة و أربع بعدها بتسليمة، فلو بتسليمتين لم تنب عن السنة، و لذا لو نذرها لا يخرج بتسليمتين و بعكسه يخرج". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الوتر و النوافل: ۲/ ۱۲، ۱۳، سعيد)

"و عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أنه عليه السلام قال: "من كان منكم مصلياً بعد الجمعة فليصل أربعاً". رواه مسلم. و الأربع بتسليمة واحدة عندنا حتى لو صلاها بتسليمتين لا يعتد عن السنة". (تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الوتر و النوافل: ۱/۴۲۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(و كذا في مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلوة، فصل في بيان النوافل، ص: ۳۸۹، قديمي)

(۲) "(قوله: أو بقيام لثالثة): أي و قد أدى الشفع الأول صحيحاً، فإذا أفسد الثاني لزمه قضاؤه فقط، و لا يسري إلى الأول، لأن كل شفع صلاة على حدة". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الوتر و النوافل: ۲/ ۲۹، سعيد)

"و من ثمة صرحوا بأنه لو نوى أربعاً، لا يجب عليه بتحريمتها سوى الركعتين في المشهور عن أصحابنا، و أن القيام إلى الثالثة بمنزلة تحريمة مبتدأة حتى إن فساد الشفع الثاني لا يوجب فساد الشفع الأول". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/ ۴۵۹، سعيد)

"التحیات" بھی نہیں پڑھنے پاتے کہ امام کھڑے ہوجاتے ہیں اور ان کو اکثر ایسا ہی ہوتا ہے تو اب وہ کیا کریں، امام کے ساتھ کھڑے ہوجائیں یا التحیات کو پورا کریں؟

(بدرالدین بنارس)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر یہ "التحیات" پوری کر کے امام کو تیسری رکعت کے قیام میں پاسکتے ہیں تو "التحیات" پوری کریں ورنہ بغیر پوری کئے کھڑے ہوکر امام کے ساتھ قیام میں شریک ہوجائیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

(۱) "بخلاف سلامه أو قيامه لثالثة قبل تمام المؤتم التشهد، فإنه لا يتابعه بل يتمه لوجوبه. ثم رأيت المختار عندي أنه يتم التشهد، وإن لم يفعل أجزأه". (رد المحتار، كتاب الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۱/۴۹۶، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل فيما يفعله المقتدي بعد فراغ إمامه، ص: ۲۱۰، قديمي)

الفصل الرابع فی سنن الصلوۃ

(نماز کی سنتوں کا بیان)

حالتِ قیام میں کھڑے ہونے کی کیفیت

سوال[۲۲۵۲]: نمازی کو حالتِ قیام میں سیدھا کھڑا ہونا چاہئے یا آگے کی طرف سر جھکا کر کھڑا ہونا چاہئے؟ اگر سر جھکانے کا حکم ہے تو کتنی مقدار جھکائے؟ ایک عالم صاحب حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ حالتِ قیام میں آگے کی طرف سر اتنا جھکانا چاہئے کہ سر قدم کے محاذات سے تھوڑا انگلیوں کی مقدار رہ کے رہ جائے، کمر سے جھکانا شروع کرتے ہیں اور آٹھ انگلیوں کی مقدار قدم سے بڑھاتے ہیں۔ یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کا حوالہ دیا جائے کہ مولانا گنگوہی نے کس کتاب میں لکھا ہے، ان کی عبارت نقل کی جائے تب اس میں غور کیا جاسکے گا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۲/۹۰ھ۔

قدمین کے درمیان فاصلہ

سوال[۲۲۵۳]: حالتِ نماز میں پہلی رکعت میں دونوں پیروں کے درمیان فاصلہ چھ انگل تھا اور دوسری رکعت میں وہ فاصلہ چار انگل ہو گیا تو اس صورت میں نماز میں تو کوئی خرابی لازم نہیں آئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کوئی خرابی نہیں، مگر چار انگل کا فصل مستحب ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۲/۹۰ھ۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۲/۹۰ھ۔

---

(۱) "وینبغی أن یکون بینهما مقدار أربع أصابع الید، لأنه أقرب إلی الخشوع" (رد المحتار، کتاب الصلوة =

ابتدائے نماز میں ”انی وجہت“ پڑھنا

سوال [۲۲۵۴]: ابتدائے نماز میں: (انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والأرض حنیفاً و ما أنا من المشرکین) کو مطلقاً پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ فرض وسنت ونوافل کی کوئی تخصیص ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تکبیر تحریمہ کے بعد صرف ”سبحانک اللّٰھم الخ“ پڑھے، ”انی وجہت الخ“ نہ پڑھے، نہ فرض میں نہ سنت ونفل میں، نیت سے پہلے پڑھ سکتا ہے، مگر نیت کے بعد تکبیر تحریمہ سے پہلے بھی نہ پڑھے، کذا یستفاد من البحر الرائق ص: ۳۲۰ (۱)، وزیلعی: ۱/۱۱۱ (۲)، وشرح المنیۃ الکبیری ص: ۲۹۶ (۳)۔ فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

—باب صفة الصلوٰۃ: ۱/۳۳۳، سعید)

(وكذا في السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة: ۲/۱۱۱، سهيل اكيڈمي لاهور)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الرابع في صفة الصلوٰة، الفصل الثالث في سنن الصلوٰة و آدابها وكيفيتها: ۱/۷۳، رشيديه)

(۱) "وأشار المصنف إلى أنه لا يزيد على الاستفتاح فلا يأتي بدعاء التوجه وهو "وجهت وجهي" لا قبل الشروع ولا بعده هو الصحيح المعتمد". (البحر الرائق، كتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة: ۱/۵۴۱، رشيديه)

(۲) "(وقوله: مستفتحاً) هو حال من الواضع: أي يضع قائلاً: سبحانك اللّٰهم و بحمدك و تبارك اسمك و تعالى جدك ولا إله غيرك، و لا يزيد عليه في الفرض ...... و لنا ماروي عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها أنها قالت: كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إذا افتتح الصلوٰة قال: "سبحانك اللّٰهم" ...... رواه الجماعة. وهو مذهب أبي بكر الصديق و عمر و ابن مسعود و جمهور التابعين رضي الله تعالىٰ عنهم فيكون حجة عليهما". (تبيين الحقائق، كتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة: ۱/۲۸۹، ۲۹۰، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) "(وعندهما) يقول التوجه إن شاء (قبل الافتتاح يعني قبل النية و لا يقول بعد النية) قبل التكبير –

الجواب حامداً ومصلیاً:

بر قولِ صحیح حاصل شود هر که رکعتِ اُولیٰ نه یافت، ثوابِ تکبیرِ تحریمہ نہ یافت، ودریں مسئلہ اقوالِ دیگر نیز ذکر کردہ شدہ، قولِ صحیح همیں است کہ تحریر نمودیم(۱) کذا فی الطحطاوی علی المراقی الفلاح ص ۱۴۹(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف، ۱۲/ربیع الثانی/ ۵۹ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

تکبیرِ اُولیٰ کا ثواب کب تک ہے؟

سوال[۲۲۵۷]: تکبیرِ تحریمہ میں شامل ہونے کی حد کیا ہے؟ پہلی رکعت کے رکوع سے پہلے پہلے آکر شامل ہوجائے تو تکبیرِ تحریمہ کی فضیلت ملے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مذکورہ مسئلہ درمختار میں ہے، تکبیرِ اولیٰ میں شامل ہونے کی حد میں اختلاف ہے، مگر صحیح قول یہی ہے کہ جس نے پہلی رکعت پالی اس کو تکبیرِ اولیٰ کی بھی فضیلت حاصل ہوگی:

"أما فضیلة تکبیرة الافتتاح، فتکلموا فی وقت إدراکها، والصحیح: من أدرك الرکعة

---

(۱) ترجمہ: سوال: کوئی شخص اگر پہلی رکعت کے رکوع میں جماعت میں شریک ہوا، اس کو تکبیرِ اولیٰ کا ثواب حاصل ہوگا یا نہیں؟ اور تکبیرِ اولیٰ کا ثواب پہلی رکعت کے کس وقت تک باقی رہتا ہے؟

جواب: صحیح قول کے مطابق حاصل ہوجائے گا، جسے پہلی رکعت نہیں ملی اس کو تکبیرِ تحریمہ کا ثواب بھی نہیں ملا، اس مسئلے میں دوسرے اقوال بھی ذکر کئے گئے ہیں مگر قولِ صحیح یہی ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے۔

(۲) "وقیل: إلی الرکعة الأولی وهو الصحیح کما فی المضمرات". (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلوٰة، فصل فی بیان سننها، ص: ۲۵۸، قدیمی)

"وقیل: بإدراك الرکعة الأولی، وهذا أوسع، وهو الصحیح لھ". (رد المحتار، کتاب الصلوٰة، فصل فی بیان تألیف الصلوٰة إلی انتهائها: ۱/۵۲۶، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلوٰة، الباب الرابع فی صفة الصلوٰة، الفصل الأول فی فرائض الصلوٰة: ۱/۶۹، رشیدیه)

الأولى، فتح. ثم إن فضيلة تكبيرة الأولى، كذا في المضمر في مذهب أبي يوسف". عالمگیری مطبوعہ کانپور: ۱/۲۵ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

تحریمہ کے بعد ہاتھ کس وقت باندھے؟

سوال [۱۸۰۰]: نیت باندھنے کے بعد دونوں ہاتھ چھوڑ دینا مکروہ ہے یا حرام؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خلافِ سنت ہے، حرام نہیں، ظاہر روایت میں تو یہ ہے کہ تکبیر کہتے ہی فوراً ہاتھ باندھ لے، سنت ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے نوادر کی ایک روایت میں ہے کہ ثناء تک چھوڑے رکھے، ثناء سے فارغ ہو کر ہاتھ باندھے۔

"ووضع يمينه على يساره تحت سرته كما فرغ من التكبير بلا إرسال في الأصح اهـ". در مختار (۲)۔ "وهو ظاهر الرواية، وروي عن محمد في النوادر أنه يرسلهما حالة الثناء، فإذا فرغ منه يضع اهـ". رد المحتار: ۱/۳۰۸ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۱۵/۱/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۷/۱/۵۶ھ۔

---

(۱) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الرابع في صفة الصلوة، الفصل الأول في فرائض الصلوة: ۱/۶۹، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/۵۲۹، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في بيان سننها، ص: ۲۵۸، قديمي)

(۲) (الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/۴۸۷، سعيد)

(۳) (رد المحتار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/۴۸۷، سعيد)

(وكذا في العناية شرح الهداية على هامش فتح القدير، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۸۶، مصطفى البابي الحلبي بمصر)

(وكذا في السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، بيان أن وضع اليدين

سنة مستقلة، فإنه لا دليل عليه في رواية"(۱)۔ لہٰذا اگر کسی شخص نے رفع یدین کے وقت کان کی لَو نہ چھوئی تو خلاف سنت ہوگا؟ اور بغیر مس کے سنت ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟ کیا جس کی تکبیر کے وقت انگوٹھوں کی ہتھیلی قبلہ رخ نہیں ہوئی تو یہ خلاف سنت ہوگا یا نہیں اور بغیر مس کے بھی ہتھیلی قبلہ رخ نہ ہوئی تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عبارت منقولہ فی السوال کے متصل بعد یہ عبارت بھی ہے: "والعمل بما ... مستحب للمحاذاة دفعاً للوسوسة"(۲)۔ حاصل یہ ہے کہ اصل سنت (رفع یدین) کی مقدار محاذات کی تحقیق کے لئے مس ہے، پس یہ سنت کی ادائیگی میں متعین ہے سو ضروری نہیں۔ ہتھیلی کا قبلہ رخ ہونا مستحب ہے(۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

نماز میں عورتوں کے لئے سینہ پر ہاتھ باندھنا

سوال[۱۳۴۱]: عورتوں کے سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیث کس کتاب میں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نیل ۲/۱۸۵ میں ہے: "عن وائل بن حجر رضي الله تعالى عنه قال: صليت مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فوضع يده اليمنى على يده اليسرى على صدره" أخرجه ابن خزيمة ص ۲۷۷(۴)۔ "عن وائل بن حجر رضي الله تعالى عنه قال: رأيت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وضع يمينه على شماله تحت السرة" إعلاء السنن: ۲/۱۷۱(۵)۔

---

(۱) (عمدة الرعاية في شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۱۳۳، سعيد)

(۲) (راجع الحاشية المتقدمة)

(۳) "ورفع يديه ماساً بإبهاميه شحمتي أذنيه هو المراد بالمحاذاة؛ لأنه لا يتيقن إلا بذلك، ويستقبل بكفيه القبلة" (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۱/۴۸۲، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، بيان صفة الصلوة، ص: ۳۰۰، سهيل اكيدمي لاهور)

(۴) (نيل الأوطار من أحاديث سيد الأخيار شرح منتقى الأخبار، أبواب صفة الصلوة، باب ما جاء في وضع اليمين على الشمال: ۲/۲۰۲، توزيع دار الباز عباس أحمد الباز مكة المكرمة)

(۵) (إعلاء السنن، كتاب الصلوة، باب وضع اليدين تحت السرة وكيفية الوضع: ۲/۱۷۰، إدارة القرآن كراچی)

ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا

سوال[۲۰۱۲]: ہمارے گاؤں میں شیعہ طبقہ کے لوگ بھی رہتے ہیں اور وہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں اور ہم لوگ مسلک حنفی کے ہیں اور وہ لوگ ہم لوگوں کو شیعہ مذہب کی تلقین کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حدیث وقرآن میں کہیں نہیں لکھا کہ نیت باندھ کر نماز پڑھو، تو ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کا ثبوت قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن کریم میں صاف صاف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع واطاعت کا حکم ہے: ﴿وما آتاکم الرسول فخذوہ﴾ الخ (۱)۔

اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو دائمی حالت قیام میں ہاتھ باندھ کر نماز پڑھی ہے اور دوسروں کو بھی اس کی ہدایت فرمائی ہے:

"عن قبیصۃ بن ہلب عن أبیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یؤمنا فیأخذ شمالہ بیمینہ". رواہ الترمذی وابن ماجۃ (۲)۔

"عن سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: کان الناس یؤمرون أن یضع الرجل الید الیمنی علی ذراعہ الیسری فی الصلوۃ". رواہ البخاری (۳)۔

— "ووضع یمینہ علی یسارہ تحت سرتہ، وتضع المرأۃ والخنثی الکف علی الکف تحت ثدییہا" (الدر المختار، کتاب الصلوۃ، فصل فی بیان تألیف الصلوۃ: ۱/۴۸۵، ۴۸۶، سعید)

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا﴾ (سورۃ الحشر: ۷)

"أی مہما أمرکم بہ فافعلوہ، ومہما نہاکم عنہ فاجتنبوہ، فإنہ إنما یأمر بخیر وإنما ینہی عن شر" (تفسیر ابن کثیر: ۴/۴۳۲، مکتبہ دار الفیحاء دمشق)

(۲) (سنن الترمذی، أبواب الصلوۃ، باب ما جاء فی وضع الیمین علی الشمال فی الصلوۃ: ۱/۵۹، سعید)

(وسنن ابن ماجۃ، کتاب الصلوۃ، أبواب إقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا، باب وضع الیمین علی الشمال فی الصلوۃ، ص: ۵۹، میر محمد کتب خانہ)

(۳) (صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب وضع الیمنی علی الیسری فی الصلوۃ: ۱/۱۰۲، قدیمی)

یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ شریف ص: ۷۵و۷۶ پر موجود ہیں(۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۹/۹۰ھ۔

نماز میں ارسالِ یدین

سوال[۲۳۴۲]: مسلکِ مالکی میں کیا ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں، یہ کس حدیث پر عمل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حافظ ابن حجر نے فتح الباری، باب وضع الیمنی علی الیسری فی الصلوۃ: ۲/۱۸۶ میں امام مالک کی تین روایتیں نقل کی ہیں: اول جمہور کے موافق ہے یعنی وہی ترجمۃ الباب ہے(۲)، ثانی ارسال ہے، ثالث فرض اور نفل میں تفصیل ہے یعنی نفل میں وضع اور فرض میں ارسال ہے جیسا کہ اوجز المسالک شرح موطا امام مالک: ۱/۲۱۷ میں مذکور ہے(۳)۔

"قال ابن عبد البر: لم یأت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیہ خلاف، وھو قول الجمھور من الصحابۃ والتابعین، وھو الذی ذکرہ مالک فی الموطا، ولم یحک ابن المنذر وغیرہ عن مالک، وروی ابن القاسم عن مالک الإرسال، وصار إلیہ أکثر أصحابہ، وعنہ التفرقۃ بین الفریضۃ والنافلۃ، ومنھم من کرہ الإرسال، ونقل ابن الحاجب أن ذلک حیث

---

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصلوٰۃ، باب صفۃ الصلوٰۃ: الفصل ۱/۷۶، قدیمی)

"ووضع الرجل یمینہ علی یسارہ تحت سرتہ آخذاً رسغھا بخنصرہ وإبھامہ، ھو المختار. وتضع المرأۃ والخنثی الکف علی الکف تحت ثدیھا" (الدرالمختار، کتاب الصلوۃ، فصل فی بیان تالیف الصلوۃ إلی انتھائھا: ۱/۴۸۶، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ، کتاب الصلوۃ، الباب الرابع فی صفۃ الصلوۃ، الفصل الثالث فی سنن الصلوۃ وآدابھا: ۱/۷۳، رشیدیہ)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوۃ، باب صفۃ الصلوۃ: ۱/۵۳۸، رشیدیہ)

(۲) (باب وضع الیمنی علی الیسری فی الصلاۃ: ۲/۲۸۵، قدیمی)

(۳) "والثانی یضع فی النافلۃ دون الفریضۃ، وھو روایۃ عنہ". (أوجز المسالک شرح الموطا، وضع الیدین: ۱/۲۱۷، مکتبہ یحیویہ سہارنفور)

بمسند معتمد فقصد الراحة اھ". فتح (۱)۔

اس عبارت سے حسب تصریح ابن عبدالبر یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ترجمۃ الباب کے خلاف منقول نہیں، لیکن سعایہ میں طبرانی کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے:

"من حدیث معاذ رضی اللہ تعالی عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کان إذا دخل فی الصلوۃ رفع یدیہ حیال أذنیہ، فإذا کبر أرسلهما اھ" (۲)۔

اور ایک حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اثر یعنی عمل نقل کیا ہے پھر ان دونوں کا جواب دیکر لکھا ہے:

"ومن ههنا قال بعض المحققین: إن الإرسال لا یثبت من طریق: لا صحیح و لاضعیف، وللمولانا علی القاری المکی رسالۃ حقق فیها ثبوت الوضع وزیف الإرسال اھ".

سعایہ: ۲/۱۵۶ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۲/۹۵ھ

صحیح: عبداللطیف، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

زیر ناف ہاتھ باندھنے کو غلط کہنے والے کا جواب

سوال [۲۳۰۲]: حالتِ نماز میں زیر ناف ہاتھ باندھنا غلط ہے اور سینہ پر ہاتھ باندھنا صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ نے زیر ناف ہاتھ باندھنے کو غلط بتایا ہے، اس کی کیا دلیل ہے؟ ظاہر ہے کہ آپ نے اپنی طرف سے تو یہ حکم لگایا نہیں ہوگا، کہیں سے اجتہاد تو کیا نہیں ہوگا، دین کے مسئلہ میں رائے اور عقل دی نہیں ہوگی، ضرور آپ کے پاس اس بات کی حدیث ہوگی اور وہ قوی ہوگی، ضعیف پر تو عمل کرتے نہ ہوں گے۔ اب اس مسئلے سے متعلق پوری حدیث سند اور حوالے کے ساتھ تحریر فرمائیں کیونکہ بغیر دلیل اور بغیر حدیث کے اس قسم کی باتیں کرنا کوئی اچھا

---

(۱) (فتح الباری، کتاب الأذان، باب وضع الیمنی علی الیسری فی الصلاۃ: ۲/۲۸۵، قدیمی)

(۲) (السعایۃ، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ: ۲/۱۵۵، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۳) (السعایۃ، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ: ۲/۱۵۶، سہیل اکیڈمی لاہور)

کام نہیں ہے بلکہ گمراہی پھیلانا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو، ہم کو سب کو گمراہ ہونے اور گمراہ کرنے سے بچائے اور ہادیٔ عالم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال واعمال کے اتباع کی توفیق دے اور دین کی سمجھ عطا فرمائے۔

آمین! فقط۔ والسلام۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

ہاتھ سینہ پر باندھنا

سوال[۲۲۶۵]: سینہ پر ہاتھ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مرد کو ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے اور عورت کو سینہ پر، اگر مرد نے سینہ پر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھی تب بھی نماز ادا ہو جائے گی، مگر تارکِ سنت ہوا(۱)۔

"ووضع يمينه على يساره تحت سرته مستفتحاً لما روينا، وهو سنة القيام". زيلعي، ص: ۱۱۱ (۲)۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۳/۵۴ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مفتی عنہ مدرسہ مظاہر علوم، ۱۵/ ذی الحجہ/۵۴ھ۔

نماز شروع کرتے وقت "بسم اللہ"

سوال[۲۲۶۶]: جب کوئی مصلی پر نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو تو بسم اللہ شریف پڑھنے کا حکم ہے یا

---

(۱) "ترك السنة لا يوجب فساداً ولا سهواً، بل إساءة لو عامداً غير مستخف، وقالوا: الإساءة أدون من الكراهة". (الدر المختار)

وفي رد المحتار: "(قوله: عامداً غير مستخف) فلو غير عامد فلا إساءة أيضاً، بل تندب إعادة الصلوة". (كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة: ۱/۴۷۴، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۰۹، امداديه ملتان)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۲۴، رشيديه)

(۲) (تبيين الحقائق للزيلعي، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۸۹، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا تقدم تخريجه تحت عنوان: "نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا")

نہیں اور اگر حکم ہے تو کتب نماز میں درج کیوں نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کھڑے ہونے کے وقت بسم اللہ شریف پڑھنے کا حکم نہیں بلکہ الحمد شریف شروع کرنے کے وقت حکم ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

ثناء کی حیثیت

سوال[۲۲۶۷]: ثناء ہر نماز میں یک حیثیت رکھتی ہے یا سنت ونفل میں دوسری اور فرض نماز میں کوئی اور؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فرض، سنت، وتر، نفل، غرض ہر نماز میں پہلی رکعت میں ثناء پڑھی جاوے گی، سب میں حیثیت ایک ہی ہے: "وثنی کل مصل الخ"۔ نور الایضاح(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۶/۹۵ھ۔

---

(۱) "وفي ذكر التسمية بعد التعوذ إشارة إلى محلها، فلو سمى قبل التعوذ أعادها بعده لعدم وقوعها في محلها، ولو نسيها حتى فرغ من الفاتحة، لا يسمي لأجل فوات محلها". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۴۵، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة: ۱/۴۹۰، سعيد)

(۲) (نور الإيضاح مع مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في كيفية ترتيب أفعال الصلوة، ص: ۲۸۱، قديمي)

"عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إذا استفتح الصلوة قال: "سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك ولا إله غيرك"". (سنن أبي داود، كتاب الصلوة، باب من رأى الاستفتاح بسبحانك: ۱/۱۲۰، دار الحديث ملتان)

"وقد تقدم أنه سنة لرواية الجماعة أنه كان صلى الله تعالى عليه وسلم يقول إذا افتتح الصلوة، أطلقه فأفاد أنه يأتي به كل مصل إماماً كان أو مأموماً أو منفرداً". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۴۳، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الرابع في صفة الصلوة، الفصل الثالث في سنن الصلوة وآدابها وكيفيتها: ۱/۷۳، رشيدية)

ثناء پڑھنے کا وقت

سوال [۲۳۶۸]: زید امامت کے لئے کھڑا ہوا اور "قد قامت الصلوۃ" پر نیت باندھ لی، مقتدی ودیگر حضرات نے بعد تمام اقامت فوراً نیت باندھی، لیکن امام کے سورۃ فاتحہ شروع کرنے کی وجہ سے ثناء نہیں پڑھ سکے، یہ زید کی عادت ہے کہ ثناء پڑھنے کی مہلت نہیں دیتا۔ بعض نے زید سے اعتراض کیا کہ اے زید امام! ہم تمام مقتدی کب ثناء پڑھیں؟ زید جواب دیتا ہے کہ ثناء نہ پڑھی جائے تو کوئی بات نہیں، اگر ثناء پڑھنا ہو تو "قد قامت الصلوۃ" پر فوراً میرے ہمراہ نیت باندھو اور ثناء پڑھو، اور ثناء کی ذمہ داری میرے اوپر نہیں ہے۔ عمر سوال کرتا ہے زید سے کہ مقتدیوں کو اقامت کا جواب بھی دینا ہوتا ہے، زید کہتا ہے کہ اقامت کا جواب نہیں دینا چاہئے۔ عمر زید سے کہتا ہے کہ اگر ہم لوگ "قد قامت الصلوۃ" پر نیت باندھ لیں اور لیکن تکبیر کب نیت باندھے اور کب ثناء پڑھے؟ تو زید کہتا ہے کہ زیادہ بولو نہیں ورنہ نکال کر چھوڑوں گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"وشروع الإمام في الصلوة مذ قيل: قد قامت الصلوة، ولو أخر حتى أتمها لا بأس به إجماعاً، وهو قول الثاني والثلاثة، وهو أعدل المذاهب، كما في شرح المجمع لمصنفه. وفي القهستاني معزياً للخلاصة: أنه الأصح اهـ". در مختار. "(قوله: وهو) أي التأخير المفهوم من قوله: أخر (قوله: إنه الأصح)؛ لأن فيه محافظة على فضيلة متابعة المؤذن وإعانة له على الشروع مع الإمام اهـ". رد المحتار: ۱/۴۷۹(۱)۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ امام کے لئے مناسب یہ ہے کہ اقامت ختم ہونے پر نماز شروع کرے تاکہ مکبر امام کی متابعت بروقت کرلے۔ امام کو جواب کا وہ طریقہ نہیں اختیار کرنا چاہئے جو سوال میں مذکور ہے، ثناء پڑھنا سنت ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱/۹۳ھ۔

---

(۱) (الدر المختار، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۷۹، سعید)

(وکذا في البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۴۳، رشیدیه)

(وکذا في تبيين الحقائق، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۸۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(وکذا في النهر الفائق، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۰۳، مكتبه امداديه ملتان)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "ثناء کی حیثیت")

سری نماز میں ثناء کا حکم

سوال[۲۲۶۹]: سری نماز میں مقتدی کو پہلی رکعت میں رکوع سے تھوڑی دیر پہلے آکر ملنے تک ثناء پڑھنے کی گنجائش ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

مقتدی کے لئے ثناء کا پڑھنا

سوال[۲۲۷۰]: امام قرأت کر رہا ہے تو مقتدی کو ثناء پڑھنا کیسا ہے؟ اسی طرح سری نماز میں جب یہ یقین ہو کہ امام قرأت کر رہا ہے تو مقتدی کا ثناء پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جہری نماز میں امام کے قرأت شروع کرنے کے بعد مقتدی ثناء نہ پڑھے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "أدرک الإمام في القيام يثني ما لم يبدأ بالقراءة، وقيل: في المخافتة يثني، ولو أدركه راكعاً أو ساجداً، إن أكبر رأيه أنه يدركه، أتى به". (الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة: ۱/۴۸۸، ۴۸۹، سعيد)

(وكذا في منحة الخالق على البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۴۰، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۰۸، مكتبه إمداديه ملتان)

(وكذا في حاشية العلامة الشيخ الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۸۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "وقرأ سبحانك اللّٰهم تاركاً مقتصراً عليه، إلا إذا شرع الإمام في القراءة، سواء كان مسبوقاً أو مدركاً، وسواء كان إمامه يجهر بالقراءة أو لا، فإنه لا يأتي به". (الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة: ۱/۴۸۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۴۰، رشيديه)

(وكذا في حاشية العلامة الشيخ الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۸۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۰۸، مكتبه إمداديه ملتان)

نماز شروع ہونے کے بعد مقتدی آیا وہ ثناء کب پڑھے؟

سوال [۲۳۷۱]: امام نے جہری نماز میں قرأت شروع کردی اس کے بعد زید نماز میں آکر ملا تو وہ اب ثناء کب پڑھے؟

غلام رسول حاجی اسماعیل بڑکیسر ضلع سورت۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر سورت شروع کردی ہے تو زید ثناء نہ پڑھے(۱)، اگر فاتحہ شروع کی ہے اور امام کے سکتات اور آیات کے وقف کے وقت پڑھ سکتا ہے تو پڑھے ورنہ نہ پڑھے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۴/۳/۶۲ھ۔

ثناء کے آخر میں "ک" پر زبر ہے یا جزم؟

سوال [۲۳۷۲]: نماز میں جو ثناء پڑھتے ہیں ثناء کے آخر میں "ولا إله غيرك" پڑھنا چاہئے یا "غيرکْ" پڑھا جائے؟ کتاب اور سنت کی روشنی میں مطلع فرماویں۔

---

(۱) "ثم اعلم أن الثناء يأتي به كل مصل، فالمقتدي يأتي به مالم يشرع الإمام في القراءة مطلقاً الخ".

(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في بيان سننها، ص: ۲۵۹، قديمي)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تاليف الصلوة: ۱/۴۸۸، ۴۸۹، سعيد)

(وكذا في منحة الخالق على البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۳۰، رشيديه)

(وكذا في حاشية الإمام الشيخ الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۸۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "وقال بعضهم يأتي بالثناء عند سكتات الإمام كلمة كلمة، وعن الفقيه أبي جعفر الهندواني: إذا أدرك الإمام في الفاتحة يثني بالاتفاق". (الحلبي الكبير، صفة الصلوة، ص: ۳۰۳، سهيل اكيڈمي لاهور)

(وكذا في مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في كيفية ترتيب، ص: ۲۸۶، قديمي)

والترمذی: ۱/ ۵۸، آثار السنن، ص: ۹۶ (۱)۔

آمین بالجہر

سوال[۲۲۵۵]: آمین حدیث شریف سے جہر سے یا آہستہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کے متعلق حدیثیں دونوں قسم کی ہیں، بعض میں بالجہر ہے، بعض میں بالسر(۲)، امام ابوحنیفہ رحمہ

---

(۱) (آثار السنن، باب ترک الجہر بالتأمین، ص: ۹۶، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(ومسند الإمام أحمد بن حنبل: ۵/ ۴۱۳، رقم الحدیث: ۱۸۹۳۴، دار إحیاء التراث العربي، بیروت)

(وسنن الترمذي، أبواب الصلوة، باب ما جاء في التأمین: ۱/ ۵۸، سعید)

"وأن یخفي الإمام سراً كالمؤتم والمنفرد والتأمین وهو سنة ولو من مقتد في نحو جمعة وعید". (الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل في بیان تألیف الصلوة: ۱/ ۴۹۲، سعید)

"إذا فرغ من الفاتحة قال: آمین والسنة فیه الإخفاء، كذا في المحیط". (الفتاوی العالمكیریة، كتاب الصلوة، الباب الرابع، الفصل الثاني في بیان سنن الصلوة وآدابها وكیفیتها: ۱/ ۷۴، رشیدیة)

(۲) "عن وائل بن حجر رضي الله تعالیٰ عنه قال: صلی بنا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، فلما قرأ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین قال: "آمین" وأخفی بها صوته". (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۵/ ۴۱۳، رقم الحدیث: ۱۸۹۳۴، دار إحیاء التراث العربي)

(وآثار السنن، باب ترک الجہر بالتأمین، ص: ۹۴، مکتبہ امدادیہ ملتان)

"عن أبي هریرة رضي الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "إذا أمّن الإمام فأمّنوا، فإنه من وافق تأمینه تأمین الملائكة، غفر له ما تقدم من ذنبه". قال ابن شهاب: وكان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یقول: "آمین". (صحیح البخاري، كتاب الأذان، باب جهر الإمام بالتأمین: ۱/ ۱۰۸، قدیمي)

"عن حجر بن عنبس عن وائل بن حجر رضي الله تعالیٰ عنه قال: سمعت النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قرأ ولا الضالین فقال: "آمین" یمدّ بها صوته". (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۵/ ۴۱۲، رقم الحدیث: ۱۸۹۴۲، دار إحیاء التراث العربي، بیروت)

اللہ تعالیٰ ، امام مالک رحمہا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آمین بالسر کہا جائے۔ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آمین بالجہر کہی جائے ، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دو قول ہیں: قول قدیم امام احمد کے موافق ہے اور قول جدید امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ کے موافق ہے(۱)۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۱۲/۵۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف غفی عنہ، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۵/ ذی الحجہ/ ۵۳ھ۔ سعید احمد غفرلہ۔

آمین بالجہر، رفع یدین میں اختلاف اولویت کا ہے

سوال[۲۳۷۸]: آج تک بعض علمائے دین سے قرأت خلف الامام، رفع یدین، آمین بالجہر وغیرہ مختلف فیہ مسائل کے بارے میں ہم لوگ یہ سنتے تھے کہ اس میں قرأت خلف الامام کے علاوہ باقی تمام مسائل میں اختلاف اولویت وغیر اولویت میں ہے، لیکن شامی میں بحوالہ مکحول امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے رفع یدین کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے،

---

(۱) "قال سرا، هذا هو قول مالك في رواية عنه، والشافعي في قوله الجديد: إن المنفرد والإمام والمأموم كلهم يسر بآمين جهرية كانت الصلوة أو سرية. ... في صفحة مائة و خمسة و سبعين".

"وذهب الشافعي في المشهور عنه المختار عند جمهور أصحابه وأحمد وعطاء وغيرهم إلى أن الجهر للإمام في الجهرية مسنون الخ". (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلوة، صفة التأمين: ۲/۱۷۳، ۱۷۵، سهيل اكيدمي لاهور)

"وقال مالك: يؤمن المقتدي فقط سراً، وهكذا مروي عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى في موطا محمد، والرواية الثانية عن أبي حنيفة وهو مختار صاحبيه أن يأتي به الإمام والمقتدي سراً. والقول القديم للشافعي رحمه الله تعالى أن يجهر الإمام ويسر المقتدي، وفي الجديد جهرهما، وبه قال أحمد بن حنبل رحمه الله تعالى، ولم أجد تصريح الجهر عن المالكية، بل صرح في المدونة بالإخفاء". (فتح الملهم شرح الصحيح لمسلم، كتاب الصلوة، باب التسميع والتحميد والتأمين: ۲/۹، المكتبة الرشيدية، كراتشي)

(وكذا في عمدة القاري، كتاب الأذان، باب جهر الإمام بالتأمين: ۶/۵۰، إدارة الطباعة المنيرية بيروت)

نیز اسی جگہ تحریر ہے کہ مکروہ ہے(۱)، لفظ "مکروہ" مطلق ہے جس سے ذہن میں جاہر مکروہ تحریمی کی طرف ہوتا ہے۔ صحیح نوعیت بیان فرمائی جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام جصاص رازی(۲) وسرخسی رحمہما اللہ وغیرہ نے اس کو اختلافِ اولویت ہی قرار دیا ہے، مفسدِ صلوٰۃ قرار نہیں دیا، یہی روایت امام صاحب کی روایتِ مشہورہ متواترہ ہے، روایتِ مکحول اس کے مقابلہ میں قابلِ احتجاج نہیں۔ علامہ شامی نے روایتِ مرفوعہ نقل کی ہے اس سے نماز باطل ہوجاتی ہے(۳)، مگر ملا علی قاری(۴) اور علامہ پٹنی نے اس کو موضوع لکھا ہے(۵)، اس لئے نہ یہ روایت سندِ صحیح سے ثابت ہے، نہ امامِ اعظم کی طرف اس کی نسبت سندِ صحیح سے ثابت ہے۔ مکروہ کے متعلق تحقیق یہ ہے:

---

(۱) "(قوله: إلا في سبع) إشارة إلى أنه لا يرفع عند تكبيرات الانتقالات خلافاً للشافعي وأحمد، فيكره عندنا، ولا يفسد الصلوٰة إلا في رواية مكحول عن الإمام". (رد المحتار، كتاب الصلوٰة، فصل في بيان تأليف الصلوٰة: ۱/۵۰۶، سعيد)

(۲) "وأما ما ليس بفرض فهم مخيرون في أن يفعلوا ما شاؤوا منه، وإنما الخلاف بين الفقهاء فيه في الأفضل منه" (أحكام القرآن للجصاص، تحت آية: ﴿يا أيها الذين آمنوا كتب عليكم الصيام﴾. البقرة: ۱۸۳، الآية. باب كيفية شهود الشهر: ۱/۲۰۳، دار الكتاب العربي بيروت)

(وكذا في مرقاة شرح مشكوٰة المصابيح، كتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة، تحت رقم هذا الحديث: ۷۹۳: ۲/۵۰۲، رشيدية)

(۳) "(قوله: إلا في سبع) أشار إلى أنه لا يرفع عند تكبيرات الانتقال، خلافاً للشافعي وأحمد، فيكره عندنا ولا يفسد الصلوٰة إلا في رواية مكحول عن الإمام" (رد المحتار: ۱/۵۰۶، باب صفة الصلوٰة، آداب الصلوٰة، مطلب في إطالة الركوع للجائي، سعيد)

(۴) "ومن ذلك أحاديث المنع من رفع اليدين في الصلوٰة عند الركوع والرفع منه، كلها باطلة، لا يصح منها شيء" (الموضوعات الكبرى للعلامة ملا علي القاري، ص: ۳۵۳، قديمي)

(۵) (تذكرة الموضوعات، باب الصلاة وإثم تاركها، والخشوع فيها، وتحسينها، والصف الأول، والتنوير في الفجر، ورفع اليدين والجهر، والسرعة فيها ونحو ذلك، ص: ۳۹، الإدارة المنيرية، مصر)

"وإذا ذكروا مكروهاً فلا بد من النظر في دليله". شامی (۱) اس لئے مکروہ تحریمی قرار دینا دشوار ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۴/۸۷ھ۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۴/۸۷ھ۔

مقتدیوں کی اطلاع کے لئے کسی کو آمین بالجہر کے لئے متعین کرنا

سوال [۱۷۴۴]: امام صاحب بکر کو حکم دیتے ہیں کہ میری آواز دور تک نہیں جاتی لہٰذا تم آمین زور سے (بالجہر) کہہ دیا کرو تا کہ دوسرے لوگ اس کی آمین سن کر آمین کہیں جو حنفی مسلک کے خلاف ہے، امام صاحب ضعیف آدمی ہیں۔ ایک مرتبہ انہوں نے بوجہ کثرتِ جماعت بکر کو کہا کہ تم آمین بالجہر کہنا تا کہ باقی مقتدیوں کو پتہ چل جائے۔ لوگوں نے اس پر اعتراض کیا، امام صاحب نے جواب دیا کہ بکر بھی مقتدی ہے اس کو آمین جہراً کہنا جائز ہے، تمام ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ میں اختلاف افضلیت میں ہے، احناف کے نزدیک سراً افضل ہے اور شوافع کے نزدیک جہراً افضل ہے، جیسا کہ اطلاعِ امام کے لئے سبحان اللہ کہنا شارع علیہ السلام سے ثابت ہے۔ اس پر عوام الناس نے شور مچایا ہے، امام صاحب غیر مقلد ہیں، حالانکہ امام صاحب نے آمین بالجہر کو نہ سنت مؤکدہ کہا ہے، نہ اس کے تارک کو مجرمِ اسلام کہا ہے، بلکہ ایک دفعہ واقعہ ہوا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس اطلاع کے لئے آمین بالجہر کہنے کی کیا ضرورت ہے، جب کہ حنفیہ کے نزدیک آمین آہستہ کہنا سنت ہے بالجہر سنت نہیں (۲) تو پھر بالجہر کہہ کر یا کسی مقتدی سے کہلوا کر شور و شغب کا دروازہ کھولنا قرینِ

---

(۱) والعبارة بأسرها: "فحيث إذا ذكروا مكروهاً، فلا بد من النظر في دليله، فإن كان نهياً ظنياً يحكم بكراهة التحريم إلا لصارف للنهي عن التحريم إلى الندب، فإن لم يكن الدليل نهياً بل كان مفيداً للترك الغير الجازم، فهي تنزيهية". (رد المحتار: ۱/۱۳۲، كتاب الطهارة، مطلب في تعريف المكروه وأنه قد يطلق على الحرام والمكروه تحريماً وتنزيهاً، سعيد)

(۲) "ويخفونها": أي يخفي الإمام والمقتدون آمين، لقول ابن مسعود رضي الله تعالى عنه: أربع يخفيهن الإمام: التعوذ والتسمية وآمين وربنا لك الحمد". (الحلبي الكبير، ص: ۳۰۹، سهيل اكيدمي لاهور) =

دانشمندی نہیں اور محض ایک مرتبہ آمین بالجہر کہنے سے مقتدیوں کا امام کو غیر مقلد کہنا بھی صحیح نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/ شعبان/ ۶۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

آمین بالجہر سے دوسروں کی نماز پر اثر

سوال [۲۲۸۰]: ہم حنفیوں کی جماعت میں اہلِ حدیث مسلک کے لوگ شریکِ نماز ہو کر الحمد کے بعد آمین بالجہر اپنے طریقہ کے مطابق بلند آواز سے کہتے ہیں، کیا بلند آواز سے کہنے سے ہماری نماز میں تو کوئی خرابی نہیں آئی اور ان کو مسجد میں آنے سے روکنے کا حق ہم لوگوں کو ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان کے زور سے آمین کہنے کی وجہ سے حنفیوں کی نماز خراب نہیں ہوگی، اگر وہ کوئی فتنہ وفساد نہیں کرتے، مسجد میں آ کر صرف اپنے طریقہ پر نماز پڑھتے ہیں تو ان کو مسجد میں آنے سے نہ روکیں نہ ان سے بحث کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۰/۹/۸۷ھ۔

جواب صحیح ہے، لیکن اہلِ حدیث حضرات کے نزدیک بھی بالجہر آمین کہنا ضروری نہیں ہے، بلکہ صرف اتنی آواز سے کہنا کافی ہے کہ پاس کا آدمی سن سکے، اس لئے بجائے زور سے چیخنے کے بجائے جہرِ ادنیٰ پر کفایت کرنی چاہئے اور حنفیوں کی رعایت کرنی چاہئے، کیونکہ اس چیخنے سے یقیناً حنفیوں کی توجہ نماز سے ہٹ کر اس آواز پر جائے گی، لہٰذا یہ طریقہ مذموم ومعیوب ہوگا۔ فقط۔

بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۳/۹/۸۷ھ۔

"أن الإسرار بها سنة أخرى". (رد المحتار: ۱/۴۷۶، کتاب الصلاة، مطلب في التبليغ خلف الإمام، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۵۴۴، ۵۴۶، ۵۴۷، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، رشيديه)

رفع یدین

سوال [۲۲۸]: رفع یدین کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: بندہ ابوذر محمد بہاری مظفرپوری بہاری۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

رفع یدین سات جگہ سنت مؤکدہ ہے: تکبیر تحریمہ کے وقت، دعائے قنوت، تکبیرات عیدین، استلام حجر، صفا ومروہ، عرفات، جمرات۔

"ولا يسن رفع يديه إلا في سبع مواطن كما ورد: تكبيرة افتتاح وقنوت وعيد واستلام والصفا والمروة وعرفات والجمرات" (در مختار: ۱/۴۸۸)(۱)۔

ان مواقع کے علاوہ سنت مؤکدہ نہیں اور عام نمازوں میں بجز تکبیر تحریمہ اور کسی جگہ سنت نہیں۔ فقط والله سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۱۲/۵۴ھ۔

صحیح: عبد اللطیف غفی عنہ، مدرسہ مظاہر علوم، ۸/ ذی الحجہ ۵۴ھ۔ سعید احمد غفرلہ۔

رفع یدین

سوال [۲۲۹]: رفع یدین کرنا چاہیے یا نہیں؟ اگر نہیں کرنا چاہیے تو دلیل کیا ہے کہ کن کتابوں سے ثابت ہے یا نہیں؟

---

(۱) (الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة: ۱/۵۰۶، سعيد)

"عن علقمة قال: قال عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه: ألا أصلي بكم صلوة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فصلى فلم يرفع يديه إلا في أول مرة" (سنن الترمذي، أبواب الصلوة، باب رفع اليدين عند الركوع: ۱/۵۹، سعيد)

(وسنن أبي داود، كتاب الصلوة، باب من لم يذكر الرفع عند الركوع: ۱/۱۱۶، دار الحديث ملتان)

(إعلاء السنن، كتاب الصلوة، باب ترك رفع اليدين في غير الافتتاح: ۳/۴۵، إدارة القرآن كراچي)

"عن الأسود قال: رأيت عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه يرفع يديه في أول تكبيرة ثم لا يعود". رواه الطحاوي وقال: هو حديث صحيح اهـ". وفي الدراية: رجاله ثقات". (إعلاء السنن، كتاب الصلوة، باب ترك رفع اليدين في غير الافتتاح: ۳/۴۸، إدارة القرآن كراچي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

تکبیر افتتاح کے علاوہ نماز میں رفع یدین نہیں ہے

"عن علقمة قال: قال عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه: ألا أصلي بكم صلوة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فصلى فلم يرفع يديه إلا في أول مرة". رواه الثلاثة، وهو حديث صحيح". آثار السنن: ۱/۹۹(۱)۔

عورت کے ذمہ نمازِ عید اور رفع یدین وغیرہ

سوال [۲۶۹۳]: میں نے سنا ہے کہ عورت نماز عید، نماز جمعہ و نماز جنازہ نہیں پڑھ سکتی اور عورت پر واجب نہیں، اس کے متعلق جلد آگاہ کریں۔ عورت اگر نماز عید با جماعت پڑھ سکتی ہے تو کیا جماعت کی حدیث کیا دلیل ہے، جو قرآن میں سے حکم نکال کر دکھائی ہے اور کہتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف اللہ اکبر کہہ کر نماز پڑھنے کا حکم فرمایا ہے، یہ نہیں کہ تمام نماز کو بیان کرتے ہیں تو اگر کسی رکعت قرآن پاک سے واسطے اللہ پاک کے منہ طرف کعبہ شریف کے اور اللہ اکبر کہنا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ رفع یدین کو قصداً کیا ہے اور ہمیشہ کے لئے کیا ہے۔ آپ ہم کو بتلائیں کہ قرآن پاک میں کس جگہ لکھا ہے؟

---

(۱) (آثار السنن، باب ترك رفع اليدين في غير الافتتاح، ص: ۱۳۲، امدادیہ ملتان)

(وسنن أبي داود، كتاب الصلوة، باب من لم يذكر الرفع عند الركوع: ۱/۱۱۶، دار الحديث ملتان)

(وسنن الترمذي، أبواب الصلوة، باب رفع اليدين عند الركوع: ۱/۵۹، سعيد)

"ولا يسن رفع يديه إلا في سبع مواطن". (الدر المختار)

"(قوله: إلا في سبع) إشارة إلى أنه لا يرفع عند تكبيرات الانتقالات، خلافاً للشافعي وأحمد، فيكره عندنا ولا يفسد الصلوة إلا في رواية مكحول عن الإمام". (رد المحتار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/۵۰۶، سعيد)

(وكذا في إعلاء السنن، كتاب الصلوة، باب ترك رفع اليدين في غير الافتتاح: ۳/۵۳، إدارة القرآن كراچی)

قرار دیا ہے...... کتب سے بد ظن کرنا مقصود ہے، یا اپنے مسائل کتب مذکورہ سے ثابت کرنا ہے، یہ بتائیے کہ ان اذانوں کا عمل اپنی کتب میں نہیں، دو چھاور مقصد ہے تاکہ اس کے مطابق جواب تحریر کیا جائے۔ ہم مختصراً عرض ہے کہ اوجز المسالک شرح موطا امام مالک: ۱/۲۰۲ میں رفع یدین کی متعدد حدیثیں شمار کرتے ہوئے لکھا ہے:

"وزاد من رسالة نف: إلى كعصر.... وغيرهم كانوا يصلون مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، وأصحابهم تحت ثيابهم، فأمروا أن يرفع فسقطوا"(۱)۔ مجیب صاحب نے اس کا حوالہ نہیں دیا کہ کس کتاب میں ہے اور اعتراض مقصود ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

رفع یدین، آمین بالجہر، قرأت فاتحہ، تراویح

سوال [۲۲۸۵]: ۱: زید امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے اور عمر نہیں پڑھتا، اور دونوں اپنے کو محمدی کہتے ہیں، اب دریافت طلب یہ ہے کہ شریعت محمدیہ کے مطابق کس کی نماز صحیح ہوئی اور کس کی نہیں؟

۲. بکر آمین بالجہر کا قائل ہے اور زید آمین بالجہر کا قائل نہیں، کس کا عمل اور قول صحیح ہے؟

۳. رفع یدین کرنا شریعت محمدیہ کے مطابق ہے یا نہیں؟

۴... زید صلوٰۃ عیدین میں بارہ تکبیر کہتا ہے اور عمر چھ تکبیروں کا قائل ہے۔ آخر صحیح حدیث کیا ہے؟

۵. بیس رکعات تراویح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مرفوعاً ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱... سوال واضح نہیں، زید اور عمر میں جو اختلاف ہے وہ سری نماز میں ہے یا جہری نماز میں۔ یہ بھی معلوم نہ ہوسکا کہ محمدی کا کیا مصداق ہے، آیا نسبت حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ہے یا کسی اور امام کی طرف، جیسے امام محمد بن حسن یا امام محمد بن ادریس رحمہما اللہ؟ یہ لفظ کتب حدیث میں تو کہیں نہیں ملا۔ آپ کے سوال سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ محاکمہ چاہتے ہیں، تو وہ موقوف ہے ہر دو کے دلائل کے معلوم ہونے پر۔ آپ نے کسی کی دلیل بھی نہیں لکھی۔

۲... یہاں بھی دونوں کی دلیل لکھئے تب محاکمہ کا سوال کیجئے۔

---

(۱) (اوجز المسالک شرح موطا مالک، افتتاح الصلوٰۃ، رفع الیدین عند الرکوع وغیرہ: ۱/۲۰۲، المکتبۃ الیحیویۃ سہارنپور یوپی الہند)

کا فرض نہیں ہوتا کیونکہ جو شخص صحیح تلفظ ادا نہیں کرپاتا وہ مجبور ہے، اس کو صحیح ادا کرنے کی کوشش لازم ہے(۱)، جب تک صحیح ادا نہ کرسکے اس کو "سبحان ربی الکریم" پڑھنا چاہئے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۹/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۹/۸۸ھ۔

رکوع، سجدہ کی تسبیح کا موقع نہ ملے تو کیا کرے؟

سوال[۲۲۴۶]: مقتدی نے رکوع وسجود میں تین تسبیح نہیں کہی کہ امام نے تکبیر کہہ دی، ایسی صورتوں میں شرکت ہوگی اور ایسی صورتوں میں امام کی متابعت ضروری ہے یا تسبیح کی مقدار پوری کرے؟ حنفیہ کا صحیح قول کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر امام اتنا تیز رفتار ہے کہ مقتدی تین دفعہ تسبیح رکوع پڑھے تو قومہ نہ پاسکے اور تسبیح سجدہ پڑھے تو دوسرے سجدہ میں پکڑنا مشکل ہوجائے تو ایک تسبیح پر قناعت کرے اور امام کی متابعت کرتا رہے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

= (رد المحتار، کتاب الصلوۃ، باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا، مسائل زلۃ القاری: ۱/۶۳۰، سعید)

(۱) "وکذا من لا یقدر علی التلفظ بحرف من الحروف، أو لا یقدر علی إخراج الفاء إلا بتکرار". (الدر المختار)

"لکن ذلک حکمه مادام یبذل الجهد دائماً، وإلا فلا تصح الصلوۃ به" (رد المحتار، کتاب الصلوۃ، باب الإمامة: ۱/۵۸۲، سعید)

(۲) "السنة في تسبيح الركوع سبحان ربي العظيم، إلا إن كان لا يحسن الظاء فيبدل به الكريم؛ لئلا يجري على لسانه العزيم، فتفسد به الصلوۃ". (رد المحتار، فصل في بيان تأليف الصلوۃ: ۱/۴۹۴، سعيد)

(۳) "ولو رفع الإمام رأسه من الركوع أو السجود قبل أن يتم المأموم التسبيحات الثلاث، وجب متابعته اهـ" (رد المحتار، كتاب الصلوۃ، فصل في بيان تأليف الصلوۃ إلى انتهائها: ۱/۴۹۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوۃ، باب صفة الصلوۃ: ۱/۵۵۴، رشيدية)

رکوع وسجدہ کتنا طویل ہو؟

سوال[۲۲۸۸]: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے رکوع وسجدہ دیر تک کرنا ثابت ہے؟ کیا آج کل امام صاحب اس کا اتباع کرسکتے ہیں یا صرف منفرد کو جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مقتدیوں میں تحمل نہ ہو تو امام کو تین یا پانچ بار تسبیح پر قناعت کرنا چاہیے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۳/۸۸ھ۔

تسمیع وتحمید

سوال[۲۲۸۹]: بہشتی زیور حصہ دوم میں فرض نماز پڑھنے کے طریقے کے بیان میں لکھا ہوا ہے کہ "سمع اللہ لمن حمدہ" کہتے ہوئے کھڑے ہو جاوے(۲) اور بہشتی گوہر میں لکھا ہے کہ منفرد دونوں پڑھے یعنی "سمع اللہ لمن حمدہ" اور "ربنا لک الحمد"۔ جواب دریافت طلب یہ ہے کہ مرد اور عورت کو دونوں پڑھنا چاہیے یا عورت کو صرف "سمع اللہ لمن حمدہ" اور مرد کو دونوں یا صرف "سمع اللہ لمن حمدہ" مرد کے لئے سنت ہے یا دونوں سنت ہیں؟ بعض کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ رکوع سے کھڑے ہو کر منفرد "سمع

= (وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۱۲، امدادیہ ملتان)

(وكذا في السعاية في كشف ما في شرح الوقاية: ۲/۱۸۴، كتاب الصلوة، تسبيح الركوع وتثليثه، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۱) "فالأدنى فيهما ثلاث مرات، والأوسط خمس مرات، والأكمل سبع مرات، كذا في الزاد. وإن كان إماماً، لا يزيد على وجه يمل القوم، كذا في الهداية". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلوة، الفصل الثالث في سنن الصلوة وآدابها وكيفيتها: ۱/۷۴، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۵۰، رشيديه)

(وكذا في السعاية في كشف ما في شرح الوقاية: ۲/۱۸۳، كتاب الصلوة، تسبيح الركوع وتثليثه، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۲) (بہشتی زیور، حصہ دوم، فرض نماز پڑھنے کے طریقے کا بیان، ص: ۱۷، امدادیہ ملتان)

اللہ لمن حمدہ" کہے اور کوئی شخص بات معلوم ہونے کی وجہ سے صرف "سمع اللہ لمن حمدہ" پڑھے، بعد میں معلوم ہوا کہ دونوں پڑھنا چاہیے، اس میں کوئی گناہ تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مرد اور عورت دونوں کو جب کہ وہ منفرد ہوں "سمع اللہ لمن حمدہ، ربنا لک الحمد" پورا پڑھنا چاہیے، اگر مسئلہ نہ معلوم ہونے کی وجہ سے کسی نے صرف "سمع اللہ لمن حمدہ" کہا "ربنا لک الحمد" نہیں کہا تو اس کے ذمہ گناہ نہیں، نماز ہوگئی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۳/۶۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

قومہ کی دعاء

سوال [۲۲۹۰]: يا أيها المفتي ما تقول في هذه المسئلة: رجل حنفي يتبع مذهب أبي حنيفة في جميع الأفعال لكن في الصلوة عند الركوع يقرأ "ربنا لك الحمد حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه" لا من حيث أنه مخالف مذهب أبي حنيفة رحمه الله تعالى بل بوجود ذلك من "ربنا لك الحمد" فقط، فما تقول في هذه المسئلة هل تكون صحيحة أم لا؟ إن كان صحيحة فبكراهة أو بلا كراهة؟

الجواب حامداً ومصلياً:

"ثم يرفع رأسه من الركوع مسمعاً ويكتفي به الإمام، وقالا: يضم التحميد سراً،

---

(۱) "وإن كان مقتدياً يأتي بالتحميد ولا يأتي بالتسميع بلا خلاف، وإن كان منفرداً الأصح أنه يأتي بهما، كذا في المحيط، وعليه الاعتماد، وكذا في التاتارخانية، وهو الأصح، هكذا في الهداية" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الثالث في سنن الصلوة: ۱/۷۴، رشيدية)

(وكذا في مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في كيفية ترتيب أفعال الصلوة، ص: ۲۸۴، ۲۸۳، قديمي)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل: ۱/۴۹۷، سعيد)

ويكتفي بالتحميد المؤتم. وأفضله: اللهم ربنا ولك الحمد، ثم حذف الواو، ثم حذف اللهم فقط. ويجمع بينهما لو منفرداً على المعتمد، يسمع رافعاً ويحمد مستوياً اهـ". الدر المختار۔

"(قوله: وقالا: يضم التحميد) هو رواية عن الإمام أيضاً، وإليه مال الفضلي والطحاوي وجماعة من المتأخرين، معراج عن الظهيرية. واختاره في الحاوي القدسي، ومشى عليه في نور الإيضاح، لكن المتون على قول الإمام. (قوله: ثم حذف اللهم): أي مع إثبات الواو ويبقى رابعة: وهي حذفهما، والأربعة في الأفضلية على هذا الترتيب كما أفاده بالعطف بثم. (قوله: على المعتمد): أي من أقوال ثلاثة مصححة، قال في الخزائن: وهو الأصح، كما في الهداية، والمجمع، والملتقى. وصحح في المبسوط أنه كالمؤتم، وصحح في السراج معزياً لشيخ الإسلام أنه كالإمام، قال الباقاني: والمعتمد الأول اهـ". رد المحتار ص ١/٤٩٧(١)۔

"قال مولانا بحر العلوم: اعلم أنه قد جاء في أدعية القومة زائداً على ما ذكرنا عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا رفع رأسه من الركوع قال: "اللهم ربنا لك الحمد ملء السموات وملء الأرض وملء ما شئت من شيء بعد، أهل الثناء والمجد، أحق ما قال العبد، وكلنا لك عبد، اللهم لا مانع لما أعطيت ولا معطي لما منعت، ولا ينفع ذا الجد منك الجد". رواه مسلم(٢)۔

"وقيد في البذل الدعاء المروي بالتفرد صلى الله عليه وسلم، كذا في باب ما جاء في ما يقول إذا رفع رأسه من الركوع"(٣)۔ فقط ظهر من العبارات المنقولة جواب المسئلة۔

(١) (انظر الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ١/٤٩٧، سعيد)

(٢) (رواه مسلم في صحيحه في كتاب الصلاة، باب ما يقول إذا رفع رأسه من الركوع: ١/١٩٠، قديمي)

(وأبوداود في سننه، في كتاب الصلاة، باب ما جاء في ما يقول إذا رفع رأسه من الركوع: ١/١٢٣، إمداديه)

(٣) "والحديث الذي استدل به محمول على حالة الانفراد في صلوة التطوع" (بذل المجهود، كتاب الصلاة، باب ما جاء في ما يقول إذا رفع رأسه من الركوع: ٢/٩٨، مكتبه إمداديه)

وسط الأدعية في "الحرز الثمين" ص: ۲۶۲(۱)۔ "إذا قام من الركوع، قال: "ربنا ولك الحمد حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه"۔ خ، د، ن، ط"۔ حصن، ص: ۱۰۱(۲)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۳/ جمادی الاولیٰ/ ۵۹ھ۔

قومہ اور جلسہ کی دعاء فرائض میں کیوں نہیں؟

سوال[۲۲۹۰]: قومہ اور جلسہ میں جو دعا پڑھی جاتی ہے، کیا فرض اور واجب نمازوں کے قومہ اور جلسہ میں بھی پڑھی جاتی ہے، اگر نہیں تو کیوں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بعض دعائیں ذرا طویل بھی وارد ہوئی ہیں(۳) وہ عامۃً نوافل میں ثابت ہیں، فرائض میں نہیں، اس

---

(۱) الحرز الثمين للحصن والحصين لعلي بن سلطان محمد الهروي المعروف بالقاري، طبع مكة المكرمة)

(۲) (حصن حصین للجزری رحمہ اللہ تعالیٰ، وإذا قام من الركوع، ص: ۱۰۱، دار الإشاعت)

(ورواه البخاري في صحيحه، في كتاب الأذان، باب بلا ترجمة بعد باب فضل اللهم ربنا ولك الحمد: ۱/۱۱۰، قديمي)

(۳) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان إذا رفع رأسه من الركوع قال: "اللهم ربنا لك الحمد ملء السموات والأرض وملء ما شئت من شيء بعد أهل الثناء والمجد أحق ما قال العبد، وكلنا لك عبد، اللهم لا مانع لما أعطيت ولا معطي لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد" (الصحيح لمسلم، كتاب الصلاة، باب ما يقول إذا رفع رأسه من الركوع: ۱/۱۹۰، قديمي)

(ومن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب ما يقول إذا رفع رأسه من الركوع: ۱/۱۲۳، إمداديه)

"عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يقول بين السجدتين: "اللهم اغفر لي وارحمني وعافني واهدني وارزقني"۔ (أبو داؤد، كتاب الصلاة، باب بين السجدتين: ۱/۱۳۰، إمداديه)

لیے فرائض کے قومہ جلسہ میں وہ نہیں پڑھی جاتیں(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۱۱/۸/۹۰ھ۔

سجدہ میں قرآنی دعائیں پڑھنا

سوال[۲۳۱۲]: نماز میں رکوع سجدہ کی تسبیحات کے بجائے قرآنی دعائیں انفرادی طور پر فرض یا نفل نماز میں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ قرآن کے اندر جو دعائیں مختلف جگہوں پر ہیں ان کو جمع کرکے فرض و نفل نماز میں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز میں رکوع سجدہ میں تسبیحات پڑھی جائیں یہی مناسب ہے، قرآن کریم کی تلاوت سے احتراز کیا

---

* مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (کتاب الأذکار للنووی رحمہ اللہ تعالیٰ: باب ما یقول فی رفع رأسہ من الرکوع وفی الاعتدال، ص: ۷۴، و باب ما یقول فی رفعہ رأسہ من السجود وفی الجلوس بین السجدتین، ص: ۸۴، مکتبہ دار البیان)

(۱) "(قولہ: وما ورد الخ) وبین السجدتین: "اللّٰہم اغفرلی وارحمنی وعافنی واہدنی وارزقنی". (وقولہ: محمول علی النفل): أی تہجد أو غیرہ. ثم الحمل المذکور صرح بہ المشایخ فی الوارد فی الرکوع والسجود، وصرح بہ فی الحلبۃ فی الوارد فی القومۃ والجلسۃ. وقال: علی أنہ إن ثبت فی المکتوبۃ فلیکن فی حالۃ الانفراد أو الجماعۃ، والمأمومون محصورون لایتثقلون بذلک". (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، فصل إذا أراد الشروع: ۱/۵۰۵، سعید)

"ولم یذکر المصنف بین السجدتین ذکراً مسنوناً، وہو المذہب عندنا، وکذا بعد الرفع من الرکوع وما ورد فیہما من الدعاء فمحمول علی التہجد وکذلک بین السجدتین، فقد أحسن حیث لم ینبہ علی الاستغفار صریحاً من قولہ اختیاراً". (البحر الرائق، کتاب الصلوۃ، باب صفۃ الصلوۃ: ۱/۵۶۱، رشیدیہ)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب الصلوۃ، باب صفۃ الصلوۃ: ۱/۳۰۴، سعید)

جائے (۱) اگرچہ قرآنی دعاء پڑھنے سے بھی نماز فاسد نہیں ہوتی (۲) بعض دعائیں حدیث شریف میں آئی ہیں، نوافل میں ان کے پڑھنے میں مضائقہ نہیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲/۹۰ھ۔

---

(۱) قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: "ويكره أن يأتي في ركوعه وسجوده بغير التسبيح (على المذهب)، وما ورد محمول على النفل". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، فصل إذا أراد الشروع: ۱/ ۵۰۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/ ۵۵۴، رشيدية)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/ ۳۰۰، سعيد)

(۲) قراءت سے ممانعت: "عن علي رضي الله تعالى عنه قال: نهاني النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أن أقرأ راكعاً أو ساجداً".

"فيه النهي عن قراءة القرآن في الركوع والسجود، وإنما وظيفة الركوع التسبيح، ووظيفة السجود التسبيح والدعاء، فلو قرأ في ركوع أو سجود كره ولم يبطل صلوته". (الصحيح لمسلم مع شرحه للنووي رحمه الله تعالى، كتاب الصلاة، باب النهي عن قراءة القرآن في الركوع والسجود: ۱/ ۱۹۱، قديمي)

"وتكره قراءة القرآن في الركوع والسجود والتشهد بإجماع الأئمة الأربعة". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في خلف الوعد وحكم الدعاء بالمغفرة للكافر ولجميع المؤمنين: ۱/ ۵۲۳، سعيد)

(۳) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها نبأته أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول في ركوعه وسجوده: سبوح قدوس رب الملائكة والروح". (الصحيح لمسلم، كتاب الصلاة، باب ما يقال في الركوع والسجود: ۱/ ۱۹۲، قديمي)

"عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يكثر أن يقول في ركوعه وسجوده: سبحانك اللهم ربنا وبحمدك اللهم اغفر لي". (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب التسبيح والدعاء في السجود: ۱/ ۱۱۰، قديمي)

مزید تفصیل کے لئے کتاب الأذكار للنووي رحمه الله تعالى، باب أذكار السجود، ص: ۸۱، ۸۲، مكتبة دار البيان، ملاحظہ کریں۔

دونوں سجدوں کے درمیان دعاء کی تفصیل

سوال[۲۴۴۳]: ا.... کیا دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ میں کوئی دعاء پڑھنی چاہئے؟

۲.... کیا دعاء کا پڑھنا فرض ہے، واجب ہے، سنت ہے، مستحب ہے وغیرہ وغیرہ؟

۳.... جلسہ میں اگر کوئی دعاء نہ پڑھی جائے تو نماز میں کوئی قصور تو نہیں آتا؟

۴.... امام کے لئے جلسہ میں دعاء کا پڑھنا کیسا ہے؟ اگر امام یہ دعاء نہ پڑھے تو کیا جماعت میں کوئی قصور تو نہیں آتا؟

۵.... مسجد میں میری نظر سے وقتی(۱) پرچے ہوئے چند مسائل گذرے، جس میں جلسہ کے درمیان یہ دعا پڑھنے کے لئے لکھا ہے: "اللهم اغفرلي وارحمني واهدني وارزقني وارفعني واجبرني"(۲) اور یہ بھی لکھا تھا کہ "جلسہ میں دعا کا پڑھنا سنت ہے اور اگر سنت ترک ہو جائے تو گنہگار ہوتا ہے"۔

۶.... لیکن امام کے پیچھے اتنی طویل دعا کا پڑھنا بھی ذرا مشکل ہے اور اگر خود امام پڑھے تو نمازی مقتدیوں کو یک بار (بوجھ) معلوم ہوتا ہے، ایسی حالت میں شرعی حکم کیا ہے؟

۷.... یا اگر کوئی اور مختصر دعا جو وقت کے لحاظ سے پڑھی جا سکے تحریر فرما دیجئے۔

جملہ امور کی تحقیقات کرکے مطلع فرمائیے، دوبارہ عرض ہے۔ فقط والسلام۔

نعمت اللہ جلال آبادی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"ويجلس بين السجدتين مطمئناً، وليس بينهما ذكر مسنون على المذهب، وما ورد محمول على النفل اھ". درمختار۔ "(قوله: وما ورد الخ) وبين السجدتين: اللهم اغفرلي وارحمني وعافني واهدني وارزقني". رواه أبوداؤد"(۳)۔

"(قوله: محمول على النفل): أي تهجداً أو غيره، ثم الحمل المذكور صرح به

(۱) "دیواروں پر چپکانے کے لئے چھپے ہوئے پرچے"۔ (فیروز اللغات، ص: ۹۳۰، فیروز سنز لاہور)

(۲) (رواه الترمذي في سننه في أبواب الصلاة، باب ما يقول بين السجدتين: ۱/۶۳، سعيد)

(۳) (رواه أبو داؤد في سننه في كتاب الصلاة، الدعاء بين السجدتين: ۱/۱۲۳، امدادیہ)

المصنف ثم هي الاذكار في الركوع والسجود، وصرح به في الحلبة في الاذكار في القومة والجلسة. وقال: فحينئذ إن ثبت في المكتوبة فليكن في حالة الانفراد او الجماعة والمأمومون محصورون لا يتثقلون بذلك، كما نص عليه الشافعية (شامي ۱/۴۸۷)(۱)۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ دونوں سجدوں کے درمیان مطلقاً دعاء کا پڑھنا نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت نہ مستحب، البتہ جب آدمی نوافل پڑھتا ہو یا فرض تنہا پڑھتا ہو تو دعا کا پڑھنا مستحب ہوگا، اور امام کے لئے اس شرط کے ساتھ مستحب ہے کہ مقتدیوں کو گرانی نہ ہو، اگر امام پڑھتا ہے اور مقتدیوں کو بھی وقت مل جاتا ہے تب تو مقتدی بھی پڑھے ورنہ امام کا اتباع کرے، اگر امام پڑھے اور مقتدی نہ پڑھے یا دونوں نہ پڑھیں تب بھی نماز بلا کراہت درست ہوجائے گی، اس دعاء کے چھوڑنے سے نماز میں کوئی کراہت نہیں آتی۔

اگر کسی جگہ اس دعا کو سنت لکھا ہے تو اس سے مراد سنت غیر مؤکدہ ہے جس کو مستحب بھی کہتے ہیں، اس کے چھوڑنے سے گناہ نہیں ہوتا بلکہ سنت مؤکدہ کے چھوڑنے سے گناہ ہوتا ہے اور یہ سنت غیر مؤکدہ بھی مطلقاً نہیں بلکہ نوافل میں ہے یا منفرد کے لئے، اور امام کے لئے اس شرط کے ساتھ ہے جس کا ذکر پہلے آچکا، جب مقتدیوں پر گرانی موجب ہو امام کے لئے مستحب نہیں اور اس حالت میں مقتدیوں کے لئے بھی مستحب نہیں، اگر کوئی مختصر دعا پڑھے تو وہ یہ ہے "رب اغفرلی"(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۱۱/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۶/ذی قعدہ/۵۸ھ۔ صحیح: عبداللطیف، ۶/ذی قعدہ/۵۸ھ۔

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل في إذا أراد الشروع: ۱/۵۰۵، سعيد

"ولم يذكر المصنف بين السجدتين ذكراً مسنوناً وهو المذهب عندنا، وكذا بعد الرفع من الركوع، وما ورد فيهما من الدعاء فمحمول على التهجد. وقال يعقوب: سألت أبا حنيفة رحمه الله تعالى عن الرجل يرفع رأسه من الركوع في الفريضة، أيقول: اللهم اغفرلي؟ قال: يقول: ربنا لك الحمد، ويسكت، وكذلك بين السجدتين. فقد أحسن حيث لم ينهه عن الاستغفار صريحاً من قوة احترازه" (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۵۴۱، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۳۰۷، سعيد)

(۲) (راجع رقم الحاشية: ۳)

نماز میں غیر ماثور دعائیں

سوال [۲۲۹۰]: جو الفاظ قرآن وحدیث سے ثابت ہیں ان کے علاوہ دوسرے الفاظ سے دعاء مانگنا نماز کے اندر درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ "تشبہ بکلام الناس" نہ ہو تو درست ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱۲/۹۰ھ۔

سجدہ میں جاتے وقت گھٹنوں پر ہاتھ ٹیکنا

سوال [۲۲۹۵]: قومہ سے جاتے ہوئے ہاتھوں کو کس جگہ پر رکھا جائے گا؟ آیا "وضع الیدین علی الرکبتین" پر عمل کیا جائے گا یا ارسال یدین پر عمل کیا جائے گا؟ نیز بہشتی زیور کی عبارت کہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے سجدہ میں جائے(۲)، اس پر کوئی حاشیہ اور کسی حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ نیز فقہاء کرام نے بھی اس مسئلہ سے کوئی تعرض نہیں کیا، کسی فقہی کتاب سے یہ مسئلہ ثابت نہیں۔ پھر علمائے ہند حالت مذکورہ میں وضع کو مستحب اور علمائے پاکستان ارسال کو افضل کیوں بتاتے ہیں؟ جیسے کہ احسن الفتاوی کی عبارت سے ظاہر وباہر ہے(۳)۔ پس وضع یا ارسال اگر کسی صحیح حدیث سے ثابت ہو تو تحریر فرمائیں، نیز افضل ومفضول کو بھی تحریر

---

(۱) "عن حذیفة رضی الله تعالی عنه أنه انتهی إلی النبی صلی الله تعالی علیه وسلم فقام إلی جنبه ... وکان یقول بین السجدتین: "رب اغفرلی، رب اغفرلی". (سنن النسائی، کتاب الصلاة، باب الدعاء بین السجدتین: ۱/۱۷۲، قدیمی)

(۲) "ودعا ... بالأدعیة المذکورة فی القرآن والسنة، لا بما یشبه کلام الناس". (الدر المختار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۵۲۳، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۵۶۲، رشیدیة)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب الصلاة، باب صفة ...: ۱/۳۲۰-۳۲۱، سعید)

(۲) (بہشتی زیور، حصہ دوم، نماز کے متفرق مسائل، ص: ۵۳، دار الاشاعت کراچی)

(۳) (احسن الفتاوی، باب صفة الصلوة وما یتعلق بها: ۳/۳۰، سعید)

فرمائیں۔ نیز دونوں شقوں میں سے کونسی شق پر عمل کرنا زیادہ اولیٰ وانسب ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صراحۃً یہ جزئیہ کسی کتاب میں نہیں دیکھا، معمول یہ ہے کہ ہاتھوں کو رانوں اور گھٹنوں پر رکھ کر یعنی سہارا لے کر قومہ سے سجدہ میں پہنچ جاتے ہیں جیسے کہ سجدہ سے اٹھ کر رانوں اور گھٹنوں پر سہارا لے کر کھڑے ہوتے ہیں۔

"ویمکن أن یشم رائحۃ الاستدلال من حدیث: "استعینوا بالرکب" اھـ" الجامع الصغیر (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۷/۱۴۰۲ھ۔

سجدہ میں جاتے ہوئے مقتدی کو تکبیر کہنا

سوال[۲۲۹۶]: امام جب تکبیر کہتے ہوئے سجدہ میں جاتا ہے تو مقتدی تکبیر کہتے ہوئے سجدہ کریں یا بلا تکبیر؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مقتدی بھی تکبیر کہے گا جیسا کہ شامی میں ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۰/۹۵ھ۔

سجدۂ مسنون

سوال[۲۲۹۷]: رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لمبا سجدہ کرتے تھے، کیا اس سے یہ مراد ہے کہ

---

(۱) "عن أبي هریرۃ رضي اللہ تعالیٰ عنہ قال: اشتکی أصحاب النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم إلی النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشقۃ السجود علیہم إذا تفرجوا، فقال: "استعینوا بالرکب". (سنن الترمذي، أبواب الصلوٰۃ، باب ما جاء في الاعتماد في السجود: ۱/۶۳، سعید)

(وسنن أبي داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب الرخصۃ في ذلک: ۱/۱۳۰، دار الحدیث ملتان)

(۲) "وتماما تسعۃ مطلقاً: الرفع لتحریمۃ، والثناء، وتکبیر انتقال اھـ". (الدر المختار).

"(قولہ: وتکبیر انتقال) أي إلی رکوع أو سجود أو رفع منہ". (رد المحتار، کتاب الصلوٰۃ، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲، سعید)

(وکذا في الحلبي الکبیر، کتاب الصلوٰۃ، شروط الصلوٰۃ، ص: ۲۸۰، سہیل اکیڈمی لاہور)

فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جلسہ بین السجدتین کی کیفیت قعود تشہد کی طرح ہے اور قعود تشہد میں دونوں پیروں کا داہنی طرف نکالنا عورت کے حق میں سب جگہ مصرح ہے۔

"ثم يرفع رأسه مكبراً، ويجلس، ولم يذكر كيفيته، وفسره القهستاني بقوله: أي يرفع الجلوس المعهود من الرجل والمرأة انتهى، فأشار إلى أن كيفية هذا الجلوس هو كيفية جلوس التشهد عنده. وقال العلامة قاسم ابن قطلوبغا في رسالته الأسوس في كيفية الجلوس: بعض إخواني سألني عن كيفية الجلوس بين السجدتين عند علمائنا، فأجبت بأنها كجلسة التشهد اهـ". سعایہ: ۲/۲۰۷ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۵/۷۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۹/ جمادی الثانیہ/ ۷۰ھ۔

سوال متعلقہ استفتاء بالا

حضرت مولانا مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور دامت افاداتہ! سلام مسنون

میرے استفسارات: ۷۰/۲۲۸ کا جواب موصول ہوا۔

سوال [۲۲۹۹]: میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ "سجدہ کے وقت ہاتھ پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف رکھے مگر پاؤں کھڑے نہ کرے بلکہ داہنی طرف نکال دے" انتہی "ایضاً" "جب دوسرا سجدہ کر چکے تو بائیں چوتڑ پر بیٹھے" انتہی (۲)۔ پہلے مسئلہ میں بحر کا حوالہ ہے: "إنها

■ ایسے قدرے تغیر کے ساتھ مراقی الفلاح میں بھی موجود ہے:

(مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلوة، باب في كيفية ترتيب، ص: ۲۸۳، قديمي)

(وكذا في المبسوط، كتاب الصلوة، كيفية الدخول في الصلوة ۱/۲۰، مكتبه غفاريه كوئته)

(۱) (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۲/۲۰۶، ۲۰۷، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة ۱/۵۰۴، سعيد)

(۲) (بہشتی زیور، حصہ دوم، فرض نماز پڑھنے کے طریقہ کا بیان، ص: ۱۴۱، ۱۴۲، دار الاشاعت کراچی)

لا نصب أصابع القدمين"(۱)۔

آپ نے جواب ارسال فرمایا ہے: "بحر والی عبارت طحطاوی (۲) سعایہ (۳) وغیرہ میں بھی موجود ہے، اس کے خلاف فقہ حنفیہ میں بھی کوئی جزئیہ نہیں دیکھا، مگر پاؤں داہنی طرف نکالنے کی تصریح بھی نہیں مل سکی، لیکن پاؤں نہ کھڑے کرنے کی تصریح بہت سی کتابوں میں ہے: "والمرأة مستثناة من أمر النصب بما أن الأحب في حقها هو أسترلها كما يفهم من الروايات الأخر كما رواه أبو داود مرسلاً". الكوكب الدري: ۱/۳۶۲(٤)۔

جو کیفیت عورت کے سجدہ کی فقہاء نے بیان کی ہے اس کا تقاضہ یہ ہے کہ پیر داہنی طرف نکال لے ورنہ اس کو دقت ہوگی: "والمرأة تنخفض، فلا تبدي عضديها، وتلصق بطنها بفخذيها؛ لأنه أسترلها". طحطاوی: ۱/۲۲۳ (۵) کھڑے رکھنے سے الصاق بطن دشوار ہوتا ہے۔

فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جلسہ بین السجدتین کی کیفیت قعود تشہد کی طرح ہے اور قعود تشہد میں پیر داہنی طرف کا نکالنا عورت کے حق میں سب جگہ مصرح ہے:

---

(۱) (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۶۱، رشيديه كوئته)

(۲) (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل الشروع في الصلوة: ۱/۲۲۳، دار المعرفة بيروت)

(۳) (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۲/۲۰۲، سهيل اكيدمي لاهور)

(٤) (الكوكب الدري، أبواب الصلوة، باب ما جاء في وضع اليدين و نصب القدمين: ۱/۱۳۹، المكتبة المحبوبة سهارنفور الهند)

(۵) یہ عبارت در مختار کی ہے، دیکھئے: الدر المختار، کتاب الصلوة، فصل في بيان تاليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/۵۰۴، سعيد

البتہ قدرے تغیر کے ساتھ مراقی الفلاح میں بھی موجود ہے:

(مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلوة، باب في كيفية ترتيب، ص: ۲۸۳، قديمي)

کی بصرف اسی قدر لکھا ہے کہ "پھر "اللہ اکبر" کہتی ہوئی اٹھے اور خوب اچھی طرح بیٹھ جاوے تب دوسرا سجدہ "اللہ اکبر" کہہ کر کرے"(۱)۔ لیکن سعایہ کی عبارت منقولہ میں اس کی تصریح موجود ہے، لہذا عورت جلسہ بین السجدتین اور قعدۂ تشہد دونوں میں تورک ہی کرے اور بہشتی زیور کی کوئی عبارت اس کے خلاف بھی نہیں، صرف اتنا ہے کہ قعدۂ تشہد کی کیفیت صراحت فرما کر ذکر کر دی ہے اور جلسہ بین السجدتین کی کیفیت ذکر نہیں کی ہے۔

الصاق بطن کا مسئلہ جلسہ سے متعلق نہیں بلکہ سجدہ سے متعلق ہے یعنی سجدہ میں پیر کھڑے کرنے سے الصاق بطن نہیں ہوتا، بلکہ داہنی طرف نکالنے سے ہوتا ہے، پس سجدہ میں عورت کو چاہئے کہ پیر کھڑے نہ کرے بلکہ داہنی طرف نکال لے تاکہ انصاق بطن ہو جائے (۲)۔ نیز آپ نے فرمایا کہ بائیں پیر پر بیٹھنے سے الصاق بطن بخوبی ہو جاتا ہے بے محل ہے۔

قاسم ابن قطلوبغا ۸۰۲ھ میں پیدا ہوئے، شیخ ابن حجر شارح بخاری اور شیخ ابن ہمام حنفی شارح ہدایہ وغیرہ کے شاگرد ہیں، بہت بڑے درجہ کے محدث اور فقیہ ہیں، ۸۷۹ھ میں وفات پائی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

= ويجلس: أي الجلوس المعهود". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۰۴، سعيد)

(وكذا في السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۲/۲۰۹، ۲۰۷، سهيل اكيدمي لاهور)

(۱) (بہشتی زیور، حصہ دوم فرض نماز پڑھنے کے طریقہ کا بیان، ص:۱۴،۱۳، دار الاشاعت کراچی)

(۲) "وإن كانت امرأة، جلست على أليتها اليسرى وأخرجت رجليها من الجانب الأيمن، كذا في الهداية". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الرابع في صفة الصلوة، الفصل الثالث في سنن الصلوة وآدابها: ۱/۷۵، رشيديه)

"والمرأة تنخفض، فلا تبدي عضديها، وتلصق بطنها بفخذيها؛ لأنه أستر". (الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/۵۰۴، سعيد)

"أنها لا تنصب أصابع القدمين". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۶۱، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الصلوة: ۱/۵۰۴، سعيد)

رکوع میں الصاق کعبین

سوال [۲۲۰۰]: صورت الصاق کعبین (بوقت رکوع) و حکمش چیست؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"ومنها تکبیر الرکوع والرفع منه بحیث یستوی قائماً والتسبیح فیه ثلاثاً وإلصاق کعبیه اھ" در مختار۔ قال الطحطاوی: "(قوله: وإلصاق کعبیه) حالة الرکوع، هٰذا إن تیسر له، وإلا فکیف یتیسر له علی الظاهر اھ" (ص: ۲۱۲)(۱) ازیں عبارت واضح شد کہ اگر آسان شود بحالت رکوع الصاق کعبین مسنون است، ولیکن بعض محققین انکار سنیتش نمودہ اند(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/۳/۵۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۴/ربیع الاول/۵۶ھ۔

---

(۱) (حاشیة الطحطاوي علی الدر المختار، کتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة: ۲۰۳/۱، دار المعرفة بیروت)

"قلت: لعله أراد من "الإلصاق المحاذاة، و ذٰلك بأن یحاذي کل من کعبیه الآخر، فلا یتقدم أحدهما علی الآخر. و ظاهر لفظ الشارح یقتضي المس و نص الصریح، ولذا قال: المحشیه أحمد هٰذا أي إلصاق کعبیه إن تیسر له". (السعایة في کشف ما في شرح الوقایة، کتاب الصلوٰة، تتمة من السنن التي تسن في الرکوع: ۱۸۰/۲، سهیل اکیڈمي لاهور)

(۲) "قلت: لقد دارت هٰذه المسئلة في سنة أربع و ثمانین بعد الألف والمائتین بین علماء عصرنا، فأجاب أکثرهم بأن إلصاق الکعبین في الرکوع و السجود لیس بمسنون و لا أثر له في الکتب المعتبرة، و القول الفیصل أن یقال: إن کان المراد بإلصاق الکعبین أن یلزق المصلي أحد کعبیه بالآخر بحیث لا یبقی فرج بینهما کما هو ظاهر عبارة الدر المختار والنهر وغیرهما، و سبق إلیه فهم المفتي أبي السعود أیضاً، فلیس هو من السنن علی الأصح. وإن کان المراد به محاذاة أحد الکعبین بالآخر کما أبدع العلامة السندي، فهو أمر حق ولا بُعد في حمل الإلصاق علی المحاذاة، فإنه جاء استعماله في العرب". (السعایة في کشف ما في شرح الوقایة: ۱۸۰/۲، کتاب الصلوٰة، تتمة من السنن التي تسن في الرکوع، سهیل اکیڈمي)

جگہ ہے، ثانی کو بعض نے رکوع کی سنت قرار دیا ہے، بعض نے سجود میں بھی مانا ہے اور قیام میں چار انگل کا فصل مسنون ہے جو کہ معنی ثانی کے منافی ہے:

"وتصريح بأنه يسن في القيام قدر أربع أصابع اهـ". نور الإيضاح (١)- "ويسن أن يلصق كعبيه ويحاذي منكبيه اهـ". در مختار (٢)- "قال العبد أبو السعود: وكذا في السجود أيضاً. وسيأتي في السنن أيضاً، والذي هو سنن هو قوله: وإلصاق كعبيه في السجود منه". درمختار - "ولا يخفى أن هذا مبني نظراً، فإن شارحنا لم يذكره لا في الدر المختار ولا في الدر المنتقى، ولم أره لغيره أيضاً فافهم. نعم ربما يفهم ذلك من أنه إذا كان السنة في الركوع إلصاق الكعبين ولم يذكروا تفريجهما بعده، فالأصل بقاؤهما ملتصقين في حالة السجود أيضاً تأمل اهـ". شامي (٣)-

سعایہ میں اس کا التزام نہیں کہ قول راجح ہی کو نقل کیا جائے، اس کا بھی اہتمام نہیں کہ اقوال مختلفہ نقل کرکے قول راجح کو ترجیح دی جائے، اس لئے کہ وہ فتوے کی کتاب نہیں، شرح وقایہ کی شرح ہے، شروح کی تحقیق کر کے بھی میں بحث بہت کیا گیا، اگر تکمیل کی شرح ہوتی تو مختصر ہوتی، یہ بھی ممکن ہے کہ نظر چوک گئی ہو۔

صاحب سعایہ میں بعض جگہ شان اجتہاد بھی معلوم ہوتی ہے کہ فقہ کے متون معتبرہ کے خلاف بھی اپنی ذاتی تحقیق کی بناء پر لکھ جاتے ہیں، چنانچہ ان کا ایک رسالہ ہے جس میں جماعۃ النساء کے لئے ثبوت فراہم کیا

= الكعبين بالأمر كما ابتدع العلامة السندي فهو أمر حق، ولا بعد في حمل الإلصاق على المحاذاة، فإنه جاء استعماله في القرب، اهـ" (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلوة: ١٨١/٢، سهيل أكيدمي لاهور)

(١) (نور الإيضاح مع شرحه مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في بيان سننها، ص: ٢٩٢، قديمي)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ٤٤٤/١، سعيد)

(٢) (الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ٤٩٣/١، سعيد)

(٣) (رد المحتار على الدر المختار، المصدر السابق)

(وكذا في السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ١٨١/٢، سهيل أكيدمي لاهور)

ہے، جو کہ مسلک امام اعظم کے خلاف ہے(۱)۔ نصابِ زکوۃ وصدقۃ الفطر کے متعلق بھی ان کی رائے دیگر اکابر کے خلاف ہے جس کی تغلیط کی گئی ہے(۲)۔ حواشی لامع الدراری وغیرہ وشروح حدیث میں کسی قول کا نقل کرنا فتوے کے لئے نہیں ہوتا، کبھی غرابت کے لئے بھی نقل کیا جاتا ہے۔ اور بھی وجوہ نقل ہوئی ہیں۔ اسلم طریقہ احقر کے خیال میں وہ ہے جو حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب نے اختیار فرمایا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "رسالة مستقلة مسماة "تحفة النبلاء في جماعة النساء" من مجموعة رسائل اللكنوي: ج: ۵، إدارة القرآن)

(۲) "اعلم أن الوزن المعروف في بلادنا ماشجة و تولجة هو الذي يقال له: تولہ إنما عشرة ماشجة، و هو الذي يقال له: ماشة والماشجة يكون ثمانية أجزاء، كل جزء منها يسمى بالفارسية سرخ، و يقال بالهندية: رتی، و نسميه بالأحمر، و هذا الجزء يكون بقدر أربع شعيرات، فيكون المثقال الذي هو مائة شعيرة خمسة و عشرين جزء الأحمر، وهو ثلث ماشجة و أحمر واحد. فيكون نصاب الذهب وهو عشرون مثقالاً مقدار خمس تولجة وتسعين و نصف ماشجة، كما يعلم من ضرب ثلث ماشجة و أحمر في عشرين. هذا في الذهب. و أما الفضة فقد عرفت أن نصابه مائتا درهم، و كل درهم أربعة عشر قيراطاً يعني سبعين شعيرة، فيحصل في درهم سبعة عشر و نصف أحمر وهو ماشجتان و واحد و نصف من ذلك الأحمر، فيكون مقدار مائتي درهم ستا و ثلثين تولجة و نصف ماشجة". (عمدة الرعاية حاشية شرح الوقاية، كتاب الزكوة، باب زكوة الأموال: ۱/۲۲۹، سعيد)

صدقۃ الفطر کے متعلق حضرت کی رائے: "(قوله: بثمانية أرطال من الحنطة الخ) الرطل عشرون استاراً، و الأستار كما سيذكره الشارح أربعة مثاقيل ونصف مثقال، والمثقال درهم وثلثة أسباع درهم، والدرهم أربعة عشر قيراطاً، والقيراط خمس شعيرات، فيكون الدرهم سبعين شعيراً، ويكون المثقال مائة شعير أي عشرين قيراطاً، ويكون الأستار ستة دراهم وثلثة أسباع درهم: أي أربع مائة وخمسين شعيراً، ويكون الرطل تسعين مثقالاً: أي مائة وثمانية وعشرين درهم ونصف درهم ونصف سبع درهم. ويكون المن وهو رطلان مائة وثمانين مثقالاً: أي مائتين وسبعة و خمسين درهما وسبع درهم ويكون الصاع سبعمائة وعشرين مثقالاً أي: ألفاً وثمانية وعشرين درهما ونصف درهم ونصف سبع درهم، هذا على ما اختاره الشارح، وذكر صاحب مجمع البحرين في شرحه أن الصاع أربعة أمناء والمن رطلان والرطل عشرون استاراً و الأستار ستة دراهم ونصف درهم و الدرهم أربعة عشر قيراطاً والقيراط خمس شعيرات، فيكون الصاع بوزن الرطل ثمانية أرطال، وبوزن الأستار مائة وستين استاراً، وبوزن الدراهم ألفا ـ

دوسرے کے منکب سے مل جائے۔ کتب فقہ: فتح القدیر، بدائع، البحر، زیلعی، طحاوی، شامی، عالمگیری، خانیہ وغیرہ اور شروح احادیث بذل المجہود، سہیل، معالم السنن وغیرہ سے ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم سبحانہ وتعالیٰ العدل وإليه المرجع في المبدأ والمآل۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، یکم/ شعبان/ ۸۷ھ۔

سجدہ میں الصاق کعبین

سوال [۲۲۰۳]: العرف الشذی، ص: ۱۳۴، "باب ما جاء في التسبيح في الركوع والسجود" میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے: "ويرص بين العقبين في السجدة أي ضمهما الخ" (۲)۔ اس "ويرص بين العقبين" سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ایڑیاں صرف سجدہ میں ملائی جائیں، ورنہ الگ رہیں۔ اس ملانے کی حیثیت صرف مستحب کی ہوگی یا سنت کی، ورنہ اگر کوئی نہ ملائے جیسے کہ عام معمول ہے تو نماز ہو جائے گی خلاف اولیٰ یا کراہت؟ فقہی جو کتابیں عموماً پڑھائی جاتی ہیں ان کا ان میں تذکرہ نہیں ملا، جیسا کہ بظاہر سمجھ میں نہیں آتی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

چونکہ حالتِ قومہ میں بھی الصاق کعبین کا حکم ہے: "إذا كان السنة في الركوع إلصاق الكعبين

---

(۱) "ويسعى للقوم إذا قاموا إلى الصلوة أن يتراصوا ويسدوا الخلل ويسووا بين مناكبهم في الصفوف".
(تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة والحدث في الصلوة: ۱/۳۵۰، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۳۵۹، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۶۱۸، رشيدية)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في بيان مقام الإمام والمأموم: ۱/۴۹۴، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في بذل المجهود، كتاب الصلوة، باب تسوية الصفوف: ۱/۳۶۰، إمداديه)

(۲) (العرف الشذي على جامع الترمذي، أبواب الصلوة، باب ما جاء في التسبيح في الركوع والسجود: ۱/۶۹، سعيد)

الفاظِ تشہد میں اضافہ

سوال[۲۲۰۵]: التحیات میں "أشهد أن لا إله إلا الله" کے بعد "وحده لا شريك له" پڑھنا چاہیے یا نہیں؟ یہ سنت ہے یا نہیں؟

(حافظ علی احمد نورحسن)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس تشہد میں "وحده لا شريك له" پڑھنا بعض روایت میں آیا ہے (۱)، لیکن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں نہیں (۲)، اسی کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اختیار فرمایا ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "عن أبي بشر: سمعت مجاهداً يحدث عن ابن عمر عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في التشهد: التحيات لله، الصلوات الطيبات، السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته. قال: قال ابن عمر: زدت فيها: وبركاته. السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين، أشهد أن لا إله إلا الله. قال ابن عمر: زدت فيها: وحده لا شريك له، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله". (سنن أبي داود، كتاب الصلوة، أبواب تفريع استفتاح الصلاة، باب التشهد: ۱/۱۳۹، مكتبة امدادية)

(وسنن النسائي، كتاب الصلاة، كتاب الافتتاح، باب الإشارة بالإصبع في التشهد الأول: ۱/۱۳۲، قديمي)

(۲) "عن شقيق بن سلمة قال: قال عبد الله رضي الله تعالى عنه: كنا إذا صلينا خلف النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قلنا: السلام على جبرئيل وميكائيل، السلام على فلان وفلان، فالتفت إلينا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: "إن الله هو السلام، فإذا صلى أحدكم فليقل: التحيات لله والصلوات والطيبات، السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته، السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين، فإنكم إذا قلتموها أصابت كل عبد لله صالح في السماء والأرض، أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمداً عبده ورسوله". (صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب التشهد في الآخرة: ۱/۱۱۵، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب الصلوات، باب التشهد: ۱/۱۳۹، دار الحديث ملتان)

(وسنن الترمذي، أبواب الصلوات، باب ما جاء في التشهد: ۱/۶۵، سعيد)

(۳) "ويقرأ تشهد ابن مسعود رضي الله تعالى عنه وجوباً كما بحثه في البحر، لكن كلام غيره يفيد ندبه. وجزم شيخ الإسلام الجد بأن الخلاف في الأفضلية، ونحوه في مجمع الأنهر". (رد المحتار، كتاب =

تشہد میں "السلام علیک" پر کیا نیت کرے؟

سوال[۲۴۰۲]: جوہرہ نیرہ میں ایک مرتبہ دیکھا تھا کہ تشہد میں "السلام علیک" کہتے وقت حکایت صلوۃ کا خیال ہونا چاہئے جو معراج میں ہوئی تھی (۱)۔ شامی میں اس کے برخلاف لکھا ہے کہ انشائے صلوۃ مد نظر رہنا چاہئے، اخبار اور حکایت نہیں (۲)۔ ان دونوں قولوں میں کون صحیح ہے؟ دوسرے یہ کہ انشائے صلوۃ کی صورت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطاب بالواسطہ ہوگا یا بلا واسطہ، اگر بالواسطہ ہوگا تو اس کی تصریح کہاں ہے اور اگر بلا واسطہ ہے تو کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر بھی ہیں؟ صاحب جوہرہ کون ہیں، ان کے ہمنوا اس مسئلہ میں کون کون ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شامی کا قول اقرب معلوم ہوتا ہے۔ خطاب حاضر وناظر جان کر نہیں بلکہ اس اعتقاد کے ماتحت ہے کہ ملائکہ کے ذریعہ سے پیش کیا جائے، جیسا کہ خط میں کسی کو خطاب کیا جاتا ہے اور یہ عقیدہ نہیں ہوتا کہ مکتوب الیہ حاضر ہے بلکہ یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ ڈاک کے ذریعہ سے یہ خط مکتوب الیہ کے پاس پہونچ جائے گا، حدیث شریف میں موجود ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے ملائکہ مقرر فرمارکھے ہیں جو درود وسلام پہونچاتے ہیں" البتہ روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر جو درود وسلام پڑھا جائے اس کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود سنتے ہیں (۳)۔

= الصلوۃ، فصل فی بیان تالیف الصلوۃ إلی انتهائها: ۱/۵۱۰، سعید)

(وکذا فی المبسوط، کتاب الصلوۃ، کیفیة الدخول فی الصلوۃ: ۱/۱۸، غفاریہ کوئٹہ)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوۃ، باب صفة الصلوۃ: ۱/۵۶۵، رشیدیہ)

(۱) "(قوله: السلام علیک أیها النبی ورحمة الله وبرکاته): أی ذلک السلام الذی سلمه الله علیک لیلة المعراج، فهذا حکایة عن ذلک السلام لا ابتداء السلام، ومعنی السلام: أی السلامة من الآفات".

(الجوهرة النیرة علی مختصر القدوری، کتاب الصلوۃ، باب صفة الصلوۃ: ۱/۶۵، حقانیہ ملتان)

(۲) "ویقصد بألفاظ التشهد معانیها مرادةً له علی وجه الإنشاء کأنه یحیی الله تعالیٰ ویسلم علی نبیه وعلی نفسه وأولیائه، لا الإخبار". (الدر المختار، کتاب الصلوۃ، فصل فی بیان تالیف الصلوۃ إلی انتهائها: ۱/۵۱۰، سعید)

(۳) "عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من صلی علیّ =

تشہد میں اشارۂ سبابہ

سوال [۲۰۰۸]: قعدہ میں "التحیات" پڑھتے ہیں، بہت سے لوگ مٹھی باندھ کر کلمہ کی انگلی اٹھاتے ہیں اور آخیر تک رہنے دیتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے یا تمام انگلیاں ہتھیلی سے جدا رہنے دینا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"التحیات" میں "اشہد ان لا الہ الا اللہ" پر کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرنا سنت ہے، اس طرح کہ دو انگلیاں ہتھیلی سے ملی رہیں، بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کو ملا کر حلقہ بنالیا جائے، پھر "الا اللہ" پر انگلی کے اشارہ کو ختم کرکے کچھ نیچے کو جھکا دیا جائے اور یہ ہیئت اخیر تک رہے، قول یہ ہے، سب انگلیاں کھول کر پھیلائی جائیں(۱) اس

ـه اللہ تعالیٰ علیه وسلم فقال: "إن اللہ هو السلام، فإذا صلی أحدکم فلیقل: التحیات للہ والصلوات والطیبات، السلام علیک أیها النبی ورحمة اللہ وبرکاته، السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین، فإنکم إذا قلتموها أصابت کل عبد للہ صالح فی السماء والأرض، أشهد أن لا إله إلا اللہ وأشهد أن محمداً عبده ورسوله". (صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب التشهد فی الآخرة: ۱۱۵/۱، قدیمی)

(وسنن أبی داود، کتاب الصلوات، باب التشهد: ۱۴۹/۱، دار الحدیث ملتان)

(وسنن الترمذی، أبواب الصلوات، باب ما جاء فی التشهد: ۶۵/۱، سعید)

(۱) "عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال: کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "إذا قعد فی التشهد وضع یده الیسری علی رکبته الیسری، ووضع یده الیمنی علی رکبته الیمنی، وعقد ثلاثة وخمسین، وأشار بالسبابة اهـ". رواه مسلم". (مشکوة المصابیح، کتاب الصلوة، باب التشهد، الفصل الأول: ۸۴/۱، قدیمی)

"وصحح فی شرح الهدایة أنه یشیر، وکذا فی الملتقط وغیره، وصفتها: أن یحلق من یده الیمنی عند الشهادة الإبهام والوسطی، ویقبض البنصر والخنصر، ویشیر بالمسبحة، أو یعقد ثلاثة وخمسین بأن یقبض الوسطی والبنصر والخنصر ویضع رأس إبهامه علی حرف مفصل الوسطی الأوسط، ویرفع الأصبع عند النفی ویضعها عند الإثبات اهـ". (رد المحتار، کتاب الصلوة، فصل فی بیان تألیف الصلوة إلی انتهائها: ۵۰۸/۱، ۵۰۹، سعید)

(وکذا فی حاشیة الشیخ الشلبی علی تبیین الحقائق، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۳۲۲/۱، ۳۲۴، دار الکتب العلمیة بیروت)

تشہد میں وسطیٰ وابہام کا حلقہ کب تک رکھا جائے؟

سوال[۲۴۱۰]: التحیات جس کو تشہد کہتے ہیں ہر نماز میں پڑھی جاتی ہے وہ "أشهد أن لا إله إلا الله" کے وقت کلمہ کی انگلی کے پاس کی انگلی سے حلقہ بنا کر کلمہ کی انگلی اٹھائی جاتی ہے، وہ حلقہ تا ختم نماز رکھا جائے یا "إلا الله" پر انگلی اٹھا کر حلقہ کھول دیا جائے؟ حقیقت نماز کی روشنی میں مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حلقہ اخیر تک رکھا جائے گا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۹/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۹/۸۸ھ۔

= "التشهد وضع يده اليسرى على ركبته اليسرى، و وضع يده اليمنى على ركبته اليمنى، و عقد ثلثة وخمسين، و أشار بالسبابة اهـ". رواه مسلم". (مشكوٰة المصابيح، كتاب الصلوٰة، باب التشهد، الفصل الأول: ۱/۸۴، قديمي)

"إنما اختار صاحب البرهان بسط الأصابع والإشارة بالمسبحة فقط تحصيلاً للمسنون من الإشارة، وعملاً بقوله عليه السلام: "اسكنوا في الصلوٰة". وحديث أبي حميد الساعدي خالٍ عن ذكر القبض، ونصّه عند الترمذي: "فافترش رجله اليسرى، وأقبل بصدر اليمنى على قبلته، و وضع كفه اليمنى على ركبته اليمنى، وكفه اليسرى على ركبته اليسرى، و أشار بأصبعه يعني السبابة، و حدث بذلك بين عشرة من الصحابة فصدقوه".

"وقال الملا علي القاري في رسالة ألفها في إثبات سنية الإشارة: والصحيح المختار عند جمهور أصحابنا أنه يضع كفيه على فخذيه، ثم يرفعه إلى كلمة التوحيد يعقد الخنصر والبنصر ويحلق الوسطى والإبهام، ويشير بالمسبحة رافعاً لها عند النفي و واضعاً لها عند الإثبات. ثم يستمر ذلك، لأنه ثبت العقد عند الإشارة بلا خلاف، ولم يوجد أمر بغيره، والأصل بقاء الشيء على ما هو عليه واستصحابه إلى آخر الأمر اهـ. والحاصل أنه اختلف التصحيح في الكيفية، والكل وارد عنه عليه السلام اهـ". (تقريرات الرافعي على رد المحتار، كتاب الصلوٰة، فصل في بيان صفة الصلوٰة: ۱/۶۳، سعيد)

(۱) (راجع للتخريج عنوان "رفع سبابہ")

عندالاحناف رفع سبابہ مسنون ہے

سوال[۲۲۱۱]: اشارہ فی التشہد یا سبابہ حنفیین کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟ اگر شق اول ہے تو حنفیین کی عبارت مع حوالۂ کتب وصفحہ وغیرہ تحریر فرمائیں، مبسوط میں کوئی ایسی عبارت ہے کہ جس میں مذہب حنفیین کی تصریح موجود ہے، امام محمد صاحب مبسوط میں کیا فرماتے ہیں تحریر فرمائیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ائمۂ احناف کے نزدیک رفع سبابہ عند التشہد مسنون ہے اور امام صاحب کے اصحاب میں کوئی اس کا مخالف نہیں، سب متفق ہیں(۱)، البتہ مشائخ ماوراء النہر میں مبسوط کی ایک عبارت کی وجہ سے اختلاف واضطراب

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إذا قعد في التشهد، وضع يده اليسرى على ركبته اليسرى، و وضع يده اليمنى على ركبته اليمنى و عقد ثلاثة وخمسين، و أشار بالسبابة اهـ" رواه مسلم".

"عن نافع كان عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنه إذا جلس في الصلوة، وضع يديه على ركبتيه، وأشار بإصبعه، و أتبعها بصره، ثم قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لهي أشد على الشيطان من الحديد". يعني السبابة". رواه أحمد". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب التشهد، الفصل الأول: ١/٨٤، ٨٥، قديمي)

"قال نجم الدين الزاهدي: لما اتفقت الروايات عن أصحابنا جميعاً في كونها سنة، وكذا عن الكوفيين والمدنيين، و كثرت الآثار والأخبار، كان العمل بها أولى". (رفع التردد في عقد الأصابع عند التشهد من مجموعة رسائل ابن عابدين: ١/١٢١، سهيل اكيڈمی لاهور)

"وحاصله أن ظاهر الرواية عدم الإشارة أصلاً، وهو المتبادر من عبارات المتون. وروي عن أئمتنا الثلاثة: أبي حنيفة و أبي يوسف و محمد أنه يشير عند التشهد، و أنه يعقد أصابعه على ما مر من اختلاف الكيفية. وظاهر كلامهم أنه لا ينشرها بعد العقد بل يبقيها كذلك؛ لأن المذكور في هذه الرواية العقد، ولم يذكروا النشر بعده. و رجح المتأخرون هذه الرواية لتأيدها بالمروي عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، و معلوم أن مدار سعي المجتهد على العمل بما صح عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم.

و لذا نقل العلماء عن إمامنا الأعظم و عن باقي الأئمة أن كل واحد منهم قال: إذا صح ■

الجواب حامداً ومصلیاً:

انشاء اللہ تعالیٰ ہوجائے گی، مگر کوشش کرتا رہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

عورت کا کھلی جگہ نماز پڑھنا

سوال [[illegible]]: عورت اگر مسافر ہو تو وہ قصر کرے گی، لیکن اگر کہیں سیر و تفریح کے لئے گئی جہاں قصری نماز اس کے لئے لازم نہیں، مگر نماز کا وقت ہوگیا، کیا وہ کھلی جگہ نماز ادا کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرعی سفر میں تو بہرحال وہ قصر کرے گی (۲)، اگر سیر و تفریح کے لئے گئی ہے اور نماز کھلی جگہ میں پڑھے

---

(۱) "أن تعبد الله كأنك تراه، فإن لم تكن تراه فإنه يراك". (الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان: ۱/۲۷، قديمي)

"فلو اشتغل قلبه بتفكر مسألة مثلاً في أثناء الأركان، فلا تستحب الإعادة. و قال البقالي: لم ينقص أجره إلا إذا قصر". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۲۲، سعيد)

"و لو تفكر في صلاته فتذكر حديثاً أو شعراً أو خطبةً أو مسئلةً، يكره و لا تفسد صلوته، هكذا في السراج الوهاج". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب السابع فيما يفسد الصلوة و ما يكره فيها، الفصل الأول فيما يفسدها: ۱/۱۰۱، رشيديه)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وإذا ضربتم في الأرض فليس عليكم جناح أن تقصروا من الصلوة إن خفتم أن يفتنكم الذين كفروا﴾. (سورة النساء: ۱۰۱)

"يقول تعالى: ﴿وإذا ضربتم في الأرض﴾ أي سافرتم في البلاد، كما قال تعالى: ﴿علم أن سيكون منكم مرضى و آخرون يضربون في الأرض يبتغون من فضل الله﴾ الآية. و قوله: ﴿فليس عليكم جناح أن تقصروا من الصلوة﴾ أي تخففوا فيها إما من كميتها بأن تجعل الرباعية ثنائية كما فهمه الجمهور من هذه الآية و استدلوا بها على قصر الصلوة في السفر". (ابن كثير: ۱/۷۳۴، دار الفيحاء دمشق)

"عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال: صليت الظهر مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بالمدينة أربعاً و العصر بذي الحليفة ركعتين". .... =

گی تب بھی اس کو پڑھنا درست ہے(۱)، تمام بدن کو ڈھانک کر اس طرح کہ صرف ہاتھ اور قدم اور چہرہ کھلا رہے گا اس کی نماز درست ہے(۲)، اگر پیروں میں موزے ہوں اور ہاتھوں میں دستانے تب بھی نماز درست ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/ ۲/ ۱۴۰۲ھ۔

= "وخرج علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه، فقصر وهو يرى البيوت، فلما رجع قيل له: هذه الكوفة، قال: لا، حتى ندخلها" (صحيح البخاري، أبواب تقصير الصلاة، باب: يقصر إذا خرج من موضعه: ۱/ ۱۴۸، قديمي)

"من خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً مسيرة ثلاثة أيام ولياليها بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة، صلى الفرض الرباعي ركعتين ولو عاصياً بسفره حتى يدخل موضع مقامه اهـ" (تنوير الأبصار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/ ۱۲۱ - ۱۲۳، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۱/ ۱۶۵، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۱) "عن جابر بن عبد الله الأنصاري رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أعطيت خمساً لم يعطهن أحد قبلي: كان كل نبي يبعث إلى قومه خاصة، وبعثت إلى كل أحمر وأسود، وأحلت لي الغنائم ولم تحل لأحد قبلي، وجعلت لي الأرض طيبة طهوراً ومسجداً، فأيما رجل أدركته الصلاة صلى حيث كان، ونصرت بالرعب بين يدي مسيرة شهر، وأعطيت الشفاعة" (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة: ۱/ ۱۹۹، قديمي)

"عن أبي ذر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: جعلت لي الأرض طهوراً ومسجداً"

"عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، وقال موسى في حديثه فيما يحسب عمرو أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "الأرض كلها مسجد إلا الحمام والمقبرة" (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب في المواضع التي لا تجوز فيها الصلاة: ۱/ ۷۰، دار الحديث ملتان)

(۲) "(والرابع ستر عورته) ... وللحرة جميع بدنها خلا الوجه والكفين والقدمين" (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/ ۴۰۴، ۴۰۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثالث في شروط الصلاة، الفصل الأول في الطهارة: ۱/ ۵۸، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

سب سے افضل درود شریف وہی ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یوپی۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

نماز میں درود کے بعد کی دعاء

سوال [۲۲۱۸]: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز میں التحیات کی جگہ کون سی دعا پڑھی ہے؟ حدیث سے ثابت کیجئے۔ اور قعدہ میں درود ابراہیمی کی جگہ کونسی دعا پڑھی ہے یا درود پڑھی ہے؟ حدیث سے ثابت کیجئے۔ اور فرض نماز میں کیا پڑھتے ہیں؟ واضح کیجئے۔

---

(۱) "وأفضل العبارات علی ما قال السرخسی: "اللهم صل علی محمد و علی آل محمد" الخ.
(رد المحتار، خطبة الكتاب، مطلب: أفضل صيغ الصلوة: ۱/۱۳، سعيد)

"حدثنا شعبة عن الحكم، قال: سمعت ابن أبي ليلى قال: لقيني كعب بن عجرة رضي الله تعالى عنه فقال: ألا أهدي لك هدية؟ خرج علينا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فقلنا: قد عرفنا كيف نسلم عليك، فكيف نصلي عليك؟ قال: "قولوا: اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على إبراهيم إنك حميد مجيد، اللهم بارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على إبراهيم إنك حميد مجيد". (الصحيح لمسلم، كتاب الصلوة، باب الصلوة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بعد التشهد: ۱/۱۷۵، قديمي)

"قال: سئل محمد عن الصلوة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال: يقول: "اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم إنك حميد مجيد، وبارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم إنك حميد مجيد" وهي الموافقة لما في الصحيحين وغيرهما". (رد المحتار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/۵۱۲، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صفة الصلوة: ۱/۳۱۸، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۴۳، رشيدية)

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز میں ہر دو رکعت پر قعدہ میں التحیات پڑھا کرتے تھے اور جب سلام پھیرنا ہوتا تو التحیات کے بعد درود ابراہیمی پڑھا کرتے تھے اور درود کے بعد دعا بھی پڑھتے تھے، ایک دعا یہ ہے:

"اللهم إني أعوذ بك من عذاب جهنم"(۱) "وأعوذ بك من عذاب القبر، وأعوذ بك من فتنة المسيح الدجال، وأعوذ بك من فتنة المحيا والممات، اللهم إني أعوذ بك من المأثم والمغرم"(۲) اور بھی دعائیں منقول ہیں(۳)۔

رسالہ "تعلیم الاسلام" میں پوری طرح نماز کی ترکیب شروع سے آخر تک درج ہے، یہ رسالہ عام طور پر اردو کتب فروشوں کی دکانوں میں مل جاتا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إذا تشهد أحدكم فليستعذ بالله من أربع يقول: "اللهم إني أعوذ بك من عذاب جهنم، ومن عذاب القبر، ومن فتنة المحيا والممات، ومن شر فتنة المسيح الدجال". (الصحيح لمسلم، كتاب الصلوة، باب استحباب التعوذ من عذاب القبر: [illegible]، قديمي)

(۲) "وقد روى مسلم هذا الدعاء مسنداً: "عن عائشة رضي الله تعالى عنها - زوج النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، أخبرته أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان يدعو في الصلوة: "اللهم إني أعوذ بك من عذاب القبر" إلى آخر الحديث. (الصحيح لمسلم، كتاب الصلوة، باب استحباب التعوذ من عذاب القبر وعذاب جهنم: [illegible]، قديمي)

(۳) "عن حنظلة بن علي أن محجن بن الأدرع رضي الله تعالى عنه حدثه، قال: دخل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم المسجد، فإذا هو برجل قد قضى صلاته وهو يتشهد وهو يقول: اللهم إني أسئلك يا الله الأحد الصمد الذي لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفواً أحد، أن تغفر لي ذنوبي، إنك أنت الغفور الرحيم، قال: فقال: "قد غفر له، قد غفر له" ثلاثاً". (سنن أبي داود، كتاب الصلوة، باب ما يقول بعد التشهد: [illegible]، سعيد)

والتفصيل في (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الرابع في صفة الصلوة، الفصل الثالث في سنن الصلوة وآدابها: [illegible]، رشيدية)

"ويتشهد ويصلي على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ويدعو بما يشبه ألفاظ القرآن والأدعية المأثورة الخ". (الهداية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: [illegible]، مكتبه شركة علمية ملتان)

(وكذا في كنز الدقائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: [illegible]، رشيدية)

الفصل الخامس فی آداب الصلوۃ

(نماز کے آداب کا بیان)

مسنون لباس میں نماز

سوال [۲۲۱۹]: یہاں افریقہ میں مکان سے باہر پاجامہ قمیص بغیر کوٹ پہنے ہوئے گھومنے کا رواج نہیں ہے، یہاں پر چونکہ ہمہ وقت پہنتے ہیں، تو جو شخص اپنے مکان میں یا مسجد میں کوٹ یا جبہ اتار کر پاجامہ قمیص میں نماز پڑھے تو اس کی نماز بلا کراہت ہوگی یا کراہت کے ساتھ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو لباس مسنون ہے اس کو پہن کر نماز پڑھنا مکروہ نہیں، بلکہ افضل ہے، اگرچہ وہاں کا پہناوا دوسری طرح کا ہو(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

کرتہ ٹخنے سے اوپر تک ہو تو نماز کا حکم

سوال [۲۲۲۰]: ٹخنے کے اوپر کرتہ پہن کر امامت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) وقال اللہ تعالیٰ: ﴿خذوا زینتکم عند کل مسجد﴾ (سورۃ الأعراف: ۳۱)

"یدل علی أنه مندوب فی حضور المسجد إلی أخذ ثوب نظیف مما یتزین به، وقد روی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم أنه قال: "ندب إلی ذلک فی الجمع والأعیاد"، كما أمر بالاغتسال للعیدین والجمعة وأن یمس من طیب أهله". (أحكام القرآن للجصاص: ۳/۳۰، قدیمی)

"ولهذه الآیة وما ورد فی معناها من السنة یستحب التجمل عند الصلوة". (تفسیر ابن كثیر: ۲/۲۸۱، مكتبة دار الفیحاء دمشق)

وكذا فی روح المعانی: ۸/۱۱۰، دار إحیاء التراث العربی بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو کرتا ٹخنوں تک نہیں پہنچتا بلکہ کچھ کم ہے تو اس سے بھی نماز وامامت درست ہوجاتی ہے، اگرچہ اعلیٰ بات یہ ہے کہ کرتا اس سے بڑا ہو(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۶/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۶/۹۲ھ۔

بیٹھ کر نماز میں نظر کہاں رکھیں؟

سوال[۲۲۲۱]: نفل نماز بیٹھ کر پڑھنے میں تلاوت کے وقت نگاہ سجدہ کی جگہ بہتر ہے یا گود میں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

گود میں مناسب ہے(۲)۔ فقط۔

فجر کی سنت پڑھ کر لیٹنا

سوال[۲۲۲۲]: میں کبھی کبھی کھانا کھا کر اور کبھی قبل فجر تھوڑی دیر جب جماعت میں دیر ہوتی ہے تو

---

(۱) "اعلم أن الكسوة منها فرض، وهو بستر العورة ويدفع الحر والبرد، والأولى كونه من القطن أو الكتان أو الصوف على وفاق السنة بأن يكون ذيله لنصف ساقه، وكمه لرؤس أصابعه، وفمه قدر شبر -كما في النتف- بين النفيس والخسيس؛ إذ خير الأمور أوسطها". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/۳۵۱، سعيد)

(وكذا في سكب الأنهر مع مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۴/۱۹۴، ۵۳۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۴/۱۷۷، دار المعرفة بيروت)

(۲) "وإلى حجره حال قعوده". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۷۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۴۳، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۰۳، مكتبه إمداديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۲۸۳، دار الكتب العلمية)

بوجہ کمزوری لیٹ جاتا ہوں۔ مسجد میں اعتکاف کی نیت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جماعت کی انتظار میں سنتیں پڑھ کر پیچھے مسجد میں جب کہ کمزوری کی وجہ سے بیٹھنا دشوار ہو کچھ دیر کے لئے لیٹ جانے میں مضائقہ نہیں خاص کر اعتکاف کی نیت کر کے۔ مگر اس طرح ہو کہ نمازیوں کو تکلیف نہ ہو۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

نماز کے ختم پر دائیں بائیں منہ پھرانا

سوال[۲۲۲۳]: نماز میں سلام دائیں اور بائیں پھیرنا چاہئے لیکن کسی نے منہ قبلہ کی طرف ہی کر کے پھیر دیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ سلام ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دائیں بائیں منہ پھرانا سنت ہے: "و یحسن الالتفات یمیناً ثم یساراً بالتسلیمتین". مراقی الفلاح، ص: ۱۶۳ (۱) اس کے خلاف کرنے سے سنت ترک ہوگی، نماز ادا ہوگئی (۲)۔

نماز کے بعد دائیں یا بائیں طرف رخ کرنا

سوال[۲۲۲۴]: ایک مقامی مسجد جس میں دس سال سے تبلیغی مرکز ہے اور ہفتہ واری اجتماع ہوتا ہے

---

(۱) (مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی بیان سننها، ص: ۲۷۳، قدیمی)

"ثم یسلم عن یمینه و یساره حتی یری بیاض خده، و لو عکس سلم عن یمینه فقط".

(الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی بیان تألیف الصلوٰۃ إلی انتهائها. ۱/۵۲۳، سعید)

(و کذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلوٰۃ، الباب الرابع فی صفة الصلوٰۃ، الفصل الثالث فی سنن الصلوٰۃ و آدابها: ۱/۷۶، رشیدیه)

(۲) "ترک السنة لا یوجب فساداً و لا سهواً بل إساءة لو عامداً غیر مستخف". (الدر المختار)

"(قوله: عامداً غیر مستخف) فلو غیر عامد فلا إساءة أیضاً". (رد المحتار: کتاب الصلوٰۃ، باب صفة الصلوٰۃ: ۱/۴۷۴، سعید)

اجتماع کے ایک روز جمعہ کی نماز میں مقرر امام کے نہ آنے کی وجہ سے ایک اجنبی شخص نے امامت کی، بعد سلام تسبیح اور دعاء کے لئے بجائے داہنی طرف مڑنے کے یہ خیال کرتے ہوئے کہ بائیں طرف مڑنا سنت ہے اور عام طور پر امامت کرتے ابھی نہیں ہیں، بائیں جانب مڑ کر تسبیح پڑھی اور دعاء کے بعد فوراً عوام میں چہ میگوئیاں ہوئیں کہ یہ نیا طریقہ اس نے کہاں سے نکالا، چند روز بعد بعض مخلص سمجھدار معاونین اراکین جماعت نے اس دن فجر کے وقت امام صاحب کو اپنا مخلصانہ رائے پیش کی کہ یہاں کی فضا میں عوام کو ابھی تک تبلیغی کام سے مناسبت نہیں ہوئی ہے اور آپ سے بھی ابھی تک عوام کا ربط نہیں ہوا ہے۔ براہ کرم شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

داہنی طرف رخ کرنے سے اصل امام یا کوئی بھی اس کا عیب گنتا ہو تو نہیں، جب دونوں ہی سنت ہیں داہنی طرف رخ کرنا بھی بائیں طرف رخ کرنا بھی، تو کسی ایک طریقہ پر عمل کرنے سے ترک سنت نہیں ہوگا، اس کے خواہ شریعت میں بے بنیاد ہیں، لیکن کسی ایک طریقہ کو لازم قرار دینا جس سے یہ مفہوم ہوتا ہو کہ دوسرا سنت سے ثابت شدہ طریقہ غلط اور خلاف شرع ہے جائز نہیں، مشکوٰۃ شریف ص ۸۷ سے ظاہر ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ... داہنی طرف رخ فرمانا بھی ثابت ہے اور بائیں طرف رخ کرنا بھی ثابت ہے (۱)۔

---

(۱) "عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ينصرف عن يمينه". رواه مسلم.

"عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: "لا يجعل أحدكم للشيطان شيئاً من صلوته يرى أن حقاً عليه أن لا ينصرف إلا عن يمينه، لقد رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كثيراً ينصرف عن يساره". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب الدعاء في التشهد: ۱/۸۷، قديمي)

"وإن كان لا يتطوع بعدها يقعد مكانه، وإن شاء انحرف يميناً أو شمالاً، وإن شاء استقبلهم بوجهه إلا أن يكون بحذائه مصلٍ، سواء كان في الصف الأول أو في الأخير". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۸۵، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/۵۳۰، ۵۳۲، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل: الشروع في الصلوة: ۱/۲۳۲، دار المعرفة بيروت)

بہتر یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث کوئی عالم نماز یوں کے سنایا کرے تاکہ ان کے سامنے ہر چیز کا سنت طریقہ آئے اور جن غلط فہمیوں میں وہ گرفتار ہیں وہ دور ہوں نفقہ سے پورا پرہیز کیا جائے اور ایسا عمل اختیار نہ کیا جائے جس سے غلط عقیدہ کی تائید ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

نماز کے بعد کس طرف رخ کیا جائے؟

سوال [۲۲۵۰]: نماز فجر کے بعد حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہر چہار جانب رخ کرنا ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تینوں جانب بیٹھنے کا ثبوت ملتا ہے، قبلہ رو اور شمال وجنوب (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۳/۹۵ھ۔

---

(۱) "عن البراء بن عازب رضي الله تعالى عنه قال: كنا إذا صلينا خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم، أحببنا أن نكون عن يمينه، فيقبل علينا بوجهه صلى الله عليه وسلم".

"وقد ورد الروايات المختلفة في الانصراف عن الصلوة، فروى البخاري من حديث سمرة بن جندب رضي الله تعالى عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا صلى صلوة أقبل علينا بوجهه".

"وأخرج مسلم من حديث أنس رضي الله تعالى عنه قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم ينصرف عن يمينه".

وأخرجا عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه ... لقد رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كثيراً ينصرف عن يساره".

"وقال بعضهم هو مخير إن شاء انحرف يمنةً وإن شاء يسرةً وهو الصحيح: لأن ما هو المقصود من الانحراف وهو زوال الاشتباه يحصل بالأمرين جميعاً". (بذل المجهود، كتاب الصلاة، باب الإمام ينحرف بعد التسليم: ۱/۳۴۳، امدادیہ)

"عن قبيصة بن هلب عن أبيه رضي الله تعالى عنه قال: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يؤمنا فينصرف على جانبيه جميعاً: على يمينه وعلى شماله". والعمل عليه عند أهل العلم أنه ينصرف على أي جانبيه شاء، إن شاء عن يمينه، وإن شاء عن يساره، وقد صح الأمران عن رسول الله =

ایضاً

سوال[۲۴۲۶]: وضو کند بر همان نماز بنا کند، اگر منفرد باشد او را از سر نو نماز خواندن افضل است، و اگر امام باشد خلیفہ گیرد، وضو کند و داخل مقتدیاں شود، و مقتدی وضو کردہ باز آید بمکان کہ آنجا بود۔

۱....سوال یہ ہے کہ نماز پڑھنے والے امام مقتدی اور منفرد تین قسم کے لوگ ہیں پہلے ایک حکم ہے درنماز حدث لاحق شود وضو کند، پھر امام اور منفرد و مقتدی کے لئے الگ الگ ماتیں بیان کی گئیں اس عبارت کا صحیح عمل کیا ہے؟

۲....دو آدمی برابر کھڑے نماز پڑھ رہے تھے ایک امام تھا دوسرا مقتدی تیسرے شخص نے امام کو آگے بڑھا کر امام کی جگہ کھڑا کر دیا اور خود اس ایک مقتدی کے ساتھ صف میں کھڑا ہو گیا، سب بعد سلام کے امام اپنی جگہ علی حالہ بیٹھا رہے یا داہنے طرف مڑ کر بیٹھے پھر دعا کرے، یہ عصر کی نماز تھی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱....منفرد کے لئے اس صورت میں استیناف افضل ہے، اس کا اپنا تنہا کا معاملہ ہے امام کے لئے خلیفہ بنا دینا افضل ہے اس کے پیچھے دوسرے لوگ بھی ہیں ان سب کی نماز بھی اس کے ساتھ وابستہ ہے اس کو خلیفہ بنا دینا افضل ہے تاکہ وقت حدث تک جتنی نماز پڑھ چکے ہیں وہ خراب اور بیکار نہ ہو، ان کو استیناف (از سرِ نو پڑھنا اور پڑھی ہوئی کو بیکار قرار دینا) شاق ہوگا جتنا یہ بات نہ ہوگی(۱)۔

= صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ویروی عن علی بن أبی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ أنہ قال: إن كانت حاجتہ عن یمینہ أخذ عن یمینہ، وإن كانت حاجتہ عن یسارہ أخذ عن یسارہ" (جامع الترمذی، کتاب الصلوٰة، باب ما جاء فی الانصراف عن یمینہ وعن یسارہ: ۱/۶۶، سعید)

"وخیرہ فی المنیة بین تحویلہ یمیناً أو شمالاً أو أماماً أو خلفاً" (الدرالمختار، کتاب الصلوٰة، فصل فی بیان تألیف الصلوٰة إلی انتهائها: ۱/۵۳۱، سعید)

(وکذا فی الحلبی الکبیر، باب صفة الصلوٰة، ص: ۳۲۰، ۳۴۳، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۱) "أن الاستیناف أفضل تحرزاً عن الخلاف". (الدر المختار)

"قلت: هذا ظاهر فی المنفرد، لأن ما نواه هو عین صلاته من كل وجه، بخلاف الإمام والمقتدی تأمل". (رد المحتار، کتاب الصلوٰة، باب الاستخلاف: ۱/۶۰۲، سعید) =

۲- دائیں یا بائیں اس طرح مؤخر بیٹھ سکتا ہے کہ مسبوق کی طرف اس کا رخ نہ ہو(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جمائی روکنے کا طریقہ

سوال[۲۲۲۷]: بحالتِ نماز اگر جمائی آئے تو اس کو کیسے روکیں؟ خاص کر رکوع وسجود میں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

داہنے ہاتھ کی پشت منہ پر رکھ لی جائے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= (وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب الحدث في الصلوة: ۱/۲۵۷، مكتبه امداديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الإمامة والحدث في الصلوة: ۱/۳۹۹، دار الكتب العلمية)

(۱) "عن السدي عن أنس أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان ينصرف عن يمينه. عن عبد الله قال: "لا يجعلن أحدكم للشيطان من نفسه جزءاً لا يرى إلا أن حقاً عليه أن لا ينصرف إلا عن يمينه، أكثر ما رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ينصرف عن شماله". (الصحيح لمسلم، كتاب الصلوة، باب جواز الانصراف من الصلوة عن اليمين والشمال: ۱/۲۴۷، قديمي)

"وإن كان لا يتطوع بعدها يقعد مكانه وإن شاء انحرف يميناً أو شمالاً وإن شاء استقبلهم بوجهه إلا أن يكون بحذائه مصل، سواء كان في الصف الأول أو في الأخير، والاستقبال إلى المصلي مكروه، هذا ما صححه في البدائع". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۵۸۵، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل في بيان تأليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/۵۳۰، ۵۳۱، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل الشروع في الصلوة: ۱/۲۳۳، دار المعرفة بيروت)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: العطاس من الله والتثاؤب من الشيطان، فإذا تثاءب أحدكم فليضع يده على فيه". (جامع الترمذي، أبواب الاستئذان والأدب عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، باب ما جاء إن الله يحب العطاس ويكره التثاؤب: ۲/۱۰۳، سعيد)

نماز میں متعدد امور کی کوتاہی

سوال [۲۲۰۱]: وہ ارکان جن کی ادائیگی دانستہ خود پر اس طرح کی جاتی ہے اور اب ایک رواج کی صورت تک پہونچ چکی ہے:

(الف) قومہ صحیح ادا نہ کرنا، رکوع سے حسب سابق سیدھا کھڑا نہ ہونا اور سجدہ میں چلے جانا۔

(ب) جلسہ صحیح ادا نہ کرنا، پہلے سجدہ کے بعد حسب سابق سیدھا نہ بیٹھنا اور فوراً دوسرے سجدہ میں چلے جانا۔

(ج) دوران نماز خصوصاً قیام میں بار بار کھانسنا، بار بار ہاتھ اٹھا کر کسی جگہ کھجلانا، کپڑے سمیٹنا۔

(د) التحیات میں بیٹھتے ہی دونوں ہاتھوں سے قمیص کے دامن کو کھینچ کر درست کرنا۔

(ہ) دوران رکوع اپنے ہاتھ گھٹنے سے ہٹا کر پنڈلی اور ران وغیرہ کو کھجلانا۔

(و) دوران سجدہ ایک ہاتھ اٹھا کر کانوں، منہ وغیرہ کو کھجانا، اسی طرح پاؤں کو دوران سجدہ اٹھا لینا۔

(ز) دوران نماز آستین چڑھا کر رکھنا جب کہ قمیص بھی پوری آستین والی ہے۔

ان تمام صورت نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر فاسد نہیں ہوتی تو مکروہ ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان جملہ امور میں احکام شرعیہ کی رعایت لازم ہے، بعض کے ارتکاب میں کراہت ہلکی ہے بعض میں شدید ہے، بعض میں فساد نماز کا بھی اندیشہ ہے۔ نماز ام العبادات ہے، تھوڑی سی بے توجہی اور غفلت سے اس کو ناقص اور فاسد کر دینا بڑا خسارہ ہے، اپنے عمدہ لباس پر معمولی دھبہ برداشت نہیں کیا جاتا، جو فریضہ اور حق تعالیٰ شانہ کی بارگاہ عالی میں پیش کیا جائے، اس کو بہتر سے بہتر طریقہ پر ہر قسم کے دھبہ سے صاف رکھ کر پیش کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۶/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۶/۸۸ھ۔

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رجلاً دخل المسجد ورسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم جالس في ناحية المسجد، فصلى ثم جاء فسلم عليه، فقال له رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "وعليك السلام، ارجع فصل فإنك لم تصل". فرجع فصلى، ثم جاء فسلم فقال: "وعليك السلام،

باب الذکر والدعاء بعد الصلوات

الفصل الاول فی الذکر

(نماز کے بعد ذکر کا بیان)

نماز کے بعد ذکر جہری

سوال[۲۲۳۱]: پنجگانہ نماز کے بعد جہراً ذکر مثلاً آیۃ الکرسی یا اس کے مثل اور دعا بلند آواز سے پڑھنا کیسا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس فرض نماز کے بعد سنتیں ہیں اس نماز کا سلام پھیر کر مختصر دعا(۱) پڑھ کر اپنا سنت پڑھنے کا معمول تھا(۲)، اس جگہ جماعت کے ساتھ جہراً اذکار وتلاوت کرنے کا معمول نہیں تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/ ذی/ ۹۰ھ۔

---

(۱) "عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت: کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم إذا سلم لا یقعد إلا مقدار ما یقول: "اللّٰہم أنت السلام ومنک السلام، تبارکت یا ذا الجلال والإکرام" ... وقد روی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم أنہ کان یقول بعد التسلیم: "لا إلٰہ إلا اللہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک، ولہ الحمد، یحیی ویمیت وہو علی کل شیء قدیر، اللّٰہم! لا مانع لما أعطیت ولا معطی لما منعت، ولا ینفع ذا الجد منک الجد". (جامع الترمذی، کتاب الصلوٰۃ، باب ما یقول إذا سلم: ۱/۶۶، سعید)

(۲) "عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: صلیت مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رکعتین بعد المغرب فی بیتہ". (جامع الترمذی، کتاب الصلوٰۃ، باب ما جاء أنہ یصلیہما فی البیت: ۱/۹۸، سعید)

ہر نماز کے بعد ذکر بالجہر کا التزام

سوال [۲۳۳۲]: بعد نماز فرض تمام جماعت کامل کر آواز ایک مرتبہ سے تین مرتبہ "لا الٰہ الا اللہ" بلند آواز کرکے کہنا پھر "محمد رسول اللہ" کہنا باوجود اس کے کہ مسبوق اور دوسرے نمازی لوگ نماز پڑھ رہے ہوں، ان کی نماز میں حرج ہو رہا ہو، اس کو ضروری سمجھنا اور جو کوئی نہ پڑھے اس کو بہت برا جاننا اور اس کو قابل ملامت جاننا یہاں کا رواج ہے، یہ کیسا ہے؟ کیا اس کو ضروری کرنا چاہئے یا نمازی نماز پڑھ رہے ہوں تو ترک کردیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کلمہ شریف کا ذکر بہت مبارک چیز ہے لیکن اس طرح کرنا چاہیے کہ جس سے کسی نمازی کی نماز میں تشویش نہ ہو، ورنہ پھر بلند آواز سے کرنا ممنوع ہوگا، کذا فی سباحۃ الفکر فی الجہر بالذکر (۱)، نیز بعد نماز اس پر مداومت کرنا اور تارک پر ملامت کرنا جو کہ اصرار کی حد میں داخل ہے ناجائز ہے: "الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة". سعایہ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

= اور سنتوں کا گھر میں پڑھنے کی ترغیب و فضیلت بھی بیان کی گئی ہے:

"عن زيد بن ثابت عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "صلوة المرء في بيته أفضل من صلوته في مسجدي هذا إلا المكتوبة". (سنن أبي داود، كتاب الصلوة، باب صلوة الرجل التطوع في بيته: ۱/۱۵۹، إمدادیہ ملتان)

(۱) "وهناك أحاديث اقتضت طلب الإسرار والجمع بينهما بأن ذلك يختلف باختلاف الأشخاص والأحوال، كما جمع بين الأحاديث الطالبة للجهر والطالبة للإسرار بقراءة القرآن، ولا يعارض ذلك حديث "خير الذكر الخفي" لأنه حيث خيف الرياء أو تأذى المصلين أو النيام.

وذكر بعض أهل العلم أن الجهر أفضل حيث لا مانع لذكر، لأنه أكثر عملاً لتعدي فائدته إلى السامعين، ويوقظ قلب الذاكر". (سباحة الفكر في الجهر بالذكر، الباب الأول في الجهر بالذكر: ص: ۱۳، من مجموعة رسائل اللكنوي رحمه الله تعالى: ۳/۹۹، إدارة القرآن كراچی)

(۲) (السعاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، قبيل فصل في القراءة، ذكر البدعات: ۲/۲۶۵، سهيل اكيڈمي)

ہر فرض نماز کے بعد کلمہ طیبہ جہراً پڑھنا

سوال[۲۲۳۳]: فرضوں کے بعد اکثر لوگ "لا الٰہ الا اللہ" زور سے پڑھتے ہیں تین بار، اس کا پڑھنا کیسا جائز ہے یا نہیں؟ اکثر لوگ منع کرتے ہیں۔ فقط۔

محمد صدیق خورجوی، ۲۱/ جمادی الاولیٰ/ ۵۸ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ذکر اللہ خاص کر ذکر "لا الٰہ الا اللہ" کی حدیث شریف میں بہت فضیلت آئی ہے(۱)۔ ذکر بلاشبہ آہستہ اور زور سے ہر طرح پڑھنا جائز اور موجب ثواب ہے(۲)، مگر فرضوں کے بعد خصوصیت سے التزام کرنا یعنی اس کو واجب اور ضروری سمجھنا اور نہ کرنے والے پر ملامت کرنا شرعاً ثابت نہیں، لہٰذا نفس ذکر جائز اور التزام منع ہے(۳)۔ بسا اوقات مسجد میں بعض لوگ مسبوق ہوتے ہیں یا اپنی تنہا نماز میں مشغول ہوتے ہیں، اور زور سے ذکر کرنے سے ان کو تشویش لاحق ہوتی ہے(۴) اس لئے افضل اور بہتر یہ ہے کہ آہستہ ذکر کیا جائے تاکہ ثواب کا ثواب حاصل ہو اور کسی کو تشویش واذیت بھی نہ ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/ ۵/ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/ جمادی الاولیٰ/ ۵۸ھ۔

---

(۱) "جابر بن عبد اللہ یقول: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول: "أفضل الذکر لا إلٰہ إلا اللہ، وأفضل الدعاء الحمد للہ". (جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء أن دعوة المسلم مستجابة: ۲/ ۱۷۴، سعید)

(۲) "إن هناك أحاديث اقتضت طلب الجهر و أحاديث طلبت الإسرار، والجمع بينهما بأن ذلك يختلف باختلاف الأشخاص والأحوال، فالإسرار أفضل حيث خيف الرياء أو تأذى المصلين أو النيام، والجهر أفضل حيث خلا". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/ ۳۹۸، سعيد)

(۳) "الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة". (السعاية، باب صفة الصلوة، قبيل فصل في القراءة: ۲/ ۲۶۵، سهيل اكيڈمي)

(۴) (راجع رد المحتار، المصدر السابق)

فجر کی نماز کے بعد امام اور مقتدیوں کا جہراً تسبیحات پڑھنا

سوال[۲۲۲۲]: ہمارے محلہ کے آدمی چونکہ کاروبار میں رہتے ہیں، محلہ کی جامع مسجد میں ہر وقت پابندی سے نماز جماعت میں شریک نہیں ہو پاتے، صرف نماز فجر میں سب شریک ہوتے ہیں، اس لئے جماعت نماز سے فارغ ہونے کے بعد امام صاحب مع مقتدیوں کے جہراً تسبیح درود شریف "سبحان اللہ وبحمدہ، صلی اللہ علی سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، استغفر اللہ" ہمارا ہمیشہ فجر کی نماز کے بعد پڑھتے ہیں۔ امام صاحب سے پوچھا گیا تو موصوف نے جواب دیا کہ ہم ہمیشہ حصول ثواب وبرکت کے لئے پڑھتے ہیں اگرچہ ایسا پڑھنا فرض وواجب میں سے نہیں ہے، نیز درود وغیرہ پڑھنے کے وقت ہم ہمیشہ پیچھے آنے والے مصلیوں کا خیال رکھتے ہیں، یعنی اگر مصلی حالت نماز میں ہیں تو ہم آہستہ پڑھتے ہیں ورنہ جہراً۔ اب ایسا فجر کے بعد پڑھنا جائز ہے یا منع ہے، نیز ایسا پڑھنے میں کوئی قباحت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز فجر کے بعد درود شریف، ذکر تسبیح، استغفار سب کچھ درست ہے، اگر دوسروں کو تشویش نہ ہو تو جہراً بھی درست ہے(۱) مگر اس میں کسی کو مجبور کیا جائے، امام صاحب کو جب تک دل چاہے پڑھتے رہیں، مقتدی جس کا دل چاہے بیٹھ کر جب تک چاہے پڑھتا رہے اور جس کو کوئی کام کرنا ہو اس کو حق ہے کہ اپنا کام کرے، مجبور کسی کو نہ کیا جائے، اگر کوئی چلا جائے تو اس پر ناراض نہیں ہونا چاہئے۔

ویسے اصل اخفاء ہے، لقولہ عزوجل: ادعوا ربکم تضرعاً وخفیۃ(۲) تعلیم مقصود ہو یا کوئی اور دینی

---

(۱) "إن في أحاديث اقتضت طلب الجهر، وأحاديث طلب الإسرار، والجمع بينهما بأن ذلك يختلف باختلاف الأشخاص والأحوال، فالإسرار أفضل حيث خيف الرياء، أو تأذى المصلين أو النيام، والجهر أفضل حيث خلا مما ذكر، لأنه أكثر عملاً، ولتعدي فائدته إلى السامعين اهـ." (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۹۸، سعيد)

(وكذا في سباحة الفكر في الجهر بالذكر، الباب الأول، ص: ۳، من مجموعة رسائل اللكنوي رحمة الله عليه: ۳/۳۹۹، إدارة القرآن، كراچي)

(۲) (الأعراف: ۵۵)

مصلحت ہو تو جہراً بھی درست ہے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے حسبِ مصالح دونوں طرح دعا ثابت ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ہر نماز کے بعد درود شریف جہراً پڑھنا

سوال [۲۲۲۵]: کشمیر میں نمازِ فجر اور عصر کے بعد درود شریف پڑھتے ہیں، اس کا پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو درود شریف نماز میں پڑھا جاتا ہے اس کو پڑھنا فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء ہر نماز کے بعد بلکہ ہر وقت رات دن میں درست ہے (۲)، لیکن جب لوگ نماز میں مشغول ہوں تو آہستہ پڑھیں جس سے کسی کی نماز

---

(۱) "وعن المغيرة بن شعبة رضي الله تعالیٰ عنه أن النبي صلی الله تعالیٰ عليه وسلم كان يقول في دبر كل صلوة مكتوبة: "لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد، وهو على كل شيء قدير، اللهم! لا مانع لما أعطيت، ولا معطي لما منعت، ولا ينفع ذا الجد منك الجد". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب الذكر بعد الصلوة الفصل الأول، ص: ۸۸، قديمي)

(۲) قال الله عزوجل: ﴿إن الله وملائكته يصلون على النبي، ياأيها الذين اٰمنوا صلوا عليه وسلموا تسليماً﴾. (پ ۲۲، سورة الأحزاب: ۵۶)

"عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "من صلى علي واحدةً صلى الله عليه عشراً". (الصحيح لمسلم، كتاب الصلوة، باب الصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم بعد التشهد: ۱/۱۷۵، قديمي)

"عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "أولى الناس بي يوم القيامة أكثرهم علي الصلوة". (جامع الترمذي، أبواب الوتر، باب ماجاء في فضل الصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم، ۱/۱۱۰، سعيد)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (كتاب الأذكار للنووي، كتاب الصلوة على رسول الله صلى الله عليه وسلم، ص: ۵۳، دار البيان)

میں خلل نہ آئے، ورنہ ہلکی آواز سے بھی پڑھ سکتے ہیں اور کسی کو مجبور نہ کریں، ترغیب دینے میں مضائقہ نہیں ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

فرائض اور سنن کے درمیان وظیفہ

سوال[۲۲۰۶]: یہاں کے امام صاحب بعد ظہر ومغرب وعشا تھوڑا وظیفہ پڑھ کر دعا مانگا کرتے ہیں کبھی طویل مانگتے ہیں اس کے بعد دیر تک وظیفہ پڑھتے رہتے ہیں یہاں تک کہ مقتدی دو تین رکعت نماز پڑھ سکتے ہیں، اس کے بعد امام صاحب سنت پڑھتے ہیں، ان کو سمجھایا گیا کہ جن نمازوں کے بعد سنت ہیں مختصر دعا مانگ کر جلد سنت پڑھنا چاہیے مگر وہ اپنی عادت نہیں چھوڑتے۔ ایسے امام کی اقتداء میں کچھ خرابی تو نہیں؟ فقط۔

حاجی سید عبدالماجد، ۱۳/دسمبر/۵۰ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

افضل طریقہ تو یہی ہے کہ فرض نماز کے بعد متصلاً سنتیں پڑھی جائیں لیکن اگر امام صاحب نہیں مانتے تو اصرار وتشدد کی ضرورت نہیں کیونکہ سنتوں سے پہلے وظیفہ پڑھنا بھی گناہ نہیں:

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: "ويكره تأخير السنة إلا بقدر "اللهم أنت السلام" الخ. قال الحلواني: لا بأس بالفصل بالأوراد، واختاره الكمال. قال الحلبي: إن أريد بالكراهة التنزيهية، ارتفع الخلاف، لأنه إذا كانت الزيادة مكروهة تنزيهاً كانت خلاف الأولى الذي هو معنى: لا بأس، قلت: وفي حفظي حمله على القليلة ...... فالكراهة على الزيادة

(۱) "الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة". (السعاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: قبيل فصل في القراءة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيڈمی)

"قال الطيبي: وفيه: من أصر على أمر مندوب، وجعله عزماً، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلوة، باب في الدعاء في التشهد، رقم الحديث: ۹۴۶: ۳/۲۶، رشيديه)

تنزيهية لما علمت من عدم دليل تحريمية اهـ". در مختار وشامی(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/ربیع الاول/۷۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۹/ربیع الاول/۷۰ھ۔

تسبیحات فرائض کے بعد ہیں یا سنن کے بعد؟

سوال[۲۲۳۴]: تسبیح فاطمہ، معوذتین، آیۃ الکرسی وغیرہ وظیفہ پڑھنے کے لئے فرائض کے بعد متصلاً پڑھنا افضل ہے یا سنن ونوافل سے فارغ ہو کر؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سنن ونوافل کے بعد افضل ہے، اور جس فرض نماز کے بعد سنن ونوافل نہیں، جیسے فجر وعصر، تو بعد فرض متصلاً افضل ہے(۲)۔ فقط۔

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل إذا أراد الشروع: ۱/۵۳۰، سعید)

"عن ورّاد مولی المغيرة بن شعبة قال: کتب مغيرة بن شعبة إلی معاوية رضي الله تعالی عنهما: أن رسول الله صلی الله تعالی عليه وسلم کان إذا فرغ من الصلاة وسلم قال: "لا إله إلا الله وحده لا شريک له، له الملک وله الحمد، وهو علی کل شيء قدير، اللهم لا مانع لما أعطيت، ولا معطي لما منعت، ولا ينفع ذا الجد منک الجد". (الصحيح لمسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلاة وبيان صفته: ۱/۲۱۸، قديمي)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے ("مسائل مرغوبہ" تصنیف حضرت مولانا مفتی [illegible] صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ)

(۲) "عن عائشة رضي الله تعالی عنها قالت: کان النبي صلی الله تعالی عليه وسلم إذا سلم لم يقعد إلا مقدار ما يقول: "اللهم أنت السلام ومنک السلام، تبارکت ذا الجلال والإکرام". (الصحيح لمسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلاة وبيان صفته: ۱/۲۱۸، قديمي)

"ويکره تأخير السنة إلا بقدر "اللهم أنت السلام" الخ. قال الحلواني: لا بأس بالفصل بالأوراد، واختاره الکمال. قال الحلبي: إن أريد بالکراهة التنزيهية ارتفع الخلاف. قلت: وفي حفظي حمله علی القليل". (الدر المختار)

=

بعد فجر وعصر تسبیحات ودعاء میں ترتیب

سوال[۲۲۲۸]: فجر اور عصر کے فرض کے بعد دعاء مانگنے سے قبل تکبیر، تحمید، تسبیح وغیرہ ایک سو مرتبہ پڑھنا مستحب ہے یا دعاء مانگنے کے بعد؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

تسبیح، تحمید، تکبیر کے بعد دعاء کرنا مستحب ہے:

"ویسبحون الله تعالیٰ ثلاثاً وثلاثین، ویحمدونه كذلك، ويكبرونه كذلك .... : ثم يدعون لأنفسهم وللمسلمين بالأدعية المأثورة الجامعة رافعي أيديهم، ثم يمسحون بها: أي بأيديهم وجوههم في آخره، اهـ". مراقی الفلاح مختصراً، ص: ۱۸۳(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۲/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/صفر/۵۷ھ۔

= "(قوله: ارتفع الخلاف)؛ لأنه إذا كانت الزيادة مكروهة تنزيهاً، كانت خلاف الأولى الذي هو معنى: لا بأس ... لا بأس بالفصل بالأوراد: أي القليلة التي بقدر "اللهم أنت السلام الخ"".

(رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۱/۵۳۰، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل: وأما بيان ما يستحب للإمام: ۱/۳۹۳، ۳۹۴، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، وأما بيان صفة الصلاة، ص: ۳۴۱، ۳۴۲، سهيل اكيدمي)

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في الأذكار، ص: ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، قديمي)

"ويستحب أن يستغفر ثلاثاً، ويقرأ آية الكرسي والمعوذات، ويسبح ويحمد ويكبر ثلاثاً وثلاثين، ويهلل تمام المائة، ويدعو ويختم بسبحان ربك". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل إذا أراد الشروع: ۱/۵۳۰، سعيد)

(وكذا في إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب الانحراف بعد السلام وكيفيته وسنية الدعاء والذكر بعد الصلاة: ۳/۱۵۴، إدارة القرآن كراچی)

نماز کے بعد کی تسبیح صف سے ہٹ کر پڑھنا

سوال[۲۳۲۹]: نمازِ فجر اور نمازِ عصر کے بعد جو تسبیح پڑھی جاتی ہے، کوئی شخص اگر تسبیح جماعت سے پیچھے ہٹ کر بیٹھ کر پڑھے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ سنا ہے کہ اس طرح سے بیٹھ کر پیچھے ہٹ کر صف سے پڑھنا افضل ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ شخص محلِ اعتراض نہیں، اگر صف میں بیٹھ کر تسبیح پڑھنے سے دیکھنے والوں کو احتمال ہو کہ ابھی جماعت ہورہی ہے، ابھی ختم نہیں ہوئی تو صف سے پیچھے ہٹ کر پڑھنا اس احتمال کو دفع کرنے کے لئے افضل ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۳/۸۹ھ۔

تسبیحاتِ فاطمی نہ پڑھنا

سوال[۲۳۳۰]: ایک شخص فجر اور عصر کی نماز کے بعد والی تسبیح مسنونہ صحیح طور پر نہیں پڑھتا بلکہ بہت جلد منہ بند کر کے انگلیوں کو حرکت دے کر امام اور مقتدیوں کی تسبیح ختم ہونے سے پہلے دعا مانگ کر چلا جاتا ہے، ان کا یہ فعل مقتدیوں کو بہت برا معلوم ہوتا ہے، یہ عادت غلط ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ تسبیحات ایسی مؤکدہ نہیں کہ ان کے تارک پر عتاب کیا جائے، بلکہ یہ مستحب ہے، جو شخص ان کو مستحب طریقہ پر پڑھے گا اجر وثواب حاصل کرے گا، جو نہیں پڑھے گا تو محروم رہے گا، تاہم گنہگار نہیں ہوگا(۲) نمازی اس

(۱) "ویستحب کسر الصفوف". (الدر المختار) "(قوله: یستحب کسر الصفوف) لیزول الاشتباه عن الداخل المعاین لکل فی الصلاة". (رد المحتار، فصل: إذا أراد الشروع: ۱/۵۳۰، سعید)

(۲) "عن کعب بن عجرة رضی الله تعالی عنه عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: "معقبات لا یخیب قائلهن أو فاعلهن دبر کل صلاة مکتوبة: ثلاثاً وثلثین تسبیحة، وثلاثاً وثلثین تحمیدة، وأربعاً وثلثین تکبیرة". (الصحیح لمسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلوة وبیان صفته: ۱/۲۱۸، قدیمی)

سے نفرت نہ کریں، بات کہیں، محبت وہمدردی سے سمجھائیں، ترغیب دیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

بعد فجر اشراق تک ایک جگہ بیٹھنے کا ثواب

سوال [۲۲۲۱]: صبح کی نماز کے بعد اپنی جگہ بیٹھنے سے حج کا ثواب ملتا ہے، بہشتی زیور میں لکھا ہے اس وقت تک کہ اشراق کا وقت ہو، اگر خاموشی کے ساتھ اپنے گھر آئے اور تلاوتِ قرآن کرتا رہے، نمازِ اشراق پڑھ کر اٹھے، تو اس کو بھی وہی ثواب ملے گا یا نہیں؟

فقط محمد الیاس۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کے لئے یہ ثواب نہیں کیونکہ بعض روایات میں اس کی تصریح ہے جیسا کہ خود بہشتی زیور (۳) میں بھی

- "ويستحب أن يستغفر ثلاثاً، ويقرأ آية الكرسي والمعوذات، ويسبح ويحمده ويكبر ثلاثاً وثلاثين، ويهلل تمام المائة، ويدعو ويختم بسبحان ربك". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل: إذا أراد الشروع: ۱/۵۳۰، سعيد)

(وكذا في إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب الانحراف بعد السلام وكيفيته وسنية الدعاء والذكر بعد الصلاة: ۳/۱۶۷، إدارة القرآن، كراچی)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في صفة الأذكار، ص: ۳۱۵، ۳۱۶، قديمي)

(۲) "عن تميم الداري أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "الدين النصيحة" قلنا: لمن؟ قال: "لله ولكتابه ولرسوله ولأئمة المسلمين وعامتهم". قال النووي: "وأما نصيحة عامة المسلمين وهم من عدا ولاة الأمر، فإرشادهم لمصالحهم في آخرتهم ودنياهم وكف الأذى عنهم، فيعلمهم ما يجهلونه من دينهم ودنياهم، ويعينهم عليه بالقول والفعل ... وأمرهم بالمعروف ونهيهم عن المنكر برفق وإخلاص والشفقة عليهم، وتوقير كبيرهم ورحمة صغيرهم ... والنصيحة لازمة على قدر الطاقة إذا علم الناصح أنه يقبل نصحه ويطاع أمره وأمن على نفسه المكروه، فإن خشي أذى فهو في سعة. والله أعلم".

(الصحيح لمسلم مع شرحه للنووي، كتاب الإيمان، باب بيان أن الدين النصيحة: ۱/۵۴، قديمي)

(۳) لم أجده.

موجود ہے کہ وہیں بیٹھے بیٹھے ذکر وغیرہ میں مشغول رہے اور اس جگہ سے اٹھ کر گھر آ کر ذکر میں مشغول رہنے سے اس قدر ثواب نہیں ملتا، بلکہ اس میں کمی آجاتی ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۱۱/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/ذی الحجہ ۵۶ھ۔

فجر کے بعد اشراق تک ذکر میں مشغول رہنا

سوال[۲۲۲۲]: فجر کی فرض کے بعد بعض لوگ مصلیٰ پر بیٹھے رہتے ہیں، طلوعِ آفتاب کے بعد نیتِ اشراق دوگانہ چار رکعت نماز پڑھتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اس سے حج وعمرہ کا ثواب ملتا ہے، اس روایت کی کیا اصل ہے؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مطابق فرض کے بعد مصلے پر بیٹھے رہنا تو ثابت ہے، لیکن دوگانہ نماز پڑھنے کا ثبوت نہیں ملتا، مسئلہ کی پوری تحقیق فرمائیں۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من صلى الفجر في جماعة ثم قعد يذكر الله حتى تطلع الشمس ثم صلى ركعتين كانت له كأجر حجة وعمرة". قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "تامة تامة تامة". رواه الترمذي" (۲)، مشکوٰۃ

---

(۱) "عن أبي أمامة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من صلى صلاة الغداة في جماعة، ثم جلس يذكر الله حتى تطلع الشمس، ثم قام، فصلى ركعتين، انقلب بأجر حجة وعمرة". رواه الطبراني وإسناده جيد". (مجمع الزوائد للهيثمي، كتاب الأذكار، باب ما يقول بعد صلاة الصبح والمغرب والعصر: ۱۰/۱۰۴، دار الفكر بيروت)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (عمل اليوم والليلة لابن السني رحمه الله تعالى، باب فضل الذاكر بعد صلاة الفجر، ص: ۴۶-۴۷، مكتبة الشيخ)

(۲) (جامع الترمذي، أبواب السفر، باب ذكر ما يستحب من الجلوس في المسجد بعد الصلاة الصبح حتى تطلع الشمس، سعيد)

شریف: ۸۹/۱، باب الذکر بعد الصلوات(۱)۔

حدیث بالا اس مسئلہ کی اصل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۴/۱۰/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۸۸ھ۔

فجر کے بعد ہوا خوری افضل ہے یا اوراد ووظائف؟

سوال [۲۰۲۲]: فجر میں جماعت کے بعد اگر فجر کا وقت باقی ہے تو اس وقت اوراد ووظائف، تسبیحات، صلوۃ وسلام یا تلاوتِ کلامِ پاک میں مشغول ہونا افضل ہے، یا ہوا خوری کے لئے نکل جانا افضل وضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہوا خوری کی ضرورت صحت کو برقرار رکھنے کے لئے ہے تو اس سے بھی منع نہیں کیا جائے گا، بلکہ اس کی رعایت بھی قابلِ اہتمام ہے، ذکر وتلاوت وغیرہ کے افضل ہونے کے متعلق تو مستقل دلائل موجود ہیں(۲)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۲/۲/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۲/۲/۹۱ھ۔

---

(۱) (مشکوۃ المصابیح، کتاب الصلوۃ، باب الذکر بعد الصلوۃ: ۸۹/۱، قدیمی)

"عن أبي أمامة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من صلى صلاة الغداة في جماعة ثم جلس يذكر الله حتى تطلع الشمس، ثم قام فصلى ركعتين، انقلب بأجر حجة وعمرة". رواه الطبراني وإسناده جيد". (مجمع الزوائد للهيثمي، كتاب الأذكار، باب ما يقول بعد صلوة الصبح والمغرب: ۱۰/۱۰۴، دار الفكر)

وراجع للتفصيل: كتاب الأذكار للنووي رحمه الله تعالى، باب الحث على ذكر الله تعالى بعد صلوة الصبح، ص: ۱۰۲، ط: دار البيان)

(۲) فجر کی نماز کے بعد اشراق تک ذکر وغیرہ میں مشغول رہنے کے فضائل احادیث میں کثرت سے وارد ہیں، لیکن فجر کے بعد اشراق تک اگر اذکار میں مشغول رہے اور اشراق پڑھنے کے بعد ہوا خوری کرے، تو عمدہ بات ہے، وقت بھی ہوا خوری کے لئے مفید ہے

"عن أبي أمامة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من صلى

فجر کے بعد یٰسین شریف کا ختم

سوال [۲۴۴۴]: ایک امام صاحب روزانہ بعد فجر کے سلام کے بعد بغیر مناجات زبردستی مقتدیوں کو سورۂ یٰسین پڑھنے پر مجبور کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے ختم قرآن شریف کا ثواب ملتا ہے، کیوں ذرا سے وقت کے لئے آپ اس سے محروم ہوں؟ اس کے بعد دعا کرتے ہیں (مناجات کرتے ہیں)، کیا امام صاحب کا یہ عمل از روئے شرع صحیح ہے یا ناجائز ہے؟ احکام شرعی بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں کرم ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ایک مرتبہ سورۂ یٰسین پڑھنے سے دس قرآن کا ثواب ملتا ہے(۱)، حدیث شریف میں موجود ہے، اس

= صلاة الغداة في جماعة، ثم جلس يذكر الله حتى تطلع الشمس، ثم قام، فصلى ركعتين، انقلب بأجر حجة وعمرة". رواه الطبراني وإسناده جيد" (مجمع الزوائد للهيثمي، كتاب الأذكار، باب ما يفعل بعد صلاة الصبح والمغرب والعصر: ١٠/١٠٤، دار الفكر، بيروت)

"عن أبي أمامة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من قال دبر كل صلاة الغداة: لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد، يحيي ويميت، بيده الخير، وهو على كل شيء قدير مائة مرة قبل أن يثني رجليه، كان يومئذ من أفضل أهل الأرض عملاً، إلا من قال مثل ما قال، أو زاد على ما قال" رواه الطبراني في الكبير والأوسط، ورجال الأوسط ثقات". (مجمع الزوائد للهيثمي، كتاب الأذكار، باب ما يقول بعد صلاة الصبح والمغرب، ج: ١٠، ص: ١٠٧، ١٠٨، دار الفكر، بيروت)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (عمل اليوم والليلة لابن السني رحمه الله تعالى، باب فضل الذكر بعد صلوة الفجر ص ١٢٦، ١٢٧، مكتبة الشيخ)

(١) "عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن لكل شيء قلباً، وقلب القرآن يس، ومن قرأ يس، كتب الله له بقراءتها قراءة القرآن عشر مرات". (تفسير ابن كثير: ٣/٥٩٣، سورة يس، سهيل اكيدمي)

(ورواه الترمذي في سننه في أبواب فضائل القرآن عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، باب ما جاء في يس: ٢/١١٦، سعيد)

سے مشکلات میں آسانی ہوتی ہے(۱)۔ اپنے زیرِ تربیت لوگوں کو ورد کا حکم کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن سب کو مجبور نہ کیا جائے، جس کا دل چاہے دعا کے بعد چلا جائے یا تسبیح، نوافل، تلاوت وغیرہ میں مشغول ہوجائے، جس کا دل چاہے تلاوت یٰسین کرے(۲)۔ ترغیب کو جبر بنانا بھی صحیح نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

نماز کے بعد "استغفر اللّٰہ" پڑھنا

سوال[۲۲۲۵]: نماز فرض کے سلام کے فوراً بعد دعا کے متعلق زید "استغفر اللّٰه الذي لا إله إلا هو الحي القيوم" پڑھتا ہے، بکر کہتا ہے بیشک یہ بہت بڑا استغفار ہے، لیکن سلام کے بعد تو "اللہ اکبر" اور تین مرتبہ "استغفر اللہ" پڑھنا منقول ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مشہور تو یہی ہے کہ اس مقام پر "استغفر اللّٰہ" منقول ہے، بعد کے صفات منقول نہیں، مگر عمل الیوم واللیلۃ، ص: ۴۵، میں ہے:

"عن معاذ رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "من قال بعد الفجر ثلاث مرات وبعد العصر ثلاث مرات: أستغفر الله الذي لا إله إلا

---

(۱) "عن عطاء بن أبي رباح قال: بلغني أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "من قرأ يٰس في صدر النهار، قضيت حوائجه". قال ابن عباس رضي الله عنهما: من قرأ يٰس حين يصبح، أعطي يسر يومه حتى يمسي، ومن قرأها في صدر ليلة، أعطي يسر ليلته حتى يصبح". (سنن الدارمي، كتاب فضائل القرآن، باب في فضل يٰس: (رقم الحديث: ۳۴۱۸، ۳۴۱۹): ۲/۵۴۹، قديمي)

(وكذا في مشكوة، كتاب فضائل القرآن، الفصل الثالث، ص: ۱۸۹، قديمي)

(۲) "الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة" (السعاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، ۲/۲۶۵، سهيل اكيدمي)

"قال الطيبي رحمه الله تعالى: من أصر على أمر مندوب، وجعله عزماً، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلوة، باب الدعاء في التشهد، (رقم الحديث: ۹۴۶): ۳/۳۱، رشيديه)

هو الحي القيوم وأتوب إليه، غفرت ذنوبه وإن كانت مثل زبد البحر" (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۲/۹۵ھ۔

توبہ اور استغفار میں فرق

سوال [۲۳۲۶]: توبہ، استغفار میں کیا فرق ہے؟ اگر کوئی انسان اپنے صرف توبہ، استغفار کرے تو ان [illegible]؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

توبہ میں گذشتہ پر ندامت کے ساتھ آئندہ پرہیز کا عہد مطلوب ہے (۲) اور استغفار میں جرم کی معافی کا

---

(۱) (أخرجه ابن السني في عمل اليوم والليلة، باب ما يقول في دبر صلاة الصبح، رقم الحديث: ۱۳۹، ص: ۴۳، مكتبة شيخ، كراچي)

"عن ثوبان قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا انصرف من صلاته استغفر ثلاثاً وقال: "اللهم أنت السلام ومنك السلام، تباركت يا ذا الجلال والإكرام". قال الوليد: فقلت للأوزاعي: كيف الاستغفار؟ قال: يقول: "أستغفر الله، أستغفر الله". (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته: ۱/۲۱۸، قديمي)

"ويستحب أن يستغفر الله ثلاثاً، ويقرأ آية الكرسي والمعوذات، ويسبح ويحمد ويكبر ثلاثاً وثلاثين، ويهلل تمام المائة، ويدعو ويختم بسبحان ربك". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل في بيان تأليف الصلاة إلى انتهائها: ۱/۵۳۰، سعيد)

(۲) "قالت عائشة رضي الله عنها: قال لي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن كنت ألممت بذنب فاستغفري الله وتوبي إليه، فإن التوبة من الذنب الندم والاستغفار". (إحياء علوم الدين للإمام الغزالي رحمه الله تعالى، كتاب الأذكار والدعوات، فضيلة الاستغفار: ۱/۳۸۸، مكتبه حقانيه)

"أصل التوبة في اللغة الرجوع، يقال: تاب وثاب بالمثلثة وآب وأناب بمعنى رجع، والمراد بالتوبة هنا الرجوع عن الذنب... ولها ثلاثة أركان: الإقلاع، والندم على فعل تلك المعصية، والعزم على أن لا يعود إليها أبداً". (شرح مسلم للنووي رحمه الله تعالى، كتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قديمي)

وانظر أيضاً: (روح المعاني، سورة التحريم: ۸، ۲۸/۱۵۵-۱۵۹، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

پہلو غالب ہے(۱) اگر وہ پند ونصیحت سے توبہ واستغفار واصلاح کے آثار ظاہر ہوجائیں تو پھر ترک موالات نہیں چاہیے، ہاں اگر ترک تعلق بغرض اصلاح کارآمد ہوسکے تو ترک تعلق ٹھیک ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۲/۱۴۰۱ھ۔

استغفار کے ایک صیغہ کا ثبوت

سوال[۴۳۳۷]: کیا صیغۂ استغفار "استغفر اللہ (الی) واتوب الیہ" حدیث مرفوع میں ہے؟ اور اس کا اپنے معنی کے مطابق پڑھنا صحیح ہے، اور کیا یہ استغفار کے تمام صیغوں کا خلاصہ ہے اور کیا طلب مغفرت میں یہ سب برابر ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہاں! حدیث مرفوع میں موجود ہے، صیغے مختلف آئے ہیں، ہر ایک اپنی ایک شان رکھتا ہے(۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۶/۱/۹۵ھ۔

---

(۱) "استغفر الله ذنبه على حذف الحرف: طلب منه غفره" (لسان العرب: (۵) فصل الغين المعجمة، تحت لفظ غفر: ۵/۲۵، دار صادر بيروت)

والتفصيل في: (روح المعاني، پ: ۷، آية: ۳۵: ۲۱/۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "لا يحل لرجل أن يهجر أخاه فوق ثلاث ليال، يلتقيان، فيعرض هذا ويعرض هذا، وخيرهما الذي يبدأ بالسلام". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب الهجرة: ۲/۸۹۶، قديمي)

"قوله: (ولا يحل لمسلم أن يهجر أخاه) فيه التصريح بحرمة الهجران فوق ثلاثة أيام، وهذا فيمن لم يجن على الدين جناية، فأما من جنى عليه وعصى ربه، فجاءت الرخصة في عقوبته بالهجران كالثلاثة المتخلفين عن غزوة تبوك، فأمر الشارع بهجرانهم، فبقوا خمسين ليلة حتى نزلت توبتهم". (عمدة القاري، كتاب الأدب، باب ما ينهى عن التحاسد والتدابر الخ: ۲۲/۱۳۶، مطبعة منيرية بيروت)

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے: (مرقاة المفاتيح للملا علي القاري رحمه الله تعالى، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الأول، رقم الحديث: ۵۰۲۷: ۸/۷۱۸، رشيدية)

(۳) "قال أبو هريرة رضي الله عنه: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "والله إني لأستغفر الله

مناجاتِ مقبول اور حزب اعظم

سوال [۲۳۴۸]: زید پابندِ شریعت ہے اور اکثر با وضو تمام ماثورہ دعائیں پڑھتا رہتا ہے تو کیا اس کے لئے یہی کافی ہے یا مناجاتِ مقبول بھی پڑھنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص شریعت کی بتائی ہوئی دعائیں ان کے اوقات میں پڑھنے کا اہتمام رکھتا ہے اس کے لئے وہی کافی ہے، جو شخص اہتمام نہیں رکھتا وہ "مناجاتِ مقبول" یا "الحزب الاعظم" کی دعائیں پڑھ لیا کرے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۱/۸۸ھ۔

حزب البحر پڑھنے کی اجازت

سوال [۲۳۴۹]: دعائے حزب البحر کے پڑھنے کی اجازت اور طریقۂ عمل بتائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر محض ثواب کے لئے پڑھنا ہو تو روزانہ کسی وقت پڑھ لیا کریں، نہ کسی طریقۂ خاص کی ضرورت ہے نہ کسی کی اجازت کی (۱)، اگر کسی خاص عمل کے لئے پڑھنا ہو تو کسی عامل سے اجازت لیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۸/۹۷ھ۔

= وأتوب إليه في اليوم أكثر من سبعين مرة". (صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب استغفار النبي صلى الله عليه وسلم في اليوم والليلة: ۲/۹۳۲، قديمي)

"عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "سيد الاستغفار أن تقول العبد: اللهم أنت ربي، لا إله إلا أنت خلقتني وأنا عبدك، وأنا على عهدك ووعدك ما استطعت، أعوذ بك من شر ما صنعت، أبوء لك بنعمتك علي، وأبوء لك بذنبي، فاغفرلي، فإنه لا يغفر الذنوب إلا أنت". قال: "ومن قالها من النهار موقنا بها فمات من يومه قبل أن يمسي، فهو من أهل الجنة، ومن قالها من الليل وهو موقن بها فمات قبل أن يصبح فهو من أهل الجنة". (صحيح البخاري، باب الاستغفار، ص: ۹۳۲-۹۳۳، قديمي)

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: "كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يذكر الله عزوجل على كل أحيانه". (سنن أبي داؤد، كتاب الطهارة، باب في الرجل يذكر الله تعالى على غير طهور: ۱/۴، امداديه)

درود "تنجینا" میں لفظ "تنجینا" کی تحقیق

سوال[۲۳۵۰]: درود تنجینا کا اعراب کسی کتاب میں اس طرح ہے: "اللهم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد صلوۃً تُنجّینا بها من جمیع الأهوال والآفات" اور کسی کتاب میں اس طرح ہے "تُنجِینا"۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ تنجّینا صحیح ہے یا "تُنجِینا" صحیح ہے؟ اور کیا دونوں کے الگ معنی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"تُنجِینا" اور "تُنجّینا" دونوں طرح یہ لفظ صحیح ہے، دونوں کے معنی ایک ہی ہیں، کچھ فرق نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۳/۹۲ھ۔

☆....☆....☆....☆....☆

قال الله تعالیٰ: ﴿فاذکروا الله قیاماً وقعوداً وعلی جنوبکم﴾ (النساء) "أی فداوموا علی ذکره سبحانه فی جمیع الأحوال الخ". (روح المعانی: ۵/۱۳۷، پ: ۵، سورۃ النساء: ۱۰۳)

(۱) "النجاء: الخلاص من الشيء، نجا ینجو نجواً ونجاء ممدود، ونجاة مقصور، ونجی واستنجی کنجا، ونجوت من كذا والصدق منجاة، وأنجيت غيري ونجيته، وقرئ بهما قوله تعالى: ﴿فاليوم ننجيك ببدنك﴾ الخ". (لسان العرب، فصل النون تحت لفظ نجا: ۱۵/۳۰۴، دار صادر بیروت)

الفصل الثاني في الدعاء بعد الصلوات

(نماز کے بعد دعاء کا بیان)

نماز کے بعد دعاء کا ثبوت

سوال[۲۰۱۱]: بعد صلوٰۃ فرض جو امام و مقتدی دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں، یہ کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے؟ شافی جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نفسِ دعا کا حکم قرآن شریف میں متعدد جگہ آیا ہے(۱) اور ترکِ دعا پر وعید آئی ہے، نماز کے بعد مطلق متعدد احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کرنا ثابت ہے، چنانچہ چند روایات حافظ ابوبکر سنی کی کتاب "عمل الیوم واللیلۃ" سے نقل کی جاتی ہیں:

۱- "عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا: أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا صلی الصبح قال: "اللهم إني أسألك علماً نافعاً وعملاً متقبلاً ورزقاً طيباً"(۲)۔

۲- "عن زید بن أرقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول في دبر الصلاة: "اللهم ربنا ورب كل شيء أنا شهيد أنك أنت الرب وحدك لا

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ادعوا ربكم تضرعاً وخفية، إنه لا يحب المعتدين﴾ (سورة الأعراف: ۵۵)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿فادعوا الله مخلصين له الدين ولو كره الكافرون﴾ (سورة المؤمن: ۱۴)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿وإذا سألك عبادي عني فإني قريب، أجيب دعوة الداع إذا دعان فليستجيبوا لي وليؤمنوا بي لعلهم يرشدون﴾ (سورة البقرة: ۱۸۶)

(۲) عمل اليوم والليلة لابن السني رحمه الله تعالى، باب ما يقول في دبر صلاة الصبح، (رقم الحديث: ۱۰۲)، ص: ۵۰، مكتبة الشيخ، كراچی)

شریک لک، اللّٰھم ربنا ورب کل شیء! انا أشھد أن محمداً عبدك ورسولك، اللّٰھم ربنا ورب کل شیء! اجعلنی مخلصاً لك فی کل ساعة وأھلی فی الدنیا والآخرة یا ذالجلال والإکرام، اللّٰھم! اسمع واستجب، اللّٰہ الأکبر الأکبر، اللّٰہ نور السمٰوات والأرض، اللّٰہ الأکبر الأکبر، حسبی اللّٰہ ونعم الوکیل، اللّٰہ الأکبر الأکبر(۱)۔

۳–"عن أبی أمامة –رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ– قال: ما دنوت من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی دبر صلوٰۃ مکتوبة ولا تطوع إلا سمعته یقول: "اللّٰھم اغفر لی ذنوبی وخطایای کلھا، اللّٰھم! انعشنی واجبرنی واھدنی لصالح الأعمال والأخلاق، إنه لا یھدی لصالحھا ولا یصرف سیئھا إلا أنت"(۲)۔

۴–"عن معاذ بن جبل –رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ– قال: لقینی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال لی: "یا معاذ! إنی أحبك فلا تدع أن تقول فی دبر کل صلوٰۃ: اللّٰھم! أعنی علی ذکرك وشکرك وحسن عبادتك"(۳)۔

۵–"عن أنس بن مالك –رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ– عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم أنه قال: "ما من عبد بسط کفیه فی دبر کل صلوٰۃ ثم یقول: اللّٰھم إلٰھی وإله إبراھیم وإسحاق ویعقوب، وإله جبرئیل ومیکائیل وإسرافیل –علیھم السلام– أسألك أن تستجیب دعوتی، فإنی مضطر، وتعصمنی فی دینی فإنی مبتلیٰ، وتنالنی برحمتك فإنی مذنب، وتنفی عنی الفقر فإنی متمسکن، إلا کان حقاً علی اللّٰہ عز وجل أن لا یرد یدیه خائبتین" اھ". (۴)۔ فقط واللّٰہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللّٰہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/۲/۱۲ھ۔

---

(۱) (عمل الیوم واللیلة لابن السنی رحمه اللّٰہ تعالیٰ، باب ما یقول فی دبر صلاة الصبح، رقم الحدیث ۱۱۳، ص: ۱۰۲، مکتبة الشیخ)

(۲) (عمل الیوم واللیلة لابن السنی، باب ما یقول فی دبر صلاة الصبح، رقم الحدیث: ۱۱۶، ص: ۱۰۵، مکتبة الشیخ)

(۳) (عمل الیوم واللیلة لابن السنی، باب ما یقول فی دبر صلاة الصبح، رقم الحدیث: ۱۱۸، مکتبة الشیخ)

(۴) (عمل الیوم واللیلة لابن السنی رحمه اللّٰہ تعالیٰ، باب ما یقول فی دبر صلاة الصبح، رقم الحدیث: ۱۳۸، ص: ۱۲۱، مکتبة الشیخ)

نمازِ فرض کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت ہے، مگر یہ صرف مستحب کے درجہ میں ہے، اس کو واجب کے برابر اہتمام والتزام ثابت نہیں ہے جیسا کہ بعض جگہ کیا جاتا ہے(۱)، اور اسی وجہ سے بعض علماء نے اس کو بدعت کہا ہے، ورنہ نفسِ دعا، احادیثِ معتبرہ سے ہاتھ اٹھا کر اور بلا ہاتھ اٹھائے دونوں طرح ثابت ہے(۲)۔ فقط۔

سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا شرعاً ثابت ہے اور مستحب ہے(۳)، لیکن اگر اتفاقیہ طور پر کوئی شخص کبھی ترک کردے تو اس پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے(۴)۔

صحیح: عبداللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۳/۶۳ھ۔

جن نمازوں کے بعد نوافل نہیں، ان کے بعد امام کس طرف منہ کرکے بیٹھے؟

سوال [۲۴۵۰]: جن نمازوں کے بعد سنت مؤکدہ نہیں ہیں ان نمازوں میں امام کس طرف متوجہ ہو، دائیں طرف یا بائیں طرف، یا مقتدیوں کی طرف؟ زید کہتا ہے کہ دائیں طرف متوجہ ہو، عمر کہتا ہے کہ مقتدیوں کی طرف متوجہ ہو۔ ان میں سے کونسا قول صحیح ہے اور کس قول پر فتویٰ ہے؟

---

(۱) "الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة". (السعاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيدمی)

"قال الطيبي: وفيه من أصر على أمر مندوب، وجعله عزماً، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلوة، باب الدعاء في التشهد، (رقم الحديث: ۹۴۶): ۳/۳۱، رشيديه)

(۲) "وقال أبو موسى رضي الله تعالى عنه: دعا النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، ثم رفع يديه، ورأيت بياض إبطيه". (صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب رفع الأيدي في الدعاء: ۲/۹۳۸، قديمي)

"قال: سمعت أم سلمة رضي الله تعالى عنها تقول: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إذا صلى الصبح قال: "اللهم إني أسئلك علماً نافعاً، وعملاً متقبلاً، ورزقاً". (عمل اليوم والليلة لابن السني، باب ما يقول في دبر صلاة الصبح، (رقم الحديث: ۱۰۲)، ص: ۱۰۰، مكتبة الشيخ)

(۳) (راجع الحاشية السابقة آنفاً)

(۴) (راجع رقم الحاشية: ۱)

الجواب حامداً ومصلیاً:

تینوں طرح درست ہے، کسی ایک کا التزام درست نہیں، دائیں جانب متوجہ ہو کر قبلہ بائیں جانب ہو جائے اولیٰ ہے:

"وعقب الفرض إن لم يكن بعده نافلة يستقبل الناس إن شاء إن لم يكن في مقابلته مصل، كما في الصحيحين: "كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا صلى أقبل علينا بوجهه". وإن شاء الإمام انحرف عن يمينه وجعل القبلة عن يساره، وهذا أولى لما في مسلم: "كنا إذا صلينا خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم أحببنا أن نكون عن يمينه حتى يقبل علينا بوجهه". وإن شاء ذهب لحوائجه، قال تعالى: ﴿فإذا قضيت الصلوة فانتشروا في الأرض وابتغوا من فضل الله﴾ والأمر للإباحة اهـ". مراقي الفلاح، ص: ۲۷۱ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

امام کا مقتدیوں کی جانب یا بجانب شمال رخ کر کے بیٹھنا

سوال [۲۲۵۲]: ہر نماز کے بعد امام کو مقتدیوں کی طرف یا بجانب شمال رخ کر کے بیٹھنا سنت ہے یا کسی خاص وقت کی نماز کے بعد؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس نماز کے بعد سنتیں نہیں اس کے بعد شمال، جنوب یا مقتدیوں کی طرف رخ کر لینا ثابت ہے اور

---

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في صفة الأذكار، ص: ۳۱۶، قديمي)

"عن أنس أن النبي صلى الله عليه وسلم كان ينصرف عن يمينه". قال النووي رحمه الله تعالى: "وجه الجمع بينهما أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يفعل تارةً هذا، وتارةً هذا، فأخبر كل واحد بما اعتقد أنه الأكثر فيما يعلمه، فدل على جوازهما، ولا كراهة في واحد منهما ... لكن يستحب أن ينصرف في جهة حاجته سواء كانت عن يمينه أو شماله، فإن استوى الجهتان في الحاجة وعدمها، فاليمين أفضل لعموم الأحاديث المصرحة بفضل اليمين في باب المكارم". (الصحيح لمسلم مع شرحه للنووي، كتاب المساجد، باب جواز الانصراف من الصلوة عن اليمين والشمال: ۱/۲۴۷، قديمي)

جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں ان کے بعد زیادہ دیر نہیں بلکہ مختصر دعا کرکے سنتیں پڑھنے میں مشغول ہونا چاہیے، طحطاوی، ص: ۱۷۱(۱)، بدائع (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

کیا نماز کے فوراً بعد دعا ہے یا وقفہ کے ساتھ؟

سوال[۲۲۵۰]: زید کہتا ہے کہ فرض نماز کے سلام اور دعا کے درمیان تھوڑا وقفہ دے کر دعا مانگنا چاہیے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حدیث شریف میں نماز کے بعد دعا کا حکم ہے، وقفہ کا ذکر حدیث شریف میں نہیں، "بعد" سے بظاہر متصلاً ہی مراد ہے، تھوڑا سا معمولی وقفہ ہو جائے تب بھی مضر نہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ جمادی الاولیٰ/ ۵۵ھ۔

---

(۱) "(الأذكار الواردة بعد) صلاة (الفرض) ... (القيام إلى) أداء (السنة) التي تلي الفرض (متصلاً بالفرض مسنون)، غير أنه يستحب الفصل بينهما كما كان عليه السلام إذا سلم يمكث قدر ما يقول "اللهم أنت السلام ومنك السلام الخ" ثم يقوم إلى السنة ... ويستحب (أن يستقبل بعده) أي بعد التطوع وعقب الفرض إن لم يكن بعده نافلة يستقبل (الناس) إن شاء الخ". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في صفة الأذكار، ص: ۳۱۱، ۳۱۲، قديمي)

(۲) "وأما بيان ما يستحب للإمام أن يفعله عقيب الفراغ من الصلاة فنقول: إذا فرغ الإمام من الصلاة فلا يخلو إما إن كانت صلاة لا تصلي بعدها سنة أو كانت صلاة تصلي بعدها سنة، فإن كانت صلاة لا تصلي بعدها سنة كالفجر والعصر، فإن شاء الإمام قام وإن شاء قعد في مكانه يشتغل بالدعاء ... لما روي "أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان إذا فرغ من صلاة الفجر استقبل بوجهه أصحابه"

ثم اختلف المشايخ في كيفية الانحراف ... وقال بعضهم: هو مخير إن شاء انحرف يمنة وإن شاء يسرة، وهو الصحيح ... وإن كانت صلاة بعدها سنة يكره له المكث قاعداً". (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل وأما بيان ما يستحب للإمام الخ: ۱/۳۹۳، ۳۹۴، رشيدية)

(۳) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم إذا سلم لم يقعد إلا مقدار ما يقول: "اللهم أنت السلام ومنك السلام تباركت ذا الجلال والإكرام"". (الصحيح لمسلم، ...

جن فرض کے بعد سنت بھی ہے اس کے بعد وقفہ نہیں چاہیے، جیسے مغرب، عشاء، ظہر اور جن کے بعد سنت نہیں ہیں ان کے بعد وقفہ دے کر دعا ہے(۱)۔

عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/جمادی الاولیٰ/۵۵ھ۔ سعید احمد غفرلہ۔

نماز کے بعد دعاء "الحمد" سے شروع کرنا

سوال[۲۲۵۵]: فرض نماز کے بعد "الحمد للہ رب العالمین" سے دعا شروع کرنا کیسا ہے؟ بعض لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دعا سے پہلے حمد و ثنا آداب دعا میں سے ہے، الحمد للہ اس کا اعلیٰ مصداق ہے جس کی تعلیم خداوند تعالیٰ نے دعاء ﴿اهدنا الصراط المستقيم﴾ الخ سے پہلے دی، اس کو بدعت کہنا ناواقفیت ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

(كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته: ١/٢١٨، قديمي)

"ويكره تأخير السنة إلا بقدر اللهم أنت السلام الخ. قال الحلواني: لا بأس بالفصل بالأوراد، واختاره الكمال. قال الحلبي: إن أريد بالكراهة التنزيهية، ارتفع الخلاف، قلت: وفي حفظي حمله على القليل". (الدر المختار)

"قوله: ارتفع الخلاف، لأنه إذا كانت الزيادة مكروهة تنزيهاً، كانت خلاف الأولى الذي هو معنى: لا بأس ... لا بأس بالفصل بالأوراد: أي القليلة التي بمقدار "اللهم أنت السلام الخ". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل إذا أراد الشروع: ١/٥٣٠، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل: وأما بيان ما يستحب للإمام: ١/٣٩٣، ٣٩٤، رشيدية)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، وأما بيان صفة الصلاة: ٣٣١، ٣٣٢، سهيل أكيڈمی)

(۱) راجع رقم الحاشية السابقة

(۲) "عن فضالة بن عبيد رضي الله تعالى عنه قال: بينا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قاعداً إذ دخل —

فرض نمازوں کے بعد دعاء

سوال [۲۵۵۹]: فرض نمازوں کے بعد دعاء مانگنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے یا نہیں؟ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طریقہ بیان کرنا لازمی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"عن أنس بن مالك رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: "ما من عبد يبسط كفيه في دبر كل صلاة ثم يقول: اللهم إلهي وإله إبراهيم وإسحاق ويعقوب، وإله جبرئيل وميكائيل وإسرافيل عليهم السلام، أسألك أن تستجيب دعوتي فإني مضطر، وتعصمني في ديني فإني مبتلى، وتنالني برحمتك فإني مذنب، وتنفي عني الفقر فإني متمسكن، إلا كان حقاً على الله أن لا يرد يديه خائبتين". عمل اليوم والليلة، ص: ۳۸ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= رجل، فصلى فقال: اللهم اغفرلي وارحمني، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "عجلت أيها المصلي، إذا صليت فقعدت، فاحمد الله بما هو أهله، وصل علي، ثم ادعه". قال: ثم صلى رجل آخر بعد ذلك، فحمد الله وصلى على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال له النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "أيها المصلي! ادع تجب". هذا حديث حسن". (جامع الترمذي، أبواب الدعوات، باب بلا ترجمة: ۲/۱۸۵، سعيد)

"واستقبل الداعي القبلة، وكان على طهارة ورفع يديه إلى الله تعالى، بدأ بحمد الله والثناء عليه، ثم ثنى بالصلاة على محمد عبده ورسوله صلى الله تعالى عليه وسلم". (الجواب الكافي لمن سأل عن الدواء الشافي، المعروف بالداء والدواء لابن قيم الجوزية، فصل: أوقات الإجابة، ص: ۱۴، مكتبة حقانيه)

(۱) (عمل اليوم والليلة لابن السني رحمه الله تعالى، باب ما يقول في دبر صلاة الصبح، رقم الحديث: ۱۳۸، ص: ۴۲، مكتبة الشيخ)

"عن أبي أمامة رضي الله عنه قال: قيل لرسول الله صلى الله عليه وسلم: أي الدعاء أسمع؟ قال: "جوف الليل الآخر، ودبر الصلوات المكتوبات". قال الترمذي رحمه الله: "هذا حديث حسن". (جامع الترمذي، أبواب الدعوات: ۲/۱۸۷، سعيد)

فرض نماز کے بعد دعا اور آمین

سوال[۲۰۵۷]: فرض نمازوں سے فارغ ہونے کے بعد امام کا اجتماعی دعاء پڑھ کر مقتدیوں سے آمین کہلوانا درست ہے یا نہیں؟ یا امام ومقتدی کو انفرادی دعاء کرنا لازم ہے یا بغیر دعاء کے سنت پڑھ سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فرض نمازوں کے بعد دعاء مقبول ہوتی ہے، اس وقت دعاء کرنا حدیث(۱) وفقہ سے ثابت ہے(۲)، جہراً دعاء کرنا اور مقتدیوں سے آمین کہلوانا اس کی پابندی ثابت نہیں (۳)۔ جس فرض نماز کے بعد سنت نماز بھی

---

(۱) "عن ورّاد مولى المغيرة بن شعبة قال: كتب المغيرة إلى معاوية ابن أبي سفيان: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول في دبر صلوته إذا سلّم: "لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك، وله الحمد، وهو على كل شيء قدير، اللهم لا مانع لما أعطيت، ولا معطي لما منعت، ولا ينفع ذا الجد منك الجد". (صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب الدعاء بعد الصلوة: ۲/۹۳۷، قديمي)

(وجامع الترمذي، أبواب الصلوة، باب ما يقول إذا سلّم: ۱/۶۶، سعيد)

(۲) "عن أبي أمامة رضي الله عنه قال: قيل لرسول الله صلى الله عليه وسلم: أيّ الدعاء أسمع؟ قال: "جوف الليل الآخر ودبر الصلوات المكتوبات". وقال الترمذي: هذا حديث حسن". (جامع الترمذي، أبواب الدعوات، باب بلا ترجمة: ۲/۱۸۷، سعيد)

"وإذا جمع مع الدعاء حضور القلب وجمعيته بكليته على المطلوب، وصادف وقتاً من أوقات الإجابة الستة، وهي: الثلث الأخير من الليل، وعند الأذان، وبين الأذان والإقامة، وأدبار الصلوات المكتوبات، وعند صعود الإمام يوم الجمعة على المنبر حتى تقضى الصلاة من ذلك اليوم، وآخر ساعة بعد العصر، وصادف خشوعاً في القلب". (الجواب الكافي لمن سأل عن الدواء الشافي المعروف بالداء والدواء لابن قيم الجوزية، فصل: أوقات الإجابة، ص: ۱۱، مكتبة روضة القرآن)

"أحوال الإجابة .... ودبر الصلوات المكتوبات". (الحصن الحصين للإمام محمد الجزري، ص: ۳۶، دار الإشاعت)

(۲) (راجع للتخريج، ص: ۱۸۵، رقم الحاشية: ۱)

(۳) "الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة". (السعاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۲/۲۶۳، سهيل أكيدمي)

بینهما كما قال عليه السلام: إذا سلم لم يمكث قدر ما يقول: "اللهم أنت السلام ومنك السلام وإليك يعود السلام تباركت يا ذا الجلال والإكرام" ثم يقوم إلى السنة" مراقي الفلاح، ص: ۱۷۰(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱/۸۸ھ۔

نماز کے بعد دعائیں

سوال[۲۴۵۸]: دعائے ماثورہ بعد العصر والفجر احادیث میں وارد ہیں اور جو متعلق فرض کے بعد ہیں وہ کیا کیا ہیں؟

محمد شیر، گونڈوی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

"عن أم سلمة رضي الله تعالى عنها تقول: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا صلى الصبح قال: "اللهم إني أسئلك علماً نافعاً وعملاً متقبلاً ورزقاً طيباً" (۲)۔

"وعن أنس رضي الله تعالى عنه قال: ما صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوة مكتوبة إلا أقبل علينا بوجهه فقال: "اللهم إني أعوذ بك من كل عمل يخزيني، وأعوذ بك من كل صاحب يؤذيني، وأعوذ بك من كل أمل يلهيني، وأعوذ بك من كل فقر

---

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في صفة الأذكار، ص: ۳۱۱، قديمي)

"عن عائشة رضي الله عنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا سلم لا يقعد إلا مقدار ما يقول: "اللهم أنت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والإكرام" (جامع الترمذي، أبواب الصلوة، باب ما يقول إذا سلم: ۱/۶۶، سعيد)

"ويكره تأخير السنة إلا بقدر "اللهم أنت السلام الخ". (الدر المختار، كتاب الصلوة، فصل: إذا أراد الشروع: ۱/۵۳۰، سعيد)

(۲) (عمل اليوم والليلة لابن السني، ص: ۴۰، رقم الحديث: ۱۰۰، مكتبة الشيخ)

ينسيني، وأعوذ بك من كل غنى يطغيني"(۱)۔ (ز ص، ۳۸، ن: ۱۰۹، عمل اليوم والليلة) میں کچھ اور تیس دعائیں اور بھی منقول ہیں۔

"عن معاذ رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "من قال بعد الفجر ثلاث مرات وبعد العصر ثلاث مرات: أستغفر الله الذي لا إله إلا هو الحي القيوم وأتوب إليه، كفرت عنه ذنوبه وإن كانت مثل زبد البحر". رواه ابن السني(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۸/۲/۵۳ھ۔

ہر نماز کے بعد دعاء کا اہتمام

سوال [۱۲۳۵۰]: نماز کے بعد دعاء مانگنے کے سلسلہ میں "عمل الیوم واللیلۃ" والی روایت ہے اور ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنے کی دلیل میں حضرت نے جواب میں لکھوایا تھا۔ کیا کوئی حدیث ایسی بھی ہے جس میں دونوں باتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یکجا طور پر ثابت ہوں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جو طریقہ دعاء کے اہتمام کا آپ پوچھ رہے ہیں اس کا دوامی ثبوت عملی حدیث سے دشوار ہے، قولی ثبوت وہ کافی ہے جو عرض کیا تھا، یعنی عمل الیوم واللیلۃ کی قولی حدیث، یا الکوکب الدری میں اس سے تعرض کیا ہے، غالباً کتاب الدعوات میں ہے، وہاں دیکھئے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۹/۸۹ھ۔

---

(۱) (عمل اليوم والليلة لابن السني، ص: ۱۰۴، رقم الحديث: ۱۲۰، مكتبة الشيخ)

(۲) (عمل اليوم والليلة لابن السني، ص: ۱۰۲، رقم الحديث: ۱۲۶، مكتبة الشيخ)

"عن وراد مولى المغيرة بن شعبة قال: كتب المغيرة إلى معاوية ابن أبي سفيان: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول في دبر صلوته إذا سلم: "لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك، وله الحمد، وهو على كل شيء قدير، اللهم لا مانع لما أعطيت، ولا معطي لما منعت، ولا ينفع ذا الجد منك الجد". (صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب الدعاء بعد الصلوة: ۹۳۷/۲، قديمي)

(وجامع الترمذي، أبواب الصلوة، باب ما يقول إذا سلم: ۱/۶۹، سعيد)

(۳) "ويختتم الدعاء بعد المكتوبة وقبل السنة على ما روي عن البقالي من أنه قال: الأفضل أن يشتغل بالدعاء ثم بالسنة . وهو المشهور المعمول به في زماننا كما لا يخفى فإنه مستجاب بالحديث، =

ہر نماز کے بعد دعائے جہری کا التزام

سوال [۲۲۹۰]: ایک امام صاحب نے مسجد میں روزانہ بعد نماز فجر یہ معمول بنالیا کہ سورت حشر کی آخری تین آیتیں، کلمہ طیبہ، درود شریف اور مخصوص دعا، بلند آواز سے پڑھتے ہیں اور مقتدیوں سے بھی پڑھنے کے لئے کہا جاتا ہے۔ یہ معمول بلا ناغہ بنالینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تعلیم دینا تو بہت اچھی اور مفید بات ہے، مگر نماز کے بعد اس طرح بلند آواز سے سب کا پابندی کے ساتھ بلا ناغہ التزاماً پڑھنا ٹھیک نہیں (۱)، اس سے شبہ ہوتا ہے کہ یہ بھی نماز کا آخری جز یا تتمہ ہے، اس لئے اس طریقہ کو بند کیا جائے، پھر نماز کی ہیئت کو ختم کر کے کچھ دیر کے لئے اس طرح بیٹھ جایا کریں جس سے کسی دوسرے کی نماز میں خلل نہ آئے اور پوری نماز سب کی سن کر اصلاح کردیا کریں، جو یاد نہ ہو وہ صحیح یاد کرادیں، جو یاد ہو اس کا مطلب سمجھادیں، ان شاء اللہ تعالیٰ یہ مختصر سا مدرسہ ہوجائے گا اور سب کی نمازیں بھی درست ہوجائیں گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۶/۸۷ھ۔

= "ولذا قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في حديث رواه ابن عباس: "من لم يفعل ذالك فهو خداج". أي من لم يدع بعد الصلوة رافعاً يديه إلى ربه مستقبلاً ببطونها إلى وجهه ولم يطلب حاجته قائلاً يارب يارب، فما فعله من الصلوة ناقصة عند الحق سبحانه الخ". (الكوكب الدري، ابواب الدعوات، (قال ربكم ادعوني)، ص: ۲۹۱، المكتبة اليحيوية، سهارنفور)

(۱) "(والبدعة) ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة و استحسان و جعل ديناً قويماً و صراطاً مستقيماً". (رد المحتار، باب الامامة، ۱/۵۶۰، سعید)

"الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة". (السعاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: قبيل فصل في القراءة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيدمي)

"قال الطيبي. وفيه: من أصر على أمر مندوب، وجعله عزماً، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب -

ہر نماز کے بعد دعاء

سوال [۲۳۶۱]: پنج وقتہ نماز کے بعد جو دعائیں مانگی جاتی ہیں، یہ اجتماعی دعا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر نماز کے بعد دعاء کی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کتب فقہ مراقی الفلاح (۱)، درمختار (۲) وغیرہ میں اجتماعی دعا کی ترغیب وترتیب مذکور ہے، جس فرض نماز کے بعد سنتیں ہیں، اس فرض کے بعد تو مختصر دعائیہ کلمات پڑھ کر سنتوں میں مشغول ہو جانا چاہئے (۳) اور جس فرض کے بعد سنتیں نہیں ہیں (فجر، عصر) اس میں تسبیحات فاطمہ اور طویل دعاء بھی لکھی ہے (۴)، کتاب

= منه استيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلوة، باب في الدعاء في التشهد، رقم الحديث: ۹۳۲: ۳/ ۱۷، رشيديه)

(۱) "إذا انصرف من صلوته، استغفر الله تعالى، وقال: اللهم أنت السلام ... ثم يدعون لأنفسهم وللمؤمنين بالأدعية المأثورة لقول أبي أمامة ... رافعي أيديهم حذاء الصدر ... ثم يختمون بقوله تعالى: ﴿سبحان ربك رب العزة عما يصفون﴾ الخ ... ثم يمسحون بها أي بأيديهم وجوههم في آخره". (مراقي الفلاح، حاشية الطحطاوي، كتاب الصلوة، فصل فيما يفعله المقتدي، ص: ۳۱۵-۳۱۸، قديمي)

(۲) "ويهللون تمام المائة، ويدعون ويختمون بسبحان ربك". (الدر المختار، باب صفة الصلوة: ۱/ ۵۳۰، سعيد)

(۳) "وفي البرهان الكمال: عن شمس الأئمة الحلواني أنه قال: لا بأس بقراءة الأوراد بين الفريضة والسنة، فالأولى تأخير الأوراد عن السنة، فهذا ينفي الكراهة، ويخالفه ما قال في الاختيار: كل صلوة بعدها سنة يكره القعود بعدها والدعاء، بل يشتغل بالسنة كي لا يفصل بين السنة والمكتوبة، وعن عائشة رضي الله تعالى عنها أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان يقعد مقدار ما يقول: "اللهم أنت السلام الخ" كما تقدم، فلا يزيد عليه أو لا على قدره". (مراقي الفلاح، حاشية الطحطاوي، فصل فيما يفعله المقتدي، ص: ۳۱۲-۳۱۳، قديمي)

(۴) (راجع للتخريج، ص: ۶۹۸)

"عمل الیوم واللیلۃ" میں ایک حدیث مذکور ہے جس میں ہر نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء کی ترغیب ہے(۱) اور دعاء کے قبول ہونے کی امید ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ظہر، مغرب اور عشاء کی نمازوں کے بعد کی دعاء

سوال[۲۲۶۲]: نماز ظہر، مغرب وعشاء کے بعد کتنی مختصر اور کون سی دعا کرنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے؟ نیز نماز جمعہ بھی اس میں شامل ہے یا نہیں؟ دعاء میں کچھ زیادتی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"اللّٰهم أنت السلام" الخ، "استغفر اللّٰه، استغفر اللّٰه، استغفر اللّٰه" مختلف کلمات ذکر منقول ہیں(۲) مگر مختصر معمولی زیادتی ہوجائے تو بھی ممنوع نہیں گنجائش ہے، جمعہ بھی بظاہر ظہر کی طرح ہے، لاعتبار السبب، وهو أداء السنن بعد الفريضة(۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أنه قال: "ما من عبد بسط كفيه في دبر كل صلاة، ثم يقول: اللّٰهم إلٰهي وإله إبراهيم وإسحاق ويعقوب، وإله جبرئيل وميكائيل وإسرافيل (عليهم السلام) أسألك أن تستجيب دعوتي فإني مضطر، وتعصمني في ديني فإني مبتلى، وتنالني برحمتك فإني مذنب، وتنفي عني الفقر فإني متمسكن، إلا كان حقاً على الله عزوجل أن لا يرد يديه خائبتين". (عمل اليوم والليلة لابن السني، باب ما يقول في دبر صلاة الصبح، ص: ۲۲، رقم الحديث: ۱۳۸، مكتبة الشيخ، كراچی)

(۲) "عن عائشة رضي الله عنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا سلم لا يقعد إلا مقدار ما يقول: "اللّٰهم أنت السلام ومنك السلام، تباركت يا ذا الجلال والإكرام". (جامع الترمذي، أبواب الصلاة، باب ما يقول إذا سلم، ۱/۶۶، سعيد)

(ورواه مسلم في صحيحه في كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته، ۱/۲۱۸، قديمي)

(۳) "عن ثوبان قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا انصرف من صلاته، استغفر ثلاثاً وقال: =

نماز کے بعد جہراً دعاء

سوال [۲۴۱۴]: ۱۔۔۔ فرض نماز باجماعت ختم ہونے کے بعد کیا کوئی آیت پڑھنا چاہیے، یا دعاء بعد نماز فرض مانگنا فرض ہے یا کہ نہیں؟

۲۔۔۔ بغیر آیت درود شریف پڑھے کیا درود شریف "اللّٰہم صل علی محمد" صحیح نہیں ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔۔۔ دعاء کی ترغیب بھی ہے فضیلت بھی ہے، اس کو عبادت کا مغز فرمایا گیا ہے(۱) اور نماز کے بعد دعاء قبول ہونے کی بشارت بھی ہے اور درود شریف کی تاکید اور اس کی فضیلت مستقل ہونے کے علاوہ اس کو دعا قبول ہونے میں بڑا دخل ہے(۲)، بغیر درود شریف کے دعاء معلق رہتی ہے درجۂ قبول کو نہیں

= "اللّٰهم أنت السلام ومنك السلام، تباركت ذا الجلال والإكرام". قال الوليد: فقلت للأوزاعي: كيف الاستغفار؟ قال: يقول: "أستغفر الله، أستغفر الله". (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلوة وبيان صفته: ۱/۲۱۸، قديمي)

(۱) "عن أنس بن مالك رضي الله عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "الدعاء مخ العبادة". هذا حديث غريب من هذا الوجه، لا نعرفه إلا من حديث ابن لهيعة". (جامع الترمذي، أبواب الدعوات، باب ما جاء في فضل الدعاء: ۲/۱۷۵، سعيد)

(ورواه الديلميّ في مسند الفردوس: ۲/۱۹۰)

"عن النعمان بن بشير عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "الدعاء هو العبادة" ثم قرأ: ﴿وقال ربكم ادعوني أستجب لكم، إن الذين يستكبرون عن عبادتي سيدخلون جهنم داخرين﴾. (المؤمن: ٦٠) هذا حديث حسن صحيح". (جامع الترمذي: ۲/۱۷۵، أبواب الدعوات، سعيد)

(۲) "فضالة بن عبيد يقول: سمع رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- رجلاً يدعو في الصلوة لم يحمد الله ولم يصل على النبي -صلى الله تعالى عليه وسلم- فقال رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم-: "عجلت أيها المصلي"، ثم علمهم رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- فسمع رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- رجلاً يصلي، فمجد الله وحمده، وصلى على النبي -صلى الله تعالى عليه وسلم- فقال رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم-: "ادع تجب، وسل تعط". (سنن النسائي، كتاب السهو، باب التمجيد والصلوة على النبي في الصلوة: ۱/۱۸۹، قديمي)

پہنچتی ہے(۱)، مگر دعا میں اخفا افضل ہے، اور درود شریف بھی دعا ہے، اس کو بھی آہستہ پڑھنا افضل ہے(۲)، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ادعوا ربكم تضرعاً وخفية﴾ الآیۃ (۳)۔ اس لئے افضل طریقہ یہ ہے کہ امام و مقتدی سب آہستہ پڑھیں درود شریف بھی، دعا بھی۔ جس کو بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق ہے وہ ضرور درود شریف پڑھے گا، اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ محبت و عقیدت کا تعلق مسلمان کا ایمان ہے(۴)۔

یہ طریقہ کہ امام بلند آواز سے آہستہ درود شریف پڑھتے پھر سب مقتدی بلند آواز سے پڑھیں، حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت نہیں، نہ قرآن میں ہے نہ حدیث شریف میں اور نہ فقہ میں، اس لئے اس طریقہ کو ختم کر کے سنت کے مطابق عمل کیا جاوے، کیونکہ اتباعِ سنت ہی میں خیر ہے(۵)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۲/۹۰ھ۔

---

(۱) "عن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه قال: إن الدعاء موقوف بين السماء والأرض لا يصعد منه شيء حتى تصلي على نبيك صلى الله تعالى عليه وسلم". (جامع الترمذي، أبواب الوتر، باب ما جاء في فضل الصلاة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ۱/۱۱۰، سعيد)

(۲) قال العلامة الآلوسي رحمه الله تعالى تحت الآية الآتية: "وجاء من حديث أبي موسى الأشعري أنه صلى الله تعالى عليه وسلم قال لقوم يجهرون: "أيها الناس! اربعوا على أنفسكم، إنكم لا تدعون أصم ولا غائباً، إنكم تدعون سميعاً بصيراً، وهو معكم، وهو أقرب إلى أحدكم من عنق راحلته"، والمعنى: ارفقوا بأنفسكم واقصروا من الصياح في الدعاء". (روح المعاني: ۸/۱۳۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) (الأعراف: ۵۵)

(۴) "عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا يؤمن أحدكم حتى أكون أحب إليه من والده وولده والناس أجمعين". (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب حب الرسول صلى الله تعالى عليه وسلم من الإيمان: ۱/۷، قديمي)

(۵) وعنه رأى عن العرباض بن سارية في حديث طويل ... فقال: "أوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة ... فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين، تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ

سے دوسرے نمازیوں کی نماز میں خلل نہ ہو، نماز سے جب یہ ختم ہوجاتی ہے اس کے بعد دعاء مذکورہ جائز ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

نماز کے بعد اسی ہیئت پر دعا کرنا

سوال[۲۰۰۹]: کوئی شخص باجماعت نماز پڑھ کر بعد سلام کے اس جگہ سے الگ ہوکر بیٹھ جاوے تو اس میں کیا نقصان ہے مع حدیث کے حکم ہے؟ یا اسی جگہ پر بیٹھا رہنا ثواب ہے یا اس جگہ سے الگ ہونے میں کوئی نقصان ہے؟

سائل: عبدالرحمن عزیزی مدرسہ معرفت عارف الرحمن تورکبلی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس جگہ سے علیحدہ ہونے میں کچھ نقصان نہیں، یہ جائز ہے، کذا فی الکبیری، ص: ۳۰۰ وغیرہ(۲)۔ البتہ فجر کی نماز کے بعد بعض روایت میں اسی ہیئت پر بیٹھ کر کچھ دعا پڑھنے کا ذکر آیا ہے، لہٰذا اگر اسی

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ادعوا ربکم تضرعاً وخفیة، إنه لا یحب المعتدین﴾ (سورة الأعراف: ۵۵)

"عن أنس رضی اللہ تعالیٰ عنه مرفوعاً: "دعوة فی السر تعدل سبعین دعوة فی العلانیة" (إعلاء السنن، أبواب الوتر، باب خفاء القنوت فی الوتر الخ: ۹۳/۶، إدارة القرآن کراچی)

"عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم أنه قال: "خیر الدعاء الخفی"

"وأما الأدعیة والأذکار فالخفیة أولیٰ. قلت: ویجتهد فی الدعاء وسنة أن یخفی صوته لقوله تعالیٰ: ﴿ادعوا ربکم تضرعاً وخفیة﴾" (رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی شروط الجمع بین الصلاتین بعرفة: ۵۰۵/۲، سعید)

"إذا دعا بالدعاء المأثور جهراً ومعه القوم أیضاً لیتعلموا الدعاء، لا بأس به" (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب الرابع فی الصلاة والتسبیح وقراءة القرآن والذکر والدعاء الخ: ۳۱۸/۵، رشیدیه)

(۲) "فإذا تمت صلاة الإمام فهو مخیر إن شاء انحرف عن یساره وجعل القبلة عن یمینه، وإن شاء انحرف عن یمینه وجعل القبلة عن یساره" (الحلبی الکبیر، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ص: ۳۴۰، سهیل اکیڈمی)

"عن أنس رضی اللہ تعالیٰ عنه أن النبی صلی اللہ علیه وسلم کان ینصرف عن یمینه"

امام بلا ناغہ نماز پنجگانہ میں دو وقت دعا مانگتا ہے: اول بعد والے فریضہ، دوم بعد اختتام سنت، ہر نماز میں بعد والے سنت جو دعا مانگی جاتی ہے اس میں فاتحہ کا پڑھنا لازمی سمجھا جاتا ہے، بعض مقتدیوں کو اس سے اختلاف ہے، لہٰذا یہ تحریر فرمایئے کہ دعائے اول وثانی کا حق امام کو ہے یا نہیں، اگر ہے تو اس کی دلیل کیا ہے اور امام کا ہر نماز کے بعد دعا میں فاتحہ کہنا اور مقتدیوں کا تعمیل کرنا حنفی مذہب میں جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نفسِ دعا مطلقاً مامور بہ ہے (۱) اور بعد صلوٰۃ خصوصیت سے مقرون بالاجابۃ ہوتی ہے، احادیث میں کثرت سے اس کی فضیلت وارد ہے (۲) لیکن دو مرتبہ جیسا کہ سائل نے بیان کیا- دعا مانگنا قرونِ مشہود لہا بالخیر سے ثابت نہیں، کتبِ معتبرہ حدیث وفقہ میں اس کا کہیں ذکر نہیں، پس معلوم ہوا کہ یہ طریق محدث ہے، اس پر التزام کرنا اور بھی شنیع ہے (۳)۔ بعض بلاد میں فرض جیسا معاملہ اس دعا کے ساتھ کیا جاتا ہے بلکہ فرض سے بڑھ

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿ادعوا ربكم تضرعاً وخفية، إنه لا يحب المعتدين﴾ (الأعراف: ۵۵)

وقال الله تعالیٰ: ﴿فادعوا الله مخلصين له الدين ولو كره الكافرون﴾. (المؤمن: ۱۴)

وقال الله تعالیٰ: ﴿وإذا سألك عبادي عني فإني قريب، أجيب دعوة الداع إذا دعان، فليستجيبوا لي، وليؤمنوا بي، لعلهم يرشدون﴾ (البقرة: ۱۸۶)

(۲) "عن أبي أمامة رضي الله عنه قال: قيل لرسول الله صلى الله عليه وسلم: أي الدعاء أسمع؟ قال: "جوف الليل ودبر الصلوات المكتوبات". قال الترمذي: "هذا حديث حسن". (جامع الترمذي، أبواب الدعوات، باب (بلا ترجمة): ۲/۱۸۷، سعيد)

"وإذا جمع مع الدعاء حضور القلب، وجمعيته بكليته على المطلوب، وصادف وقتاً من أوقات الإجابة الستة، وهي: الثلث الأخير من الليل، وعند الأذان، وبين الأذان والإقامة، وأدبار الصلوات المكتوبات، وعند صعود الإمام يوم الجمعة على المنبر حتى تقضى الصلوة من ذلك اليوم، وآخر ساعة بعد العصر، وصادف خشوعاً في القلب". (الجواب الكافي لمن سأل عن الدواء الشافي المعروف بالداء والدواء لابن قيم الجوزية، فصل أوقات الإجابة، ص: ۱۴، مكتبة روضة القرآن)

"أحوال الإجابة ... "ودبر الصلوات المكتوبات". (حصن حصين، ص: ۴۳، دار الإشاعت، كراچی)

(۳) "عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال النبي صلى الله عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس-

کرے، ہاں اگر کوئی تارکِ صلوٰۃ ہو جو کہ بالاتفاق فرضِ عین اور قطعی الثبوت ہے، اس پر طعن و تشنیع نہیں کی جاتی، لیکن اگر کوئی دعا نہ مانگے اور چھوڑ کر آجائے جو کہ مستحدث و بے اصل ہے، اس پر سب و شتم، لعن و طعن کیا جاتا ہے، بسا اوقات فساد کی نوبت آتی ہے، ایسے شخص کو مسجد میں داخل ہونے سے روک دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ بعض تو ایسے شخص کو دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں، لہٰذا اس طریقہ کو ترک کرنا ضروری ہے۔

اگر کسی جگہ امرِ مندوب پر اصرار کیا جائے اور اس کو واجب کا درجہ دیا جائے تو وہ امرِ مندوب مکروہ ہو کر واجب الترک ہو جاتا ہے۔

"الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة"(۱)۔ "من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر؟ وجاء في حديث ابن مسعود رضي الله تعالى عنه: إن الله يحب أن تؤتى رخصه كما يحب أن تؤتى عزائمه. انتهى" عن الطيبي شرح مشكوٰة(۲)۔ سعایہ ۲۶۵/۲، ۲۶۶(۳)۔ بدعت پر عمل ہی جائز نہیں، اصرار کی گنجائش کہاں ہو سکتی ہے۔

= منه فهو رد" (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود: ۳۷۱/۱، قديمي)

"وتعريف الشمني لها (أي البدعة) بأنها ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۵۶۰/۱، سعيد)

(۱) (السعاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۲۶۵/۲، سهيل اكيدمي لاهور)

(۲) (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب في الدعاء في التشهد، (رقم الحديث: ۹۴۶): ۳۱/۳، رشيدية)

(۳) (السعاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲۶۵/۲، سهيل اكيدمي لاهور)

"ورحم الله طائفة من المبتدعة في بعض أقطار الهند حيث واظبوا على أن الإمام ومن معه يقومون بعد المكتوبة بعد قراءتهم: "اللهم أنت السلام ومنك السلام" الخ، ثم إذا فرغوا من فعل السنن والنوافل يدعو الإمام عقب الفاتحة جهراً بدعاء مرة ثانية، والمقتدون يؤمنون على ذلك، وقد جرى العمل منهم بذلك على سبيل الالتزام والدوام حتى أن بعض العوام اعتقدوا أن الدعاء بعد السـ

"رکعتین" رواہ مسلم (۱) ورواہ ابوداود: "ثم یخرج فیصلی بالناس صلوۃ الفجر" (۲)۔ مشکوۃ شریف، ص: ۱۰۴ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/۱/۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۲/۶۰ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۲/۶۰ھ۔

دعائے ثانیہ سے دوسروں کی نماز میں خلل ہونے کا حکم

سوال [۲۲۰۸]: ہم نماز مسجد میں ادا کرتے ہیں اور امام صاحب اور مؤذن نے دعائے ثانی شروع کر دی تو کیا اس سے ہماری نماز میں نقص ہوتا ہے یا نہیں، یا نماز کا اعادہ کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح دعائے ثانیہ کرنا جس سے دوسروں کی نماز میں خلل آئے مکروہ ہے (۴) اس کو ترک کریں

---

(۱) (رواہ مسلم فی صحیحہ فی کتاب صلوۃ المسافرین، باب فضل السنن الراتبۃ قبل الفرائض وبعدھن وبیان عددھن: ۱/۲۵۲، قدیمی)

(۲) (رواہ أبو داود فی سننہ فی کتاب الصلوۃ، باب تفریع أبواب التطوع ورکعات السنۃ: ۱/۱۸۵، امدادیہ ملتان)

(۳) (مشکوۃ المصابیح، کتاب الصلوۃ، باب السنن وفضلہا: ۱/۱۰۴، قدیمی)

(۴) "ھل یکرہ رفع الصوت بالذکر والدعاء؟ قیل: نعم" (الدر المختار). "(قولہ: قیل: نعم) یشعر بضعفہ مع أنہ مشی علیہ فی المختار والملتقی، فقال: وعن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم أنہ کرہ رفع الصوت عند قراءۃ القرآن والجنازۃ والزحف والذکر الخ" (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی البیع: ۶/۳۹۸، سعید)

"نعم! الجھر المفرط ممنوع شرعاً، وکذا الجھر الغیر المفرط إذا کان فیہ إیذاء لأحد من نائم أو مصل، أو حصلت فیہ شبھۃ ریاء، أو لوحظت فیہ خصوصیات غیر مشروعۃ" (مجموعۃ رسائل اللکنوی رحمہ اللہ تعالیٰ، سباحۃ الفکر فی الجھر بالذکر، الباب الأول فی حکم الجھر بالذکر: ۳/۴۴۳، إدارۃ القرآن)

چاہئے، اور اس طرح پر دعائے ثانیہ کا ثبوت بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہے۔ دعائے ثانیہ کی وجہ سے اگر کوئی فرض یا واجب ترک نہ ہو تو اس پر نکیر کرنے کی ضرورت نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۱/۸۹ھ۔

نمازِ جمعہ کے بعد دعائے ثانیہ

سوال [۲۲۴۹]: جمعہ کی نماز جماعت سے ہونے کے بعد ثانی دعا کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جمعہ کے بعد سنتیں پڑھ کر ہر شخص اپنی نماز سے فارغ ہو کر دعا کر لیا کرے یہ بہتر اور مستحب ہے، لیکن سنتوں سے فارغ ہو کر سب کا منتظر رہنا اور امام صاحب اور مقتدیوں کا پھر مل کر دعا کرنا جیسا کہ بعض علاقوں میں بعض فرقوں کا شعار بن چکا ہے اور اس پر اتنا اصرار ہوتا ہے کہ سب وشتم اور لعن طعن کی نوبت آتی ہے، یہ ثابت نہیں بلکہ غلط طریقہ ہے، اس کو ترک کرنا چاہئے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

---

(۱) "الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة". (السعاية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيدمي، لاهور)

"قال الطيبي: وفيه من أصر على أمر مندوب، وجعله عزماً، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلوة، باب الدعاء في التشهد، (رقم الحديث: ۹۴۶): ۳/۲۱، رشيديه)

(۲) "ورحم الله طائفة من المبتدعة في بعض أقطار الهند حيث واظبوا على أن الإمام ومن معه يقومون بعد المكتوبة بعد قراءتهم: "اللهم أنت السلام ومنك السلام الخ" ثم إذا فرغوا من فعل السنن والنوافل يدعو الإمام عقب الفاتحة جهراً بدعاء مرة ثانية والمقتدون يؤمنون على ذلك، وقد جرى العمل منهم بذلك على سبيل الالتزام والدوام، حتى أن بعض العوام اعتقدوا أن الدعاء بعد السنن والنوافل باجتماع الإمام والمأمومين ضروري واجب ...... ومن لم يرض بذلك، يعزلونه عن الإمامة ويطعنونه، ولا يصلون خلف من لا يصنع بمثل صنيعهم، وأيم الله إن هذا أمر محدث في الدين". (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب الانحراف بعد السلام وكيفيته وسنية الدعاء والذكر بعد الصلاة: ۳/۲۰۶، إدارة القرآن، كراچي)

"ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی" پڑھ کر دعاء ختم کرنا

سوال[۲۳۷۰]: فی زمانا بعد صلوٰۃ العصر و بعد الفجر دعا کے معمول پڑھنے کے بعد لفظ "الفاتحہ" کہہ کر اس آیت مبارکہ: ﴿إن الله وملائكته يصلون على النبي﴾ الخ (۱) کو پڑھا جاتا ہے، بعدہٗ جمیع مقتدی و پیش امام درود شریف پڑھ کر دعاء ختم کرتے ہیں۔

۱... زمانۂ سلف میں اس امر مذکور الصدر کا وجود یا ائمہ کا عمل کسی کتبِ فقہ سے پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے یا نہیں؟

۲... آیت مبارکہ کی تلاوت وجوبِ درود شریف پر دلالت کرتی ہے یا نہیں؟

۳... اگر یہ امر یا معمول بطور دعاء ہو، نہ بطریق ایصال، تو کیا اس کے کرنے میں کوئی حکم شریعت مطہرہ کے اصول میں واقع ہو سکتا ہے، یا کوئی شائبہ تحسین ہے؟

۴... بعض جہلاء اس طریقہ پر تقدیم دعاء کو مکروہ تحریمی یا لاالتزام ما لا یلزم، مکروہ تنزیہی کا موجب خیال کرتے ہیں، اور جب آیت مبارکہ سنتے ہیں تو فوراً الٹی ایستادہ ہو جاتے ہیں، وہ لوگ جن کا ادعاء اہل سنت والجماعت ہے، اس امر مستحسن کو اکراہ نا پسند کر کے اہل حق کی تذلیل پر کمربستہ ہیں، حالانکہ فقہاء کی عبارت سے ثبوت موجود ہیں، عبارت حسب ذیل ہیں:

(الف) "قال استاذنا: وجدتها مستحسنة للعادة والآثار". عالمگیری، ص: ۱۲۲۔

(ب) "أيضاً قراءة الفاتحة بعد المكتوبة لأجل المهمات مخافتة أو جهراً مع الجمع مكروهة". (أيضاً)

(ج) "واختار القاضي بديع الدين أنه لا تكره".

(د) "واختار القاضي الإمام جلال الدين إن كانت الصلوة بعدها سنة تكره، وإلا فلا كذا في التاتارخانية".

(ہ) "قوم يجتمعون ويقرؤن الفاتحة جهراً دعاءً لا يمنعون عادة، والأولى المخافتة".

(و) "وفي الحجندي: إمام يعتاد كل صلاة مع الجماعة قراءة آية الكرسي وآخر البقرة

---

(۱) (سورة الأحزاب: ۵۶)

وشهد الله ونحوها جهراً، لا بأس به، كذا في القنية"(۱)۔

عبارات مذکورہ سے جواز بالشرط موجود ہے، لیکن چونکہ بالشریعت بے خبر بحوالۂ آیت مبارکہ ﴿فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون﴾ الخ (۲) اس ذکر ای سے ہو سکتا ہے، لہٰذا بغرض استصواب باعث تصدیق ہوا۔ براہِ کرم مختصراً جواب بحوالہ کتب معتبرہ عنایت فرما کر براہِ ذرہ نوازی جواب سے جلد مطلع فرمادیں۔

احقر العبد مقیم الدین چشتی امام فتح پور، شیخاواٹی، ضلع جے پور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ میں نے قرونِ مشہود لہا بالخیر یا ائمہ مجتہدین کے وقت میں اس مخصوص دعا کا ثبوت کتبِ فقہ میں نہیں دیکھا(۳)۔

۲۔ اس آیت کی وجہ سے عمر بھر میں ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا فرض ہے: "وقوله: ﴿يا أيها النبي آمنوا صلوا عليه﴾ قد تضمن الأمر بالصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم، وظاهره يقتضي الوجوب، وهو فرض عندنا" الخ. "أحكام": ۳/۴۸۶(۴)۔ باقی دیگر حالات کے اعتبار سے واجب، سنت، مستحب، مکروہ، حرام کے احکام بھی اس پر جاری ہوتے ہیں، جن کی تفصیل طحطاوی، حاشیہ مراقی الفلاح، ص: ۴۷ (۵) میں موجود ہے۔

---

(۱) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع في الصلاة والتسبيح وقراءة القرآن والذكر والدعاء الخ: ۳۱۷/۵، رشيدية)

(۲) (سورة النحل: ۴۳)

(۳) (راجع ص: ۶۰۲، رقم الحاشية: ۱)

(۴) (أحكام القرآن للجصاص، (سورة الأحزاب: ۵۶): ۵۲۳/۳، قديمي)

(۵) "وهي فرض في العمر مرة واحدة، وتقوم مقامها الصلاة الواقعة في مكتوبة أو غيرها بعد الفراغ، وتجب كما ذكر على أحد قولين، وتسن في كل تشهد أخير من الفرض، وفي كل تشهد نفل إلا في سنة الظهر القبلية، والجمعة القبلية والبعدية، وتندب في أوقات الإمكان، وتحرم على الحرام، وتكره عند فتح التاجر متاعه، ولا يكره إفرادها عن السلام على الأصح عندنا. وهذا الخلاف في حق نبينا صلى الله عليه وسلم، =

۳..... جس چیز کا شرعی ثبوت نہ ہو اس کو شرعی چیز سمجھنا درست نہیں: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد". متفق عليه"(۱)۔

۴..... جب وہ لوگ ثبوت سے بے خبر ہیں اور اس طریقۂ مروجہ کو بدعت تصور کر کے اس میں موافقت نہیں کرتے بلکہ حدیث: "من أحدث" الخ پر عمل کرتے چلے جاتے ہیں تو ان کا یہ عمل شریعت کے بالکل موافق ہے، اور وہ اپنے اذعان سے اہلِ سنت والجماعت میں حق بجانب ہیں، ان کو جہلاء کہہ کر حقیر و ذلیل سمجھنا جائز نہیں، بلکہ بڑی معصیت ہے۔ اگر ان کا یہ عمل آپ کے نزدیک طریق اہلِ سنت والجماعت کے خلاف ہے تو "ما أنا عليه وأصحابي" کی روشنی میں ان کو مطمئن کر دیجئے، ان لوگوں کو بھی بلا تحقیق کسی امام پر طعن کرنا صحیح نہیں ہے۔

جو فعل امام سے ان کے نزدیک خلافِ شرع واقع ہوا اولاً اس کو امام سے دریافت کریں، اگر وہاں تشفی نہ ہو تو دیگر اہلِ حق علماء سے حل کریں، نیز اگر کسی اہلِ حق امام یا غیر امام سے کوئی فعل خلافِ شرع سرزد ہو جائے تو اس فعل کی تردید حسبِ حیثیت لازم ہے، لیکن اس کی وجہ سے اہلِ حق کی تذلیل جائز نہیں ہے، اس سے ہمیشہ اجتناب ضروری ہے، مسلم کا اکرام و احترام اور اس کا حق بہت بڑا ہے۔

جو عبارات عالمگیری سے پیش کی ہیں ان میں سے کسی میں الفاتحہ اور "إن الله وملائكته" الخ کا ذکر نہیں، پھر ان سے اس طریقۂ مروجہ پر استدلال کیسے ہو سکتا ہے؟ اس لئے کسی جواب کی ضرورت نہیں، تاہم شرعاً ان کے متعلق بھی مختصر طور پر تحریر کیا جاتا ہے:

(الف) اس عبارت میں "لكنه" کی ضمیر خدا جانے کس طرف راجع ہے، اور یہ کس سے استدراک

= أما في حق غيره من الأنبياء، فلا خلاف في عدم كراهة الإفراد لأحد من العلماء. ذكره الحموي محشي الأشباه". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، خطبة الكتاب، ص: ۳، قديمي)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، فصل: إذا أراد الشروع ۱/۵۱۸، سعيد)

(۱) (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود، ۱/۳۷۱، قديمي)۔

"بأنها (أي البدعة) ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل دينا قويما وصراطا مستقيما اهـ. فافهم"

(رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۶۰، سعيد)

ہے؟

(ب): اس سے معلوم ہوا کہ اصل مذہب کراہت ہے۔

(ج): یہ اصل مذہب اور قول جمہور کے خلاف ایک شخص کی رائے ہے اس کی زیادہ کچھ حیثیت نہیں۔

(د): انھوں نے تفصیل کر کے ایک شق میں جمہور کی موافقت کی دوسری میں مخالفت۔

(ر): اس سے معلوم ہوا کہ عدم منع کی وجہ عادت ہے نہ کہ امر شرعی، اور امر شرعی وہ ہے جو کہ (ب) میں مذکور ہے۔

(و): اس میں لفظ "لا بأس" ہے جو کہ بالاعمال خلاف اولیٰ میں مستعمل ہے، جس کا مفاد غالب احوال میں کراہت تنزیہی ہوتا ہے۔ اسی عالمگیری کے اسی صفحہ پر (د) اور (و) کے درمیان ایک اور بھی عبارت ہے جو کہ سہواً مطبع والی میں لکھنے سے رہ گئی ہو یہ ہے: "قراءة الكافرون إلى الآخر مع الجمع مكروهة؛ لأنها بدعة لم تنقل عن الصحابة ولا عن التابعين، كذا في المحيط". چند سطر بعد ہے: "يكره للقوم أن يقرؤا القرآن جملة لتضمنها ترك الاستماع والإنصات المأمور بهما، كذا في القنية" (۱)۔ یہ علت فاتحہ غیر فاتحہ سب میں مشترک ہے۔

جو لوگ اس پر انکار کرتے ہیں ان کا استدلال معلوم ہو جاتا ہے

۱- اس طریقہ مروجہ کا قرآن شریف، حدیث شریف، فقہ سے ثبوت نہیں، لہٰذا یہ مضمون (بوجہ) حدیث: "من أحدث الخ" قابل رد ہے (۲)۔

۲- فاتحہ یا آیت "إن الله الخ" پڑھ کر بلند آواز سے درود شریف پڑھا جاتا ہے، حالانکہ بعض لوگ مثلاً مسبوق یا منفرد نماز میں مشغول ہوتے ہیں، اس بلند آواز سے ان کو تشویش ہوتی ہے، ایسے جہر کی ممانعت شامی وغیرہ کتب فقہ میں صراحت مذکور ہے (۳)۔

---

(۱) الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع في الصلاة والتسبيح وقراءة القرآن الخ: ۵/۳۱۷، رشيدية

(۲) صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور الخ: ۱/۳۷۱، قديمي

(۳) "هل يكره رفع الصوت بالذكر والدعاء؟ قيل: نعم". (الدر المختار). "(قوله: قيل نعم) يشعر

کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۲/۸۹ھ۔

دعا کے لئے تثلیث

سوال [۴۲۴۷]: احادیث سے الفاظ دعا کو تین یا پانچ یا سات بار مانگنے کا حکم ثابت ہے، لیکن بعد فراغت نماز فرض تین بار ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنے کا ثبوت ہے یا نہیں؟ اگر کوئی تین بار ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنے کو جزو دین قرار دے اور تارک پر ملامت کرے تو ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک نماز کے بعد متعدد مرتبہ ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا ثابت نہیں (۲)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۸/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۸/ شعبان/ ۵۷ھ۔

---

(۱) "عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال النبي صلى الله عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد". (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ۱/۳۷۱، قديمي)

وفي رد المحتار: "ثالثها: أي المبتدع: ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً اهـ". (كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۶۰، سعيد)

"ورحم الله طائفة من المبتدعة في بعض أقطار الهند حيث واظبوا على أن الإمام ومن معه يقومون بعد المكتوبة بعد قراءتهم "اللهم أنت السلام ومنك السلام" الخ، ثم إذا فرغوا من فعل السنن والنوافل يدعو الإمام عقيب الفاتحة جهراً بدعاء مرة ثانية، والمقتدون يؤمنون على ذلك، وقد جرى العمل منهم بذلك على سبيل الالتزام والدوام، حتى إن بعض العوام اعتقدوا أن الدعاء بعد السنن والنوافل باجتماع الإمام والمأمومين ضروري واجب، ومن لم يرض بذلك يعزلونه عن الإمامة ويطعنونه، ولا يصلون خلف من لا يصنع بمثل صنيعهم، وأيم الله إن هذا أمر محدث في الدين". (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب الانحراف بعد السلام وكيفية سنية الدعاء والذكر بعد الصلاة: ۳/۱۶۴، إدارة القرآن كراچي)

(۲) "عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال النبي صلى الله عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد". (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ۱/۳۷۱، قديمي)

سنتوں کے بعد اجتماعی دعاء

سوال [۳۱۴۲]: رواتب یا وتی سنتوں کے بعد امام کا اجتماعی دعاء پڑھ کر مقتدیوں سے آمین کہلوانا ضروری ہے، یا مقتدی بعد سنت انفرادی طور پر دعاء پڑھ کر جا سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح سنتوں کے بعد اجتماعی دعاء کا اہتمام حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام -رضی اللہ تعالیٰ عنہم- سے ثابت نہیں، بلکہ عامۃً سنتیں اپنے اپنے مکان پر جا کر ادا کیا کرتے تھے، مسجد میں اس کی نوبت کم ہی آتی تھی (۱)۔

فقہاء نے بھی یہی لکھا ہے کہ سنتوں کو مکان میں پڑھنا افضل ہے: "والأفضل في السنة أدائها في المنزل إلا التراويح". بحر: ۲/۵۲ (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۸/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۸/۱/۸۸ھ۔

---

(۱) "فإنها (أي البدعة) ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً اهـ. فافهم".

(رد المحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۵۶۰، سعيد)

وعن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: صليت مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم سجدتين قبل الظهر، وسجدتين بعد الظهر، وسجدتين بعد المغرب، وسجدتين بعد العشاء، وسجدتين بعد الجمعة. فأما المغرب والعشاء، ففي بيته". (صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب التطوع بعد المكتوبة: ۱/۱۵۶، قديمي)

قال العيني رحمه الله تعالى: "قوله: "فأما المغرب" أي فأما سنة المغرب، وكلمة "أما" للتفصيل، وقسيمها محذوف يدل عليه السياق، أي وأما الباقية ففي المسجد". (عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب التطوع بعد المكتوبة: ۷/۳۳۸، رقم الحديث: ۱۱۷۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/۸۶، رشيدية)

وتر کے بعد دعاء

سوال [۲۰۸۰]: تراویح میں وتر کے بعد امام کا بلند آواز سے اجتماعی دعا کرنا ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دعاء بھی آہستہ مستحب ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۸۹ھ۔

---

(۱) "عن زيد بن ثابت رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "صلاة المرء في بيته أفضل من صلاته في مسجدي هذا إلا المكتوبة". (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب صلاة الرجل التطوع في بيته: ۱/۱۵۰، امدادیہ)

"وعمّ البلوى طائفة من المبتدعة في بعض أقطار الهند حيث واظبوا على أن الإمام ومن معه يقومون بعد المكتوبة بعد قراءتهم: "اللهم أنت السلام ومنك السلام الخ"، ثم إذا فرغوا من فعل السنن والنوافل يدعو الإمام عقب الفاتحة جهراً بدعاء مرة ثانية والمقتدون يؤمنون على ذلك، وقد جرى العمل منهم بذلك على سبيل الالتزام والدوام، حتى أن بعض العوام اعتقدوا أن الدعاء بعد السنن والنوافل باجتماع الإمام والمأمومين ضروري واجب، ومن لم يرض بذلك يعزلونه عن الإمامة ويطعنونه، ولا يصلون خلف من لا يصنع بمثل صنيعهم، وأيم الله إن هذا أمر محدث في الدين". (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب الانحراف بعد السلام وكيفيته وسنية الدعاء والذكر بعد الصلاة: ۳/۲۰۴، إدارة القرآن، كراچي)

(۲) قال الله تعالى: ﴿ادعوا ربكم تضرعاً وخفية إنه لا يحب المعتدين﴾ (سورة الأعراف: ۵۵)

"عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: "خير الدعاء الخفي". عن أنس رضي الله تعالى عنه مرفوعاً: "دعوة في السر تعدل سبعين دعوة في العلانية". (إعلاء السنن، أبواب الوتر، باب إخفاء القنوت في الوتر: ۶/۹۳، إدارة القرآن، كراچي)

"وأما الأدعية والأذكار فالخفية أولى. قلت: ويجتهد في الدعاء، والسنة أن يخفي صوته لقوله تعالى: ﴿ادعوا ربكم تضرعاً وخفية﴾". (رد المحتار، كتاب الحج، مطلب في شروط الجمع بين الصلاتين بعرفة: ۲/۵۰۵، سعيد)

نمازِ پنجگانہ کے بعد مُردوں کے لیے دعائے مغفرت کا خاص طریقہ

سوال[۲۳۰۵]: نمازِ پنجگانہ، جمعہ، عیدین سے فارغ ہو کر مسجد، مصلّی میں تین یا چار یا پانچ بار "السلام علیک یا اہل القبور" یا "السلام علیکم دارِ قوم مؤمنین" پڑھ کر دعائے مغفرت کرنا کیسا ہے؟ حالانکہ بعض جگہ قبر مسجد سے ایک فرلانگ پر ہوتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ ثابت نہیں، اس کو ترک کیا جائے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

امام کی دعا پر "آمین" کہے یا اپنی دعا مانگے؟

سوال[۲۳۰۶]: امام کی دعا میں فقط آمین کہنا چاہئے، یا مقتدی اپنی بھی دعا مانگ سکتا ہے، کون اولیٰ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اپنی دعا مانگے یا آمین کہتا رہے، دونوں درست ہے، البتہ آہستہ دعا مانگنا افضل ہے(۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/۸/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/شعبان/۶۱ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/شعبان/۶۱ھ۔

---

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس فيه فهو رد". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، ص: ۲۷، قديمي)

قال الطيبي رحمه الله تعالى: "ومن أصرّ على أمر مندوب، وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصرّ على بدعة أو منكر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلوة، باب الدعاء في التشهد، رقم الحديث: ۹۴۶، ۳/۳۱، رشيدية)

(۲) قال الله تعالى: ﴿ادعوا ربكم تضرعاً وخفية، إنه لا يحب المعتدين﴾ (الأعراف: ۵۵)

وقتِ دعاء دونوں ہاتھوں میں فصل

سوال [۲۴۷۷]: دعاء نماز کے بعد اور علاوہ نماز کے دونوں ہاتھوں کو ملا کر مانگنا چاہئے یا دونوں ہاتھوں کے درمیان کچھ فصل ہونا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کچھ فاصلہ رکھنا افضل ہے: "والأفضل في الدعاء أن يبسط كفيه، ويكون بينهما فرجة وإن قلت الخ". عالمگیری: ۵/۳۱۸(۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/۷/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/شعبان/۶۱ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/شعبان/۶۱ھ۔

= "عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أنه قال: "خير الدعاء الخفي". "عن أنس رضي الله تعالى عنه مرفوعاً: "دعوة في السر تعدل سبعين دعوة في العلانية". (إعلاء السنن، أبواب الوتر، باب إخفاء القنوت في الوتر: ۶/۹۳، إدارة القرآن، كراچي)

"وأما الأدعية والأذكار، فبالخفية أولى، قلت: ويجتهد في الدعاء، والسنة أن يخفي صوته، لقوله تعالى: ﴿ادعوا ربكم تضرعاً وخفية﴾ (رد المحتار، كتاب الحج، مطلب في شروط الجمع بين الصلوتين بعرفة: ۲/۵۰۶، سعيد)

"لا يجتمع ملأ، فيدعو بعضهم ويؤمن بعضهم، إلا أجابهم الله". (كنز العمال، الباب الثامن في الدعاء، الإكمال في إجابة الدعاء باعتبار القنوات والأوقات المذونات، (رقم الحديث: ۳۳۴۷، ۲/۱۰۱، مكتبة التراث الإسلامي)

(۱) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع في الصلاة والتسبيح وقراءة القرآن والذكر والدعاء الخ: ۵/۳۱۸، رشيديه)

"(والرفع بحذاء أذنيه) كالتحريمة (ليبسط يديه) حذاء صدره (نحو السماء)؛ لأنها قبلة الدعاء، ويكون بينهما فرجة". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل إذا أراد الشروع: ۱/۵۰۷، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في صفة الأذكار، ص: ۳۱۶، قديمي)

دعاء میں ہاتھ زیادہ اٹھانا

سوال[۲۲۴۸]: کیا دعاء کے وقت منہ آسمان کی طرف کرکے اور کندھوں سے اوپر ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صلوٰۃ استسقاء کے بعد اسی طرح دعاء کی جاتی ہے اس کو ابتہال کہتے ہیں، دوسرے اوقات میں یہ طریقہ مسنون نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۴/۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/صفر/۶۸ھ۔

دعاء کس نیت سے مانگی جائے؟

سوال[۲۲۴۹]: سب کچھ منجانب اللہ ہے تو شخص اس نیت سے دعاء کی جائے کہ ہوگا تو وہی جو اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے، لیکن ہم کو مانگنے کا حکم ہے تو مانگیں، مطلب ان کا فضل ہے مل جائے تو اس میں بہت خوشی اور دل

---

(۱) "عن أنس بن مالک رضي الله تعالیٰ عنه قال: كان النبي صلى الله تعالیٰ عليه وسلم لا يرفع يديه في شيء من دعائه إلا في الاستسقاء، وإنه يرفع حتى يرى بياض إبطيه". (صحيح البخاري، أبواب الاستسقاء، باب رفع الإمام يده في الاستسقاء: ۱/۱۴۰، قديمي)

"ظاهره نفي الرفع في كل دعاء غير الاستسقاء، وهو معارض بالأحاديث الثابتة بالرفع في غير الاستسقاء. وقد تقدم أنها كثيرة. ... وذهب آخرون إلى تأويل حديث أنس المذكور لأجل الجمع بأن يحمل النفي على صفة مخصوصة، أما الرفع البليغ فيدل عليه قوله: "حتى يرى بياض إبطيه" ويؤيده أن غالب الأحاديث التي وردت في رفع اليدين في الدعاء إنما المراد به مد اليدين، وبسطهما عند الدعاء، وكأنه عند الاستسقاء مع ذلك زاد فرفعهما إلى جهة وجهه حتى حاذتاه، وحينئذ يرى بياض إبطيه". (فتح الباري، أبواب الاستسقاء، باب رفع الإمام يده في الاستسقاء: ۲/۵۱۸، قديمي)

"عن ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنهما أن رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم قال: "هذا الإخلاص يشير بإصبعه التي تلي الإبهام، وهذا الدعاء فرفع يديه حذو منكبيه، وهذا الابتهال، فرفع يديه مداً". (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب في بعض آداب الدعاء: ۳/۱۶۷، إدارة القرآن، كراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

دعاء کا حکم ہے(۱) اور قبول فرمانے کا وعدہ ہے(۲)، بعض دعاؤں پر اس دنیا میں بظاہر کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا وہ بھی بیکار نہیں(۳)، قیامت میں ایسی دعاؤں کو دکھا کر فرمایا جائے گا کہ ان کا معاوضہ یہ جنت کے درجات ملتے ہیں جن کو دیکھ کر بندہ کہے گا کہ کیا اچھا ہوتا کہ دنیا میں میری کسی دعا کا کوئی صلہ وغیرہ نہ ملتا (اس لئے کہ دنیا میں مانگنے کا حوصلہ بھی ملے گا، آخرت کے مقابلہ میں بہت حقیر اور معمولی چیز مانگی جاتی ہے اور جو کچھ یہاں مانگنے پر ملتا ہے وہ بھی معمولی ہے) بلکہ سب دعاؤں کو ذخیرہ بنا کر رکھا جاتا اور سب کا معاوضہ آخرت میں ملتا، پس دعا یقیناً نافع ہے، اس میں ذرہ برابر شبہ نہیں۔ حق تعالیٰ کثرت سے توفیق بخشے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿ادعوني أستجب لكم﴾. (سورة الغافر: ۶۰)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿وإذا سألك عبادي عني فإني قريب، أجيب دعوة الداع إذا دعان﴾. (سورة البقرة: ۱۸۶)

"والله تعالیٰ يجيب الدعوات ويقضي الحاجات لقوله تعالیٰ: ﴿ادعوني أستجب لكم﴾ ولقوله عليه السلام: "يستجاب الدعاء للعبد ما لم يدع بإثم أو قطيعة رحم ما لم يستعجل" ولقوله عليه السلام: "إن ربكم حيي كريم يستحيي من عبده إذا رفع يديه إليه أن يردهما صفراً". (شرح العقائد النسفية للتفتازاني، ص: ۱۲۳، قديمي)

(۳) "عن جبير بن نفير أن عبادة بن الصامت رضي الله تعالیٰ عنه حدثهم أن رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم قال: "ما على الأرض مسلم يدعو الله تعالیٰ بدعوة إلا آتاه الله إياها، أو صرف عنه من السوء مثلها ما لم يدع بمأثم أو قطيعة رحم". فقال رجل من القوم: إذاً نكثر، قال: "الله أكثر". (جامع الترمذي، أبواب الدعوات: باب في انتظار الفرج: ۱۹۸/۲، سعيد)

"ورواه الحاكم في المستدرك على الصحيحين من رواية أبي سعيد الخدري رضي الله تعالیٰ عنه وزاد فيه: "أو يدخر له من الأجر مثلها" (كتاب الأذكار للنووي رحمه الله تعالیٰ، باب الدليل على أن دعاء المسلم يجاب بمطلوبه أو غيره وأنه لا يستعجل بالإجابة، ص: ۳۹۴، ۳۹۵، دار البيان، بيروت)

"ولا ينبغي للعبد أن يمل من الدعاء، لأنه عبادة وتأخير الإجابة إما لأنه لم يأت وقته، لأن لكل شيء وقتاً مقدراً في الأزل، أو لأنه لم يقدر في الأزل قبول دعائه في الدنيا ليعطى في الآخرة من الثواب عوضه، أو يؤخر دعاءه ليلح ويبالغ في الدعاء، فإن الله يحب الملحين في الدعاء، ولعل عدم قبول دعائه بالمطلوب المخصوص خير له من تحصيله، والله يعلم وأنتم لا تعلمون" (المرقاة، كتاب الدعوات: ۱۰/۵، رشيدية)

دعاء کا ایک مخصوص طریقہ

سوال[۲۲۸۱]: میں مندرجہ ذیل تسبیح پڑھا کرتا ہوں، لیکن اس پر کوئی پابندی نہیں کرتا، کبھی چھوڑ بھی دیتا ہوں، میرا یہ فعل کسی قسم کی بدعت میں تو داخل نہیں؟

لاحول ولا قوۃ إلا باللہ العلی العظیم(۱) حسبنا اللہ ونعم الوکیل (۲) لا إلہ إلا أنت سبحانک إنی کنت من الظالمین(۳)۔

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أكثر من قول: لاحول ولا قوة إلا بالله، فإنها من كنز الجنة" قال مكحول: فمن قال: لاحول ولا قوة إلا بالله، ولا منجا من الله إلا إليه، كشف عنه سبعين باباً من الضر أدناهن الفقر". (جامع الترمذي، أبواب الدعوات، باب بلاترجمة: ۲۰۰/۲، قديمي)

(ورواه البخاري مختصراً في كتاب الدعوات، باب قول: لاحول ولا قوة إلا بالله: ۹۴۸/۲، قديمي)

"وقد جاء في الحديث: "إذا قال العبد: لاحول ولا قوة إلا بالله، قال الله: "أسلم عبدي واستسلم"۔ قلت: أخرجه الحاكم من حديث أبي هريرة رضي الله تعالى عنه بسند قوي. وفي رواية له قال لي: "يا أبا هريرة! ألا أدلك على كنز من كنوز الجنة" قلت: بلى يا رسول الله! قال: "تقول: لا حول ولا قوة إلا بالله، فيقول الله: "أسلم عبدي واستسلم"۔ وزاد في رواية له: "ولا منجا ولا ملجأ من الله إلا إليه" (فتح الباري، كتاب القدر، باب لا حول ولا قوة إلا بالله: ۶۱۲/۱۱، قديمي)

(۲) "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: "كان آخر قول إبراهيم حين ألقي في النار: حسبي الله ونعم الوكيل". (صحيح البخاري، كتاب التفسير، باب: ﴿إن الناس قد جمعوا لكم﴾ الآية: ۶۵۵/۲، قديمي)

"عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إذا وقعتم في الأمر العظيم فقولوا: حسبنا الله ونعم الوكيل". (تفسير ابن كثير، (سورة آل عمران: ۱۷۳) [illegible]، سهيل اكيدمي لاهور)

(۳) (سورة الأنبياء: ۸۷)

"وفي جامع الترمذي وصحيح الحاكم من حديث سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "دعوة ذي النون إذ دعا وهو في بطن الحوت: أن لا إله إلا أنت سبحانك إني كنت من الظالمين، إنه لم يدع بها مسلم في شيء قط إلا استجاب الله له" قال الترمذي: حديث صحيح" (الجواب الكافي لمن سأل عن الدواء الشافي، المعروف بالداء والدواء لابن قيم الجوزية، =

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں یہ طریقہ بدعت نہیں (١)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ٢٢/٣/٩٥ھ۔

دعا مانگنے کی حد کیا ہے؟

سوال [٢٤٨٢]: دعا کی حد کیا ہے؟ خطباتِ مواعظ ماہِ ربیع الاول کے پہلے خطبہ میں ذکر ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا سے منع فرمایا ہے اور اس کی حد ہونا چاہیے کہ کہ لکھا ہے، اس کی کیا حد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس چیز کو آدمی کو حق نہ ہو اس کی دعا مانگنا حد سے بڑھنا ہے، ناجائز کی دعا مانگنا منع ہے (٢)۔ یہ مطلب نہیں کہ زیادہ دیر دعا مانگنا منع ہے بلکہ جب تک دل لگے دعا کی طرف متوجہ رہنا چاہیے اور دل کو متوجہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، شب وروز کی زندگی کے مختلف احوال میں بہت دعائیں ثابت ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ناجائز دعا کرنا منع ہے، دعا کی حد کیا ہے؟

سوال [٢٤٨٣]: دعا کی حد کیا ہے؟ خطباتِ مواعظ ماہِ ربیع الاول کے پہلے خطبہ میں ذکر ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا سے منع فرمایا ہے اور اس کی حد ہونا چاہیے، اگر نے لکھا ہے۔ اس کی کیا حد ہے؟

= فضائل اوقات الاجابة ادعیہ ماثورہ، ص: ١٩، روضۃ القرآن پشاور)

(اخرجه الترمذی فی ابواب الدعوات، باب ماجاء رحمة: ٢/١٩٨، سعید)

(١) (کما تقدم فی الحواشی الثلاثة فی ص: ٣١٤)

(٢) "ویحرم سؤال العافية مدى الدهر أو خير الدارين ودفع شرهما، أو المستحيلات العادية كنزول المائدة، قيل والشرعية، والحق حرمة الدعاء بالمغفرة للكافر". (الدر المختار، مطلب في الدعاء: ١/٥٢٢، سعيد)

درازیٔ عمر کی دعاء

سوال[۲۲۸۴]: کسی بزرگ نے مجھے دعا دی کہ "اللہ پاک تیری عمر دراز کرے" تو کیا اللہ پاک میری عمر کو بڑھا دے گا، کیونکہ مشہور ہے کہ اللہ نے ہر انسان کی عمر لکھ دی ہے، اس کے اندر کمی بیشی نہیں کر سکتا ہے!

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگرچہ عمر میں درازی نہ ہو لیکن عمر تھوڑی میں دین کا کام زیادہ کر لینا یہ بھی برکت ہے جو کہ ایک قسم کی درازیٔ عمر ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

تریسٹھ سال عمر ہونے کی دعاء کرنا

سوال[۲۲۸۵]: اگر کوئی شخص اتباعِ سنت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کی دعاء کرے کہ مجھے بھی ۶۳/ سال کی عمر ملے تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کسی شخص میں اتباعِ سنت کا اہتمام ہے کہ اخلاق، اعمال، اقوال، وضع قطع، معاشرت، رہائش، عبادات، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقہ، جہاد وغیرہ غرض جملہ امور میں اتباع کا اہتمام کرتا ہے اور کوئی چیز خلافِ سنت

---

(۱) "وذلك فيما رواه ابن سعد بإسناد صحيح عنه عن أنس رضي الله عنه قال: "اللهم أكثر ماله وولده، وأطل عمره واغفر ذنبه". (فتح الباري، كتاب الصوم، باب من زار قوماً فلم يفطر عندهم: ۴/۲۸۹، قديمي)

"عن أنس رضي الله عنه قال: قالت أم سليم -رضي الله عنها- أم أنس: خويدمك ألا تدعو له؟ فقال: "اللهم أكثر ماله وولده، وأطل حياته، واغفر له". (فتح الباري، كتاب الدعوات، باب دعوة النبي صلى الله عليه وسلم لخادمه بطول العمر وبكثرة ماله: ۱۱/۱۲۲، قديمي)

"(قوله: أطال الله بقاءهم) أي وجودهم، والمراد الدعاء بالبركة في عمره؛ لأن الأجل محتوم، وذكر طعن الشرعة بشرحها ما يفيد كراهة الدعاء بذلك، أقول: يرد عليه أنه عليه الصلوة والسلام دعا لخادمه أنس رضي الله عنه بدعوات منها: "وأطل عمره"، ومذهب أهل السنة أن الدعاء ينفع ويرد كل شيء بقدر". (رد المحتار، مقدمة المؤلف: ۱/۳۲، سعيد)

کیا بغیر دعاء مجامعت کرنے سے شیطان بھی مجامعت کرتا ہے؟

سوال [۲۲۸۷]: بغیر دعاء مجامعت کرنے سے شیطان بھی مجامعت کرتا ہے، کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بغیر دعاء کے مجامعت کرنے سے شیطان بھی مجامعت کرتا ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۵/۲۱ھ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کے لئے بددعاء کی؟

سوال [۲۲۸۸]: کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں کُل یا بعد نبوت کسی مشرک

=على كل احيانه" (سنن أبي داؤد، كتاب الطهارة، باب في الرجل يذكر الله تعالى على غير طهر، ۱/۳: امدادیہ ملتان)

"(قالت: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يذكر الله عزوجل على كل أحيانه) المراد من عموم الأحيان حالة الطهر والحدث ... وكذلك حالة كشف العورة كالجماع وقضاء الحاجة من البول والغائط، فإنه حينئذ لا يذكر الله تعالى في تلك الأحوال، بل لا يتكلم فيها مطلقاً إلا لبيان الجواز في حالة كشف العورة" (بذل المجهود، كتاب الطهارة، باب في الرجل يذكر الله عزوجل على غير طهر: ۱/۱۳، امدادیہ)

"ويكره الصلاة عليه صلى الله تعالى عليه وسلم في سبعة مواضع: الجماع وحاجة الإنسان الخ". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في المواضع التي تكره فيها الصلاة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ۱/۵۱۸، سعید)

(۱) "عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: "أما لو أن أحدكم يقول حين يأتي أهله: بسم الله اللهم جنبني الشيطان، وجنب الشيطان ما رزقتنا، ثم قدر بينهما في ذلك أو قضي ولد، لم يضره الشيطان أبداً". (صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب ما يقول الرجل إذا أتى أهله: ۲/۷۷۶، قديمي)

قال الحافظ: "(وقيل): لم يضره بمشاركة أبيه في جماع أمه كما جاء عن مجاهد أن الذي يجامع ولا يسمي، يلتف الشيطان على إحليله فيجامع معه، ولعل هذا أقرب الأجوبة" (فتح الباري، كتاب النكاح، باب ما يقول الرجل إذا أتى أهله: ۹/۲۲۸، ۲۲۹، دار المعرفة بيروت)

وکفار کا نام لے کر بددعا کی تھی، اور کس موقع پر کی تھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

متعدد مرتبہ بعض آدمیوں کے لئے کی ہے، عتیبہ بن ابی لہب کے لئے کی ہے(۱)، قنوت نازلہ میں بعض قبائل کے نام لے کر بددعا کی ہے(۲)، صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو، حارث بن ہشام پر بھی بددعا کی ہے، کما فی البخاری۔ پھر آیت: ﴿لیس لک من الامر شیء﴾ الخ(۳) نازل ہوئی۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/۲/۶۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۵/۲/۶۹ھ۔

---

(۱) "أن عتبة (المصغر) كان قد أراد الخروج إلى الشام مع أبيه، فقال: لآتين محمداً عليه الصلاة والسلام وأؤذينه، فأتاه فقال: يا محمد! إني كافر بالنجم إذا هوى، وبالذي دنا فتدلى، ثم تفل تجاه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، ولم يصبه عليه الصلاة والسلام شيء، وطلق ابنته أم كلثوم، فأغضبه عليه الصلاة والسلام بما قال وفعل، فقال صلى الله تعالى عليه وسلم: "اللهم سلط عليه كلباً من كلابك". وكان أبو طالب حاضراً فكره ذلك، وقال له: ما أغناك يا ابن أخي عن هذه الدعوة؟ فرجع إلى أبيه، ثم خرجوا إلى الشام، فنزلوا منزلاً، فأشرف عليهم راهب من دير وقال لهم: إن هذه أرض مسبعة، فقال أبو لهب: أغيثوني يا معشر قريش في هذه الليلة، فإني أخاف على ابني دعوة محمد - صلى الله تعالى عليه وسلم - فجمعوا جمالهم وأناخوها حولهم حوقاً من الأسد، فجاء أسد يتشمم وجوههم حتى أتى عتيبة فقتله". (تفسير روح المعاني، سورة تبت، جزء ۳۰، ص: ۲۶۳، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۲) "عن أنس رضي الله عنه قال: قنت النبي صلى الله عليه وسلم بعد الركوع شهراً يدعو على رعل وذكوان، ويقول: "عصية عصت الله ورسوله"". (صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الرجيع ورعل وذكوان وبئر معونة: ۲/۵۸۶، قديمي)

(۳) "وقال ابن عمر رضي الله عنهما: دعا النبي صلى الله عليه وسلم في الصلاة: "اللهم العن فلاناً وفلاناً" حتى أنزل الله: ﴿ليس لك من الأمر شيء﴾". (صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب الدعاء على المشركين: ۲/۹۴۷، قديمي)

"عن حنظلة بن أبي سفيان سمعت سالم بن عبد الله رضي الله عنه يقول: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يدعو على صفوان بن أمية وسهيل بن عمرو والحارث بن هشام، فنزلت: ﴿ليس لك من الأمر شيء - إلى قوله - فإنهم ظالمون﴾". (صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب ليس لك من الأمر شيء: ۲/۵۸۲، قديمي)

ظالم کے لئے بد دعا کرنا

سوال [۲۴۹۹]: ایک شخص بے نمازی ہے، نماز پڑھنے والوں کو برا کہتا ہے، شراب پیتا ہے، جوا کھیلتا ہے، علمائے کرام کی توہین کرتا ہے، ہر معزز آدمی کو ناحق مقدمات کے چکر میں پھنسانے کی رات دن کوشش کرتا رہتا ہے، لہٰذا ایسے آدمی کے واسطے بد دعا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اپنی بد دعا میں اتنی قوت کا یقین ہے کہ وہ ہلاک ہو جائے گا تو آپ اس کے حق میں دعائے خیر کے ذریعہ اس کی اصلاح کا یقین کیوں نہیں رکھتے، اس سے اس کو بھی نفع ہوگا اور سب کو بھی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۸/۸۹ھ۔

فاسق وفاجر کے لئے دعائے مغفرت

سوال [۲۵۰۰]: مسلمان فاجر وفاسق کے لئے دعائے مغفرت کرنا بہتر ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ مسلمان فاجر وفاسق کے لئے ہرگز دعائے مغفرت نہیں کرنا چاہئے اگرچہ حرام نہیں ہے دعائے مغفرت کرنا مگر ہرگز نہیں کرنا چاہئے۔ اور خالد کہتا ہے مسلمان فاسق وفاجر کے لئے بھی اس کے مرنے کے بعد بھی دعائے مغفرت کرنا چاہئے اور دعائے مغفرت نہ کرنے سے دعائے مغفرت ایسے مسلمان فاجر وفاسق کے لئے بھی بہتر ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

لقوله عليه الصلوة والسلام: "صلوا على كل بر وفاجر" الحديث. أبو داؤد شريف(۲)

خالد کا قول صحیح ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ذی قعدہ/۶۷ھ۔

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله عنه قدم الطفيل بن عمرو على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: يا رسول الله! إن دوساً قد عصت وأبت، فادع الله عليها، فظن الناس أنه يدعو عليهم، فقال: "اللهم اهد دوساً وائت بهم". (صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب الدعاء للمشركين: ۲/۹۴۶، قديمي)

(۲) لم أجده بهذا اللفظ في أبي داؤد بل ذكره بلفظ: "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "الجهاد واجب عليكم مع كل أمير براً كان أو فاجراً . . . . =

فاسق وفاجر کے لئے "رضی اللہ عنہ" کہنا

سوال [۱۲۴۹]: اگر ایک فاسق وفاجر شخص کو رضی اللہ عنہ کہیں تو کیا حکم ہے، نور اللہ مرقدہ کہنے میں تو حرج ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر کیا فاسق وفاجر کے لئے دعائے مغفرت نہ کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دعائے مغفرت اگر فاسق وفاجر کے لئے جائز نہ ہوتی تو نماز جنازہ اس کی میت پر نہ پڑھی جاتی (۱)۔ عرفاً "رضی اللہ عنہ" صحابۂ کرام کے لئے، یا بہت سے بہت ان کے قریب تر حضرات کے لئے ہے، اس وجہ سے کسی فاسق وفاجر کے لئے ایسے کلمات کہنے سے ان کے صحابہ ہونے یا ان سے قریب تر بلند مرتبہ ہونے کا شبہ ہوتا ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

"والصلوٰة واجبة على كل مسلم برًا كان أو فاجرًا وإن عمل الكبائر". (سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب في الغزو مع أئمة الجور: ۱/۳۵۰، امدادیہ)

وذكره الهندي بهذا اللفظ في: (كنز العمال في كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثالث في أحكام الإمارة وآدابها، الفرع الثاني: في إطاعة الأمير والترهيب، رقم الحديث: ۱۴۸۰۵، ۶/۳۱۴، مكتبة التراث الإسلامي)

"عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم صلى على امرأة ماتت في نفاسها وولدها". (مجمع الزوائد للهيثمي، كتاب الجنائز، باب الصلاة على أهل لا إله إلا الله: ۳/۱۲۰، دار الفكر، بيروت)

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "الجهاد واجب عليكم مع كل أمير برًا أو فاجرًا ... والصلوٰة واجبة على كل مسلم برًا كان أو فاجرًا وإن عمل الكبائر". (سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب في الغزو مع أئمة الجور: ۱/۳۵۰، امدادیہ، ملتان)

"عن ابن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى على امرأة ماتت في نفاسها وولدها". (مجمع الزوائد للهيثمي، كتاب الجنائز، باب الصلاة على أهل لا إله إلا الله: ۳/۱۲۰، دار الفكر، بيروت)

(۲) "يستحب الترضي والترحم على الصحابة والتابعين فمن بعدهم من العلماء والعباد وسائر الأخيار، ه

ادعیۂ ماثورہ میں واحد کی جگہ جمع کا صیغہ

سوال [۲۲۹۳]: احادیث میں بعض دعاؤں میں واحد متکلم کا صیغہ ہے، اجتماعی دعا میں جمع متکلم کا صیغہ استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟ مثلاً: اھدنی کی جگہ اھدنا۔

ــ "(وقال) ومن شرائط الدعاء أن يكون مطعمه حلالاً، وكان يحيى بن معاذ الرازي رضي الله عنه يقول: كيف أدعوك وأنا عاص، وكيف لا أدعوك وأنت كريم؟ وقال الإمام أبو حامد الغزالي في الإحياء: آداب الدعاء عشرة: الأول: أن يترصد الأزمان الشريفة كيوم عرفة، وشهر رمضان، ويوم الجمعة، والثلث الأخير من الليل، ووقت الأسحار. الثاني: أن يغتنم الأحوال الشريفة كحالة السجود والتقاء الجيوش، ونزول الغيث، وإقامة الصلاة وبعدها. قلت: وحالة رقة القلب. الثالث: استقبال القبلة، ورفع اليدين، ويمسح بهما وجهه في آخره. الرابع: خفض الصوت بين المخافتة والجهر.

الخامس: أن لا يتكلف السجع، وقد فسر به الاعتداء في الدعاء، والأولى أن يقتصر على الدعوات المأثورة، فما كل أحد يحسن الدعاء، فيخاف عليه الاعتداء. السادس: التضرع والخشوع والرهبة. السابع: أن يجزم بالطلب ويوقن بالإجابة ويصدق رجاءه فيها، ودلائله كثيرة مشهورة. الثامن: أن يلح في الدعاء ويكرره ثلاثاً، ولا يستبطئ الإجابة. التاسع: أن يفتتح الدعاء بذكر الله. العاشر: وهو أهمها والأصل في الإجابة، وهو التوبة، ورد المظالم، والإقبال على الله تعالى.

فصل: قال الغزالي: فإن قيل: فما فائدة الدعاء مع أن القضاء لا مرد له؟ فاعلم أن من جملة القضاء رد البلاء بالدعاء، فالدعاء سبب لرد البلاء ووجود الرحمة، كما أن الترس سبب لدفع السلاح، والماء سبب لخروج النبات من الأرض، فكما أن الترس يدفع السهم فيتدافعان، فكذلك الدعاء والبلاء، وليس من شرط الاعتراف بالقضاء أن لا يحمل السلاح، وقد قال الله تعالى: ﴿وليأخذوا حذرهم وأسلحتهم﴾ [النساء: ۱۰۲] فقدر الله تعالى الأمر وقدر سببه.

وفيه من الفوائد ما ذكرناه، وهو حضور القلب والافتقار، وهما نهاية العبادة والمعرفة، والله عز وجل أعلم". (الأذكار للنووي، كتاب جامع الدعوات، باب في آداب الدعاء، ص: ۲۸۹، ۲۹۰، دار البيان)

مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: إحياء علوم الدين للغزالي رحمه الله تعالى، كتاب الأذكار والدعوات، آداب الدعاء وهي عشرة، ص: ۳۶۵-۳۹۳۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

درست ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۲۷/۴/۱۴۰۱ھ۔

دعائے سریانی

سوال [۲۴۹۰]: دعائے سریانی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی صحیح حدیث یا غیر صحیح حدیث میں دعائے سریانی نظر سے نہیں گزری، اردو کی بعض کتابوں میں دیکھی ہے جن میں کوئی حوالہ نہیں، نہ مصنف کا کچھ حال معلوم، اس لئے وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/ ذیقعدہ/ ۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

اجیب دعوة الداع اذا دعان